رجسٹرڈ نمبر ل ۶۰۹ فروری ۱۹۱۷ء

ادبِ اُردو کا ماہوار باتصویر رسالہ

العصر

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

العصر

فروری ۱۹۱۷ء

جلد ۳ نمبر ۲

فہرست مضامین

تصاویر:- (۱) مہاراجہ الیانزم (بلیعنہ) ... (۲) ... (۳) ...

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر مہینے کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے
(۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے ... فی پرچہ ۸ مع محصول ہے اسمیں کمی ناممکن ہے۔
(۳) نمونہ کے لیے ۸ آنا چاہیئے مفت نہیں بھیجا جائیگا۔
(۴) خط و کتابت کے لیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے بعد ... جائیگا۔
(۵) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضروری دینا چاہیے۔
(۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔
(۷) ترسیل زر درخواست خریداری اور دیگر انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام منیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیے۔
(۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ ریویو کے لیے کتابیں تبادلہ کے لیے اخبارات و رسائل بنام ایڈیٹر العصر لکھنؤ روانہ کیے جائیں۔
(۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالیٹکس پر کوئی نوٹ نہ چھاپا جائیگا، ناتمام مضامین کلی لیے جائیں گے۔
(۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کیلیے نقد معاوضہ بھی ادا کیا جائے گا، مگر اس میں دخیل مضامین کی خصوصیت ...

کلیات شادان

یعنی اعلیٰ راجایان مہاراجہ چندولال بہادر شادان مغفور وزیر اعظم دولت آصفیہ

کا اردو مجموعہ کلام مع تصاویر

کلیات کے شروع مین مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای

وام اقبالہ نے ۴۲ صفحہ کا ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہی جسمین اپنے جد اعلیٰ کے مختصر

حالات اور اُن کے کلام کی خصوصیات بیان کی گئی ہین مہاراجہ چندولال بہادر

اعلیٰ درجے کے انشا پرداز اور نغز گو شاعر تھے مالک مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر کا شکر گذار ہونا چاہیے

کہ انکی توجہ سے ایک صدی کا دھندلا گوہر اعلیٰ نمونہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

اس کلیات کا ایک ایک شعر عشق و محبت کا دفتر ہی اور طرفہ یہ ہی کہ تصوف کا رنگ

اسقدر غالب ہی کہ انکی شاعری دیکھنے کے بعد مشکل سے کوئی کہ سکے گا کہ وہ جلیل

صوفی تھے یا انکا مذہب صلح کل نہ تھا زبان بھی مقابلۃً نہایت شستہ اور صاف ہی

غرض یہ کلیات اس قابل ہی کہ ہاتھون ہاتھ خریدا جائے۔

تقطیع ۲۶×۲۰ پنجم ضخامت ۵۰۰ صفحات کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ۔

قیمت بلا جلد عہ فی جلد ۔ مجلد عہ فی جلد

فرحتکدۂ آفاق ترجمہ عشرتکدۂ آفاق

یہ کتاب بھی راجہ راجایان مہاراجہ چندولال بہادر شادان مغفور وزیر اعظم دولت آصفیہ کی تصنیف کا نمونہ ہی جس کو راجہ راجیشور راؤ بہادر اصغر نے فارسی زبان سے نہایت قابلیت کے ساتھ سلیس اور عام فہم اردو مین ترجمہ کیا ہی۔ اس کتاب مین دلچسپ و سبق آموز حکایات اور نادر نکات کے ذخیرے درج ہین۔ جو قابل دید ہین۔

حجم ۴۰ صفحات قیمت فی جلد آٹھ آنے مجلد بارہ آنے

(محصول ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار ہوگا)

المشتہر

سکرٹری منروا پبلشنگ کمپنی منروا پریس لکھنؤ (اودھ)

پہلے درویش کے جنگی کارنامے

یعنی ان قومی لڑائیون کا بیان جنمین خود حضور سرور کائنات شریک ہوئے عنوان کے تحت مین نہایت موثر و دلکش تاریخی مضامین کا ایک قابل دید سلسلہ حضرت الملا خواجہ حسن نظامی صاحب میرٹھ کے ماہوار مذہبی ادبی رسالہ راز و نیاز کے لیے لکھنا شروع کیا ہی اس سلسلہ کا پہلا حصہ راز و نیاز کے نوروز نمبر معروف بہ درویش جنتری ۱۹۱۶ء مین شائع ہوا ہی جو [illegible] سے لطف اٹھانا چاہیں وہ صرف ۳۰ کے ٹکٹ بھیجکر درویش جنتری ۱۹۱۶ء منگالین جو تین سال بھر کے لیے [illegible] جنتری اوقات ایک ہزار سے زائد برکات [illegible] کی تاریخین حضرت جبرئیل علیہ السلام کا عبرت آموز قصہ اولیا اللہ کی دلسوز حکایات [illegible] مسائل شرعی آداب اعمال و وظائف مجرب علاج رسالہ اخبارات رسائل کی فہرست اور بہت سی کارآمد اور دلچسپ باتین درج کی گئی ہین اور جس کی ایک ایک سطر پڑھنے کے قابل ہی رسالہ راز و نیاز کے (جس کی سالانہ قیمت عہ ششماہی ۱۲ اور سہ ماہی ۷ رہی) کے مستقل خریدارون کو درویش جنتری مفت دی جاتی ہی۔ بعض ۷ خرچ کر کے آپ درویش جنتری اور راز و نیاز کے دو پرچے خرید سکتے ہین۔

منیجر رسالہ راز و نیاز درویش جنتری کیمپ میرٹھ

انقلاب یورپ

یورپ کے جدید سیاسیات پر ایک حیرت خیز فرانسیسی ناول کا ترجمہ ہی جس کا ایک ایک ورق ایک ایک سطر ایک ایک لفظ پڑھنے والے کو دریائے فکر و تحیر مین ڈال دیتا ہی۔ اس کے مترجم بابو روشن لال ہین۔ یہ ناول بابت ماہ ۰۲۔۵۰۔۲ تیرہ صفحون پر رسالہ ترجمان لاہور مین شائع ہو رہا ہی جسمین اسکے علاوہ ملک کے بہترین انشا پردازون کے مضامین بھی نکلتے ہین ناول سے بہت کم ابتدائی پرچے باقی ہین انکو بہت جلد چندہ سالانہ سے رپیہ طلب کیجیے ورنہ شاید پھر کبھی آپ اس ناول کو مکمل نہ دیکھ سکین نمونہ کیلیے ۵ کے ٹکٹ آنا ضروری ہین۔

لال برادرس نمبر ۲ پارسن روڈ، نولکھا، لاہور

نوشتۂ تقدیر

آپ ایک پوسٹ کارڈ پر اپنا نام اور تاریخ پیدایش اور اگر تاریخ معلوم نہو تو تخمیناً عمر اور پوسٹ کارڈ لکھنے کی تاریخ اور وقت لکھکر بھیجدیجیے ہم آپ کو آئندہ بارہ مہینے کے پیش آنے والے حالات و واقعات یعنی خوشی، غم، کس ماہ مین کس تجارت سے نفع ہوگا۔ روزگار کے متعلق ترقی یا تبدیلی ہونی، علالت، کیا اولاد ہوگی وغیرہ جملہ باتون کا خلاصہ عہ کا رپیہ بذریعہ ویلیو پے ایبل ارسال کردین گے۔ نامطابق ہونے پر قیمت بلاعذر واپس ہوگی۔ جنم پترہ وغیرہ بھی تیار کیا جاتا ہی فیس عہ لغایت عہ لاٹری گھوڑدوڑ یا کسی اور قسم کی بازی لگانے سے پیشتر آپ ہم سے مشورہ کرین تو یقیناً نفع مین رہین گے فیس واجبی لی جائے گی۔

جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

المشتہر: پروفیسر ایف۔ ای میرل، وکٹوریہ گنج لکھنؤ

چشمۂ صحت لاہور کی شہرۂ آفاق دوا

حیاتِ جاوید رفیقِ بدن حیاتِ جاوید

موٹا تازہ۔ قوی۔ بارعب۔ ذی وجاہت خوبصورت اور سرخ و سفید بنانے والا ایک خاص مرکب۔

مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں مفید

مردوں اور عورتوں کی خاص پوشیدہ بیماریوں اور عام بدنی کمزوریوں کو دور کر دینے والا اکسیر

اس مرکب میں یہ خاصیت ہے کہ بیرونی دوا ہو۔ ہر وقت ٹانک معین۔ روزانہ ہضم کر لیتا ہے سینکڑوں لاغر۔ کمزور نحیف۔ اور بد صورت مریض اسے کھا کر موٹے تازہ۔ سرخ و سفید اور قوی الجسم بن چکے ہیں۔ اسے کھاؤ اور اس کے ساتھ جو دوا اور کھانا خوب ہضم کر دے۔

آج اپنا وزن کر لو۔ اور اسے ایک مہینہ کھانے کے بعد پھر تولو

دیکھو کتنا وزن بڑھتا ہے۔ یہ دوا معدہ اور آنتوں کو خاص قوت دیتی ہے۔ اس لئے بھوک خوب لگتی ہے اور قبض کی عادت کو بھی دور کرتی ہے۔ اس کے سوا یہ مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔ دل جگر اور دماغ کو بھی طاقت دیتی ہے۔ اسلئے یہ ایک لاثانی تحفہ ہے۔

مردوں اور عورتوں کے خاص اور پوشیدہ اعضاء اور امراض پر بھی اس کا خاص اثر ہوتا ہے۔ نطفہ کو قابل اولاد بناتی ہے۔ جریان و احتلام کو دور کرتی ہے۔ بے قاعدہ طوبتوں کے اخراج کو روکتی ہے۔

جوانی کی بے اعتدالیوں

سے جو خرابیاں اندرونی بدن میں پیدا ہو چکی ہوں۔ ان کے دور کرنے میں مسیحائی اثر رکھتی ہے سینکڑوں اس قسم کے بگڑے ہوئے مریض اس کے استعمال سے صحت یاب ہو چکے ہیں۔ جو لوگ کسی علاج سے بیزار ہو چکے ہوں اور کوئی دوا انہوں نے بھی صحت بخش نہ پائی ہو۔ وہ اسے ضرور برتیں۔ اس سا سچا رفیق انہیں کہیں نہیں ملے گا۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اسے جریان احتلام یا کسی بیماری میں مبتلا ہونے کی ہی حالت میں استعمال کریں۔ نہیں بلکہ اگر آپ کو اپنی حالت درست کرنی مطلوب ہو۔ اگر آپ تندرست صحیح سالم موٹا تازہ بننا چاہتے ہوں اگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ قابلِ رشک صحت حاصل کر لیں کے بعد آئندہ بیماریوں سے بھی محفوظ رہیں۔ تو کم از کم ایک ڈبیہ ضرور استعمال کریں۔ مہینہ بھر کی خوراک تیار ہو کر فروخت ہوتی ہے قیمت فی ڈبیہ یا ؎ ڈبیہ دو روپیہ (صرف) علاوہ محصول (خوراک ۶ ماشہ تک حسبِ برداشت) اس کے بے شمار تصدیقی خطوط کا خلاصہ دیکھنا ہو تو رسالہ رفیق بدن منگوا کر پڑھئے۔

ایجنٹوں کی سخت ضرورت ہے

رفیق بدن کی بکری اب چونکہ بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے ہم کارکنان کارخانہ آسانی سے اسکے بھجوانے کا انتظام کر سکتے ہیں۔ اور نیز اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ اس کے خریداروں کا محصول ڈاک مفت میں برداشت کریں۔ لہذا یہ انتظام کیا گیا ہے کہ کافی آبادی رکھنے والے شہروں میں اس کے خاص ایجنٹ مقرر کئے جائیں۔ بدیں وجہ ہر ایسے قصبہ شہر میں کہ آبادی دو تین ہزار سے زیادہ ہو ایجنٹوں کی اشد ضرورت ہے۔ ایجنٹوں کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے۔ اور بہت سی سہولتیں۔ جو شخص تھوڑی ہی محنت سے کافی روپیہ ہر مہینہ پیدا کرنا چاہے۔ وہ ہم سے قواعد ایجنسی منگوا کر دیکھے۔ مگر جلد۔

خط و کتابت کا پتہ:۔ دفتر چشمۂ صحت۔ لاہور | دفتر کا پتہ: محلہ شاہ گوٹھڑی نزد قلعہ گوجر سنگھ رفیق منزل لاہور

فن تقریر

۶

تقریر کی مختلف صورتین

تقریر کرنے کی چار مختلف صورتین ہین۔

۱۔ لکھے ہوے مضمون کو پڑھ کر سُنانا۔

۲۔ لکھکر زبانی یاد کر لیا جائے اور بلا حوالجات تقریر کیا ئے۔

۳۔ مضمون کا نقشہ دل مین باندھکر بیاختہ تقریر کرنا۔

۴۔ دوسرے اور تیسرے طریقے کو ملا۔ یعنی تحریری مضمون مین سے ضروری باتین ازبر کر لینا اور باقی کے لیے یادداشت پر بھروسہ رکھنا۔

طریق اول۔ یہ سب مین سہل ہے جب کسی علم پر مسلسل بحث کرنا یا سامعین کو تعلیم کرنا ہو تو اِس صورت کے اختیار کرنے مین حرج نہین ورنہ عوام کے لیے یہ طریق موزون نہین ہے جس عبارت پر زور دینا ہو اُس کو تحت الخط کر لینا چاہیئے جب کوئی شخص اچھی طرح بول سکتا ہو تو پڑھ کر سُنانا تعویہ خاص کر اگر مجمع مین کوئی مقرر بھی موجود ہو تو واہیات اثر ہوتا ہے مبتدی کے لیے یہ طریقہ اچھا ہے مگر ساتھ ساتھ بولنے مین بھی مشق پیدا کرنی ضرور ہے۔

طریق ثانی۔ اس کی عادت سے کبھی کامیابی نہین ہوتی۔ ذرا کسی معاملہ مین بحث چھڑی اور حضرت مقرر کی قلعی کھل گئی بعض اوقات اس قسم کے بولنے والے اثنائے تقریر مین خود بھول جاتے ہین اور لوگ مذاق اُڑاتے ہین تاہم مشق کے لیے یہ طریقہ بھی مفید ہے۔

طریق ثالث جو شخص بیاختہ گفتگو نہ کر سکے فی الحقیقت اس کو مقرر کہنا بیجا ہے۔ بیاختہ تقریر کرنے والے کا اثر عمدہ ہوتا ہے۔ حاضرین کو اُس کی قابلیت کا اقبال کرنا پڑتا ہے اور چونکہ سامعین اُس مین ایک قسم کی ترجیح عوام پر پاتے ہین اِس لیے سب کے سب طبعاً اُس کی طرف مائل ہو جاتے ہین۔ اِس طریقہ سے تقریر کرنے کے لیے قادر الکلام ہونا شرط ہے۔

طریق رابع۔ جو کچھ تحریری مضمون سے یاد کیا ہو اُس کے اظہار مین اس قدر احتیاط چاہیے کہ تیاری ظاہر نہ ہو۔ اور باقی ماندہ تقریر سے خوب ربط رکھتا ہو۔

اب سامعین کے متعلق چند باتین بیان کرتے ہین بعض مقرر سامعین کو موم کی ناک یا بچون کا گروہ تصور کر کے تقریر سے پیش آتے ہین یہ بڑی غلط فہمی ہے بڑے مجمع کو عزت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے خواہ اُس مین جہلا ہی شریک ہون اگر مخالفین کی کثرت ہو تو پسپا نہونا چاہیئے طعن و تشنیع کی مطلق پروا نہو۔ اگر شور ہونے لگے تو بھی ہمت کو ہاتھ سے نہ دے جرأت آخر سب کچھ پر غالب آجاتی ہے اسمین کلام نہین کہ قریب قریب سب مقررون پر جماعت کا رُعب چھا جاتا ہے بعض تجربہ کارون نے لکھا ہے کہ اگر مقرر مبتدی ہو اور جم غفیر کی موجودگی سے حواس باختہ ہونے لگین تو بجائے سرون کے اپنے سامنے ٹوپی ٹیڑھے یا پگڑی بندھے ہوے قالب رکھے ہوے فرض کر لے بیساختہ بولنے والون کی طبیعت بڑی جماعتون کے آگے تقریر کرنے سے خوب کُھلتی ہے۔ جیسے جیسے محنت کی داد ملتی ہے ویسے ویسے حوصلہ بڑھتا ہے۔ اِس بنا پر قیاس کیا گیا ہے کہ بیساختہ بولنے والون سے ایک چھوٹے کمرہ مین قلیل التعداد گروہ کے آگے عمدہ تقریر کی چشم داشت کرنا چاہیئے ان کی طبیعت ہی مین جوش پیدا نہین ہوتا جب تک سامعین کی معقول جماعت اُن کے سامنے موجود نہ ہو!

۷

لب و لہجہ

قرر کتنا ہی عالم ہو۔ زبان خواہ نفراتس کی طرح چلتی ہو۔ حافظہ
ن صاحب کے نونو گرات کو مات کرتا ہو لیکن اگر لب و لہجہ درست
ن تو کچھ بھی نہین۔ ایک لکھنوی سے کسی نے پوچھا کہ "سن شریف"
ملا" "دو کم ستر" سائل نے کہا "اٹھسٹھ ہی" کہا ہوتا" بولے "ذرا
ں لفظ ہی" میر انیس کا لب و لہجہ اور اُن کی زبان کی لطافت آج تک
ہی مجلس کو آٹھ آٹھ آنسو رُلانا اور روتے مین ہنسانا انھین ایک
ں تھا۔

تیر و ترکش سے اس قدر کام نہین نکلتا جس قدر عمدہ آواز سے
ہو کہ بقول سعدیؔ "بغیام در گوش کنم تا نشنوم یادم بکشائی تا بدرن
کے آوازے سننے مین آئین۔ بہت سے لوگ جبلی خوش الحان ہوتے
ہم اپنی کوشش سے بھی آواز کو صاف اور درست کر سکتے ہین
زمین سوز اور رقت ہو تو کرختی اور ناہمواری کا عیب کسی قدر
ہ جاتا ہی۔ خوش لہجہ آدمی عمدہ مقرر بن سکتے ہین۔ یہان چند
ں مختصراً بیان کرتے ہین،

بولنے کے لیے عمدہ وقت وہ ہی جب کھانا کھائے ہوئے تین چار
ہ چکے ہون خالی یا بالکل پُر معدہ ہو کر گفتگو کرنا ممنوع ہی علی الصباح
ی خلاف ہی کیونکہ اُس وقت حلق رطوبات سے خالی نہین ہوتا۔
بولنے کی مشق کرنے مین بچون کے لیے آدھ گھنٹہ اور جوانون کے
ایک یا سوا گھنٹہ کافی ہی۔
۔ سیدھے کھڑے رہنا چاہیئے۔ سینہ تنا ہوا ہو۔ لب کشائی
فت نہو،
۔ آواز کو پُر زور بنانے کی ترکیب یہ ہی کہ ہوا کے رُخ کی طرف مُنھ
از زور سے بولا کرین یا کسی چشمہ کے کنارے اونچی آواز سے کچھ

پڑھا یا گایا کرین۔

۵۔ زکام سے بچنا چاہیئے۔ اس کی سہل ترکیب یہ ہی کہ ہر موسم مین صبح و شام چہل قدمی کیا کرین۔

۶۔ شراب تمباکو ترشی اور زیادہ گرم چیزون سے آواز بگڑ جاتی ہی کثرت سے پان چبانا بھی مضر ہی اس سے زبان موٹی ہو جاتی ہی اور تلفظ مین نقص آتا ہی۔

۷۔ دانتون کی حفاظت شرط ہی کیونکہ ان کے بغیر آواز درست نہین نکلتی۔

۸۔ گردن اور سینہ پر چست کپڑے نہون۔

۹۔ گانے کا شوق کرنے سے آواز بہت ترقی پاتی ہی۔ زبانی سرگم کی مشق کرنا بہت مفید ہی!

آواز کی درستی اور صفائی کے نسخے۔ دو ہا مرچ ملیٹھی۔ بالچی مصری اور مدھ پان ککنھ مین یہ پانچون رہین تو کنٹھ کو کلا جان مدھ پان سے مراد پان کی جڑ۔ دو ہا ترچ کلیجن بلچی چوتھی ہوئے گلوے شہد اور مرچ کو ملائے کنٹھ کو کلا ہوئے۔ کلیجن کا دوسرا نام خولنجان ہی۔ مرض سل ایسے علون سے لاحق نہین ہوتا جس دم یعنی پرانایام سے تنفس درست ہوتا ہی اور پھیپھڑون کو قوت حاصل ہوتی ہی سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب "پنچ مہا یگ بدھی" مین اس کی پوری ترکیب مرقوم ہی!

لکنت | اس کا علاج بچپن مین آسان ہی جوانی مین مشکل سے جاتی ہی۔ مقرر کے لیے سخت مضر ہی۔

انتشار | آواز سن بلوغ مین پھیل جاتی ہی بچپن ہی سے خیال رکھنا چاہیئے۔

بحت الصوت | خلافِ عادت عرصہ تک تقریر کرنے سے یا خراب طور پر آواز نکالنے سے گلا بیٹھ جاتا ہی۔ بولنے کی عادت رکھین تاکہ جب موقع پڑے تو تکلیف نہو!

تنفس | جوان آدمی منٹ بھر مین تیرہ سے سولہ تک سانس لیتا ہی۔ اگر تقریر مین زور دار ہو تو یہ تعداد کم ہو جاتی ہی لیکن حتی الوسع مقرر کو

اثنائے تقریر مین بھی اُتنی ہی مرتبہ سانس لینا چاہیئے جتنی مرتبہ آرام کی حالت مین۔ ناک سے سانس لینا چاہیئے اور جہان وقفہ لازم ہو وہین دم بھی لیا جائے تنفس کو بس مین کرنے کی حرکات پر اہتمام سے بڑھ کر کوئی نہین۔

تلفظ | علما کے ساتھ صحبت رکھنے زبان دانون سے بات چیت کرنے شستہ بولنے والون کے درس سننے سے تلفظ صحیح ہو جاتا ہی۔ س کی جگہ ش یا ج کے بجائے ز بولنا سخت جہالت ہی تلفظ کو تلفظ لحہ کو لحمہ تخمہ کو تخمہ خالص کو خالص کہنا بھی اسی قبیل سے ہی۔ مقرر کو اس سے حذر واجب ہی تشدید اور مد کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

تجوید | اُردو کے سوا قریب قریب سب بانون مین اس کے قواعد پائے جاتے ہین۔ بولنے مین وقفہ اور دباؤ سے کام پڑتا ہی اور کہین آواز کو بلند یا پست کرنا ہوتا ہی۔ لفظون کے درمیان فقط اتنا وقفہ دیا جائے کہ جُدا جُدا سنائی پڑین اور وقفہ کامل صرف بامعنی جملہ یا کلام تام کے بعد ہو۔ دباؤ سے یہ مراد ہی کہ نقرہ کے کسی خاص حصّہ یا لفظ پر آواز کا زور دیا جائے یا تو اس غرض سے کہ حاضرین کی توجہ خاص اُس لفظ کی جانب زیادہ ہو یا اس لیے کہ اس دباؤ سے کوئی خاص معنی ادا کرنا منظور ہو۔ مؤخر الذکر کی مثال ذیل مین دیجاتی ہی۔ الفاظ تحت الخط پر زور ہی۔

ویدمین بت پرستی کی اجازت نہین ہی۔ یہ عام جملہ ہی۔
ویدمین بت پرستی کی اجازت نہین ہی۔ شاید کسی کتاب مین ہو۔
ویدمین بت پرستی کی اجازت نہین ہی۔ ممکن ہی خدا پرستی کی ہو۔
ویدمین بت پرستی کی اجازت نہین ہی۔ بلکہ ممانعت ہی۔
ویدمین بت پرستی کی اجازت نہین ہی۔ جسکے جی مین آئے بحث کرلے
ویدمین بت پرستی کی اجازت نہین ہی؟ استفسار ہی۔
ویدمین بت پرستی کی اجازت نہین ہی! یہ تعجب کا نشان ہی۔

جملہ کے سب الفاظ پر زور دینا عیاں قیاں اور کوئی باب ... مجمع اور مقام کے لحاظ سے ہو خاص خاص مضمون کے سبب موقع بالا یا پست کرنا مناسب ہی بعض آدمی اس قدر زور دار دی مین طاق ہوتے ہین کہ اسپیشل ... ین کے انجن کو مات کرتے ہین بعضون کی تقریر ایسی سُست ہوتی ہی کہ گویا اپنے گھر مین چہل قدمی کر رہے ہین۔ ... میانہ روی اختیار کرے جہان دلائل اور تشریح سے کام ہو وہان آہستگی اور سہولت برتنا لازم ہی۔ جہان پُرجوش فقرے ہون وہان تیزی کو کام مین لاسکتے ہین۔ یہ سب باتین مقرر کے تجربہ اور مصلحت وقت پر موقوف ہین۔

۸

حرکات و سکنات

اگر ہماری تقریر مین سنجیدگی اور موزونیت نہ ہوگی تو ہماری عمدہ سے عمدہ تقریر بھی حاضرین پر خاطر خواہ اثر نہ کرسکے گی، جو اثر کھڑے ہوکر بولنے سے ہوتا ہی وہ بیٹھ کر کتھا سی بانچنے سے ہرگز پیدا نہین ہوسکتا۔ حرکات سکنات سے بہتر آدمی کی سمجھ مین بھی بات آجاتی ہی لیکن ہاتھ پانون ہلانے مین بھدا پن اور بد تہذیبی نہ ہو بعض کا خیال ہی کہ مناسب موقع پر ہاتھ پانون ہلانے یا جسم کو حرکت دینے سے مقرر کی صحت بدنی کو فائدہ پہنچتا ہی۔

چہرہ | دل کی کیفیت چہرہ سے عیان ہو۔ اگر سوگوار معاملات کا ذکر ہی تو صورت سے بھی رنج ظاہر ہو۔ اگر کسی قسم کی برانگیختگی ہی تو چہرہ بھی تمتمارہا ہو۔

سلہ پادری ٹی جے اسکاٹ صاحب ڈی ڈی سابق پرنسپل مدرسہ علم الٰہی بریلی "ہدایت الواعظین" کے نوین باب مین فرماتے ہین کہ "حرکات سکنات کو زیبائش کلام مین بڑا دخل ہی۔ یہ تفصیل بتانا غیر ممکن ہی کہ کس موقع پر کیسی حرکت چاہیئے بلکہ ایسے امر کی تفصیل بھی عیب مین داخل ہی کیونکہ اگر کوئی ہمہ جہت اُس پر کاربند ہو جائے تو آخر کار نقال ہو جائے۔" پھر اسی باب مین آگے چلکر فرماتے ہین کہ "ان سب حرکات سے بچو جو بیکار یا نامناسب ہون"

…ہنھ بنانا، ہونٹھ دبورنا، آنکھین مٹکانا، منھ پھلانا، ناک بھون
…انا وغیرہ عیوب سے ہمیشہ احتراز لازم ہے۔
…ن بولتے بولتے آنکھین بند کرلینا یا جلد جلد جھپکانا داخل عیب ہے۔
…ں گردن بالکل راست و استوار رہے شانون کو جھکنا ممنوع ہے اور
…ں کو زیادہ اٹھانا یا کھینچنا یا جھکانا بھی معیوب ہے۔
…وبازو بلا کچھ کہے سنے ہاتھ سے ہم مانگ لیتے ہین شکریہ ادا کرتے ہین
…رہ کرتے ہین خون جتاتے ہین، نفرت ظاہر کرتے ہین، منع کرتے ہین
…مین و آفرین کا اظہار کرتے ہین، بس ہاتھ اور بازو مقرر کی
…مین ہین۔

…ن مقرر کو اس طور پر کھڑا ہونا چاہیے کہ اس کا بوجھ زیادہ تر ایک
…ذن پر رہے۔ جب تکان معلوم ہو تو سہارا بدل لینا چاہیے مگر اس طریقے سے
…بلنا پن ظاہر نہو نہ منھ سے کسی قسم کی آواز نکلے۔

حرکات بدنی چار طرح کی ہوتی ہین:-

اول وہ جن سے کسی لفظ پر زور دینا منظور ہوتا ہے مثلاً کسی خاص لفظ کے ساتھ ہی انگلی اٹھائین، میز پر ہاتھ سے ہلکی سی ضرب لگائین یا پاؤن سے زمین پر ذرا سی ٹھوکر دین یا آنکھون کی کشادگی کو کام مین لائین۔

دوسرے وہ جن سے فقط اشارہ مطلوب ہوتا ہے۔

تیسرے جن سے جوش کا اظہار ہو۔

چوتھے جن سے نقل کی جائے۔

اخیر مین یہ بتانا بھی ضرور ہے کہ مقرر کا لباس سیدھا سادہ ہو مجلس مین ننگے دھڑنگے یا لنگوٹ باندھ کر یا پھٹے کپڑے پہن کر تقریر کرنا بالکل ناواجب ہے۔ مگر حرکات اور لباس ایسے نہ ہون کہ لوگ مضمون کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو جائین۔ تقریر کا اختتام عمدہ طور سے ہو یکایک تقریر ختم کر دینا سامعین پر برا اثر پیدا کرتا ہے اور مناسب وقت ٹل جانے سے بھی کیا کرایا سب مٹی ہو جاتا ہے۔

سلہ - ہاتھون کی حرکت وسیع ہو تنگ نہ محدود نہ ہو جب ہاتھ بڑھاؤ تو اتنا بڑھاؤ کہ بدزیب نہ ہو" (ہدایت الواعظین)

سکہ ۔ آرام و کشادگی سے کھڑے ہونے کی عادت ڈالو مناسب انداز سے قدم جما کر کھڑا ہونا چاہیے۔ (ہدایت الواعظین)

۹

ڈبیٹنگ سوسائٹیز یعنی بحث کرنے کے جلسے

استادان فن کی رائے ہے کہ ان جلسون سے بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ نوجوان مقرر کو نہ صرف بولنے مین مہارت ہوتی ہے بلکہ اس کے سب عیب بھی چھوٹ جاتے ہین۔ اول ہی سے بلند حوصلگی اور ہمت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے مشق بڑی چیز ہے۔ ان جلسون مین بحث کے لیے عام مضامین رکھنا چاہیے جن سے طلبہ پہلے ہی سے کسی قدر واقف ہون اور جن کے لیے محنت طلب تیاری کی ضرورت نہو۔ اگر روزمرہ کی خواندگی کے متعلق مضامین مل جائین تو بہتر ہے۔ شرکا کو اپنے اپنے خیالات کے موافق گفتگو کرنا چاہیے۔

اب وہ قواعد بیان کیے جاتے ہین جن کا ان جلسون کے انتظام وغیرہ مین لحاظ رکھنا شرط ہے:-

۱۔ حاضرین میر مجلس کو منتخب کرلین۔ بعد ازان سکرٹری گذشتہ جلسہ کی روئداد پڑھ کر سنائے میر مجلس حاضرین سے استمزاج کرنے کے بعد اس کی تصدیق کرے پھر مقرر شدہ بولنے والے سے تقریر کی درخواست کرے۔ جب مقرر اور اس کا کوئی مؤید بول چکے تو ہر ایک شریک تقریر کرنے کا مجاز ہوگا۔ وقت مقررہ کے اختتام پر اصلی مقرر سے جواب دینے کی درخواست ہونی چاہیے۔ اس کے بعد میر مجلس مضمون زیر بحث کو بغرض استفسار حاضرین کے سامنے پیش کرے، حاضرین کی رائے خواہ نفی مین ہو خواہ اثبات مین ہاتھ اٹھانے سے ظاہر ہو سکتی ہے آیندہ جلسہ کے واسطے مضمون

قرار پاکر جلسہ ختم ہو جانا چاہیئے۔

۲۔ کسی شریک کو دوبارہ بولنے کی اجازت نہو فقط مقرر بطور جواب کے یا کوئی اور شریک بطور تشریح کے دوسری بار بول سکتا ہے۔

۳۔ تا وقتیکہ بحث ختم نہو میر مجلس تقریر نہ کرے نہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ اِلّا اُس صورت مین کہ مضمون کی تائید و تردید مین آراء کا شمار برابر ہو۔ ایسی حالت مین اُسے رائے فیصل دینی ہوتی ہے۔

۴۔ کوئی سوال ملتوی بھی ہو سکتا ہے اس صورت مین مُجوز یا مُوید التوا کو از سر نو سوال پیش کرنے کا مجاز ہے۔

۵۔ عام جلسون مین ہر شریک کو دس منٹ کی اجازت ہوتی ہے اور مقرر شروع مین پندرہ یا بیس منٹ تک بولتا ہے۔

ان قواعد مین موقع اور ضرورت کے مطابق تغیر و تبدل ہو سکتا ہے اگر کام زیادہ ہو تو میر مجلس اور سکرٹری اور خزانچی وغیرہ عہدہ داران کے نائب بھی مقرر کر دیے جاتے ہین۔ عہدہ دارون کا انتخاب عام جلسون مین کثرت رائے سے ہوتا ہے۔ میر مجلس کا کام یہ ہے کہ اختلافات دور کرے جھگڑے مٹا دے اور انجمن کو برہمی سے باز رکھے۔ کل شرکا اور بالخصوص نوجوانون کو چاہیئے کہ ہمیشہ آداب مجلسی کو ملحوظ رکھین۔ گفتگو مین احتیاط درکار ہے۔ قطع کلام اور سخن پروری سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اب چند مفید فقرات و جُمل تحریر کیے جاتے ہین:۔

سامعین سے خطاب۔ اے حاضرین جلسہ ایہا السامعین اے دوستو۔ اے بزرگو اے بھائیو۔ اے قوم کے بہی خواہو!۔ صداقت کے قدر دانو۔ میدان معقولیت کے پہلوانو۔

اے راہ عمل کے رہ نوردو   میدان بسالت کے مردو
ہمت پہ نظر نہ کرنے والو   غفلت پہ مدام مرنے والو
اے دوستو بھائیو عزیزو   اے مسلمانو اور با تمیزو
اے قوم کے حامیو شفیقو   اصلاح کی راہ کے رفیقو

فروتنی اور خاکساری کا اظہار۔ سمع خراشی معاف ہو تو گذارش ہے۔ ناگوار خاطر اشرف نہو تو عرض ہے۔ طبع مبارک کے خلاف نہو تو التماس ہے۔ پاس مانع ہے مگر التجا ہے کہ۔ بزرگون کے سامنے زبان کھولنا حکمت بلقمان آموختن ہے لیکن گستاخی معاف خادم پیشتر ہی گذارش کر چکا ہے۔ احقر کا حوصلہ نہین۔ صاحب نے بجا ارشاد فرمایا۔ ذرہ نوازی کا ممنون ہون اس قدر عنایت کا مستحق نہین ہون۔ ع کر بہلے تو ارا اگر گستاخ۔ ع عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما۔

تاسف آمیز فقرے۔ نہایت سوگوار موقع ہے۔ عجیب بھیانک تصویر ہے۔ رنج کا مقام ہے۔ ملال کی جا ہے۔ اندوہ و الم ہوتا ہے۔ ع این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد۔ افسوس یا حسرتا واحسرتا اچھا غم کا پہاڑ ٹوٹا۔ ہائے افسوس۔ وائے قسمت۔

انبساط کے فقرے۔ واہ کیا کہنے ہین۔ آخر ہمین تو ہین پھولے نہین سماتے۔ ادہر ہو ہو ہے کلیجا بلیون اُچھلتا ہے۔ مشت زعفران بنے جاتے ہین ؎

کدہر سے چل گئی ہوا خوشی کی   کھل گئی کلی ہمارے جی کی

جوش دلانے کے لیے۔ جامۂ زنان بپوشید۔ کمر ہمت باندھیے۔ یہ نام اور یہ کام۔ ایاز قدر خود بشناس ؎

دشمن دبائے آتے ہین گھیر و جھٹے چلو   منھ اب مقابلہ سے نہ پھیرو بڑھے چلو

تسکین کی غرض سے لیکن آپکے شایان شان نہین۔ ع صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد۔ ع در عفو لذتے است کہ در انتقام نیست۔ از خردان خطا و از بزرگان عطا۔ ع بمن منگر بر کرم خویش نگر ؎

زبان کھولے گا ہم پر بدزبان کیا بدمعاشی سے
کہ ہم نے اُس کے منھ مین ناک بھر دی خاکساری سے

فقط۔ **ایس ڈبلیو بٹلر**

اُردو پریس کانفرنس

منشی رام چھپال سنگھ صاحب شیدا (دہلوی) ایڈیٹر اخبار ہندوستانی کی تقریر صدارت

برادران ہم قوم و حاضرین محترم!

آپ کی محل شناسی قابل داد ہے کہ جبکہ تمام تعلیم یافتہ ہند کا عطر
س تاریخی شہر میں مہکا ہے یعنی جبکہ مادر ہند کے تقریباً تمام بہترین
باغ دار الخلافہ اودھ میں نہایت اہم اور متبرک مقاصد سے مجتمع ہیں
نے اس بے نظیر موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

آج جو لوگ لکھنؤ میں اطراف و جوانب ہند سے فراہم ہوئے ہیں وہ
ہندوستان میں برٹش عہد حکومت کے شجر بار دار کے نہایت شیریں
پھل ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہندوستان کی تمام معدنی دولت سے
یادہ قیمتی ہیں۔ قصۂ مختصر یہ کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہندوستان و ولایت
کے مشابہ ہوتا۔ پس ایسے وقت میں جبکہ ہندوستانی قوم نے اپنے عمل
ارتقا کی دوڑ میں نہایت لیر قدم اُٹھایا ہے بڑا ہی تعجب ہوتا اگر کوئی
شیزی کے سب سے ضروری پرزہ کے پیچ کو کسنے کی پروا نہ کی جاتی۔

صاحبان! میرا تو یہ عقیدہ ہے اور امید ہے کہ آپ بھی اس خیال
ن میرے ہم نوا ہون گے کہ تمام سوشل، پولیٹیکل، اخلاقی اور اقتصادی
صلاحون کی اصلی بنیاد ایک

آزاد اور زبردست پریس

ہے خیالات ہی تو ہیں جو افراد یا اقوام کو چھوٹا یا بڑا بناتے ہیں خیالات
س قدر بلند اُسی قدر ارادے اعلیٰ اور جیسے ارادے ویسے ہی اعمال و افعال
رزد ہوا کرتے ہیں۔ اور جیسے افعال ویسے ہی ادنیٰ اور اعلیٰ حالتیں
ا ہوتی ہیں۔ اس لیے جس قوم کے خیالات اعلیٰ وہی قوم اعلیٰ اور
مل ہے۔ آپ پر مخفی نہیں کہ اچھے اور نفیس خیالات کی اشاعت کا
ہترین اور کارگر ذریعہ پریس ہے پس پریس ایسا آزاد ہونا چاہیے جیسی
ہوا۔ آپ پر بخوبی روشن ہے کہ ہندوستانی قوم کے خیالات جو نشو و نما
پا رہے ہیں اور جو یقیناً ترقی اور بلندی کی طرف جا رہے ہیں یہ سب
پریس کی کرشمہ سازی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ

اپنی طاقت کا احساس

پورے طور پر آپ کو ہے یا نہیں۔ لیکن اگر آپ غور کریں تو مخفی نہ رہیگا
کہ اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ جماعت ملک کی آبادی کا نہایت جزو دی عنصر
ہے۔ ان کے خیالات کی اشاعت و تائید و حمایت کا سہرا محض ورنیکلر
پریس کے سر ہے۔ اردو، ہندی، بنگالی، گجراتی، مرہٹی، تامل اخبارات
کا گذران کروڑون ہندوستانی ہاتھوں تک ہے جہاں انگریزی پریس
کی رسائی نہیں ہے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ۱۰ کروڑ ہندوستانی اُردو زبان پڑھ سکتے ہیں
خواہ آپ اس کا نام ہندی رکھ لیجئے یا اُردو اور وہ کروڑ سمجھتے ہیں عموماً
بڑے شہرون اور قصبات کے ایک ایک محلہ میں دو دو چار چار اور دیہات
میں ایک گانوں کی کل آبادی کیسے ایک ہی پرچہ کفایت کرتا ہے پس
اُردو اخبارات کے خریدار اگر کروڑون تک نہیں تو اس کے پڑھنے والے
اور ان سے واقعات کا علم اخذ کرنے والے کروڑون سے کم تعداد میں
نہیں ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ

اہل ہند کی وفاداری

پر نہ صرف تمام یورپ بلکہ اہل برطانیہ تک حیران ہیں کیونکہ باشندگان
انگلینڈ نے تو اینگلو انڈین اخبارات کی وساطت سے ہمیشہ یہ سنا تھا کہ
ہندوستان میں غداری اور بغاوت کی آگ شعلہ زن ہے اور یہ ملک
انارکسٹون اور بم اندازون کا مسکن ہے لیکن بخلاف ان توقعات کے

اُنھون نے دیکھا کہ جنگ شروع ہوتے ہی والیان ریاست سے لیکر ادنیٰ کاشتکار تک سلطنت کے لیے تن من دھن سے سینہ سپر ہوگئے تو اُن کے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی لیکن یہ انتہائی جذبۂ وفاداری عامۃ الناس مین کس نے پیدا کیا؟ کیا انگلشمین اور سول ملٹری گزٹ نے کیا یا پاینیر اور سٹیٹسمین اور مدراس میل نے نہین بلکہ ورنیکلر پریس نے لیکن ان قابل قدر خدمات کا صلہ اُردو پریس کو یہ ملا ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ مشتبہ نظر سے دیکھے جانے لگا۔ اور ان مین بعض کی ہستیان پریس ایکٹ کے تصدق ہوچکی ہین اس لیے نہین کہ ان مین مغویانہ مضامین درج ہوتے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ اُن کے مالک حکام کی نظر مین ان نامعلوم افعال کے جن کا پبلک کو کچھ علم نہین مرتکب ہوتے تھے یا ہونے والے تھے جو امن عامہ کے لیے خار راہ خیال کیے جاسکتے تھے۔

پریس ایکٹ

کی سختیون کے مسئلہ نے اس وقت ملک کی توجہ کو بڑے زور شور سے اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ ہماری تمام پولیٹیکل پبلک باڈیز نے اس پر کھلے الفاظ مین عام رائے کا اظہار کردیا ہے۔ انڈین نیشنل کانگرس اور مسلم لیگ متفق الرائے ہین کہ یہ قانون جسقدر نامناسب ہے اُس سے بڑھ کر اُس کا عملدرآمد مخل آزادی ہے۔ ملک کی دو اعلیٰ ترین جوڈیشل عدالتون نے اس قانون کو بے اصول قرار دیا ہے کلکتہ اور مدراس ہائیکورٹ کے چیف جسٹس صاحبان اپنی رائے کا اظہار کرچکے ہین کہ یہ قانون صرف اصلی جرم کا انسداد نہین کرتا بلکہ اس قدر دور رس اور وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ معصوم سے معصوم تحریرین اسکی رو سے قابل تعزیر ٹھہرائی جاسکتی ہین آپ صاحبان مین سے کوئی صاحب کوئی فقرہ لکھیے خواہ وہ کیسا ہی وفاداری کے جذبات سے لبریز ہو لیکن اس عجیب قانون کی رو سے مین اُسے سڈیشن ثابت کرسکتا ہون مثلاً کوئی اخبار لکھے کہ ہم بڑے ادب کے ساتھ اپنی عادل گورنمنٹ سے یہ التجا کرتے ہین کہ ہندوستانیون کو فوج مین کمیشنڈ عہدے عطا کیے جائین تاکہ ہم ہندوستانی جنگ یورپ مین اپنے سپاہیانہ جوہر پورے طور پر دکھلا سکین پریس ایکٹ یہ کہتا ہے کہ اگر لفظاً یا معناً اشارتاً یا کنایتاً یا اور کسی طرح سے کوئی ایسا خیال ظاہر کیا جائے جس سے گورنمنٹ قائم کردہ از روئے قانون کی اہانت یا تحقیر کا پہلو نکلتا ہو یا اُس کے خلاف نفرت کا جذبہ پھیلتا ہو تو وہ سڈیشن ہے اب کوئی ضرورت سے زیادہ ذکی الحس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ ہندوستانیون کے لیے کمیشنڈ عہدے مانگے گئے ہین جو ابتک نہین دیے جاتے لہذا اخبار نے یہ خیال پبلک کے سامنے پیش کیا ہے کہ گورنمنٹ ہندوستانیونکو کمیشنڈ عہدے فوج مین نہین دیتی اور یہ خیال گورنمنٹ کی غیر فیاضانہ پالیسی اور ہندوستانیون کے ساتھ اس پہلو مین ناانصافی کرنے کی عملدرآمد کو یاد دلاتا ہے اور اس سے پبلک مین گورنمنٹ کے خلاف یا ناانصافی کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے لہذا اُس نے سڈیشن کا ارتکاب کیا ہے اور یہ بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اختیار مین ہے کہ وہ اس اخبار سے اسی ارتکاب جرم کے بہانہ سے ضمانت طلب کرے۔ فی الحقیقت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اختیارات پریس کے متعلق اس قدر وسیع ہین کہ اُس کو وجہ بتلانے کی بھی ضرورت نہین ہے وہ وجہ صرف گورنمنٹ کو بتلادے گا۔ ایسا بھی عموماً ہوتا ہے کہ پرنٹر کے بدل جانے سے یا مکان پریس کے تبدیل کرنے پر ضمانتین طلب کرلی گئی ہین۔ اس کے معنی یہ ہین کہ اخبارات کے پرنٹر خواہ خضر یا حضرت مسیح یا مہاراجہ بھرتری یا گوپی چند یا گورو گورکھ ناتھ جیسے زندہ جاویدون کے سوا ان لوگون مین سے ہونا چاہئین جو لقمۂ اجل سے محفوظ نہین رہ سکتے۔ یا یہ کہ وہ عمر بھر کے لیے اسی پرنٹری کے کام کے لیے پابند رہین۔ زندگی کے دوسرے شعبون مین قدم رکھنے کی اُن کو ممانعت ہے۔ اور پریس ایسے مکانون مین ہونے چاہئین جنھین زلزلہ گرا نہ سکے یا دور حوادث جسکی دیوارون کو نہ ہلا سکے۔ آگ جلا نہ سکے سیلاب اُن کو بہا نہ سکے اگر پلیگ یا ہیضہ پھیلے تو بھی مکان پریس اس رقبہ سے کسی دوسرے محفوظ کوارٹر مین منتقل نہ ہوسکین درحقیقت ضمانتین داخل کرنے کا کھٹکا ہردم موجود ہے۔

صاحبان! تمام دنیا میں اصول قانون یہ ہے کہ جب تک کسی شخص سے کوئی جرم سرزد نہوا ہو وہ معصوم اور بے گناہ سمجھا جاتا ہے لیکن ہمارا قانون پریس اس اصول کی بیخ و بن پر بھی کلہاڑا رکھتا ہے یعنی آج ایک شخص ایک نیا پریس جاری کرتا ہے یا اخبار نکالنا چاہتا ہے تو بھی مجسٹریٹ با اختیار ہے کہ اُس سے ضمانت طلب کرلے۔ ابھی اُس نے کاغذ پر ایک سطر نہیں چھاپی ہے نہ ابھی تک اُس نے کوئی اخبار نکال کر سڈیشن کا ارتکاب کیا ہے لیکن یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ ضرور مرتکب جرم ہوگا۔ اور یہ فرض کر لینے کا اختیار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو حاصل ہے۔

جائز نکتہ چینی کی بندش

صاحبان! جائز نکتہ چینی کا دروازہ اس قانون نے بالکل بند کردیا ہے آپ کی قلموں کو روک دیا گیا ہے۔ فرض کر لیجیے کہ کسی ضلع میں مقامی حکام کوئی غلطی کرتے ہیں کیونکہ وہ آخر فرشتے نہیں ہوتے غلطی کا ہر وقت امکان ہے تو اُس غلطی کی تلافی کس طرح ہو۔ کیونکہ کس اخبار میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنا فرض دیانت داری سے ادا کرکے اُن لوگوں کے اعمال پر محاکمہ کرے جن کے اختیار میں ہے کہ ۵۰۰ سے لیکر ۱ ہزار تک کی ضمانت طلب کرلیں یا اگر داخل ہے تو اُس کو ضبط کرلیں۔ پس اخبارات کا کام اب یہ رہ گیا ہے کہ اسپ تک دیدم دم نکشیدم۔ اور وقت بے وقت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کی شان میں قصیدے لکھتے رہیں اور اُن کے ہر فعل پر آمنا و صدقنا کے نعرے لگاتے رہیں۔ ہر قانون میں جرم کے لیے نیت ایک نہایت ضروری عنصر ہے لیکن یہاں نیت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ نیت آپکی کیسی ہی نیک ہو دس ہزار آرٹیکل آپنے جذبہ وفاداری سے لبریز لکھے ہوں لیکن اگر ایک فقرہ میں ایسا لکھا گیا ہے جسکے معنی کچھ اور بھی ہو سکتے ہیں یا سرکاری مترجم نے اُس کا ترجمہ کچھ اور کر دیا ہے تو بھی آپ قانون کی زد میں آسکتے ہیں چنانچہ ایسا بارہا ہو چکا ہے جس وقت دہلی میں جب وہ ناگوار واقعہ گزرا جس پر تمام ملک کو افسوس ہے یعنی کسی انارکسٹ نے ہندوستان کے سب سے نیک دل اور رحم دل عزیز وائسرائے کا قصد جان کیا تو لاہور کے اخبار جھنگ سیال نے اپنے جوش وفاداری کا اظہار کھلی چٹھیوں کے ذریعہ سے کیا اور اس انارکسٹ کے نام جس سے اس فعل ناسزا کا ارتکاب ہوا تھا اپیل کی کہ وہ مردوں کی طرح اپنے تئیں حوالہ پولیس کردے تاکہ تمام ہندوستانیوں کے دامن سے یہ داغ دھل جائے لیکن اس چٹھی میں ایک فقرہ ایسا تھا جس کو چغل خور لوگوں نے ایسے معنی پہنا دیے جو چٹھی کے باقی تمام خیالات سے لگا نہیں کھاتے تھے اور آپ یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ محض اس فقرہ کی بنا پر اخبار مذکور کی ۲ ہزار کی ضمانت ضبط ہوگئی۔ ایسا ہی ہندوستان کے ساتھ ہوا کہ ایک نہایت وفادارانہ ایڈیٹوریل آرٹیکل میں جس میں اہل ہند کو ترغیب دی گئی تھی کہ گورنمنٹ کے لیے اس جنگ میں اپنی جانیں نثار کریں چار لفظوں کا ایک جملہ قابل اعتراض سمجھا گیا اور اُس پر گورنمنٹ کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اخبار کو تنبیہ کی جائے۔ اور محض ایڈیٹر کے ۲۵ سالہ گذشتہ رویہ کے خیال سے کوئی سخت اسٹیپ لینا مناسب نہیں سمجھا گیا ورنہ عجب نہ تھا کہ ضمانت طلب کرلیجاتی یا مقدمہ چلایا جاتا۔ پس صاحبان جب تک یہ قانون موجود ہے ہندوستانی پریس اور خاصکر ورنیکلر پریس اپنے فرائض کو پورے طور پر ہرگز ادا نہ کر سکے گا۔ اسمیں محض مالیان اخبارات ہی کو خطرہ نہیں بلکہ آزادی تحریر کے نہونے سے گورنمنٹ رعایا کے دلی جذبات کے علم سے محروم رہتی ہے جن کا جاننا ارباب حل و عقد کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ رعایا کی خواہشات اور خیالات سے ہر وقت باخبر رہنا اعلیٰ درجہ کے انتظام سلطنت کے لیے بیحد ضروری ہے۔

اندرونی اصلاح

صاحبان! پریس ایکٹ کا منسوخ کرانا اُردو پریس کی ترقی کا صرف ایک پہلو ہے۔ اور یہ امر گورنمنٹ کے اختیار میں ہے کہ وہ ہماری اس عاجزانہ درخواست کو شرف قبولیت بخشے لیکن اس کو چھوڑ کر پریس کی اصلاح بہت کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے اور اُس کے لیے آپکو مل جلکر کام کرنے اور جدوجہد

کرنے کی ضرورت ہے۔

سب سے اول یہ امر میں آپ کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ ہندوستانی قوم میں باہمد گر مغائرت اور بیگانگی کے خیالات کا دور کرنا اخوت اور حب الوطنی کے جذبات کو ترقی دینا بعض آپ کی مساعی جمیلہ پر منحصر ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی ہوا کس طرف ہے۔ ہماری تمام قومی تحریکوں کا عام میلان اتحاد اور یگانگت کی جانب مائل ہے آپنے ملاحظہ کیا کہ ابھی دو تین روز ہوئے نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ نے سامنے گورنمنٹ کے متعلق اتفاق رائے ظاہر کیا ہے۔ قانون اسلحہ قانون پریس ہندستانیوں کیلئے اعلیٰ فوجی مناصب کے لیے ملک کی دونون قومی مجلسوں نے ایک ہی آواز بلند کی ہے۔ بہت سے معاملات میں ہندو اور مسلمان لیڈر یکجا ہو گئے ہیں۔ جو جزوی اختلافات تھے وہ مٹ گئے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اب ہندوستانی تیس سال کے بعد صحیح معنی میں ایک قوم بن گئے ہیں میں بڑے ادب کے ساتھ ہندو اور مسلمان اخبارات سے (اگرچہ یہ تفریق بھی فضول ہے کہ فلان اخبار ہندو اور فلان اخبار مسلمان ہے) گزارش کرتا ہون کہ اُن باتون سے آیندہ ہمیشہ احتراز کرین جو ان دو عظیم الشان قومون کو بجائے قریب لانے کے دور لے جائیں میں یہ نہیں کہتا کہ اختلاف رائے نہ رہے۔ اختلاف تو باعث زیست ہے اختلاف تو ہمیشہ رہیگا لیکن میں صرف یہ کہتا ہون کہ مخالفت نہ ہونے پائے اس مسئلہ کے متعلق میں خیال کرتا ہون کہ اگر ایک اصول کے ہم سختی سے پابند ہو جائیں تو کبھی الجھن پیدا نہ ہو اور وہ یہ کہ ایک دوسرے کے گزشتہ اور موجود بزرگون کا نام ہمیشہ ادب و احترام سے لیا جائے۔ ادب کو ہمیشہ ملحوظ رکھین بحث ہوتی رہے۔ مباحثے ہوتے رہین لیکن تہذیب اور متانت اور شائستگی کو جو ہماری مشرقی تہذیب کا جزو لاینفک ہے اور جس پر ہم دونون قومونکو بجا طور پر ناز ہے کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے!

پریس بوریو

اُردو پریس کی بہتری کے لئے میرے خیال میں ایک تجویز ہے کہ ایک سررشتہ قائم کیا جائے جس کے ماتحت چند قابل مترجم مقرر ہون اور وہ اُردو اخبارات کے مضامین کے خلاصے جو گورنمنٹ کی وفاداری سے مملو ہوتے ہیں ہر ہفتہ ترجمہ کرکے ایک رپورٹ ہر صوبہ کی گورنمنٹ اور حکام اضلاع کے پاس بھیجا کرین کیونکہ ہم کو سب سے بڑی دقت یہ پیش ہے کہ اُردو پریس کا صرف تاریک پہلو حکام کے زیر نظر رہتا ہے اور انھیں معلوم نہیں ہوتا کہ اُردو پریس نے کہانتک گورنمنٹ کی خدمت کی ہے۔ اس محکمہ کا یہ بھی کام ہو کہ وہ اخبارات کو بھی وقتاً فوقتاً مشورہ دیتا رہے۔ اور گورنمنٹ جب کسی اخبار سے ضمانت طلب کرے یا منسوخ کرنے کا ارادہ کرے تو پہلے پریس بوریو سے اُن قابل اعتراض مضامین یا فقرات کا ترجمہ بھی کرالیا کرے تاکہ اُردو اخبارات ناکردہ گناہ مجرم نہ قرار دیے جایا کرین۔

اخبارات کی زندگی اور موت

کا سوال اب سامنے آگیا ہے۔ کاغذ کی گرانی نے اہالیان اخبارات کے حوصلے پست کر دیے ہیں اور اندیشہ بلکہ یقین ہے کہ کاغذ ابھی اور گران ہوگا۔ سیاہی اور دیگر سامان پریس کا نرخ بھی کہانتک پہنچ گیا ہے آپ پر مخفی نہیں ہے دوسری طرف اخبارات کی خریداری بہت کم ہوتی جاتی ہے۔ انگلینڈ اور بمبئی کے اخبارات اپنی قیمتین مضاعف کر چکے ہیں اور مزید اضافہ قیمت کی فکر میں ہیں۔ ان حالات میں اُردو اخبارات اگر باہمی قرار داد سے اپنی قیمتون میں اضافہ نہیں کرین گے تو اُن کا زندہ رہنا محال ہے۔ لاہور میں جواں اخبارات کا مرکز ہے تمام اخبارات اضافہ قیمت کے سوال پر متفق ہیں بجز ایک دو معاصرین کے جن کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ تمام اخبارات مر جائین تب وہ تنہا میدان میں رہ جائین گے اور جو نقصان آجکل وہ اُٹھا رہے ہیں اُس سے سب کی کسر پوری کر لین گے!

دوسری اندرونی اصلاح

یہ ہو گی کہ آپ اُردو پریس مین آیندہ کام کرنے والے تیار کرین۔ اس معاملہ مین ابتک بڑی تنگ خیالی سے کام لیا گیا ہے۔ خود غرض لوگون نے نوجوانون کی جو اس فیلڈ مین داخل ہونا چاہتے تھے کبھی حوصلہ افزائی نہین کی۔ اس لیے ہر ایک اخبار کے دفتر مین دو دو چار چار گریجوایٹ یا انڈر گریجوایٹ بطور امیدوارون کے رکھے جائین۔ علاوہ ازین جو مراعات اور سرپرستی اینگلو انڈین اخبارات کو حاصل ہین۔ اُردو پریس اُن سے محروم ہو رہا ہے۔ ہر قسم کی ریویوزمین اور سرکلرز وہ پریس گیلریز ٹکٹ نیز ہر قسم کے سرکاری اشتہارات اُن کو دیے جاتے ہین لیکن تمام اُردو اخبارات کو نہین۔ اس لیے ہمین گورنمنٹ سے یہ بھی گزارش کرنی ہے کہ اُردو پریس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا جائے۔ تاکہ انھین چند و ماہ سے کام تجربہ حاصل ہو بلکہ اگر ممکن ہو تو انھین کچھ وظائف بھی دیے جائین کیونکہ سردست اخبار نویسی کے لیے خاص کالج قائم کرنے مشکل ہین۔

علاوہ ازین جہان تک ممکن ہو اخبارات کو شخصی ملکیت سے نکال کر مشترکہ سرمایہ کی کمپنیون کے زیر اہتمام لایا جائے کیونکہ شخصی انتظام چند شخصون کی زندگی اور تندرستی تک ہی وابستہ رہتے ہین۔ شخصی انتظامات مین ایک بڑا نقص یہ ہے کہ مالکان اخبارات ذاتی منافع کے سامنے دیگر تمام اغراض کو قربان کر دیتے ہین۔ لاہور کے بعض پریسون مین عملہ پریس و اخبارات کی تنخواہ دو دو ماہ تک تقسیم نہین کیجاتی مین۔ ایک پریس مین یہ دستور ہے کہ تنخواہ ۲۵ تاریخ کو دیجائے لیکن اُسوقت بھی دو پیسہ روپیہ کاٹ لیا جائے۔ مین نے حساب لگایا ہے کہ یہ کٹوتی ۔۔ سو روپیہ سالانہ فیصدی سود کی شرح تک پہنچتی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کہ جہان اس قسم کی سختیان ہین وہان لوگ کیون کام کرتے ہین بات یہ ہے کہ جو آدمی ایک دفعہ پھنس گئے اُن کا اُس جال سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے ایک غریب کے لیے یہ مشکل ہے کہ وہ یہ قربانی کر سکے کہ ۲۵ روپیہ کی تنخواہ کا نقصان گوارا کرے۔ نہ اُن کے پاس عدالت دیوانی کے اخراجات اور مہینون تک آخری ڈگری حاصل کرنے کے لیے صبر ہوتا ہے۔ ان حالات مین وہ غلامون کی سی زندگی بسر کرتے رہتے ہین۔ اس لیے صاحبان عملہ اخبار و پریس کے لیے بھی کچھ قواعد بنانے چاہئیین۔ ان کی علالت اور ضعیفی اور مرگ مفاجات کی صورت مین ان کے اہل و عیال کی قابل رحم حالت کی بھی کچھ فکر کرنی چاہیے۔ اگر پراویڈنٹ فنڈ قائم ہو جائے تو اُن کے لواحقین کے لیے ابر رحمت کا کام دے گا۔

یادرفتگان

آج اس جلسہ مین اُردو پریس کے کئی زبردست کارکن اصحاب ہمین یاد آئے بغیر نہین رہ سکتے۔ آنریبل رائے بہادر گنگا پرشاد صاحب ورما اگر آج زندہ ہوتے تو اُن کی با اثر شخصیت اور اُن کے قیمتی مشورون سے اس جلسہ کو کس قدر تقویت حاصل ہوتی۔ آنریبل رائے بہادر منشی پراگ نرائن صاحب بھارگو مالک اودھ اخبار کی وفات حسرت آیات ایک ایسا تازہ زخم ہے جو ابھی مندمل بھی نہین ہوا۔ اس وقت آپکا یہان موجود نہونا ہم سب نہایت حسرت کے ساتھ محسوس کر رہے ہین۔

شکریہ

صاحبان! طول کلامی سے خاکسار کو ہمیشہ سے نفرت ہے اس لیے آپ کو مطمئن رہنا چاہیے کہ مین زیادہ عرصہ آپ کی سمع خراشی نکرون گا۔

آپ خیال کرتے ہون گے کہ مین نے ابتک اُس رسم کو ادا نہین کیا جو ہر جلسے کے صدر کا فرض اولین سمجھا گیا ہے۔ اور اُس پر رواج کی مُہر لگی ہوئی ہے وہ یہ کہ کرسی صدارت کے لیے اپنی ناقابلیت کا اعتراف اور دوسرے ہی سانس مین عزت افزائی کا شکریہ۔

مین بخوبی جانتا ہون کہ یہ عزت جو آپ نے دی ہے، یہ میرے لیے ذاتی عزت نہین ہے بلکہ آپنے اُس اخبار کی خدمات کا جس سے خاکسار کا تعلق ہے نیز میری چوتھائی صدی کی طویل کوششون کا

جو اُردو پریس کا کام کرتے ہوئے مجھسے تھوڑی بہت بن پڑی ہو یہ صلہ عطا کیا ہو۔ کاش یہ بوجھ کسی بہتر اور قوی تر شانون پر رکھا جاتا لیکن بقول الامر فوق الادب مین نے تعمیل ارشاد سے گریز نہین کیا۔

اب آپ اپنے کام مین مصروف ہو جائین اور اُردو پریس کو زبردست اور آزاد اور زیادہ وقیع بنانے کی تدابیر پر غور کرین جن اغراض سے کہ یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہو۔ آپ کو یہ بتلانا لقمان کو حکمت سکھانا ہو کہ ملک کی ہر قسم کی ترقی انگریزی اخبارات سے نہین ہوگی۔ بلکہ عام پولیٹیکل، سوشل اقتصادی، تعلیمی، زراعتی، صنعتی، حرفتی، جسمانی، روحانی ترقیان ہندوستانی پریس کے ذریعہ سے ہونگی۔

پس اُردو پریس کی اصلاح تمام اصلاحون کی اصلی بنیاد ہے۔ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ غور کرین کہ اُردو پریس کس طرح ترقی کر سکتا ہو۔

نواب نصیر حسین خان صاحب خیال[1]

نواب خیال قوم کے اُن منتخب و برگزیدہ لوگون مین ہین جنکا نام دنیائے اُردو مین ہمیشہ عزت و احترام سے لیا جائے گا! اور لیڈرِ ملت کے اُن مشہور سپوتون مین ہین جن کی ذات سے ہماری بہت سی امیدین وابستہ ہین۔

نواب صاحب موصوف حسینی حسنی سید پوتڑون کے رئیس اور ایک خاندانی بزرگوار ہین۔ آپ کے مورث اعلیٰ عرب سے ایران آئے۔ وہان اس خاندان کو خاص عروج و وقار حاصل ہوا اور بالآخر تدریجی اختیار اتنا بڑھا، کہ سید حسین فیروزی شاہِ طہران ہوگئے اور اُن کے بیٹے کبیر المشائخ گورنر ہرات رہے اور دوسرے اراکین خاندان بھی مراتب اعلیٰ پر پہنچے، پھر اس خاندان نے ہندوستان کا رُخ کیا، اور اپنی عظمت و وجاہت ساتھ لایا، اور اسکے اکثر، برصوبہ داری اور وزارت کے درجہ تک پہنچے۔ مغلون کے عہد مین اس خاندان نے عدیم المثال ترقی کی اور یہ اُسی قدیم وجاہت و بزرگی کا اثر تھا کہ قطب الملک نواب سید عبداللہ خان، و امیر الامرا نواب سید حسین علیخان "بادشاہ گر" کہلائے اور عرصہ تک سلطنت انہی دو مشہور بھائیون کے زور بازو سے چلتی رہی۔

امیر الامرا سید حسین علیخان شروع مین صوبہ دار بہار مقرر ہوئے اور عظیم آباد مین عرصہ تک رہے، یہ صوبہ ان کی جاگیر مین تھا جب نواب صاحب ممدوح فرخ سیر کو ساتھ لیکر نکلے اور اُسے بادشاہ بناکر وزیر ہوئے تو انکی جاگیرات کے چھوٹے بھائی نواب زین الدین علی خان بہادر (نواب خیال کے پردادا) کے ہاتھ آئی اور وہ بہار مین مقیم ہوگئے، اور اسطرح یہ خاندان دہلوی سے بہاری بن گیا۔ سادات بارہہ کے زوال کے بعد اس خاندان کا بھی شاید بہار مین زوال ہو جاتا۔ لیکن نواب علی وردی خان مہابت جنگ (صوبہ دار بنگالہ) کے تعلقات اور رشتہ داری سے اس کا وہ اگلا عروج عرصہ تک قائم رہا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے وقت تک اس خاندان کی عظمت و حشمت بدستور قائم و برقرار رہی۔

صوبۂ بہار اپنی زرخیزی کے ساتھ ہمیشہ مردم خیز بھی بنا رہا ہے۔ دلّی جب مٹی تو عظیم آباد (پٹنہ) آباد تھا۔ دلّی کے باکمالون نے اسطرف کا رُخ کیا، اور امیر الامرا کے خاندان نے دلّی والون کو اپنے یہان جگہ دیکر عظیم آباد کو مدتون شاہجہان آباد بنائے رکھا۔

عرصہ سے اردو کی نشو و نما دلّی مین ہو چکی تھی۔ امیر الامرا اور اُن کا خاندان مرزا عبد القادر بیدل کا دلدادہ تھا۔ مرزا اُردو کے حامی اور

[1] العصر کی گذشتہ اشاعت مین نواب صاحب ممدوح کی تصویر شائع ہو چکی ہے (ایڈیٹر)

نواب اُس کے سرپرست تھے۔ اِس ذریعہ سے یہ زبان بہار و عظیم آباد مین پھیلی، جسے بعد کو اسی خانوادہ کے ایک دوسرے بزرگ نواب علی وردی خان، مہابت جنگ (صوبہ دار بنگال و بہار) نے چمکایا، اور پھر مہاراجہ شتاب رائے نے اس کی وہ پرورش کی کہ آخر وہان راسخ کا سا صاحب کمال پیدا ہوا، جس نے شعر و شاعری مین اپنا ایک الگ اسکول قائم کر کے زباندانی کا سکہ جما دیا، نواب ہدایت علیخان اسد جنگ، (متخلص بہ ضمیر) اور اُن کے مشہور فرزند نواب غلام حسینخان (صاحب سیر المتاخرین) اسی گھرانے کے ایک رکن اور اُردو کے سرپرست اور مربیون مین سے تھے۔

غرض نواب صاحب خیال کا خاندان امارت و وجاہت ذاتی کے ساتھ علم و ادب کے لیے بھی ہمیشہ مشہور و معروف رہا ہے اور آج سے نہین، دوسو برس سے یہ اُردو کی پرورش و خدمت کر رہا ہے اور غالباً اسی کو یاد کر کے، اور بہار مین اس زبان کی پامالی کو دیکھ کر نواب صاحب نے اپنے اڈریس مین یہ گرم فقرہ ارشاد فرمایا ہے کہ۔۔۔

افسوس کہ امیر الامرا سید حسین علی خان کی جاگیر اور مہاراجہ شتاب رائے کی زمین ایسی شکارگاہ بنی"! واقعی اُن سے زیادہ اور کس اس زبان کا ایسا درد ہو سکتا ہے۔!!

اِس خاندان کی دوسری شاخ پانی پت مین ہے جس کے مورث اعلیٰ شمس الدولہ نواب لطف اللہ خان بہادر، صادق وزیر محمد شاہ تھے وہان یہ خاندان نوابزادون کے لقب سے مشہور ہے۔ پانی پت کے خواجہ زادے اور نوابزادے ایک دادا کی اولاد ہین۔ عجیب بات یہ ہے کہ جسطرح بہار مین یہ خاندان امارت و ریاست کے ساتھ علمیت و فضیلت کے لیے بھی مشہور رہا، اسیطرح پانی پت مین بھی دو سو برس سے ریاست اور علم و فضل دونون کا مرکز دکھائی دیا، اور وہان خواجہ حالی مرحوم اور یہان خان بہادر شاد مدظلہ اس قدیم و مشہور خاندان کے ایسے بزرگوار ہین جنھین زمانہ عرصہ تک یاد رکھے گا۔

غرض ایسے قدیم اور علم و فضل سے بھرے ہوے خاندان مین آپ ۱۸۸۰ء مین بمقام عظیم آباد پیدا ہوے۔ آپ کے گھر کا ادب و قاعدہ اور آپ کے گھرانے کی تہذیب و زبان عام طور پر تسلیم ہے اور اس لیے اس کی تقلید کی جاتی ہے۔ اُسوقت کے اُمراء و رؤسا کی طرح آپ کی تعلیم بھی شروع ہوئی، اور درسیات تمام کر کے انگریزی کی طرف مائل ہوے۔ علم ادب اور زباندانی کا خاندانی شوق چونکہ کمسنی ہی سے تھا اور قدرت نے بھی اسکے لیے موزون دل و دماغ عطا کیا تھا، اس وجہ سے قلم و قرطاس کے سوا کسی اور طرف مائل نہین ہوے اور ہوش سنبھالتے ہی مضمون نگاری کی جانب متوجہ دکھائی دیے۔ مشہور رسالہ "حسن" (حیدرآباد) مین اکثر آپکے مضامین (فرضی نامون سے نکلا کیے) وہ پرچہ بند ہوا تو اس ادب و لٹریچر کے شوق و ذوق کی پیاس اور چشمون سے بجھائی گئی، اور جبکہ نوجوان رؤسا دوسرے دوسرے مشاغل مین پھنستے ہین آپ نے ۱۹ برس کی نوخیز عمر مین (۱۸۹۹ء) عظیم آباد سے ایک رسالہ "ادیب" نکالا۔ اس کے ادب و لٹریچر کو دیکھ کر سر سید مرحوم اور مولوی عبدالحلیم شرر نے اسوقت پیدا لے قائم کی تھی کہ اگر یہ رسالہ جاری رہا تو عظیم آباد اور صوبہ بہار دلی اور لکھنؤ کی تقلید سے آزاد ہو جائے گا۔

سنہ ۱۸۹۹ء مین آپ کی شادی ہوئی اور اِس تعلق سے کلکتہ مین قیام ہوا تو "ادیب" کو بند کرنا پڑا۔ لیکن آپکے اشہب قلم کی رفتار کسی وقت مین سُست نہ دکھائی دی۔ عادت کے مطابق فرضی نامون سے مختلف اخبار و رسائل مین مضامین لکھے جو مقبول عام ہوتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۲ء مین آپ کا ایک مشہور و معروف مضمون "اصلاح" مین نا مہذب خیرات کے نام سے نکلا اور رنگ مین ایک انقلاب سا ہو گیا، اور ایک عرصہ کے بعد غالباً یہ وہ مضمون تھا جس مین دوستون کے اصرار سے آپنے نام کا اظہار کیا تھا، پھر سنہ ۱۹۱۱ء مین مولوی ظفر علی خان کی سخت فرمائش پر

۰۰مرثیہ اور مرزا دبیر" پر ایک مبسوط مضمون دکن ریویو کے متعدد نمبرون میں شائع ہوا کیا، اور آپکے زور قلم اور تنقیدی نظر کی دنیا نے داد دی اور اسی مضمون سے مرثیہ کی غرض و غائت سمجھ مین آئی۔ پھر ایک عجیب و لطیف مضمون "خالاؤن کا مار آغا" سنہ ۱۹۱۳ء مین ادیب لاہور کے کئی نمبرون مین آپکے نام نامی سے شائع ہوا۔ یہ مضمون اور خصوصاً اُس کی تمہید اُردو کی جان، اور حقیقتاً وہ لٹریچر ہے جس کی نظیر انگلش اور پکوک پیپرز کے سوا کہین اور نہین مل سکتی۔ اُردو مین یہ بالکل نئی چیز تھی، اور اس سے نواب صاحب کی فارسی پر بھی وہ قدرت معلوم ہوتی ہے جو اس زمانہ مین مفقود ہے۔ یہ قصہ اسطرح پڑھا گیا، کہ ہزارون کو آجتک اسکے فقرات یاد ہین۔ یہ مضمون اس لیے لکھا گیا تھا کہ دوسرے اس رنگ کو اور رشوخ کرین، مگر اس کا تتبع آسان نہ تھا، اور جہانتک مجھے علم ہے ابتک اس انداز مین کوئی قلم نہ اُٹھ سکا!

مجھے جہانتک غور کرنے کا موقع ملا، نواب صاحب جب کوئی چیز لکھتے ہین تو اُسے اپنا کر لیتے ہین، اور اُن کے قلم سے ہمیشہ کوئی نئی بات ہی نکلتی ہے جو قبول عام ہو جاتی ہے۔ اُردو کانفرنس کا صدارتی ایڈریشن ہی دیکھیے کہ کس انداز و پرواز سے زمانہ کے سامنے پیش کیا کہ آئندہ اِس مادہ مین جو کچھ بیان ہوگا، ہمیشہ اُسی کی تقلید کی جائے گی۔ اس خطبہ نے نہ صرف اُردو کی بھولی بسری داستان ہی کہ سنائی، اور موجودہ تذکرونکو پس پشت ڈال دیا بلکہ مادر وطن کی وہ ۴ ہزار سالہ تاریخ بھی بیان کردی ہے جس سے ہمارے معلومات مین وسعت و ترقی ہوگئی۔ ہندو مسلم رشتہ کو بھی اسطرح سلجھا دیا کہ آجتک بڑے سے بڑے مقرر سے بھی نہو سکا۔ نہ کبھی کانگرس کا ایسا ایڈریس سنایا گیا، اور نہ لیگ کے کسی صدر نے ایسا جامع و مانع بیان ہمارے سامنے پیش کیا۔ اُنکے معلومات کو دیکھیے اُن کی تحقیقات پر نظر کیجیے، اور خطبہ کی اسپرٹ در پالیسی کو سمجھیے اُسکے لٹریچر، زبان اور اُس کے ادب و طرز ادا کو سراہیئے = یہ ایڈریس

ہر اعتبار سے ہماری قومیت کو مستحکم کرنیوالا، اور ہماری زبان کو سویلائزڈ (مہذب) زبانون کے ہمرتبہ ثابت کرنے والا ہے

علمی و ادبی مشاغل کے ساتھ ساتھ نواب صاحب موصوف نے ایک حد تک دیگر قومی معاملات مین بھی حصہ لیا ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء کے مشہور و معروف مسلم ڈیپوٹیشن مین جو بمقام شملہ لارڈ منٹو کی خدمت مین حاضر ہوا، وہ اُسمین شریک تھے اور اُسکے سرگرم کارکن تھے، اور ریفارم اسکیم مین شروع سے اخیر تک مشورہ دیتے اور کام کرتے رہے آپ مسلم لیگ کے بانیون مین نہ صرف شمار ہوتے بلکہ ابتک اُسکے سرگرم ممبر مین سنہ ۱۹۱۹ء مین آپنے مسلم لیگ کی شاخ بنگالے مین قائم کی اور نواب سر شمس الہدیٰ کے ساتھ بحیثیت جوائنٹ سکریٹری عرصہ تک کام کرتے رہے۔ تعلیمی معاملات سے انھین خاص دلچسپی بلکہ شغف ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء مین ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ تعلیمی کانفرنس (علیگڑھ) کی آواز بنگالہ مین زیادہ تر آپ ہی کی کوششون سے عام ہوئی۔ سنہ ۱۹۱۵ء مین علیگڑھ کالج کے آپ ٹرسٹی مقرر کیے گئے اور اس تعلیمی انسٹی ٹیوشن سے آپ کی دلچسپی کچھ چھپی ہوئی نہین ہے۔ مسلم انسٹی ٹیوٹ کلکتہ آپ کی عنایات اور مہربانیون کا ہمیشہ ممنون رہا ہے۔ طلبا کے ساتھ انھین خاص محبت ہے، اور ہمیشہ ان کی امداد پر تلے رہتے ہین۔

سنہ ۱۸۹۹ء مین آپ کی شادی کلکتہ مین نواب انتظام الدولہ مرزا احمد بیگ (وزیر شاہ اودھ) کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے دو صاحبزادے ہوئے، لیکن افسوس کہ وہ نونہال آٹھ آٹھ سال کی عمر پاکر مرجھا گئے، اور جب سے موصوف عملی دنیا سے الگ ہوکر گوشہ عافیت مین زندگی بسر کرنے لگے ہین۔ عرصہ سے اُن کی صحت بھی اچھی نہین رہتی، پٹنہ کو تو کبھی کا خیرباد کہا جا چکا ہے لیکن کلکتہ مین بھی اب برائے نام ہی قیام رہتا ہے۔ عموماً پہاڑون پر رہتے، اور وہان تنہائی مین علمی تحقیقات مین زندگی بسر کرتے ہین۔ فی الحال مرثیہ گویون کا ایک تذکرہ

مرتب کر رہے ہین۔ گارسن دی تاسی کا مشہور تذکرہ شعرائے اُردو (ہسٹری دی لٹریچر ہندی) جو فرنچ زبان مین اور چار جلدون مین ہے آپ اس کا اُردو ترجمہ کر رہے ہین۔ یہ کام سرعت سے جاری ہے خدا کرے اُن کی صحت اتنی درست ہو جائے کہ یہ بہترین جلد پبلک کے ہاتھون تک پہنچین

العصر کے صفحات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مین اس مضمون کو تمام کرتا اور نواب صاحب کے لیے دعا کرتا ہون کہ ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

محفوظ الحق احسن (عظیم آبادی)

سر رابندرناتھ ٹیگور کی خیال آرائیان اُردو لباس مین

سر رابندرناتھ ٹیگور کی جن نظمون کا ترجمہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے، وہ بعض بچون کے متعلق لکھی گئی ہین، چھوٹے چھوٹے بچون کے حرکات سکنات کا جو کچھ اثر ایک شاعر کے دل و دماغ پر پڑ سکتا ہے یہ نظمین اس کا صحیح عکس ہین ممکن تھا کہ مین نظم کا نظم ہی مین ترجمہ کر دیتا مگر میرے نزدیک بحر و قوافی کے غیر ضروری التزامات پر شاعر کے حقیقی جذبات کے کچھ حصّے کو ضرور قربان کر دینا پڑتا اول تو ترجمہ ہی مین اصلی خیالات کا قائم رکھنا دقت طلب ہے۔ پھر اگر اسے نظم کیا جائے تو رہا سہا لطف بھی جاتا رہے۔ خود سر رابندرناتھ ٹیگور نے بھی ان نظمون کا ترجمہ انگریزی نثر مین کیا ہے۔ مین نی الحال بعض بعض نظمون کا ترجمہ العصر مین شائع ہونے کیلیے بھیج رہا ہون۔ اگر میری اس خدمت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا تو انشاء اللہ آئندہ متواتر یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

(افسر)

۱- گھر

مین یکہ و تنہا کھیت کی بنیا پر چل رہا تھا اور یہ وہ وقت تھا کہ آفتاب اپنے بقیہ طلائی زیور کو ایک بخیل کی طرح چھپا رہا تھا،

دن کی روشنی تاریکی کی گہرائیون مین ڈوب رہی تھی اور برہنہ زمین جس کی فصل کاٹ لی گئی تھی ایک خاموشی طاری تھی۔

پھر ایک بچہ کی تیز اور باریک آواز بلند ہوئی وہ تاریکی مین بے پروائی سے گذر رہا اور شام کے سکوت مین اپنی شیرین آواز کا اثر چھوڑ گیا۔

اس ویران زمین کے سرے پر اکھڑ والے کھیت کے کنارے گاؤن کیلیے اور چھالیہ کے پتلے اور بلند پودون مین، ناریل اور کٹھل کے گھنے اور سرسبز درختون کے سایہ مین چھپا ہوا اس کا دیہاتی گھر تھا۔

مین اپنے راستہ پر تھوڑی دیر کے لیے تارون کی چھاؤن مین ٹھہر گیا میرے سامنے تاریک زمین پھیلی ہوئی تھی جس پر ہر طرف بیشمار گھروں اور مسہریون سے آراستہ کیے ہوئے مکانات تھے، ماؤن کے دل تھے، شام کے چراغ تھے، اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو اس خوشی سے مسرور رہتے۔ اس کی قیمت کے مقابلہ مین تمام دنیا ہیچ ہے!

۲- مطلع

تم جانتے بھی ہو کہ بچے کی آنکھون سے کھلواڑیان کرنے والی نیند کہان سے آتی ہے؟

لوگون کا بیان ہے کہ پرستان مین ایک گاؤن ہے جو سرگرم شباب کی ہلکی ہلکی روشنی گھنے درختون کے سایہ مین ضیا افگن ہے اور وہان دلربائی کے پودے کی دو شرمیلی کلیان آویزان ہین۔ بس یہی وہ جگہ ہے جہان سے نیند بچے کی آنکھون کو بوسہ دینے آتی ہے۔

تمھین معلوم بھی ہے کہ بچے کے لبون پر لہرین لینے والا تبسم کہان پیدا ہوا تھا؟

لوگ کہتے ہین کہ نئے چاند کی ایک سنہری شعاع، رات کے پچھلے حصّہ مین بادل کے ایک ٹکڑے کے کنارے سے کھیلنے لگی اور ایسی چھیڑ چھاڑ

ے شبنم مین دھلی ہوئی صبح کے خواب مین تبسم کا پہلی مرتبہ ظہور ہوا
اور یہی وہ تبسم ہر جو ایک سوتے ہوے بچے کی آنکھون پر لہرایا کرتا ہر
تمھین خبر بھی ہر کہ بچے کے اعضا مین جھلکنے والی پیاری پیاری
نزاکت آمیز شگفتگی کہان چھپی ہوئی تھی؟
جبکہ مان ایک نوجوان کنواری لڑکی تھی تو محبت کے راز کی
خاموش اور ناز آفرین کیفیات اسکے دل و جگر پر قبضہ کئے ہوے تھین
بس یہی وہ کیفیات ہین جو اب حسن اور نزاکت آمیز شگفتگی بنکر بچے
کے اعضا مین جھلک رہی ہین،

۳- بچہ کی روش

اگر بچہ خواہش کرتا تو وہ ذرا ہی سی دیر مین آسمانو نکی بلندیون
تک پہنچ گیا ہوتا،
پھر یہ بھی کچھ بے نتیجہ نہین ہر کہ وہ ہم سے جدا نہین ہوتا۔
وہ مان کی گود مین آرام کرنے کا خواہشمند ہر اور اُسکا نظرون
سے اوجھل ہو جانا بچہ سے برداشت نہین ہوتا۔
بچہ بہت سے پرمغز الفاظ کی معنی خیزیون سے واقف ہر
اگرچہ بہت ہی کم لوگ ایسے مل سکین گے جو ان الفاظ کو سمجھ لین۔
پھر یہ بات بھی کچھ بے حاصل نہین ہر کہ وہ کبھی بولنا نہین چاہتا۔
جو کچھ وہ سیکھنا چاہتا ہر وہ مان کے لبون سے نکلے ہوے مان
ہی کے الفاظ ہین، اور یہی بات ہر جس نے اُسے ایسا بھولا بنا دیا ہر
بچہ کے پاس طلا و لآلی کا ایک انبار تھا اور تاہم پھر بھی وہ دنیا مین
تہی دست آیا ہر!
پھر یہ بھی کچھ بیکار نہین ہر کہ وہ ایک ایسے بھیس مین آیا ہر،
یہ پیارا اور ننھا سا برہنہ بھکاری اس لیے بے بسی اور لاچاری
کا بہانہ کئے ہوے ہر کہ وہ مان کے خزینۂ محبت سے کچھ بھیک مانگ سکے۔
بچے ہلال کی چھوٹی سی سرزمین مین ہر اک بندش سے مطلقاً
آزاد تھا۔
پھر یہ بھی کچھ بے سود نہین ہر کہ اس نے اپنی آزادی کو خیرباد کہا۔
وہ جانتا ہر کہ مان کے دل کے محدود گوشہ مین غیر منتہی مسرت
کے لیے کافی جگہ ہر اور اُس کی پیاری گود مین گرفتار ہو کر رہ جانا
آزادی سے بدرجہا پرلطف ہر۔
بچہ رونے سے مطلقاً واقف نہ تھا کیونکہ وہ مقدس برکات کے
خطہ مین رہتا تھا،
پھر یہ بھی کچھ بے لطف نہین ہر کہ اُس نے آنسو بہانے کو ترجیح دی،
اگرچہ وہ اپنے پیارے چہرے کی مسکراہٹ سے مان کا محبت بھرا
دل کھینچ لیتا ہر مگر اس پر بھی اُس کی آنسوؤن کا پیام لانے والی
سسکیان ہمدردی کا لطیف ترین اور پیار کے جذبات کو یکسان متحرک
کر دیتی ہین۔

۴- غیر محتاط نمود

پیارے بچے! آخر اس تیری مختصر سی عبا کو کس نے رنگ دیا ہر اور تیرے
خوشنما اعضا کو چھوٹی سی ملکی اور سرخ جلد مین کس نے چھپا رکھا ہر۔
تو صبح کے وقت آنگن مین کھیلنے کے لیے آیا ہر اور پھر ڈگمگاتے اور
لڑکھڑاتے ہوے بھاگ دوڑ ہو رہی ہر،
مگر یہ کس نے تیری عبا کو رنگین بنایا ہر،
اے میرے عزیز ترین شگوفۂ حیات! یہ آخر کیا چیز ہر جو تجھے ہنسا دیتی ہر، مان دہلیز پر کھڑی ہوئی تیرے حرکات پر مسکرا رہی ہر وہ اپنے
ہاتھون سے تالیان بجاتی ہر۔ اس کی چوڑیون سے جھنکار پیدا ہوتی ہر
اور اُس پر تو ایک چھوٹے سے گلہ بان کی طرح اپنے ہاتھ والی بانس کی
چھڑی سے کھلاڑیان کرتا ہر۔
مگر اے میرے عزیز ترین شگوفۂ حیات! یہ کیا چیز تجھے ہنسا رہی ہر
اے ننھے بھکاری! آخر تو مان کے گلے مین بانہین ڈالکر کیا چیز مانگ رہا ہر،

اے ننھی ہستی! کیا میں دنیا کو ایک پھول کی طرح تیری گلاب کی پھول
ایسی ہتھیلی پر رکھنے کے لیے توڑ لوں!
اے چھوٹے بھکاری! آخر تو کیا مانگ رہا ہے۔
ہوا ہنستی ہوئی تیری پازیب کے گھنگروؤں کی جھنکار لیے جاتی
ہے۔ آفتاب تیری پوشاک کو تک رہا ہے،
جس وقت تو ماں کی گود میں محو خواب ہوتا ہے تو آسمان تیری
نگہبانی کرتا ہے اور صبح آہستگی اور خاموشی سے تیرے بستر تک آکر تیری آنکھوں کو
بوسہ دیتی ہے۔
نسیم مسکراتی ہوئی تیری پازیب کے گھنگروؤں کی جھنکار لیے جاتی ہے۔ عالم رؤیا کی
پری آسمانی شفق میں پرواز کرتی ہوئی تیری طرف کو آتی ہے،
تیرے ساتھ تمام عالم تیری ماں کے دل میں موجود ہے۔

حامد اللہ افسر (میرٹھی)

جاپان کی حیرت انگیز تجارتی ترقی

جاپان نے جہاں دیگر ترقی کے صیغوں میں نہایت سرعت سے کامیابی حاصل کی ہے وہاں صنعت و حرفت و تجارت میں بھی کمال کر دکھایا ہے۔ اگر انگلینڈ کی تجارت کو جرمن کی سستی اشیا نے زک دی ہے، تو جرمن کی تجارت کو جاپان کی سستی اور چمکیلی چیزوں نے مات کر دیا ہے۔ اٹلی اور فرانس کے ریشمی نمونے جاپانی دیکھتے ہی فوراً اپنے کارخانوں میں ویسا ہی مال مقابلتہً چمکیلا اور سستا بنا لیتے ہیں۔ ریشم و روئی کے پارچہ جات، دیاسلائی، کاغذ، چٹائیاں، صندوقچیاں، تصاویر، کھلونے، سوئیاں، گھڑیاں، کمربند، بٹوے، بٹن وغیرہ اشیا نہایت نفاست و پاکیزگی سے تیار کرتے ہیں اور لطف یہ کہ ان میں سے اکثر اشیا معمولی لکڑی، لوہے، مٹی اور گھاس سے بنائی جاتی ہیں مثلاً گھاس کے فیتے، کاٹھ کے لوٹ، پیپر یا کاغذ کے کپڑے وغیرہ جن پر یورپین و امریکن مستورات فریفتہ ہوئی جاتی ہیں۔

ایران، کابل، بلوچستان، اور ہندوستان کی کناویز کی نقل بہت عمدگی سے کی جاتی ہے جرمن و انگلینڈ کے سوتی اور فرانس و اٹلی کے مانند ریشمی پارچہ جات اس پاکیزگی سے تیار کیے جاتے ہیں کہ آج دنیا کی مختلف منڈیوں میں جاپانی مال کی سخت مانگ ہے۔ مگر ان خوبصورت اشیا کی موجودگی میں خود جاپانی نہایت بھدی رنگ کی چھینٹیں اور موٹا کپڑا استعمال کرتے ہیں پتلی اور خوبصورت ریشمی ململیں صرف دیگر ممالک کے شائقین کے لیے ہیں نہیں نہیں بلکہ عیاش ممالک سے زر کھینچنے کے لیے تیار کی جاتی ہیں جاپان کی اس دوراندیشی و زیرکی کو دیکھ کر انگلینڈ کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ :-

"جاپان نے یورپین تہذیب کا محض اوپر کا خول نہیں لیا، بلکہ جاپانی مغربی اقوام کی طرح ایک تجارتی قوم بنتی جاتی ہے۔ انگلینڈ کو جاپان کی بری و بحری افواج سے کوئی خوف نہیں ہے مگر ایشیا میں اس کی بڑھتی ہوئی تجارت سے غافل نہ رہنا چاہیے۔"

شہر کوبے یا گھانس کا کام یعنی گھاس کے ٹوکرے، بیگ، بکس، چٹائیاں، چکیں وغیرہ اوساکا کی عجوبہ اشیاء دیاسلائی، اور دیہات کے ریشمی کارخانے قابل دید ہیں۔ اگر دیکھو تو بڑے بڑے مکان اور بڑی بڑی مشینیں نظر نہیں آئیں گی، بلکہ چھوٹے چھوٹے جھونپڑوں میں عورتیں کام کرتی ہیں۔ خود موٹا کپڑا پہنتی ہیں مگر امیروں کے لیے نفیس پارچہ جات مہیا کرتی ہیں اُن سے زر کھینچتی ہیں۔ وطن کو خوشحال بناتی ہیں، اور دنیا کی تجارتی منڈیوں کو سجاتی ہیں گورنمنٹ نے بھی تمام جائز امداد دینی منظور کی ہے۔ نہریں اور بجلی کی طاقت ایشیا کے مانچسٹر اوساکا میں گھر گھر مہیا کی گئی ہیں مفلس آدمی بنک سے پانچ روپے کا ریشم قرض لے آتا۔

اور اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں کرگھے پر تھان تیار کرتا ہے۔ اور اسے اُس بینک ہی میں یا کسی اجنبی کی دوکان میں چھ روپے پر بیچکر پانچ روپے کا ریشم اور خرید لاتا ہے اور ایک روپے سے گذر اوقات کرتا ہے۔ بڑے بڑے کارخانے بھی موجود ہیں۔ مگر اُن کی تعداد بہت کم ہے۔

جاپان کی تیار کردہ اشیا میں سے بعض کا ذکر مع اعداد درآمد برآمد یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ اہلِ ہند غور کریں۔ کہ محض سودیشی سودیشی چلانے سے عوام سودیشی اشیا کے استعمال کرنے پر مستقل طور پر مائل نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ عملی طور پر دنیا کی منڈیوں میں مقابلتاً سستا اور خوبصورت مال تیار نہ کیا جائے۔

سوتی پارچہ جات | جاپان میں روئی امریکہ اور ہندوستان سے آتی ہے گر اس روئی کے نفیس پارچہ جات تمام دنیا میں بھیجے جاتے ہیں امریکہ چین، برما، سیام، ملایا، اور افریقہ میں اس مال کی بڑی قدر ہوتی ہے۔ عرب اور ٹرکی سے بھی آرڈر آتے ہیں۔

انقلاب چین کے بعد جہاں امریکن سرمایہ داروں نے چینی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جاپان نے بھی چین میں نئی کوٹھیاں اور کارخانے کھولے ہیں اور چین کی تجارت پر قابو پانے کے لیے غور کر رہے ہیں سنہ ۱۹۱۲ء میں جاپانی ادنیٰ سوت ۶۰۲۱۲۰۰۰ روپے کا باہر بھیجا گیا ہے جس میں زیادہ حصہ چین نے خریدا ہے۔

دیاسلائی | جاپان میں ہر سال دیاسلائی کی مانگ باہر سے بہت زیادہ آ رہی ہے۔ رنگون اور بمبئی میں سویڈن کی دیاسلائی کے مقابلے میں جاپانی دیاسلائی کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے بمبئی کے کئی دیاسلائی کے بڑے بڑے سوداگروں نے اوساکا کی دیاسلائی کے کارخانوں کے مال کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں ۱۶۶۹۰۰۰ روپے کی دیاسلائی باہر بھیجی گئی تھی جن میں سے بمبئی کو ۲۲۵۳۳ بکس اور کلکتہ کو ۱۷۲۴۶ بکس بھیجے گئے تھے اور اب تو ہندوستان میں ہر جگہ جاپانی دیاسلائی نظر آتی ہے

ریشم | جاپان کی سب سے مشہور تجارت ریشمی پارچہ جات کی ہے جو قریب قریب تمام دنیا میں بھیجتے ہیں ہندوستانی تاجر جو جاپان میں مقیم ہیں وہ دو لاکھ روپے کے قریب ریشمی مال ہر سال صرف بمبئی کو بھیجتے ہیں۔ یہاں کے ہندوستانی تاجر رنگون کو تقریباً ۲۵ لاکھ روپے کا ریشمی مال سالانہ بھیجتے ہیں الغرض جاپان میں ہندوستانی تاجر برما، ہندوستان، عرب، افریقہ، چین، ملایا، اور دنیا کے دیگر حصوں کو مختلف مال تقریباً ایک کروڑ روپے کی مالیت کا بھیجتے ہیں۔ علاوہ اس کے دیگر یورپین کوٹھیاں بھی ہیں جو جاپانی براہ راست اپنی کمپنیوں اور بنکوں کے ذریعے سے بھی مال بھیجتے ہیں۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں جاپان سے ہندوستان کو کل ۳۰۴۲۶۴۳۲ روپے کا مال بھیجا گیا اور ہندوستان سے جاپان کو خام اشیا ۹۹۶۹۹۹۵۹ روپے کی بھیجی گئیں۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں جاپان میں پہلی دفعہ ٹاٹا آئرن ورکس بنگال سے ۳۰۰۰ ٹن (ٹن = ۲۸ من) لوہا آیا۔ اور علاوہ لوہے کے ہندوستان سے جاپان کو چاول، ربڑ، روئی، بھیڑ کا چمڑہ، نیل، موم، تیل، سن وغیرہ اشیا آتی ہیں۔ اور جاپان سے ہند کو ریشمی و سوتی پارچہ جات جالی، تولیہ، دیاسلائی، لکڑی کے بکس، کوئلہ، کاغذ، موزے، چینی کے برتن اور دیگر چھوٹی چھوٹی اشیا بھیجی جاتی ہیں سنہ ۱۹۱۳ء میں جاپان و صنعت و حرفت کی طرف سے کئی محقق ہند کو بھیجے گئے تھے۔ تاکہ ہندوستان کی منڈیوں کی دیکھ بھال کریں اور جرمن و انگریزی خصوصاً اٹلی کے ریشم کے مال کی کھپت کا اندازہ لگائیں ان کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ہند میں جاپانی مال کی کھپت روز افزون ترقی پر ہے اور پہلے سے کئی گنا زیادہ گنجائش موجود ہے۔

دانتوں کے برش | جاپانی بڑی بڑی چیزوں کی نسبت عام ضروریات کی چھوٹی چھوٹی اشیا کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں چنانچہ سنہ ۱۹۱۲ء میں جاپان نے ۳۰۷۰۰۰ روپے کے صرف دانتوں کے برش ممالک غیر کو بھیجے ہیں۔ نقشہ ملاحظہ ہو:-

امریکہ کو ۱۵۰۰۰۰ روپے کے

چین کو	۵۰۰۰۰ روپے کے
کنیڈا کو	۲۱۰۰۰۰ "
برطانیہ کلان کو	۱۳۰۰۰۰ "
اسٹریلیا کو	۴۰۰۰۰ "
ہندوستان کو	۹۰۰۰۰ "
جرمن کو	۳۰۰۰۰ "

جاپان کے دستکاری کے بٹنون کا مقابلہ فرانس کے ساتھ ہی فرانس کے مال کے مقابلہ مین سستے اور خوبصورت بٹن بنانے کی خاص کوشش ہو رہی ہی ہندوستان کے باشندے چونکہ سوا کے زیادہ استعمال کرتے ہین اس لیے یہان اس مال کی درآمد مقابلۃً کم ہی۔

گھڑیون کی تجارت | جاپان مین گھڑیون کی تجارت صرف چند سال سے شروع ہوئی ہی۔ مگر اس مدت مین جو ترقی ہوئی ہی وہ حیرت انگیز ہی ابھی اس وقت تک یہ مال زیادہ تر چین و دیگر مشرقی ممالک تک محدود ہی چنانچہ ۱۹۲۶ء مین جاپان نے ۲۹۳۵۱۶ عدد گھڑیان اور گھڑیون کے پرزے جنکی قیمت ۹۳۱۳۴۹ روپیے کی باہر بھیجین

ٹین | جاپان سے ذیل کی رقوم کے صرف ٹین ۱۹۲۶ء مین ممالک غیر کو بھیجے گئے تھے:۔

انگلینڈ کو	۰۱۴۹۹ روپیے
جرمن کو	۵۹۹۰۰۰ "
فرانس کو	۲۶۱۹۸۳ "
ہندوستان کو	۲۱۳۶۹۳ "

ٹین دھات سے نہایت عمدگی اور کاریگری سے بنائے جاتے ہین اور بیرونی منڈیون مین یہ ایسے مقبول ہوتے ہین کہ یورپ کی تجارتی منڈیون مین آسٹریلیا کے ٹینون پر جاپانی ٹینون نے بباعث ظاہری عمدگی اور سستے پن کے فتح پائی ہی۔

گیس | جاپان مین ہر سال گیس کی کمپنیان ترقی کر رہی ہین۔ اسوقت اس ملک مین تمام ایسی کمپنیان ساٹھ سے زائد ہین۔ علاوہ اس کے تیس کمپنیان زیر تجویز ہین ۱۹۲۶ء کے آخری نصف مین توکیو کیوٹو اوساکا ناگویا اور کوبے کی گیس کمپنیون مین ۱۹۹۶۰۰۰۰ روپے کا سرمایہ صرف ہوا ہی۔ اور ۲۹۱۴۰۰ کیوبک فٹ گیس مہیا کی گئی ہی۔

کھلونون کی تجارت | ۱۹۱۴ء مین جاپان سے ۵۰۰۰۰۰ روپے کے کھلونے (گڑیان وغیرہ) باہر بھیجے گئے تھے۔ مگر ۱۹۲۶ء مین ۲۹۹۰۰۰۰ روپے کے کھلونے باہر بھیجے گئے۔ جاپان کا اس مال کی تجارت کا مقابلہ جرمن سے ہی ۱۹۲۶ء مین جرمنی سے ۱۰۰۰۰۰۰ روپے کے اور جاپان سے ۹۰۰۰۰۰ روپے کے کھلونے امریکہ مین آئے۔ جاپان جرمن کی طرح رنگ و روپ مین خوبصورت کھلونے ابتک نہین بنا سکا۔ اس مال کی تجارت پر مزید غور و تحقیقات کرنے کے لیے ایک کمیشن بیٹھا ہی جو دنیا کی منڈیون مین کھلونون کی جانچ پڑتال کرے گا۔

سائیکل موٹر | جاپان نے سائیکل اور موٹر کی صنعت مین ابھی تک نمایان کامیابی حاصل نہین کی مگر ۱۹۲۶ء مین تیس لاکھ روپیے کے سرمایہ سے ایک کمپنی قائم ہوئی ہی ۱۹۲۶ء مین جاپان مین باہر سے ۵۰۰۰۰۰۰ روپیے کے سائیکل و موٹر آئے یہ جاپانیون کو بہت شاق گذرا اس کمپنی نے فیصلہ کیا ہی کہ وہ جاپانیون کو بیرونی اشیا سے روکنے کے لیے پہلے دو سال تک لاگت کی قیمت پر موٹر و سائیکل فروخت کرین گے ہندوستان مین ۱۹۲۶ء مین تقریباً بیس کروڑ روپیے کے سائیکل و موٹر باہر سے آئے مگر سرمایہ دار اپنی ملک سے روپیے کی نکاسی پر ذرا بھی متوجہ نہین ہوتے زندہ و مردہ اقوام مین یہی تمیز ہوتی ہی۔

مین نے اوپر صرف چھوٹی چھوٹی اشیا کا تذکرہ کیا ہی۔ اسکے علاوہ سیکڑون چیزین باہر جاتی ہین۔ بیس سال کا عرصہ ہوا کہ جاپانی اخبارات برٹش کاغذ پر چھپتے تھے آج جاپان تمام ایشیا کے لیے کاغذ مہیا کرتا ہی۔

چینی کے برتن کروڑون روپیون کے باہر جاتے ہین جنپر اصول تجارت سے رقمت جاپانی قدیم جاپانیون کے لمبے لمبے بالون اور زرنیزے تلوارون ڈھالون کی تصاویر نقش کردیتے ہین اور پھر اُن برتنون کو مصالح سے بالکل میلا کر دیتے ہین تاکہ وہ برتن پرانے زمانے کی یادگار معلوم ہون یہ دو آنے کا برتن دس روپے پر بطور عجوبہ فروخت ہوتا ہی

گورنمنٹ نے بڑے بڑے شہرون مین ریشم گھر کھولے ہین تمام دنیا کے ریشم کے کیڑون کا مقابلہ کیا جاتا ہی اعلیٰ اور ادنیٰ مال کی جانچ کی جاتی ہی اور اسطرح ہر سال نئے قوانین تجارت وضع کیے جاتے ہین۔

جہاز سازی کے بھی بڑے بڑے کارخانے قائم کیے گئے ہین ۱۹۲۱ء مین ایک اٹھائیس ہزار ٹن کا بھاری جہاز تیار ہوا تھا مگر ابھی تک حسب ضروریات جاپانی باہر سے جہاز خریدتے ہین۔ ایک جاپانی کا قول ہی کہ جہازی تجارت و ساخت مین جو کام ہم نے دس سال پیشتر یورپ اور امریکہ سے سیکھا ہی اُسی کام مین آج ہم یورپ کو نئی باتین سکھاتے ہین۔

پچاس سال پہلے یوکوہام چند مچھلی پکڑنے والون کا گھر تھا مگر آج دنیا کے مشہور بندرگاہون مین اس کا شمار ہی! ایک صدی پہلے امریکہ کے لوگ بھولے جاپانیون کو چاندی دیکر سونا حاصل کرتے تھے۔ مگر آج جاپانی امریکن اور تمام دنیا کے گھاس پھونس اور مٹی کے معاوضہ مین زر حاصل کرتے ہین۔

غیر ممالک کی اشیا پر محصول | کسی قوم کے عام لوگ کبھی اتنے وطن پرست نہین ہو سکتے کہ وہ وطن کی ہر بھدی اور مہنگی شے کو بدیشی اشیا پر ترجیح دین اس کے لیے گورنمنٹ کی مدد کی ضرورت لاحق ہوتی ہی پس گورنمنٹ جاپان نے تاجرون اور مہاجنون کے لیے نہ صرف معمولی زر وغیرہ کی ضروریات مہیا کی ہین بلکہ بدیشی اشیا کے روکنے کے لیے اُن پر بھاری محصول بھی عائد کردیا ہی آٹا، گھی، دال، مسالحہ وغیرہ اشیا پر پچاس فیصدی محصول ہی تمباکو پر تین سو ساٹھ روپے فیصدی محصول ہی حالانکہ ہندوستان مین ریشمی پارچہ جات پر صرف پانچ روپے فیصدی محصول ہی اس کا نتیجہ یہ ہی کہ ہندوستان مین بیرونی ممالک سے دھڑا دھڑ مال آرہا ہی مگر جاپان کے بازارون مین بیرونی ممالک کے اچھے ململ گرم کپڑے وغیرہ دیکھنے کو بھی نہین آتے ہر جاپانی بلکہ خود مرحوم شاہنشاہ میکاڈو جاپان کی بنی ہوئی اشیا کو استعمال کرتے تھے۔ البتہ جو چیزین جاپانیون کی ضروریات مین سے ہین مثلاً چاول، روئی، کتابین وغیرہ اُن پر صرف ایک روپیہ فیصدی محصول چنگی ہی۔

حامیان سودیشی سے گذارش | ہند کے حامیان سودیشی یاد رکھین کہ محض سودیشی سودیشی چلانے سے ملک کے عام لوگ ہرگز بیرونی چمکیلے مال سے باز نہین رہ سکتے محض جوش جذبات کی باتین صرف قلیل عرصے تک قائم رہتی ہین البتہ ٹھوس اور عملی ترقی کے لیے جاپانیونکی مثال کی پیروی لازم ہی یعنی :-

"خالص عمدہ اشیا بنانا"

"وطن مین تھوڑے نفع پر بیچنا"

"سودیشی کے نام سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانا"

"مغرب کے جدید تجارتی اصول سیکھنے کیلیے لائق طلبہ کو باہر بھیجنا" وغیرہ

رام چندر (از سیاٹل - امریکہ)

حافظ محمد یعقوب صاحب اوج (گیاوی) کی تصویر اس شکرگذاری کے طور پر شائع کیجاتی ہی جو آپ کی قلمی اعانت سے العصر پر فرض ہی۔ آپ کے کلام سے ناظرین ہمیشہ محظوظ ہوتے ہین اور امید ہی کہ آپ کی تصویر بھی دلچسپی کے ساتھ دیکھی جائے گی۔ حضرت اوج ہمارے قدیمی مہربان ہین۔ ادیب مرحوم کے وقت مین بھی ہمین ہمیشہ اُن سے قلمی امداد ملتی رہی ہی اور اس سے بہت پہلے (۱۹۰۴ء لغایت ۱۹۰۹ء) اخبار تحفہ سرحد کے زمانہ ادارت مین بھی وہ ہماری مدد کرتے رہے ہین۔ یقین ہی کہ یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہیگا۔

(ایڈیٹر)

وطن پرست یوکی

(۱)

قصائے مشرق کی خوشگوار صبح اور ماہ ستمبر کا آخری دن ہے۔ برگہائے سبز سنہری جامہ زیب تن کیے ہوئے ہیں اور جاپان کی آفتابی سرزمین کے خوش نصیب باشندے اپنے ملک کے دلچسپ و فرحت افزا مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے باغوں اور چمنوں کی سیر و تفریح میں مشغول ہیں۔

پرتاب نے اپنے گھوڑے کی رفتار آہستہ کر دی کیونکہ اسکی کوٹھی نظر کے سامنے تھی چند منٹ اور گذرنے پر وہ کوٹھی کے مختصر مگر دلفریب باغیچہ میں داخل ہوا جس کے پھول اسے دیکھ کر خوشی کے مارے کھلے جاتے تھے۔

پرتاب کے لیے اس جنت نشان چہار دیواری کے اندر محض جسمانی آرام و آسائش کا سامان ہی موجود نہ تھا بلکہ اسمیں اسکے دل کی تسکین اس کی امیدوں کا مرکز اور اس کی آرزوؤں کا مقصد بھی جلوہ افروز تھا!

منقش چوبی برآمدہ سے گذر کر اور سفید پتھر کے چھوٹے سے چبوترے کو طے کرتا ہوا وہ ایک خوبصورت اور آراستہ کمرے میں داخل ہوا کمرہ جاپانی طرز کے بہترین سامان آرائش سے مزین تھا ایک طرف جاپانی پیانو رکھا ہوا تھا رنگین لکڑی کی خوبصورت میز پر گلہائے رنگین کا گلدستہ تھا اوپر خوشی کے دیوتا کی تصویر تھی جو ایک چھوٹی سی ناؤ میں بیٹھا ہوا وقت کے دریا کو پار کر رہا تھا۔

کمرہ کے ایک گوشہ میں جو مندر کا کام دیتا تھا بزرگوں کی یاد میں ایک چراغ ٹمٹما رہا تھا، ہر جاپانی گھر میں اس قسم کے مندر خدائی برکتوں کے نزول کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔

کمرے کے جنوبی دروازہ سے پردہ اٹھا اور جاپانی حسن کی ایک دیوی ہاتھ میں پھول لیے ہوئے برآمد ہوئی۔

"پیارے ڈاناساں[1] آج تمھیں دیر کہاں ہو گئی!"

پرتاب اسوقت ڈاک دیکھنے میں مشغول تھا عجیب قسم کے جذبات کا اس کے دل میں ہجوم تھا، بار بار اپنا ہونٹھ دانتوں سے دباتا تھا، آخر کچھ ضبط و غور کے بعد بولا "یوکی! مہاراجہ نے یاد کیا ہے۔ وہ غلام کو اپنی حضوری میں دیکھنا چاہتے ہیں"

یوکی کے چہرہ پر تفکر اور تشویش کے آثار نمایاں ہوئے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی، سناٹا سا آگیا بڑی کوشش کے بعد چند الفاظ زبان سے نکلے "نہیں میں تمھیں نہ جانے دونگی، تم اپنے مہاراجہ سے ملنے کے لیے مجھ سے میرے مہاراج کو نہیں چھین سکتے"

"نہیں۔ میں مہاراجہ سے ملنے کے لیے اپنی دل کی مہارانی اپنی پیاری یوکی کو ہرگز نہ چھوڑونگا"

"پھر تمھارا جانا کیسے ممکن ہے؟"

"کیوں؟ تم میرے ہمراہ چلوگی اور میں تمھارے ہمراہ پھر کون امر مانع ہو سکتا ہے؟"

"لیکن پرتاب! شاید تم جانتے نہیں کہ میں تمھارے ساتھ نہیں جا سکتی!"

"تم ہمیشہ کے لیے میری ہو چکی ہو، قدرت نے مجھے تمھارے لیے اور تمھیں میرے لیے پیدا کیا ہے جبکہ تمھاری زندگی میری زندگی کے ساتھ وابستہ ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ تم کیوں اس قسم کی باتیں کرتی ہو۔"

"او پیارے ڈاناساں! میرے کنبے والے مجھے کسی دوسرے ملک میں

---

[1] جاپانی زبان میں خاوند کو کہتے ہیں!

جانے کی اجازت نہ دین گے"

تمہارے کنبے والے اس معاملہ مین خلل انداز ہونے کا کوئی حق نہین رکھتے!"

یوکی نے اپنے ہاتھ سے پرتاب کا منھ بند کر دیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ پرتاب کے منھ سے نکلے ہوے الفاظ اُس کے دل پر بار گذرے اور اُس کے ساتھ ہی اپنے اعزا و اقربا کے متعلق اُنکے حقوق کی وسعت کا خیال پیدا ہوا۔ "ہا۔ ایسا نہ کہنا، تم جانتے نہین کہ ایک جاپانی لڑکی کو بزرگ خاندان کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ یہ ہمارے یہان کا رواج نہین بلکہ ہمارا مذہب ہے!"

"دنیا کا کوئی خاندان اور دنیا کا کوئی مذہب کسی لڑکی کو اُس کے خاوند سے چھڑانے کی صلاح نہین دیسکتا۔"

"تو شاید کوئی خاوند بھی اپنی بیوی کو بے قصور جلا وطن ہونے کے لیے مجبور نہین کرے گا۔"

"یوکی! مین سوچتا ہون کہ میری محبت کے مقابلے مین کسی کی اور محبت تمھارے لیے دوسرے درجہ کی ہونی چاہیئے۔ بس اب ضد نہ کرو۔ سمندر پار چلنا ہی انسب ہے تاکہ زندگی کا باقی حصہ چین و آرام سے گذر سکے۔"

"پیارے پرتاب! وطن کی محبت اور خاندانی عزت کا خیال مجھے ایسا نہ کرنے دیگا۔"

"یوکی! کیا تمھین مجھسے محبت نہین ہے؟"

"یہ دیوتاؤن کو اچھی طرح معلوم ہے۔"

"مجھے آج پاکیو مہاراج سے ملنا ہے، مقررہ وقت قریب آگیا ہے۔ اب مین جاتا ہون، میری واپسی تک تم آئندہ زندگی کے خواب کی تعبیر نکال رکھو۔"

۲

آفتاب اپنے آخری تقدین یوکی کے دلفریب چہرہ کو کمرہ کے مغربی دروازون سے جھانک رہا ہے وہ تشویش و تفکر کے اندھیرے مین کھوئی ہوئی ہے۔ کیونکہ اُس نے کہہ کہ آفتاب بھی جدائی کی تاریکیون مین چھپنے والا ہے۔

"یوکی تو کس خیال مین ہے" ہندی نفس پرستی پر جاپانی چچا کا خیر مقدم قربان کرتے ہوے تجھے لاج آنی چاہیئے۔"

ندامت اور پریشانی نے یوکی کے نازک جسم سے پانی کا خراج وصول کیا۔ خاندانی اعزاز اور بزرگانہ ادب نے ٹھوکے دیے۔ اور آخر یوکی اُٹھی دونون ہاتھ سینے پر رکھے زمین بوس ہوئی اور بولی کہ "لونڈی عم نامدار کی افزونی عزت و جاہ اور ترقی صحت کے لیے دعاگو ہے۔"

"یوکی! معلوم ہوتا ہے کہ اُس ہندی نوجوان سے تجھے بے حد اُنسیت ہے۔"

"میرے عزیز چچا! یہ معزز ہندی میرا شوہر ہے۔"

"لڑکی تو اُسے معزز بتاتی ہے، سُن! یہ وہ ذلیل اور بزدل شخص ہے جو تیری اور تیرے ساتھ تیرے تمام خاندان کی تباہی کا باعث ہوا!"

"مین ادب اور تعظیم سے اپنے عزیز چچا کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنے کے لیے مجبور ہون کہ ایک بیوی اپنے خاوند کے لیے ناگوار الفاظ کا استعمال پسند نہ کرے گی۔"

"خاموش! بھولی اور بیوقوف لڑکی خاموش! یہ ہندی جسے تو اپنے گھر کی رونق اور آبادی سمجھتی ہے تیرے تمام خاندان کی مصیبتون کا بانی ہے، سُن! ایک دن سیاہ بادل نے آفتاب کے روشن و منور چہرہ کو چھپا رکھا تھا۔ ہوا لوگون کے دلون کے بھید معلوم کرتی پھر رہی تھی کہ سمندر کے کنارے ہمارے جاہ و جلال کا امین، ہماری عزت و توقیر کا

ذریعہ اور ہماری دلی خواہشون کا مجسم وجود سیر و تفریح کے لیے آیا۔ یہ ہندی بچہ بھی وہان موجود تھا۔ اس نے اپنی جبلی خاصیت کے موافق کچھ نیش زنی کی گستاخی اور مجھ سے لڑنے کا یہ فعل قدرتاً جاپانی بزرگ کو ناگوار گذرا، اور کچھ ملامت و تنبیہ کی گئی۔ آخر اس کینہ ور ہندی نے اُسی رات کو موقع پاکر ملک کے جاہ و جلال کا خاتمہ کر دیا۔"

"چچا! کیا میرے عزیز والد کا ذکر کرتے ہو؟"

جاپانی بزرگ کے تیور اور ... غم و غصے کے آثار نمایان ہوے اور آخر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اپنی بھتیجی کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا "یوکی تیرے والد ہی نہیں بلکہ ہماری عز و وقار کا اس نامرد کے دست ظلم نے خاتمہ کر دیا۔"

۴

"نہین میرے عزیز چچا نہین مین ایسا نہ کرون گی۔ پرتاب میرا ڈواساان ہے میری زندگی اُس کی سلامتی پر منحصر ہے۔"

دن رخصت ہوتے وقت نور ابیدہ رات کے کان مین آہستگی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ تاریکی خلل انداز ہوئی اور رات نے آزاد ہو کر اپنی اُس رہنمائی کے ذریعے جاپان کی سرزمین کو راحت و آرام کا مژدہ سنایا۔ آسمان سے تارے آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے کہ یوکی آج پریشان خاطر ہے۔ آخر سکون و خاموشی کا پردہ ایک مرتبہ پھر اٹھا "یوکی کیا ہی اچھا ہوتا کہ تیرے بجائے لڑکا پیدا ہوا ہوتا۔ اُس کا ہاتھ اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے کبھی نہ رُکتا، خیر دیوتاؤن کی مرضی لیکن یوکی تو ایک جاپانی لڑکی ہے، جاپان تیرا وطن ہے، پھر ایک جاپانی کے وطن پرست ہونے مین کیسے شک ہو سکتا ہے؟"

یوکی خیال کی گہرائیون مین غرق تھی۔ ماہتاب کی ٹھنڈی اور نرم شعاعین مشرقی دروازون سے فرش پر پڑے ہوے ایک پھول پر پڑ رہی تھین۔ یوکی نے اُسے پرتاب سمجھا اور خود کو اُس سے جدا ہوتے پھول سے شکایہ کیا، مگر اے میرے پیارے اور عزیز ماہتاب! تو محض تھوڑی مدت کا مہمان ہے تو اس پھول کو للچائی ہوئی نگاہون سے تک رہا ہے، مگر پھول، اب یہ پھول نہین ہے اس کی پتیان کسی کے ظالم ہاتھون نے توڑ ڈالین"

"یوکی! تجھے کیا ہوگیا، مین جانتا ہون کہ تو وطن فراموش نہین ہو سکتی!"

"کیا یہ ممکن نہین ہے میرا ڈواساان وہ شخص نہو جس نے اپنے ہاتھ ایک بیگناہ جاپانی کے خون سے رنگے ہین"

یوکی ہم نے اچھی طرح تحقیق کر لیا ہے۔ یقیناً یہ وہی شخص ہے مگر سُن تو اپنے طور پر اس تمام معاملہ کا اُس سے ذکر کرنا اگر میرا بیان صحیح نکلے تو پھر تو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کے لیے آزاد ہے لیکن اگر تجھے ثابت ہو جائے کہ یہی شخص جو فی الحال تیرے نزدیک تیرے گھر کی آبادی کا ذریعہ ہے حقیقتاً تیرے خاندان کی بربادی کا موجب ہے تو پھر تجھے ایک دم کی مہلت لینے کی ضرورت نہین ہے، اپنے قومی اور ملکی فرض کو جس قدر جلد پورا کیا جائے بہتر ہے۔"

"ہان یقیناً چچا جان! اب اسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے میرا دم رُکتا ہے۔ خون جوش مین آتا ہے بس کیجیے۔"

اس وقت یوکی کی زبان اُسکے دل و دماغ کی ترجمان تھی۔ "پرتاب" نہین وہ ہرگز پرتاب نہ تھا لیکن اگر ایسا ہی ہے تو دیوتاؤ! مجھ پر رحم کرو تصور! میری نظر کے سامنے سے ان ڈراونی اور بھیانک صورتون کو ہٹالے تخیل! مجھے دکھ نہ دے، پرتاب! میرے پرتاب! مین کیسے تجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو سکتی ہون، مگر مین کیون نہ پہلے اپنی ہی زندگی کا خاتمہ کر دون لیکن پھر وطن پرستی پر پانی پھر جائے گا، جاپان کی لڑکیون کی عزت و توقیر پر دھبہ آ جائے گا، ہان جدائی ہوگی، لیکن یہ جدائی چند منٹ کی جدائی ہے کیونکہ مین اپنے پیارے ڈواساان کا ساتھ

عمر میں کبھی نہ چھوڑوں گی"

"یوگی! اب تفکر و مذہب کا وقت نہیں ہے۔ یہ غیشی بے لکے بیند قطرے اس فتنہ کو عمر بھر کے لیے گہری نیند سُلا دینے کے لیے کافی ہیں!"

۴

آج ٹوکیو کے مشہور "خدا پرست" پالکیو کے عبادت خانے میں مہاتما بدھ کا جنم دن منانے کے لیے جاپان کے عقیدت مند جمع ہوئے ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی باری سے مقدس بزرگ کے روحانی دربار میں آسمانی برکتیں حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتا ہے۔ پالکیو کے متبرک اور عبادت گزار چہرہ پر انوار الٰہیہ کا گویا ظہور ہے۔ ہر شخص دونوں ہاتھ باندھ کر اُس عظیم بزرگ کے سامنے جھکتا اور سپید یا جاپانی زبان کے الفاظ میں دبی زبان سے کچھ کہتا ہے اور پھر اُلٹے پاؤں واپس آجاتا ہے۔ یہ سلسلہ کچھ ہی دیر جاری رہنے پایا تھا کہ اس مجمع میں ایک دم کچھ غیر معمولی شور و غل بپا ہوا۔

ایک آواز: "وہ ہندی نوجوان آتا ہے کیتون ہالی سرزمین کا باشندہ ضیا دور والے خطہ کا رہنے والا"

دوسری آواز: "ہٹو ایک طرف ہو جاؤ نکلنا اس پاک ہستی کی پرستش کرنے دو۔ اُس کے پاک قدموں کو بوسہ دینے دو۔ یہ قدم اُس زمین پر رکھے گئے ہیں جس کا ذرہ ذرہ آفتاب عالمتاب سے زیادہ روشن و منور ہے۔"

تیسری آواز: "خبردار! ابھی کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ اس متبرک ہستی کو اپنے ناپاک ہاتھ لگائے جب اُسے مہاراج پالکیو کے حضور میں ہو آنے دو۔"

آخر پرتاب ہاتھوں ہاتھ مقدس پالکیو کے حضور میں پہنچا دیا گیا۔

پرتاب ہاتھ باندھ کر جھکا ہی تھا کہ ضعیف العمر بزرگ استادہ ہو گیا۔

"آ، دیوتاؤں کے پیارے آ! تیرا وجود اُن عناصر کے اتصال سے تخلیق ہوا ہے جنھیں خدائی انوار شامل تھے۔ تو نے اُس ہوا میں پرورش پائی ہے جس نے دنیا کی سب سے پہلی تہذیب کو نشو و نما بخشا۔ وہاں سے ظلمات ایران کی ہیں تو نے وہ پانی پیا ہے۔ دیکھ، تو نے گنگا جمنا کی لہروں پر شب و روز گزارے ہیں۔ میری آنکھیں تیرے دیدار سے نورانی ہو گئیں۔ میں تجھے اپنے سینے سے لگاؤں گا اور تیرے حقیقی زندگی کے لطف سے محفوظ ہو جاؤں گا۔"

"وہ مقدس بزرگ میں سنتا تھا کہ جاپان میں مہاتما بدھ کی حقانیت کا دور دورہ اس طرح جاری ہے جس طرح اُس متبرک ہستی کے زمانے میں تھا۔ مگر سچ یہ ہے کہ میں نے اس وقت کچھ سنے ہوئے سے بھی زیادہ پایا۔ ہاں اگر یہ بے ادبی نہیں ہے تو میں ایک ایسے وجود سے جو برکتوں کا سرچشمہ ہے بغلگیر ہونے کو اپنے لیے انتہائے فخر و عزت سمجھوں گا۔"

"میری خواہش ہے کہ میں کچھ اُس مقدس اور مطہر سرزمین کے حالات تیری زبان سے سنوں جو تمام دنیا کی حقیقی تہذیب و شائستگی کا مرکز ہو گئی۔ . . . . یہ کیا! . . . . پرتاب . . . . تیرا ستارہ گردش میں ہے . . . . رحم! . . . تو مرحم! . . . . پرتاب اپنی حفاظت کر . . . . پرتاب اپنی خبر لے . . . . مصیبتیں تجھ پر تاک لگائے ہوئے ہیں!"

"مہاراج! میں سمجھا نہیں۔ اگر تکلیف نہ ہو تو ذرا صاف صاف ارشاد فرمائیے۔"

"بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تیری عیش پرستیوں کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اب تو میں تجھے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر احتیاط سے جا۔ تیرا وجود ہمارے لیے روحانی برکتوں کا باعث ہے۔ اس پیار اور آنے نہ دے۔ جا میں دیوتاؤں سے تیرے لیے دعا کروں گا۔

سورج کے چہرہ پر کہ تمام دن کی مسافت طے کیے ہوئے تھا خون

اور تشویش کے آثار نمایاں تھے، خون میں چادر اُسکے اردگرد پھیلی ہوئی تھی اور رات سراسیمہ اور پریشان پرتاب کے ہمراہ تیزی کے ساتھ راستہ طے کر رہی تھی۔

۵

"ہاں تو پھر بات بڑھ گئی اور تنازعہ تک نوبت پہنچی"

"صرف تنازعہ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہوا"

"یعنی"

"یعنی یہ کہ میرے دل پر اُس کی گفتگو سے سخت صدمہ ہوا، اور ایسا صدمہ ہوا کہ اُس کے ایک ملازم سے سازباز کی اور اس ترکیب سے اُس کی زندگی کا خاتمہ کردیا، لیکن۔۔۔۔"

"لیکن کیا؟ خاموش کیوں ہوگئے ہو؟ کہو"

"کہوں کیا، مجھے بعد میں بڑا افسوس ہوا کیونکہ یہ حرکت یقیناً ایک بزدلانہ حرکت تھی"

یوکی کی حالت ہر منٹ غیر ہوتی جاتی تھی۔ اُس کے بھولے چہرہ پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا، عزیز باپ کی موت کا غم از سر نو تازہ ہوگیا، اس وقت اُس کے دماغ میں متعدد پریشان کن خیالات کا ہجوم تھا "دیوتاؤ! مجھ پر رحم کرو! آخر مجھے کیا ہوگیا ہے، میں اسقدر تھک کیوں رہی ہوں، آج تو کہیں سیر و تفریح کے لیے بھی نہیں گئی، میرا دل اُچھل کیوں رہا ہے، میرا پرتاب میری آنکھوں کے سامنے ہے، پھر کیا چاہیئے، میرا دل پرتاب کی محبت سے پُر ہے! لیکن وہیں تک جہاں تک کہ عشق و محبت کا تعلق ہے، لیکن یہ تعلق کچھ حد سے زیادہ وسیع ہے پھر، پھر کیا ہوسکتا ہے؟ اور ہاں میرا وطن، میرا پیارا وطن۔ اے دل! بس لے خدا رحم! لیکن باپ، میرے عزیز والد میرے پیارے والد! اب میں تمھیں کہاں پاؤں؟ اُف ظالم پرتاب۔۔۔۔ انتقام۔۔۔ ہاں ضرور! لیکن۔۔۔۔ اے۔۔۔ پیارے پرتاب نہیں! ہرگز نہیں، میں کبھی تجھے دھوکا نہ دوں گی، تو میرے دل کا مالک ہے! اسے کیا بھولی اور پیاری صورت ہے، اس پر ظلم۔۔۔ ہرگز نہیں کیا مجال ہے کہ میرے پرتاب کا بال بھی بیکا ہو جائے، بس میں نے فیصلہ کرلیا، اچھا۔۔۔۔ لیکن چچا میرا کچھ نہ کرسکیں گے، اور جاپان! ہاں جاپان میری رگ رگ میں بسا ہوا ہے، میں اپنے پیارے وطن کی عزت پر حرف آنے نہ دوں گی، کسی غیر ملکی نوجوان کے ہاتھ سے ایک معزز جاپانی کا خون۔۔۔۔ پرتاب اب تو بچکر کہیں نہ جاسکے گا، یوکی وطن فراموش نہیں ہے، وہ تجھ سے بدلہ لے گی اور ضرور لے گی"

پرتاب اسوقت مدرسہ کے اس بچہ کی مانند جو اپنا سبق بھول گیا ہو، دانتوں میں اُنگلی دبائے ہوئے خاموش بیٹھا تھا، وہ یوکی کے چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھ کر اُس سے کئی مختلف سوالات کرچکا تھا، لیکن اُنمیں سے کسی ایک کا بھی جواب نہ مل سکا، وہ سوچتا تھا کہ مجھے اب ہندستان جانے کا ارادہ یقیناً ملتوی کردینا چاہیئے، میری یوکی اسی وجہ سے اسقدر پریشان ہے، نہیں میں اب ہرگز نہ جاؤں گا۔ بس میرے لیے میری یوکی ہی کافی ہے، وہاں جاکر کیا کروں گا۔ یہ مجھے دل سے پیار کرتی ہے، اسکی محبت کی قدر کرنی چاہیئے، وطن! وطن کو پھونک دو میرے لیے اب یہاں کوئی دلچسپی باقی نہیں ہے" (زور سے) "پیاری یوکی آج تمھیں کیا ہوگیا، آؤ ذرا باغیچہ میں ٹہل آئیں"

"یہ کیسی بھولی باتیں کرتا ہے، ہائے کیسے پیارے الفاظ ہیں، پرتاب! تجھے خدا نے مجسم حسن بناکر بھیجا ہے، تیری ایذا رسانی کا خیال توبہ! وہ دماغ غارت ہو جانے کے قابل ہے جسمیں ایسا ناپاک خیال پیدا ہو، مگر اب جاپان میں تیرے ساتھ رہنا محال ہے، جب میں تجھ سے ایک منٹ کے لیے الگ نہیں ہوسکتی تو پھر عمر بھر کے لیے کیسے جدائی برداشت کرسکوں گی، ہاں۔۔۔۔ یہ ٹھیک ہے، میں بھی تیرے ہمراہ بھاگ چلوں گی، مگر پھر مجھے اپنے پیارے وطن کو چھوڑ دینا ہوگا۔ یہ چہل پہل، یہ گلی کوچے، یہ

بمت آجکے دل پھر مجھے نصیب ہو سکیں گے! لیکن خیر مجھے جسکی ضرورت ہے وہ میرے پہلو میں ہوگا۔ بس اب میں نے قطعی فیصلہ کر لیا۔ کیسا خوش آئند خیال ہے! پرتاب ہمیشہ میرے پہلو میں رہیگا۔ مگر ان پر یہ بدنصیبی کا دھبّہ کبھی بھی اس کے دامن سے دُھل نہ سکے گا۔ ہائے پرتاب! یہ تو نے کیا کیا! اُف دل میں کسقدر درد ہوتا ہے! کاش اسوقت مجھ سے یہ کوئی کہدے کہ میرے عزیز والد کا قاتل پرتاب نہ تھا۔ جھوٹ ہی سہی مگر کوئی کہدے میں فوراً بلا کسی قسم کا ثبوت طلب کیے ہوئے، یقین کر لونگی۔ مگر نہیں دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو غریب یوکی پر رحم کرے۔ پرتاب! میں تیرے ساتھ ہندوستان چلوں گی۔ مگر کیا میں اُس شخص کے لیے جس نے ایک جاپانی سپاہی کا خون بہایا ہے اپنے عزیز وطن چھوڑ دونگی! ہرگز نہیں۔ پرتاب تیرے وجود سے صرف جاپان ہی نہیں بلکہ دنیا کو خالی کرا دینے کی ضرورت ہے۔ اگر مجھ میں وطن کی ایک ذرہ برابر بھی محبت ہے، اگر میں نے جاپان میں جنم لیا ہے اور اگر ایک باپ کا اپنی بیٹی پر کچھ حق ہو سکتا ہے تو بس پھر مجھے دیر نہیں کرنی چاہیئے۔"

۶

رات سکون و خاموشی کا جامہ پہنے ہوئے خاموش کھڑی تھی۔ تارے تاریکی کے گہرے پردوں سے منھ نکال کر جھانک رہے تھے۔ اور یوکی منتشر خیالات کے ہجوم میں بیٹھی ہوئی اپنے پیارے "دانا سان" کے لیے چا تیار کر رہی تھی۔ "چچا کہتے تھے کہ صرف ایک ہی قطرہ چا کی ایک پیالی کے لیے کافی ہوگا اور پھر یہ قطرہ اُس زندگی کا خاتمہ کر دے گا جسے ہمیشہ میں نے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا ہے۔ میں یہ کیا کہتی ہوں.... اے میرے پیارے پرتاب.... یوکی تو کمبخت ہے۔ تو بدنصیب ہے.... خبردار! خبردار! لغزش نہ ہونے پائے اے دل! بس! اے میں کیا کروں میں سمجھتی تھی کہ اب آنکھ میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے۔ عزیز باپ کی موت مجھے عمر بھر تڑپانے کے لیے کافی تھی! پرتاب! یہ ظلم! اچھا ٹھہر جاؤ۔ دیوتاؤ رحم! بس اے دل! ٹھہر اور وطن کی محبت کے لیے ٹھہر۔ اے آنکھ! دیکھ اور جاپان کی عزت کی طرف دیکھ۔ اے زبان! بول اور حق و صداقت کے لیے بول۔ اے ہاتھ! اُٹھ اور انتقام کے لیے اُٹھ!"

"او ادھر دیکھ! ہائے نہیں نہیں مجھ سے اُف کیسا پیارا چہرہ ہے۔ نہیں مجھ سے یہ کبھی نہ ہوگا۔ یوکی تجھے کیا ہو گیا؟ وطن کی عزت، باپ کی موت، چچا کا حکم سب ایک طرف اور اس غیر ملکی نوجوان کی نظر فریب صورت ایک طرف۔ لیکن صورت! اُس کی صورت..... متفکر کیوں ہے؟ کہیں یہ سمجھ تو نہیں گیا؟ مگر نہیں وہ کیا جانے۔ آہ! تو کیا ان بھی ہونا کہ میں کیسے شخص کو دھوکا دے رہی ہوں۔ یوکی! اس پیالی کو پھینک دے میں اپنے بھولے بھالے پرتاب کو گلے لگا دوں گی۔ تصور ایسا کر میرے عزیز والد کی پیاری شبیہ.... پرتاب سے انتقام!... ہاں میں ضرور انتقام لوں گی۔

"یوکی! یہ آج تم اسقدر خیالات میں مستغرق کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں ایک بات سوچتی تھی۔ لو تمھارے لیے چا لائی ہوں، پی لو!"

"یہ بھی کوئی چا کا وقت ہے۔ فضول کیوں لے آئیں۔"

"وقت کیوں نہیں ہے؟ آخر روز تو اسوقت پیا کرتے ہو۔"

"پیاری تم ہو کہاں؟ میں اسوقت کب چا پیا کرتا ہوں"

"تو نہ پیوگے؟ میں اتنی محنت کر کے بنا کے لائی تھی۔ خیر اب تو میری خاطر سے پی ہی لو۔"

"بڑے شوق سے، یہ تو چا ہے، پیاری یوکی! میں تو تمھارے ہاتھ سے زہر کا پیالہ تک پینے کو تیار ہوں۔"

رات کی علمداری میں تاریکی بڑھتی رہی تھی۔ تارے حیرت و استعجاب سے تک رہے تھے اور افسوس یوکی سے اُس کا پیارا پرتاب ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکا تھا۔

امرناتھ آبر (دہلوی)

اُردوئے مُعلّٰی

(یہ نظم اُردو کانفرنس منعقدہ لکھنؤ کے اجلاس دوم میں پڑھی گئی تھی)

اپنے منہ سے کہہ رہی ہے حالتِ اردو کی زبان — مولد اردو کی ہے یہ کشورِ ہندوستان
اس کے افعال و روابط سے ہیں نشو و نما — اس طرح پیدا ہوئی اردو کہ گویا ہو بیان

روز افزوں حسن کا ہر دور اک پیمانہ ہے
دبستان لکھنؤ و دلی اک گہوارہ ہے

مدتوں سرکار دہلی میں رہی یہ باریاب — ابتک اُردوئے معلّٰی ہی ہی ہے خطاب
دور دورہ لکھنؤ میں بھی تھا قبول انقلاب — کر دیا تھا نکتہ سنجوں نے اسی کو انتخاب

ہر اداشیریں مذاق پارسا و رند میں
اس کا طوطی بولتا تھا سبزہ زار ہند میں

تجربہ کی آنکھ سے دیکھا جو اس کو ہوشیار — کیونکہ کردیا اپنا خسروانہ کار و بار
دفتروں میں محکموں میں بڑھ گیا عز و وقار — جھگیا بنتے ہوئے اس کو ہے یہ تو اعتبار

پھر تو یہ ہر دل عزیزی اک پہیلی ہو گئی
جب کوئی دنیا کی یہ سہیلی ہو گئی

فارسی ہندی کی آمیزش ہی ہے اس کا وجود — یادگار اتحاد اہل اسلام و ہنود
دھوپ چھاؤں کے رنگ کی ہی تو نیا ہستی وجود — کارگاہ ہند سے منسوب جس کا تار و پود

سفت دنگین یا الباس عاریت بار کیا ہے
جامہ زیبی ہے قد موزوں پہ اسکے ٹھیک ہے

تھی یہ نور رفتہ رفتہ ماہ کامل بنگئی — شاعرانہ محفلوں میں شمع محفل بنگئی
حسن فطرت کی ادا فہمی کے قابل بنگئی — جب زبان کی تیر نشتر نے رگ دل بنگئی

کیا قیامت ہے کہ دل پر کچھ اثر لیتے نہیں
ہو رہا ہے خون اس کا تم خبر لیتے نہیں

کھینچ دو اٹھاکر تواعد سے حصار عافیت — مل کے سب تیار کر دو جامع و مانع لغت
دیکھتے ہو آئے دن جو ہو رہی ہے اس کی گت — اس عمارت ہی ہے اب بھروسہ علو کی جہت

اس طرح علمی ستونوں پر اسے قائم کرو
زلزلہ کیسا ہی سخت آئے مگر جنبش نہ ہو

ہر زبان کا لفظ کھپ جانے پہ وسعت اس میں ہے — ہر لغت کے جذب کرلینے کی قوت اس میں ہے
برج بھاشا سے ملی ہر لطافت اس میں ہے — عام فہم فارسی کی بھی حلاوت اس میں ہے

داس جنہ شیر و شکر اس کو نہیں کوئی خورش
دو زبانوں جوش اس ایائی ہے اس کی پرورش

ہیں دیارِ ہند میں جتنی زبانیں طبع زاد — قوت نشو و نما اُن سب سے ہے اس میں زیاد
فارسی تازی نہ ترکی ہے یہ اک ہندی نژاد — ہو کر سکے بیخ کن کیوں بوئیے تخم فساد

بصرہ و بغداد یونانی کے لغت کیوں ٹھونسیے
تازی و تازہ زبانی کی لغت کیوں ٹھونسیے

ہند اور دو میں دونوں ہم زبان و ہموطن — نسبتاً بھی کچھ سوا ملتا ہے انداز سخن
مختلف نہ ابن ہم نے یہ مانا نقوش پیرہن — ہے غلط فہمی جو سمجھیں آپ انہیں خیرہ دہن

گو بظاہر فرق ہے دونوں کے خط و خال میں
باطنی یکرنگی سے جھلک افعال میں

ہے مگر ہندی کی نسبت روزمرہ اس کا صاف — پوچھ لو تو اہل سماعت سے نہو گر اعتراف
مثل اُردو کے درست اسکا نہیں جب بین فاف — آپ ہی فرمایئے پھر کیا ہے وجہ اختلاف

کیوں نہ سمجھیں اہل دل اسکو زبان مشترک
ہے صفی ہر رنگ کے پھولوں کی اردو میں مہک
صفی

مناظرۂ حسن و عشق

عالم اسباب میں جب سے نمود عشق ہے — دار امکان جب سے مبنی بر وجود عشق ہے
شعلۂ الفت کا جب سے دل نگون لقب ہے — زلف جب سے نام پیچ و تاب دود عشق ہے

جب کے اہل حسن کی گردن پہ ہے احسان عشق — حسن کے پیکر میں جب سے جلوہ گر ہے جان عشق
دیکھتے آئے ہیں تب تک اہل بینش متصل — بارگاہ حسن میں جو کچھ رہی ہے شان عشق

یعنی جب کی حسن نے برپا کہیں بزم شباب　　اور ہوا عشق الرخو اتفاقاً باریاب
انکسار و عجز پر دیکھا ہے پھر کبر و غرور　　التجاؤں پر ہنسنے میں بے نیازانہ جواب

رات کا قصہ ہے دیکھا میں نے اک منظر عجیب　　بزم میں اک سمت صد آرا تھا اک عشرت نصیب
سامنے ساقی و مطرب شمع و گل جام و سبو　　اور تھا پائین فرش اک بینوا بیکس غریب

کفر کو جس طرح دیجاتی ہے نسبت دین سے　　بے اصولی کو مناسب جیسے ہے آئین سے
ہوتا ہے اول کو آخر سے علاقہ جس طرح　　صدر کو بھی اک تعلق خاص ہے پائین سے

صدر بزم ناز کیا تھا ایک بام حسن تھا　　جلوہ گر جس بام پر قائم مقام حسن تھا
بزم کے پائین میں تھا امن دلدادۂ عشق　　سرنگوں جس جگہ شیدائے نام حسن تھا

تھی وہ محفل جس کا ہر گوشہ تجلی ریز تھا　　ذرہ ذرہ فرحت افزا تھا نشاط انگیز تھا
گو ادھر اک نالۂ گرفتہ کا لبریز آہ تھی　　اسطرف لیکن مغنی یون ترنم ریز تھا

شب کہ برقِ سوزِ دل سے ہر اک آب تھا　　شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا
جلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آنجہ　　یان رگ دامان مژگان چشم تر سے خون ناب تھا

عشق جو بیٹھا ہوا تھا ایک گوشے میں نڈھال　　چونک اٹھا سنتے ہی یہ بیمار تھا بل جسب حال
آسمان کو دیکھکر نالہ فلک فرسا کیا　　حسن نے ڈالی نظر پھر ہو گیا محو خیال

عشق کا نالہ بہت ہی دل دوز پرتاثیر تھا　　یا یہ کہیے شعر غالب تھا کلام میر تھا
حسن کا قلب اسطرف بیساختہ کھنچنے لگا　　نالہ کیا دل کی کشش کے واسطے زنجیر تھا

حسن نے آخر بلایا اسکو اپنے روبرو　　اور یون پوچھا بتا اے دل جلے ہے کون تو

عشق نے دل تھام کر کی عرض با چشم پُر آب　　تیرا بندہ ہون ترا شیدا ہون مین شعلہ خو

بس یہ سننا تھا کہ چہرہ پر شرارت چھا گئی　　دلکشی کچھ بڑھ گئی کچھ اور رونق آ گئی
جھک گئیں آنکھیں مگر جب جذب دل کے زور پر　　شان وہ پیدا ہوئی ہر دل کو جو تڑپا گئی

مین نہیں کہتا مگر کہتے ہیں دانایانِ راز　　آنکھوں ہی آنکھوں میں ہوتے تھے ہمہ ناز و نیاز
بالظاہر چار ہاتھا بے خودی کا جو سمان　　دب گئے تھے شاید اس سے نغمہ ہائے سوز و ساز

خامشی یونہی غرض کچھ دیر مستولی رہی　　حسن کے نازک لبوں کو آخرش جنبش ہوئی
مسکرا کر یون کیا ارباب محفل سے خطاب　　الله الله دیکھیے تو شوخ چشمی آپ کی

عشق سے پھر یون کہا دو گا اب تو ذلت تجھے　　میرا شیدا کیون ہے آخر مجھسے کیا نسبت تجھے
بے اجازت بے طلب کیون آ گیا تو بزم میں　　کھینچ لائی ہے یہان شاید تری شامت تجھے

کیا نہیں معلوم تھا تجھکو یہ ہے دربار حسن　　جلوہ گر ہیں بزم کے پردے میں یان انوار حسن
حاجب درگاہ ہیں سلاطین رکعب　　واجب التعظیم ہیں اے بے ادب سرکار حسن

حسن کی وہ شان ہے جسکا ثانی ہو نہیں　　حسن کا وہ تخت جس تک رسائی ہو نہیں
تو بھی واقف ہو گا عالم پر یہ روشن ہے یہ راز　　یعنی ہر اہل نظر کی آنکھ کا تارا ہون مین

مرکز صد نغمۂ امید میرا ساز ہے　　دل نواز اہل باطن میرا طرز انداز ہے
ہار امیری ہے برق خرمن صبر و قرار　　فاتح ملک تحمل میری تیغ ناز ہے

حکم تھا میرا جو کین فرشتے جانبازیان　　میرے پا ہے تھین مجنوں کی جنون پرور یان
پوچھ لے جا کر زلیخا سے زبان مصر سے　　کیسی حیرت خیز تھین میری کرشمہ سازیان

سلہ [illegible]

سیر اقلیم کا وہ فرزند شہزادہ سلیم — میری شمشیر ادا نے دل کیا جسکا دو نیم
لوٹ لے ہندوستان کا تخت شاہی مل گیا — جیت لیکن تب ملا جب مین ہوا اسکا ندیم

مجھکو کہتا ہی جہان عالم پناہ آرزو — میری بزم ناز ہی آماجگاہ آرزو
مقصد اہل تمنا جلوہ آرائی مری — میرے عارض کی ضیا نور نگاہ آرزو

عشق بولا گو مجھے آتی نہین لاف و گزاف — لیکن اے میری زبان کہتی ہی گستاخی معاف
اپنے تو دو مین مجھے رہنے دیا ہوتا خموش — اور چھیڑا ہی تو سن اے حسن مجھ سے صاف صاف

تو [illegible] کہتا ہی تجھے [illegible] حدت نہین — یہ وہ دعوی ہی ذرا بھی جس کی اصلیت نہین
یاد رکھ [illegible] میرے [illegible] نمود — ورنہ تیری خودنمائی موجب شہرت نہین

بے طلب آ امراء تجھ گران گزرا اگر — مین ادب کے ساتھ خواہان معافی ہون مگر
مین نہون تو پھر تری ہستی کسے تسلیم ہو — تیرا جلوہ چاہتا ہی یہ کہ ہو میری نظر

واجب التعظیم ہو چاہے نہو یہ بارگاہ — ہی مجھے تو پاس عظمت رب خالق گواہ
آہ لیکن تو نے مجھکو بے ادب ٹھہرا دیا — اک ذرا انصاف کر کفران نعمت ہی گناہ

تو نمائندہ ہی خلاق حسن کا بے اشتباہ — تجھ سے زیب و زین تخت حسن اے نخوت پناہ
سب مجھے تسلیم لیکن یہ خبر بھی ہی تجھے — حسن کیا ہی؟ ایک جلوہ میر المومنین نگاہ

ہان یہ سچ ہی دیکھنے والون تیرے مشتر — تجھ کو اپنی آنکھ کا تارا سمجھتے ہین مگر
اس کا باعث ہی فقط اے حسن میری روشنی — میری باتحت ضیا ہی ایسے لوگون کی نظر

نغمۂ امید ملو جس سے تیرا ساز ہے — کچھ نہین ہی میری بیداری کی موئی آواز ہی

مجھ سے حسن ہی یکسان ذاتی تابع فرمان مرا — دل وہ دل جس پر نوازش کرکے تجھکو ناز ہو

نخاموان مین کہ تو ہے دشمن صبر و قرار — اور تسلیم و رضا پر میری فطرت کا مدار
انچہ در کردار نحر تست آن ننگ منست — ہو مبارک تجھ کو یہ دعوی نیاز و افتخار

وہ دوران قیصر ہون یا شیوا فرہاد ہو — ہان زلیخا ہو کہ قیس خانمان برباد ہو
سب ترے پیرو تھے غافل ورنہ تیرا کیا اثر — اس بشر پر جو مری تقلید سے آزاد ہو

فرض کر لے تو کہ ہان تیرا ہی سہل تھا سلیم — مین نہ رکھتا گر اسے راہ طلب مین مستقیم
کیسے بن جاتی تری مہر النسا نور جہان — کیسے ہو جاتی وہ تاج ہند کا در یتیم

ہان لیکن تجھ کو اگر اے حسن شاہ آرزو — آستانہ کو ترے سمجھین پناہ آرزو
پھر بھی مجھ مین اور تجھ مین فرق رہتا ہی بہت — مین ہون خلاق تمنا مین الٰہ آرزو

سن لیا اے حسن تو نے اپنی باتون کا جواب — چپ ہوں اب مین اگر تو ہو گیا ہو لاجواب
ورنہ کہنے کو تو میرے دل مین باقی ہین ابھی [ل] — ایسے کچھ نکتے کہ جن کا ہو نہین سکتا جواب

اس نے فرمایا کہ ہان اے عشق بہتر ہی سنا — رہ نہ جائے تاکہ تیرے دل مین کوئی حوصلا
عشق نے یہ سن کے پہلے حسن کو دیکھا بغور — پھر نہایت جب کے عالم مین یون کہنے لگا

سن تو جب سی کہ مین کیا ہون ترا رتبہ ہی کیا — عرض تو ہی مین جوہر ہی تو مین کیمیا
مستقل مین عارضی تو مین حقیقت تو مجاز — جسم تو ہی روح مین تجھ کو فنا مجھ کو بقا

اے بسا گلشن کہ از گلہائے تر آباد نیست — عندلیبے کو کہ صرف نالہ و فریاد نیست
شور بلبل کم نہ گردد گر رود گل از چمن — حسن بے بنیاد باشد عشق بے بنیاد نیست

ل حضرت [illegible] ۱۲
ل [illegible] ۱۲

حسن خوش رہ نہ سکا سن کے عشق کے دعوے کو جب
چاند سا منہ تمتما اٹھا بڑھا غیظ و غضب
زلفیں بل کھانے لگیں غصے میں یون کہنے لگا
بس خموش اے عشق بس ملحوظ رکھ حد ادب

کیا جہان میں مظہر آیات قدرت میں نہیں
حور کے پیکر میں زینت بخش جنت میں نہیں
صورت آخر میں کیا تو نے نہیں دیکھا مجھے
جامۂ پیغمبری میں حق کی رحمت میں نہیں

سوچ اے نادان ترے دل کی راحت کس سے ہے
ہو تری تسکین کا باعث وہ صورت کون ہے
میرا بندہ تو نے اپنے کو کہا تھا یا نہیں
تو ہی اب بھی بتا شایان عزت کون ہے

لب ہلا سکتا نہ تھا تاب نگاہ پرفسون
عشق تھا لرزان خائف اشک ریزان سرنگون
آخرش کار اس نے اپنے حسن پر سر رکھ دیا
چھٹ گیا ہاتھوں سے لینے اس کے صبر و سکون

حسن کی جانب سے ہوتے تھے سوال و بے زوال
عشق بالکل دم بخود تھا غرق بحر انفعال
امتثال امر کو پاس ادب سمجھا فوق ہے
یہ خیال آیا تو فوراً گون ہوا صرف مقال

ہان ترا بندہ ہون میں ہان تیرا مرعوب جمال
رہ گیا اے حسن ترجیح و تفوق کا سوال
اپنی عزت کی قسم ہے مجھکو یہ مجھ سے نہ پوچھ
بلکہ **مانی** کو حکم کر دان بہر انفصال

علم کامل گو نہیں اسکو ہماری ذات کا
پھر غنیمت ہے کہ ہے فی الجملہ ہم سے آشنا
اس کی معلومات کے شاہد بھی دو دو ہین
سینے تیرا اسکا رنامہ اور میرا فلسفا

جلوہ گاہ ناز میں **مانی** ہوا آخر طلب
بیٹھے اہل بزم سب تہ کر کے زانوئے ادب
از سر نو بحث حسن و عشق جاری ہو گئی
کرچکے دعوون پر اپنے اپنے استدلال جب

حسن کے دونوں کے دلائل تب **مانی** نے کہا
میں لطیف اکبر آبادی سے کرلوں مشورا

ایک جلسہ میں ہوئے پھر جمع **مانی** لطیف
اور فکر و غور کرکے یون سنایا فیصلا

سینے اپنے رنگ میں ہر جواب اے حسن و عشق
غور دہ عالم پر دونوں کی جناب اے حسن و عشق
ہم خدا لگتی کہیں گے کوئی خوش ہو یا خفا
دونوں ہو تم ماہتاب آفتاب اے حسن و عشق

عشق کی ہستی حقیقت میں بقائے حسن ہے
عشق کا طرز عمل عزت فزائے حسن ہے
پرتو خورشید سے روشن ہے جیسے ماہتاب
عشق یون ہی باعث نشو و ضیائے حسن ہے

حسن بس کو اہل ظاہر کہتے ہیں ناز آفرین
ناموافق فیصلہ سنکر ہوا چین بر جبین
اٹھ گیا اس کشان ظالم عدالت گاہ سے
عشق چیخ اٹھا کہ قربان لئے دلنشین

رخ تو وقت نظر آنکھوں میں آئی بیقرار
آہ۔ اب کیا ہے کہ میں کر دوں اسے اوپر نثار
داستان عشق طولانی ہے قصہ مختصر
دیر تک بکتیں یونہیں بکتا رہا دیوانہ وار

اول اول شرح با تفصیل ادا فرما لیا
آخر آخر سا زکر دا یں نغمہ مستانہ را
جان نہ نظارہ خراب ناز او زار و زار بیش
ما بوسہ مست ساقی پر دہ پیمانہ را

مانی (رباسی)

دادِ شجاعت

تھا پاسدار عزِ کہن اے ہمیر تو
جانبازی قدیم کی تھا اک نظیر تو
رکھتا تھا فطرتاً دلِ غیرت پذیر تو
بہر غنیم شوخ ہوا سخت گیر تو

قربان تیری ہمت جو شخص آب کے
طفلی ہی میں عیان ہوئے جلوے شباب کے

ہان کیون نہو کہ خون جو تیرے بدن میں تھا
اس کا وجود ہی دل خونین کفن میں تھا
وہ دل جو شاہزادہ ارسی کے تن میں تھا
بسکا شمار ایسے شہید وطن میں تھا

ؔ طفل بہ انا بھیمی ۱۲

خلجی سے جو لڑا تلفِ جور کے لیے
جان جس نے دی حفاظتِ چتوڑ کے لیے

جس دن کہ رن میں رعب کا تیرے شرارہ تھا   اک خوک جسکے تیرِ نفس کا نشانہ تھا
ہان مال و زر سے گرچہ تہی گنج خانہ تھا   جرأت کا اُسکے پاس مگر وہ خزانہ تھا

کرتا مدد جس کی دیکھ کے آری نے چاہتے
تیرا وجود مسعود ہوا ایسے بیاد سے

تیرا چچا ابھی ابھی تھا جو گھر سے دور   سونجا کے دستِ جور سے تھا کب خطر سے دور
جنگِ عجم میں رہ نہ سکا گو نفس سے دور   پھر بھی تو یہ بلا نہوئی آہ سر سے دور

مضطر کیا جو دشمنِ شوریدہ کال نے
مانگی مدد تجھی سے غریب الدیال نے

تو سے ہنستے تھے عمر کے بارہ ہی سال ابھی   اپنے چچا کی اس طرح کی تو نے دلدہی
سونجا سے چھیر مدت سے عدو کو شکست دی   اور لا کے سر کو پائی یہ توقیرِ سروری

بچون سے اپنے کرکے جدا تخت و تاج کو
بخشا تجھے نوشن سے اجیسی نے راج کو

دورانِ مالدیو کے تھا اختیار میں   شغل تھا جو یون شہ خلجی سے کارزار میں
فکرِ گرفت تھی جو دل جذبہ دار میں   اک فتنہ آہ تو نے اُٹھایا دیار میں

تنگ آ کے مالدیو نے بھیجا پیامِ عقد
پھر فراغ دخت سے تھا انتظامِ عقد

خوگر تھا تو مدام مہمِ سقیم کا   دل میں ترے تو خوف نہ تھا کچھ غنیم کا
مقصود تھا علاج بھی طبعِ الیم کا   تھا شوق دید لینے حصارِ قدیم کا

چتور تو اگرچہ گیا جان لیے ہوئے
لیکن پھر اخیر دلھن کو لیے ہوئے

---

۱ علاء الدین خلجی ۲ محاصرہ چتور کے وقت قلعہ کے باہر بھیجا گیا تھا
۳ یہ بھی رانا لکھمسی کا لڑکا تھا۔ ۴ ایک پہاڑی سردار کا نام ۵ چتوڑ کا
گورنر جس کو علاء الدین خلجی نے تسخیرِ چتوڑ کے بعد وہاں مامور کیا تھا۔

یہ رنگ لائیں شوق کی امیدواریاں   اس وید سے کچھ اور بڑھیں بیقراریاں
یاد آ گئیں عدو کی وہ سب سخت کاریاں   اور اپنے خاندان کی وہ جان نثاریاں

کچھ انتہا نہ آہ ترے خشم و غم کی تھی
ہان انتقام خیز تو یاد اُس ستم کی تھی

جلد آ گیا وہ وقت بھی تغییرِ حال سے   اک طفل کی ولادتِ فرخندہ فال سے
لکھا یہ مالدیو کو رانی نے چال سے   دیوی کی نذر ہو پسرِ نونہال سے

چتور کو دو، پا کے اجازت روانہ ہوئی
تحریکِ فرض حوصلہ افزائے جان ہوئی

اُس وقت مالدیو کا گڑھ میں نہ تھا قیام   رانی نے جا کے فوج سبھی کی مطیعِ رام
لکھا تجھے بھی جلد ہی یہ ماجرا تمام   اور تو ہوا وہیں سے چتور تیز گام

پھر بھی تو بعدِ جنگ دیارِ وطن ملا
کن دقتوں سے ثمرۂ رنج و محن ملا

محمود تھا جو اندنون فرمانروائے ملک   تو مالدیو نے یہ کہا ماجرائے ملک
برہم کنِ مزاج جو تھی یہ ہوائے ملک   چتور کو چلا وہ پئے اقتنائے ملک

سوئے مضاف فوجِ غنی صف بصف بڑھی
امید بھاند ہی میں وہین سرکفت بڑھی

پھر اے ہمیر تیری بسالت عیان ہوئی   جانبازیوں کی شان کفالت عیان ہوئی
ہان جوشِ غلبہ ہائے یہ حالت عیان ہوئی   فوجِ عدو میں صاف ازالت عیان ہوئی

تابو کیا غنیم پہ تھا وہ قدیر تو
اور شاہ کو بھی لے گیا کرکے اسیر تو

تو بعدِ ختمِ جنگ اگر خشمگین نہ تھا   نا آشنائے درد تو تاب حزین تھا
سر میں ترے جو ذرۂ سرِّ بغض و کین تھا   دشمن پہ بھی خیال جفا کا کہیں نہ تھا

واجب سزائے غصب جو تھی یہ بجا کیا
کچھ ملک لے کے شاہ کو تو نے رہا کیا

---

۶ محمود خلجی ۱۲

یون ملے تمہیں تمغۂ فخر جان پر لیا — دشوار تھا جو کام اُسے اپنے سر لیا
جو کر سکا نہ کوئی اُسے تو نے کر لیا — دشمن سے یعنی جیت کے پھر اپنا گھر لیا

تھی قدرت عمل بسے طاعت ترے لیے
غازیان فغان تھی داد شجاعت ترے لیے

فریاد دوشیزہ

یہ ایک قدر عبرتناک منظر ہو کہ ایک بد بین نا عاقبت اندیش شخص نے اپنی دوشیزہ (کنواری) لڑکی کی شادی ایک پیر آسودہ کے ساتھ کر دی ہو اُسکی رخصت کا وقت قریب آگیا ہو وہ اپنے اس ظالم و سفاک باپ سے بے ادب ہو کر اب کتنا ہی نہیں ہو بلکہ وہ ایک ستم رسیدہ دختر کی حیثیت سے سرگرم فریاد ہو اور بصد آہ و زاری کہہ رہی ہو کہ مجھے سامان جہیز میں جو زیورات وغیرہ دینا چاہتے ہو وہ نہ دو۔ ہان انکی جگہ سب شادی اسباب خلش و کاوش ہی دو اور کس حسرت و یاس و غضب بھرے لہجے میں اس منظر کے انجام بد کی ظاہر کرنے والی ہو اور اپنی اس بربادی و خواری کی نسبت مسلمانان قوم سے گو انکی کوئی فغان تو نہیں ہو مگر ایک دردزا و جانگزا عرض ضرور رہی سناتی ہے۔ سامعین کا کلیجہ پاش پاش ہوا جاتا ہو۔ ناظرین کی آنکھیں خون رو رہی ہیں۔ کدھر ہیں مصلحان قوم جلد آئیں سنیں اور دیکھیں۔

اے پدر میں بے ادب ہو کر نہیں ہون بدگمان — ہون مگر دختر ستم دیدہ ہون سرگرم سخن
اے پدر جب تک تھی کنواری تب ہی ارمان تھے — میرا ہوگا بیاہ دل کی کلیان کھلینگی دہن
اک طرف میری جوانی ہوگی اور میری حیا — اک طرف دولھا کا ہوگا عنفوان اور بانکپن
دیکھنا از محبت دولھا کو لکھون گی میں — رنج لکھیگا مجھے آرام دل جان و بدن
مگر ارمان میرے ہوگئے سب خاک و خون — اب تو ہین انکی جگہ درد و قلق رنج و محن

بات یہ ہو میری شادی تمنے کی ہو پیر سے
برت پہ میری مراد نیکا لگایا ہے گہن

ساٹھ برس کا ہو دولھا پندرہ کی لڑکی میں — شام پیری سے لگی صبح جوانی کی لگن
چشم عبرت سے ذرا دیکھو کیا اندھیر کیا — دامن شمع سحر میں رکھی شمع ضو فگن
ہاتھ کیا پیلے کیے میرے میں پیلی پڑ گئی — جو کبھی گلنار تھا اب زعفرانی ہو بدن
حسب شادی ہی پدر دو مجھکو سامان جہیز — درد و آہ نشتر غم اپنا ڈھالکو لگی میں
سیاہ کا جوڑا نہ دو سوگ کا جوڑا مجھے — اور یہی میں لے کے رکھدو کسی کو یہ کفن
دو نہ ہیکل دو مجھکو پھانسی ہی جمیا کلی — ڈالدو گردن میں میری ظلم کے طوق و رسن
شانہ زلف پریشانی کا دو شانہ مجھے — آئینہ وہ دو کہ حیرت جسمیں ہو حیرت فگن
دو مجھے ایسی نہالی جسمین کانٹے ہون بہم — سو سکیگی جا کے جس پر تو یہ خستہ تن
دو جو تم مجھکو حنا دو ساتھ ہی اُسکے خضاب — مجھ سے شوہر کو خضاب ان کر دیگی این و سن
پالکی بھی پال ڈولی میں نہیں دیگی میں — جاؤنگی پر میں انھیں کے جو نکالے میں نہ تن

ہے تو کہہ سکتی نہیں دختر تو دشمن تم نکی
مفت کیون حق میں مرے تمنے اگایا ہو چلن

میں تمھاری لاڈلی تھی آنکھ کی تارا تھی میں — مجھ سے یہ مہر کی نکی پھر کیون ہو رسوا نہ میں
کچھ نہ تھی یہ بیٹی کو تا وہ نہ تھی اگر — پھر سبب کیا ہے کہ یون تعنو کو کھلانے دو میں
بحر عصیان میں جو یون ڈوبے پر صفت — ڈوب مرتے تھے بلو نیکو زیبا بھی گناہ و چمن

پھر شادی اے پدر مفلس جوان سے ہی ہوتی
شوہر برنا کی ہوتی تو نوپلی میں دلھن

سلہ یہ جو اعداد لکھے گئے ہیں ان میں سال کا لفظ محذوف ہو مراد یہ ہو کہ ۶۰ یا ۵۵ سال کا دولھا ہو ۱۵ یا ۱۶ سال کی دلھن ہو سلہ ہنود میں رواج ہو کہ ایام شادی میں لڑکیون کے ہاتھ روغن زرد و ہلدی سے پیلے کر دیے جاتے ہیں اسی اعتبار سے یہ محاورہ ہوگیا ہو کہ فلان دختر کے ہاتھ پیلے کر دیے یعنی اس کی شادی کر دی گئی۔ سلہ ردا یعنی چادر۔ ہنود میں رواج ہو کہ سامان جہیز میں ردا اور سیاہ کا جوڑا اور چند زیورات ہیکل وغیرہ اور شانہ و آئینہ اور نہالی (توشک) اور حنا بھی دیتے ہیں سلہ خضاب رنگین حنا و خضاب کردہ شدہ سلہ سن ایک سفید رنگ کی مشہور نبات ہو جو کہ موسم ہی سے رنگدار ہوتی ہے۔ اس لیے عموماً یہ محاورہ ہوگیا ہو کہ فلان شخص کے سر کے بال سن ہوگئے یعنی وہ بوڑھا ہوگیا ہو ۱۲ سلہ فتن جمع فتنہ ۱۲ سلہ نوپلی ہندی ہو بمعنے عروس نو یعنے ہم پلہ شوہر برنا ۱۲

مردو زان کے مطلعین خیرات میں تب مطلع ہے | ہر مزہ تاب کشش میں منتسب ہون مرد زن
روح وزرد جمعیت ہون غمی بھی ہو خوشی | وہ پریشان ہون ہونکی پریشان انجمن
ایک کے دلمین اگر پنہان ہو کوئی اضطراب | ایک کی پروہ نشین دل سے دلکی جلن
ایک ایسا ہو وہ باتین ہمین کہ جھٹے دلکو دیکھو ہو | ایک ایسا ہو سب باتون مین یکسو ہون دہن
پھول ملتے مجھکو ایسے کہان تقدیر تھی | پھول بینی نگی مرجھا کے ہو کاکوئی اتن

اے سپہر بوڑھا تیرا نالہ آسودہ ہی
اسکی دلسے نہین شکوی کرنا میری زن

ہو چراغ صبح شوہر کیا رقم ہو تجہیز آن | ہو نہ ال شوہر کیا ہو کہ ندین کا بدن
دل کے بھی وہ شیشہ ساعت لیے ہاتھو ن | مین ان ہی کی طرح ہون جو مقلب تن بدن
ایسا کھو کیونکہ شیشے سیمین تو اپنی کو ن | ہو ایک گرد او دھا ایست قسمت کے دشمن
حنظل زقوم تو ہی کی ہے غذا اے خونخوار | گھونٹ ہو کا زہر کا دیکا نہین ساغر زدن
آہ پھولونکی ہوا نجانیگی باد سموم | ہے نسیم روح پرور ہو گی سیر روح کن
روز روشن بھی سیاہ ہوجانے کا روز سیاہ | بار ظلمت کا سب خلعت کو مین پہنونگی پہن

ختم اب کرتی ہون اس فریاد کو باتی ہون میں
آخری میرا اگر تم یاد رکھنا یہ سخن

خون دل خون جگر خون تمنا ہی کیا | ہو گا ننگ نام او زاہد کا خونی کفن
شرم کھو کر وہ گرا یا مین نے آب شرم ہر | جس سے دامن تر کا ترا ہو نیکا تر پیرہن
آتش جور و جفا اسد جب آبِ گوہر کا چکے | ہے یہ تاکید غلط ہرگز ہو شعلہ زدن

بوے کانٹے ہین تو کانٹے ہی اگینگے اے پدر | غیر ممکن ہے اگے گلبن اور نخل سمن
ہے بدی کا بد نتیجہ اور نیکی کا ہے نیک | رنگ لائے گا تمھارا خوب رنگ دمن

حضرت بریان فغان تھی وہ یہ میری عرض ہے
مسلمان قوم کی کیون اتنی چپ ہے انجمن

کیا قیامت ہے کہ اب تک بھی نہین یہ پوچھتے | زیر تیغ ظلم کیون مین کنوارے یونکی تن من
تھی جو کھلنے کیلیے کیون انکی وہ دوشیزہ باغ | تھے جو پھلنے کو وہ انکی کیون اجاڑے ہین چمن
تھیں نکلو ن تب ملتے والی ان سے کیون کانٹے لے | کیون بہار انکی بنی مثل خزان پرمحن

زندہ رہنا ہو کرے اصلاح دنیا اب بھی وہ بریان
اور نہین تو مردہ کر دیگی جو ہے مہر دہن

جہان آبادی

تازہ غزلین

ا۔ ابو المعظم نواب زادہ سراج الدین احمد خان صاحب سائل (دہلوی)

منصفی دیکھے جب دی اس نے دشنام دعا | وہ ہوئی خیر سے مستوجب الزام دعا
رنگ تاثیر دعا اثر کس کی دعا مین ہے دیکھ | دینے والے تو ہزارون ہین گل اندام دعا
آگ لگ جانے کا ڈر ہے ترے گھر مین صیاد | لی اسیرون نے پھڑک کر جو تہ دام دعا
تو سلامت رہے تو شکل اپنی دکھا جا مجھے | لکھ دیا کرتا ہون در زمرۂ پیغام دعا
کیا خطا کی جو کہا دل ہے یہ پتھر سا کڑا | خوگر جور نے دی لائق اصنام دعا
مجھ مین اور غیر مین انصاف سے کہدو تم ہی | کون دیتا ہے تمھین عوض دشنام دعا
محتسب جب سے ہوا معتقد پیر مغان | رات دن دینے لگے اسکو مے آشام دعا
کلمۂ خیر سنون منہ سے ترے یا دشنام | مین تجھے دیتا ہون ہنگام بہنگام دعا
عشق مین الٹی سمجھ ہوتی ہے حیرت کیا ہے | مین سمجھتا ہون اگر معنی دشنام دعا
بدل ساقی نے جو ہونٹون سے لگایا ساغر | لب کی بجا دینے لگا قلب مے آشام دعا
تم سے وابستہ ہے ارمان دلی تمنا و مراد | حق سے کیون کرنے لگے بندہ اصنام دعا

سلہ ہنود مین مردے کی جلی ہوئی ہڈیان بعد رسوم دینے کو گنگا وغیرہ مین ڈالنے کے لیے بیلتے ہین انہی ہڈیون کو پھول کہتے ہین ۲ شب چراغ ایک وہ بےبہا گوہر ہوتا ہے کہ جو شب کو مثل چراغ کے روشن ہو جاتا ہے ۳ منقلب گردندہ و داژگون شوندہ ۴ حنظل ہندی اندرائن کا پھل نہایت تلخ ہوتا ہے اور کثیر السم ہے ۵ زقوم اسکاسمات تھ دہو دکی ہندی تھوہڑ ہے سخت بدمزہ اور سمی ہوتا ہے بموجب روایت اہل اسلام غذا ہے دوزخیان کی بھی ہے ۶ ساغر زدن بمعنی خوردن و نوشیدن ۷ شعلہ زدن بمعنی سوختن ۱۲

سلہ سمن ایک گل سفید و خوشبو ۲ رنگ یک وسیع معنی مین مستعمل ہے اس جگہ طرز و روش کے معنی مین ہے ۳ دامن بمعنی ہم اور مین مراد ہے غفلت اور خود پسندی وغیرہ سے

شاہد خیر سگالی ہے الفاظ ردیف — شعر میں دیکھیے ہے حاصل نرجام دعا

سیم و زر جیب میں سائل کے کہاں اے ساقی
تجھ کو ملجائے گی ہاں قیمت ہر جام دعا

۲- حکیم محمد عابد علی صاحب کوثر (خیرآبادی)

وہ پہلی سی محبت اب نہیں ہے — مری جان وہ عنایت اب نہیں ہے
جنون وہ زور وحشت اب نہیں ہے — مری اگلی سی حالت اب نہیں ہے
کہاں ہیں نوجوانی کی امنگیں — بڑھاپے میں وہ ہمت اب نہیں ہے
جوانی نے انھیں سانچے میں ڈھالا — وہ بچپن کی شرارت اب نہیں ہے
بڑھاپے ہی میں سب رنگ جوانی — وہ اگلی سی طبیعت اب نہیں ہے
لحد میں کس مزے سے سو رہا ہوں — غم واندوہ و کلفت اب نہیں ہے
میں اپنے زیست کے دن بھر رہا ہوں — خیال رنج و راحت اب نہیں ہے
مٹے سب حوصلے ارمان دل کے — تمنا شوق و حسرت اب نہیں ہے

امنگیں دل کی کوثر مٹ گئیں سب
حسینوں سے محبت اب نہیں ہے

۳- سید الشعرا حضرت صمیم (بلندشہری)

دعا میں ہیں شب وعدہ جو تو سنگار کرے — خدا دو چند ترے حسن کی بہار کرے
الٰہی میری طرف بھی چلیں نگاہ کے تیر — جو تیر میرے کلیجہ کے کوئی پار کرے
یہی جو وعدۂ فردا ہے لو سلام اپنا — حضور کون قیامت کا انتظار کرے
اٹھوں نہ حشر سے وہ کشتۂ تغافل ہوں — زمیں ہلے تو نہ جنبش مرا مزار کرے
کھنچیں خدا کی طرف چھوڑ کر خودی بندے — نہ بیخودی میں کوئی آرزوئے دار کرے
اٹھائیں کس کے کلیجہ سے ہجر کی چوٹیں — یہ کس کے دل سے کوئی جبر اختیار کرے
تمھیں تو ہو مرے سرکار حسن کے نواب — صمیم کیوں نہ ادا اونپہ جان نثار کرے

۴- سید علی رضا صاحب ماہر (لکھنوی)

بعد میرے گر کبھی ذکر وفا ہو جائیگا — گوشۂ دل آپ کا ماتم سرا ہو جائے گا
حسرتوں کا ساتھ اگر قافلہ ہو جائیگا — شور اس غلغال کا بانگ درا ہو جائے گا
تم اگر برہم ہوئے مجھ سے تو کیا ہو جائیگا — دل اگر بگڑا تو پھر محشر بپا ہو جائے گا
ہر قدم پر چاہنے والوں کے دل کھنچ آئینگے — نقش الفت آپ کا یہ نقش پا ہو جائے گا
تھا نگاہ مہر میں بھی آہ زہر یلا اثر — کیا خبر تھی زخم دل کا پھوڑا ہو جائے گا
یہ حباب بحر سے ہر بار کہتی ہے ہوا — سر اٹھائے گا اگر اتنا فنا ہو جائے گا
کہہ دو لیلیٰ سے نہ رونا قبر مجنوں پر کبھی — وہ اگر تڑپا تو زخم دل ہرا ہو جائے گا
قطرہ ہائے اشک نے طوفان اٹھا رکھا ہے — ڈوبتی کشتی کا یہ دل ناخدا ہو جائے گا
اس لب معجز نما سے پھر نہ آئیگا کچھ — دل جو میرا کشتۂ چشم حیا ہو جائے گا
چاہنے والے بہت ہیں آپ کا رتبہ بلند — آپ ظاہر آپ سب پر جا بجا ہو جائے گا
دیکھ لو گے گر مرے مقتل میں نگاہ مہر سے — آپ کا بگڑے کا کیا میرا بھلا ہو جائے گا
یاد آتی ہے کسی کی شب فرقت میں یہی — رشتۂ جان بار کا بند قبا ہو جائے گا

یاس بھی ہو جسے کا نہ ماہر دل کی تعلق میں
... ہستی ... جب بے صدا ہو جائیگا

۵- منشی صفدر علی صاحب صفدر (مرزاپوری)

غم نہ تھا ہوتے نہ ہوتے وہ مری تقدیر میں — آہ جل جاتی کوئی ڈوبی ہوئی تاثیر میں
دل سے نکلی آہ گڑ دبی ہوئی تاثیر میں — آگ لگ جائے گی او فرہاد جوئے شیر میں
سیر گل کو آئے ہیں کس شان سے ہمراہ ہیں — ساتھ ہے زنجیر زنداں پاؤں زنجیر میں
رہرو راہ وفا تا آں کا رخ جاتے اگر — آ کے دم بھر بیٹھ جاتے سایۂ شمشیر میں
رخ جھلکنے جو ل گلشن میں بھی تیرا — رنگ اس کا کھنچ کے آیا تیری تصویر میں
داغ جلنے دل میں اب اگلی سی گرمی آ گئی — آگ لگ جائے چراغ خانۂ زنجیر میں
دونوں پرخوں اور دونوں شوخ کچھ کھلتا نہیں — تیر تیرا دل میں ہے یا دل ہے میرا تیر میں
اب تو جو ہونا تھا سو ہو گیا وہ سب کچھ ہو — آپ کی تقدیر میں تھی یا مری تقدیر میں
بن کے تیر نیم کش کرتی ہے جب دل شکار — وہ نگاہ شوخ بھی ہے چشم آہوگیر میں
تیری الفت وحشت محبت جوش ... — خامۂ قدرت نے کیا کچھ لکھ دیا تقدیر میں
انقلاب دہر سے ... — جو لہو دل میں تھا وہ اب ہو گئے تیر میں
... — رنگ خون آرزو ... مری تقدیر میں

بات کیا ہو کیونکہ جسمین سُنتے ہین آتے شوق سے
صفدر یہ وار دنتہ جادو ہو تری تقریر مین

۶۔ منشی محمد حسین صاحب محوی صدیقی (لکھنوی)

پھر تصور مین وہ صورت آگئی　آگئی پھر دل پر آفت آگئی
ڈھل گیا دن شام فرقت آگئی　غم نصیبون کی قیامت آگئی
قاتل عالم لقب رکھا تو پھر　اور جو مقتل مین نزاکت آگئی
محو آرائش ہوا وہ مست ناز　دل فدا کرنے کی ساعت آگئی
کس قدر بشاش ہے بیمار غم　موت کیا آئی مسرت آگئی
کھل گیا سب راز خاموشی مرا　چپ لگی ایسی کہ آفت آگئی
لو مزاج یار بھی برہم ہوا　فصل گل کیا آئی وحشت آگئی
کس قدر پُر درد تھا ذکر فراق　سُن کے کچھ اُن کو بھی رقت آگئی
ہو گیا جب شدت محوی حال غیر
یکبیک وہ بہر عیادت آگئی

۷۔ حاجی حکیم محمد عاشق حسین خان صاحب ابو العلائی ہاتف

آہ کہتی ہے دل بیتاب مین اثر پیدا کرون　تو دل بے نالے بنا ہے پتھر مین گھر پیدا کرون
دلمین اپنے عشق اُس بت کا اگر پیدا کرون　سختیان سہنے کو پتھر کا جگر پیدا کرون
دل پہ گل کھا کھا کے بن جاؤن گلستان بہار　رشک لالہ کو وہ داغ جگر پیدا کرون
بخیہ گر وہ ڈھونڈھ لون جو زخم جگر کر دے درست　نہ دوبارہ درد دل دیارہ کر پیدا کرون
اختر قسمت کو پھر چمکا دون اے پیر فلک　کونسی آئی جو رستہ نہ کہ پیام پیدا کرون
نقد جان و دل کو دون ہاتف اسکی آہ مین
اپنے پیارے کی محبت اسقدر پیدا کرون

۸۔ منشی عبد الخالق صاحب خلیق (دہلوی)

کرے عشق وہ جس کو ہو زار رہنا　دل افگار، ناچار، بیمار رہنا
نتیجہ محبت کا ہے خوار رہنا　ہزار آفتون مین گرفتار رہنا
ذرا تم یہ اپنا تلون تو دیکھو　کبھی تور رہنا کبھی یار رہنا
اگر طور پہ جاکے کچھ دیکھنا ہے　تو موسیٰ ذرا آپ ہوشیار رہنا
سگِ لیلیٰ بن یا دبیلے ہین مجنون　شب و روز ہوشیار بیدار رہنا
یہان بھی اُسی کے ہو لے حضرت دل　وہان بھی اُسی کے طرفدار رہنا
قیامت بپا اب رہے گی جہان مین　اُٹھین آگیا گرم رفتار رہنا
مجھے جان سے اب نہ بیزار کیجیے　تمھارا یہ ہردم کا بیزار رہنا
اس آہ رسا کا ٹھکانا نہ دیکھو　کہ دل سے نکلنا فلک پار رہنا
کہا کس نے تھا تم سے اے حضرت دل　کہ یون مبتلا ہو کے ناچار رہنا
یہ نادان دل لیکے جاتے ہو گر تم　تو اس بے خبر سے خبردار رہنا
نگاہین تری ٹھہر گئی ہین کس سے　ستمگر یہ ہر دم کا خونخوار رہنا
کسی نرگسی چشم پر وہ ہو شیدا　کہ جس کو ہو منظور بیمار رہنا
وہ دزدیدہ نظرین ہین ہمراہ کے دیتے　ذرا اُن سے دل والو ہشیار رہنا
خدا اُن گناہون کو بخشے نہ بخشے
خلیق عفو کے تم طلبگار رہنا

۹۔ ابو انبیان مولوی محمد رضا صاحب رضا صدیقی (الہ آبادی)

کھولدے پیر مغان میخانہ کا دروازہ آج　عید کا دن ہے پلا رندو نکو بے اندازہ آج
تذکرے میرے جنون کے شہر مین مشہور ہین　ہر بیابان مین مری وحشت کا ہے آوازہ آج
خاطر افسردہ ہین کیون یکبیک آئی اُمنگ　شاید آنے والی ہے کوئی نوید تازہ آج
دیکھ کر یہ میری بیتابی جوشش انتظار　بن گیا ہے دیدۂ حسرت مرا دروازہ آج
کون میخانہ مین آیا ہے نیا توبہ فروش　کیون لنڈھائی تو نے اے ساقی شراب تازہ آج
شیخ بھی ہے محتسب بھی رند بادہ نوش بھی　بن گیا دار القضا میخانہ کا دروازہ آج
پھر جواب نامہ اُس ظالم نے لکھا دلشکن　پھر پریشان ہے کتاب عقل کا شیرازہ آج
پھول رکھے ہین قفس کے سامنے صیاد نے　عندلیب زار کا زخم کہن ہے تازہ آج
لے رضا پھر ایک چُلو پہ توبہ توڑ دے
مستیون پر ہے خمار نشہ کا خمیازہ آج

زبان اُردو کا نادر و نایاب ذخیرۂ کتب

علوم طبعیہ کی تاریخ۔ علوم طبعیہ کی ان تمام دریافتوں اور ایجادوں کی کی تشریح جو ساتوین صدی قبل مسیح لیکر انیسوین صدی تک انکے وقتاً فوقتاً عمل مین آتی رہی ہین مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہی۔ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتون اور ایجادون مین کیا کیا حصہ لیا نہایت مفید اور مستحکم کتاب ہر مضامین کی وضاحت کیلئے صدہا تصویرین دی گئی ہین قیمت ہر دو جلد عہ مجلد عہ

عجیب و غریب صدی۔ دی ونڈرفل سینچری رینڈر مصنفہ الفریڈ رسل والس کا اردو ترجمہ اس کتاب کو عجائبات روزگار کا مجموعہ سمجھنا چاہیے اس مین وہ تمام باتین بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہین جو انیسوین صدی مین حکمت نے ایجاد یا تحقیق سے ظاہر کی ہین حرارت روشنی اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دنیا مین کیے ہین وہ عالمانہ طور پر کتاب مین مندرج ہین۔ علاوہ ازین آتش فشان پہاڑون اجرام فلکی علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائے گئے ہین حجم ۲۰۰ صفحات قیمت ۹ر مجلد ۱۳ر

سورج چاند ستارے۔ اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہی جسمین چاند سورج ستارون سیارون دمدار تارون ٹوٹنے والے تارون کی زمین سے دوری انکی وسعت ضخامت باہمی تعلقات گردش کیفیت اثرات روشنی حرارت برودت وغیرہ معمولی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتین بیان کی گئی ہین جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہین زمین پر بیٹھکر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائین حجم ۳۰۰ صفحات قیمت صرف ۸ر مجلد ۱۲ر

حیات شمع۔ جسمین شمع کی لو روشنی شمع کے لیے ہوا کی ضرورت شمع کے جلنے سے کون کون اشیا پیدا ہوتی ہین شمع کے جلنے اور عمل تنفس کی مشابہت کوئلہ کی گیس کاربونک ایسڈ ہیڈروجن نائٹروجن آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص اور وزن و ماہیت وغیرہ کے حالات درج ہین قیمت ۱۰ر

پھولون کی کہانی۔ جسمین پھول کے اعضا افعال و خواص بناوٹ اصطلاحی نام درجہ بندی نوزائیدہ شادی بیاہ پتے کھانے پینے وغیرہ کے مفصل اور باتصویر حالات درج ہین قیمت ۱۰ر

مشرق کی نابود شدہ تہذیب۔ کتاب کیا ہی ایک عبرت کا نقشہ ہی یا یون کہو کہ مشرق کی نابود شدہ تہذیب کا ہو بہو مرقع جسمین یونان کی نہایت قدیم قومون کے عروج و زوال کی تصویر صاف صاف نظر آتی ہی نہایت قدیم اقوام مثلاً فنیقی حتی بابلی کالدی اسوری عرب ایرانی مصری یہودی وغیرہ کے وہ تمام دلچسپ تاریخی حالات قلمبند کیے گئے ہین جو تہذیب و شائستگی کا مسلم معیار سمجھے جاتے ہین قیمت ۶ر

اصول اٹلکس یا اٹیکس۔ تعریف نام سے ظاہر ہی جو لوگ اٹلکس سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہین مناسب ہی کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھین قیمت صرف ۱۲ر مجلد عہ

فلسفۂ الوہیت یعنی سریمد بھاگوت گیتا مع ترجمہ و تشریح مولفہ رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ صاحب مدن۔ بڑی تقطیع ۴۰۰ صفحات لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ دبیز توضیح مطالب کے لیے متعدد رنگین نقشے بھی شامل کیے گئے ہین طبع ثانی بہار مجلد قیمت عہ

اپنشدون کی تعلیم۔ اس کتاب مین اپنشدون کا مذہب یعنی خدا انسان دنیا کی پیدائش قانون اور نتیجتاً انسان کی موجودہ اور آئندہ حالت اور بندھ اور موکش کا بیان ہی قیمت عہ مجلد عہ

ویدون کی تعلیم انگریزی کی مشہور و معروف کتاب بینکم چندر چٹرجی کا ترجمہ قیمت مجلد ۱۴ر

خدا کی ہستی۔ انگلستان اور امریکہ کے مشہور عالمان علم الٰہی کی نادر اور مستند تصنیفات کا انتخاب عبارت نہایت سلیس اور عام فہم قیمت مجلد ۱۲ر

حدیقۃ الاخلاق۔ اکانومی آف ہیومن لائف کا اردو ترجمہ اس کتاب کی نصائح سونے کے پانی سے لکھے جانے کے قابل ہین تقریباً تمام مہذب زبانون مین اس کا ترجمہ ہو چکا ہی ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہی نوعمر لڑکون اور لڑکیون کے لیے یہ ایک اچھا انعام ہی قیمت ۱۲ر

حیات بعد الموت۔ یہ انگلستان کی نامور مصنفہ فلانس میریٹ کی لاجواب

کتاب دیرا نیو دیو سرگرنی فانی دیس) کا فصیح ترجمہ ہے جس مین شمس العلما نصاب بار ڈیٹی کا اپنے دادا اور شفیق حقیقی رتبا ہر اور علیم بانتہ روشن خیالون کے لیے سہری زندگی بخشنے والی غذا ہے قیمت ۹ محلد ۱۲

ہوائی کرّے عجائبات - اس کتاب مین ہوائی کرہ کے عجائبات نہایت دلچسپی کے ساتھ بیان کی گئی ہین طلبا نہایت ضروری ہے قیمت ۱ر

تاریخ مذہب - اس مین مذہب کی ابتدا اور ترقی کا حال اور بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابل اور اسوریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک کی اقوام کے مذہب کی مختصر تاریخ درج ہے قیمت ۸ر مجلد ۱۰ر

قدما کی حکمت - لارڈ ایبلی کی مشہور و معروف کتاب ورڈم آف دی اینشنٹس کا ترجمہ نہایت دلچسپ قابل مطالعہ ہے قیمت ۶ر

داستان مریخ - ستارہ مریخ کی بابت جس قدر اس وقت تک تحقیقات ہوچکی ہے بہ پہلو اختصار کے ساتھ اس مین قلمبند کر دیا ہے قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۰ر

مشاہیر عالم - دنیا مین جو مشہور اشخاص گذرے ہین اس کتاب مین انکے مختصر حالات درج ہین جو نہایت مفید اور تعلیم بخش ہین اس کے مطالعہ سے نوجوانون مین ہمت اور رفاہ عام کے کامون کی تحریک و تشویق پیدا ہوگی قیمت ۸ر

طالبان حق - اس کتاب مین تین مشہور مسلمہ ناول درج ہین (۱) اسٹیل کا (۲) ایک مٹی اور (۳) آکسفورڈ کے والا نصیحت آمیز اوال ہین نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتاب ہے قیمت مجلد ۱۲ر

جان ہیلیفیکس جنٹلمین - اس کتاب مین ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہین کہ کیونکر وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے باعث ترقی کرکے دولت مند ہوگیا۔ نوجوانون کے لیے نہایت مفید ہے قیمت ہر دو جلد عہ مجلد عہ

مصری کا یا پلٹ - سر آکلنڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہے۔ حجم ۴۲۰ صفحہ قیمت مجلد عہ

سوانح عمری پیغمبر عالم - حضرت رسول اکرم کی حیات مقدس کے حالات اس وقت تک دنیا کی متعدد زبانون مین مدون ہوچکے ہین اردو مین بھی بہت سی کتابین موجود ہین لیکن یہ کتاب اس لحاظ سے خاص تعریف و قدردانی کی مستحق ہے کہ اس مین آنحضرت کی سوانح نہایت محنت و قابلیت سے مختصر لیکن جامع طور سے درج کیے گئے ہین اور چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی باقی نہین چھوڑا گیا کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے حجم ۶۰۰ صفحہ قیمت عہ مجلد عہ

رسول عربی - پیغمبر اسلام کی جامع سوانح عمری اور سچے حالات حجم ۴۸ صفحہ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۹

بنت الرسول - سیدۃ النسا حضرت فاطمہ کی مکمل لائف اس کتاب کو حضرت جناب اکبر آبادی نے لڑکیون اور مستورات کے لیے لکھا ہے حجم ۹۶ صفحہ قیمت ۵ر

اکسیر سخن - والکوٹ کا ایک مشہور نظمون لانگ فیلو اور دوسرے مشہور شاعرون کی نظمون کا اردو ترجمہ نظم انگریزی کی نظمون کے ساتھ منشی بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ہمارے کرشن پرشاد صاحب کا نام اس کتاب کے عنوان پر کی گئی ہے اور آپکی تصویر بھی شامل ہے نیز ان نظمون کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی تصویر بھی ساتھ شروع مین لگائی گئی ہے یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھون ہاتھ خریدی جائے بہت کم نسخے اب باقی ہین قیمت ۹ر

قاسم و زہرہ - منشی محمد علی صاحب شوق قدوائی کا منظوم ڈرامے کے طرز پر شوق نے غزلیات شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا انتہا کا دلآویز شوخی اور رنگینی سے بھرا ہے قصہ نیست لطیفے برجستہ باینہمہ دلکشی حکیمانہ مذاق سے خالی نہین معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھائے ہین سحر کی کیفیات جذبات مین سراپا ڈراما ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸ر

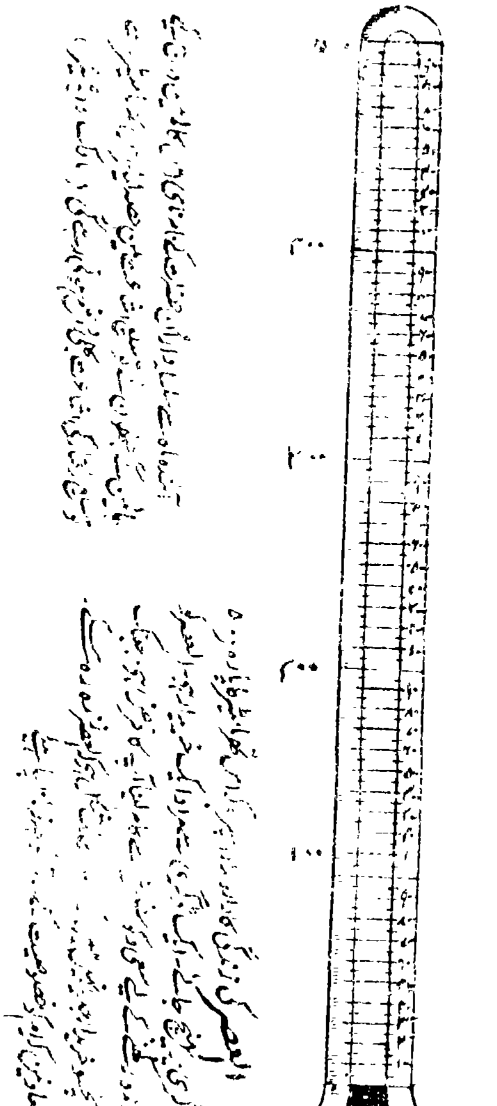
عالم خیال - حضرت شوق قدوائی کی ایک بے نظیر بے بدل اردو نظم جو ملک مین مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ چاروں لہجون کے ساتھ یار عالمانہ ریویو بھی شامل ہین نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے شروع مین ایک خیال عورت کی نادر تصویر چھپان لیکی ہے جو اسی کے لیے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہے۔ قیمت ۱۰ر

برکات سلطانی - یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف شروع مین سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چھاپی گئی ہے لڑکیون اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے قیمت ۶ر

قدر شناسان العصر کی خدمت مین

اپیل

معزز معاونین العصر کی خدمت مین ہم ادب سے التماس کرتے ہین کہ اگر آپ فی الحقیقت اِس عمدہ اور پاکیزہ رسالے کی قدر کرتے ہین اور اس کو ملک اور قوم کے حق مین مفید تصوّر فرماتے ہین تو آپ کا یہ ملکی اور قومی فرض ہے کہ اس کی توسیع اشاعت مین دل سے کوشش فرمایئے کیونکہ اس کی مالی حالت جب خطرے مین نہین رہیگی تو ہم اس کو مفید ترین اور اعلیٰ ترین درجے پر پہنچانے کی کوشش بآسانی کرسکین گے۔ ہم اپنے معزز خریدارون کو اس سے زیادہ تکلیف دینی نہین چاہتے کہ ہر خریدار اس کو اپنا فرض جان لے کہ وہ العصر کے لیے دو خریدار اور پیدا کریگا، اور جبتک یہ جدید خریدار پیدا نہو جائین اس فرض سے اپنے تئین سبکدوش خیال نکرے۔ ہم امید کرتے ہین کہ العصر کے معزز قدرشناس ہماری اس ناچیز درخواست پر تہِ دل سے توجہ مبذول فرمائین گے۔





سرزمین دکن سے مقبولیت کی آواز
جاپان کی نرالی ایجاد - بوڑھی دنیا کو جوانی کی یاد
جاپانی شباب کی طرف سے ہندوستانی بڑھاپے کو پیغام دعوت
بڑھاپے پر جوانی کی دہشت

صبح کا ستارہ

(اقتباس چٹھی مورخہ غرہ مہر ۱۳۲۵ ف از جناب مولانا مولوی رکن الدین صاحب مدظلہ العالی (۱۸ - اگست ۱۹۱۶ء) رئیس سوکھا حوض - حیدر آباد دکن۔

میں نے آپ کی کمپنی کا خضاب ؟ (صبح کا ستارہ) استعمال کیا سبحان اللہ خضاب مذکور بہت عمدہ اور آسان ہے۔ رنگ بھی بہت اچھا آتا ہے اور بال بھی نرم رہتے ہیں اور اضافہ یہ کہ جلد پر دھبہ نہیں پڑتا ہے جب سے آپکے خضاب کا استعمال کر رہا ہوں دوسرے خضاب کا استعمال موقوف کر چکا ہوں۔ (رکن الدین)



اب درد کی شکایت نہ کیجیے

فرمائیے آپ کو کیا تکلیف ہے ؟

دردسر، وجع المفاصل، درد اعصاب، درد کمر، دانتوں کا درد، حلق پکنے میں درد، کھانسی، زکام وغیرہ شکایات

امرت انجن (رجسٹری شدہ)

کے استعمال سے بالکل رفع ہو جاتی ہیں۔

آر - آر - گنگولی اکونٹ سب جج درجہ اول کرد لکھ تحریر فرماتے ہیں : "میں نے بواسیر، دردسر، وجع المفاصل، کھانسی، زکام کے لیئے امرت انجن کو بے حد مفید پایا" (مسٹر میکسول منیز ڈ تحریر فرماتے ہیں : "امرت انجن ہر قسم کے درد کے لیے بیحد نافع ہے!)

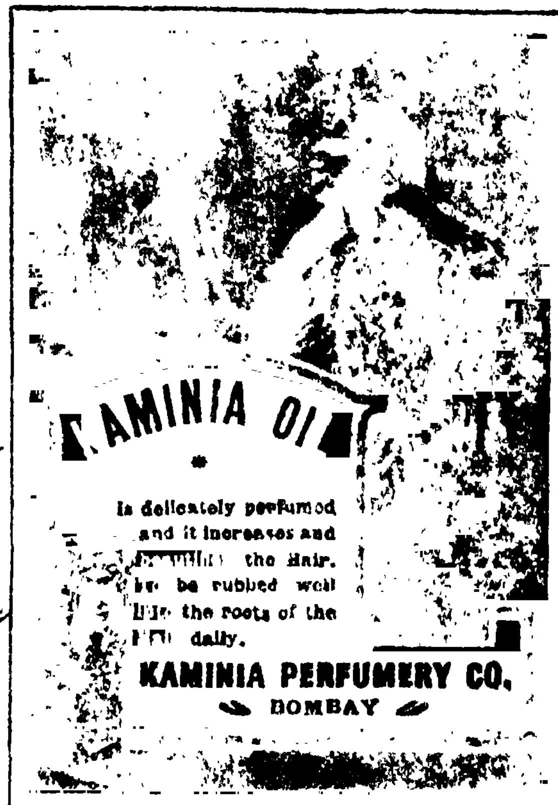
ہر جگہ دوا فروشوں کے یہاں سے آٹھ آنہ میں ایک شیشی دستیاب ہو سکتی ہے۔

امرت انجن ڈپو

نمبر ۱۱۹ فریئر روڈ بمبئی ——— نمبر ۹ تھمبو چیٹی اسٹریٹ - مدراس

مرد عورت اور لڑکون کے لیئے سر مین لگانے کا خوشبودار تیل

(رجسٹری شدہ) **کامی نیا آئیل** (رجسٹری شدہ)



یہ تیل نہایت عمدہ اور فائدہ مند ہی ہندوستان کے ہر ایک حصّہ مین سب اسی کا استعمال کرتے ہین کیونکہ یہ مفید اجزا سے مرکب ہی کامی نیا آئیل سر پر لگانے سے ٹھنڈک رہتی ہی اور اسی باعث طالبعلمون وکیلون بیرسٹرون اور دماغی کام کرنے والون اور جن کے سر مین درد رہتا ہو بہت مفید ہی کامی نیا آئیل سر کی ہر ایک قسم کی بیماریون کو دور کرتا ہی اور گرتے ہوے بالون کو بچاتا ہی اور بے وقت بال سفید ہونے نہین دیتا۔ سر کے بال نرم سیاہ و چمکدار ہو جاتے ہین دماغ کی خشکی درد سر و کمزوری وغیرہ کو دور کرتا ہی۔ بالون کو بڑھاتا ہی ضعف دماغ و زیادہ رنج و غم و فکر کی وجہ سے بالون کی جڑین کمزور ہو جاتی ہین اور پھر بال ٹوٹ کر گرنے لگتے ہین اور یہ عارضہ اکثر بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی عورتون کو ہوتا ہی جس کے لئے کامی نیا آئیل نہایت مفید ہی۔ نقلی تیل جو بازار مین لوگ فروخت کرتے ہین دماغ کو نقصان پہنچاتے ہین ایسا ضرر رسان تیل نہ خرید بلکہ ہمیشہ ہمارا اصلی کامی نیا آئیل طلب کرو جس کی عمدگی کے لیے ہم کو میسور کی گذشتہ نمائش گاہ سے ایک سونے کا تمغہ انعام ملا ہی۔ کامی نیا آئیل خریدتے وقت اگر کوئی دوکاندار آپ کو دوسرا تیل دے اور یہ کہے کہ اس سے سستا عمدہ ہی تو اس کی خریداری سے اجتناب کرو کیونکہ ہلکا تیل فروخت کرنے والے زیادہ نفع کی لالچ سے خراب مال دینے کی کوشش کرتے ہین۔ اس لئے جب خرید کامی نیا آئیل کی سربند بوتل دیکھ لو۔ **قیمت** فی بوتل عہ محصول ڈاک وی پی خرچہ چار آنہ ۳ تین بوتل دو روپیہ دس آنہ وی پی خرچہ سات آنے۔

استعمال کرنے کی ترکیب۔ بال اور بالون کی جڑون کو ہر دوسرے تیسرے روز صاف کر کے اُن مین تیل کی مالش کی جائے۔

آٹو دل بہار (رجسٹری شدہ) واقعی آپکے مزاج کے مطابق قدرتی پھولون کا کیمیاوی طریقہ سے جوہر نکالا گیا ہی خوشبو کی پائداری اور پاکیزگی مین لاثانی ہی اسکے چند قطرے آپ رومال پر لگانے سے آپکے گرد مہکتے ہوے پھولون کا باغ ہونے کا ثبوت دین گے اچھی خوشبو کے طلبگار اسمین کفایت کا پہلو تلاش کرین (اسمین شراب کی آمیزش نہین ہی قیمت چھوٹی شیشی ۸ روپیانی ۱۲ بڑی عا محصولڈاک علاوہ اسکی بڑھتی ہوئی فروخت دیکھ کر حریفین نے نقل بنانا شروع کی ہی)

ہر ایک شیشی پر لفظ "آٹو دل بہار" رجسٹرڈ دیکھ کر خریدین۔

سول ایجنٹس انگلو انڈین ڈرگ اینڈ کیمیکل کمپنی جامع مسجد مارکیٹ بمبئی

لکھنؤ کے لئے ایجنٹ جے سرکار کمپنی۔ سوداگران و دوا سازان قیصر باغ۔ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۰۹ — مارچ ۱۹۱۷ء

ادب اُردو کا ماہوار باتصویر رسالہ

ادیب

مرتبہ
پیارے لال شاکر (میرٹھی)

قیمت سالانہ للعہ مع محصول — (حقوق محفوظ) — قیمت فی پرچہ ۔

छोटे बच्चों के लिये

डैं गरका बाला :त

چھوٹے بچّون کی طاقت بڑھانے والی دوا ڈونگرے کا بالامرت

یہ ڈونگرے کا بالامرت مشہور (میٹھا) ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچے بہت خوشی سے پیتے ہین یہ دوا بچون کو مضبوط طاقتور بنانے مین بکتا ہوتی ہو چھوٹے بچون کی کھانسی بخار بدہضمی پیچش وغیرہ امراض جو اکثر ناطاقتی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین وہ اس دوا کے استعمال سے رفع ہوجاتے ہین اور اس سے بچون کا بدن تھوڑے ہی عرصہ مین گوشت سے بھر کر فربہ و وزن دار بنتا ہو اور غذا بہت جلد ہضم ہو کر جسم مین طاقت بڑھتی ہو جن لڑکون کو دودھ ہضم نہین ہوتا اُن کو دودھ مین بالامرت ملا کر دیا جائے تو وہ اچھی طرح ہضم ہوتا

قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ۴ تین شیشی کی قیمت ۲ محصول ڈاک ۱۰

کے۔ ٹی۔ ڈونگرے کمپنی پنیڈسے واڑی گرگام ممبئی



اگر

آپ اپنے لڑکے اور لڑکیون کو تندرست رکھنا چاہتے ہون تو

لال شربت

پلاوین کلیجہ کی کمزوری وکھانسی ولاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو

لال شربت

پلاؤ پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکسان فائدہ کرتی ہے پینے مین شیرین اور رنگ سُرخ ہونے کی وجہ سے لڑکے خواہش سے پیتے ہین۔

آپ بھی اپنے بچے کو استعمال کرا کے آزمائش کریجے

قیمت بارہ آنہ ۱۲ فی شیشی محصول ڈاک ۴ چار آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

محمڈن یونین ایجنسی لکھنؤ

حضرات! یہ ایجنسی محض آپکی سہولت و آسانی کے لیے قائم کی گئی ہے جو آپکی ضرورت کی جملہ چیزین نہایت ہی قلیل منافع پر مہیا کرتی ہے -

یہ ایجنسی عام طور پر ہر ایک فرمایش کی باحسن وجوہ تعمیل کرتی ہے - خاص کر — ہر علم و فن کی انگریزی - اردو - عربی - فارسی - ناگری کتابین - قلم - پنسل - فونٹن پن - لٹرپیپر - لفافے - قلمدان لکھنے پڑھنے کا جملہ سامان - لکھنؤ کی چکن - کامدانی - ٹوپیان - دوپٹے - ساریان - رومال - کرتے عبایئن - زیورات نقرہ و طلائی - سادہ کاری انگوٹھیان - ناک مین پہننے کی کیلین - سیس پھول لکھنؤ کی فردین - لحاف - پلنگ پوش - میزپوش - لکھنؤ کے بنے ہوے زنانہ و مردانہ کامدار جوتے سادہ و مخملی و کامدار زیرپائی - سلیپر - سپنگ - کی کھنگیان - چکنی ڈلی - الائچی - مستی کی الائچیان - تمباکو خوردنی - زردہ - قوام - گولیان - کتھا خوشبودار - گوٹہ پٹھا لچکا بیل - بنت - گوکھرو چٹکی - توئی - کرن - سنہری و روپہلی و گنگا جمنی — زردوزی ٹوپیان - لکھنؤ کے بنے ہوے تانبے پیتل کے برتن - لوٹا - پاندان - خاصدان - حقہ - اگالدان وغیرہ وغیرہ -

موزہ - بنیائن - رومال - تولیہ - کالر - نکٹائی - مختلف قسم و قیمت کی فیلٹ و ترکی ٹوپیان - روغن خوشبودار - عطریات ہر قسم - ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائین - شربت - معجون - جوارش - زعفران - مشک عنبر - موتی وغیرہ - اچار - چٹنی - مربے - نیز دیگر اشیاے ساخت لکھنؤ - فرمائش آنے پر بکفایت و عمدگی روانہ کیجاتی ہین -

آپکو ان چیزون کی اکثر ضرورت پڑتی ہوگی اور مختلف ذرایع سے منگاتے ہونگے - ہماری درخواست ہے کہ ایک مرتبہ ہمین بھی فرمایش دیکر ہماری خوش معاملگی کا امتحان کیجیے - ہمارا دعوے ہے کہ صرف ایکمرتبہ ہمین فرمایش دینے سے ہماری خوش معاملگی ہمیشہ کے لیے آپکو ہمارا خریدار بنادیگی -

فرمائشات کی تعمیل نقد قیمت آنے پر یا ویلو پی ایبل پارسل کے ذریعہ سے ہوگی - ویلو پی ایبل منگانے کی حالت مین بقدر محصول پیشگی رقم آنا ضروری ہے -

فصلی چیزین

آم - خربوزہ - ترکاریان - سینیان - پچھے وغیرہ کی روانگی کا بھی ہمارے یہان خاص انتظام ہے - لیکن ایسی چیزون کے لیے پوری قیمت پیشگی آنا ضروری ہے -

جملہ فرمائشات مندرجہ ذیل پتہ سے آنا چاہیین

منیجر محمڈن یونین ایجنسی - محلہ لاٹ کلن لکھنؤ

العصر

جلد ۶ — نمبر ۳ — مارچ سنہ ۱۹۱۷ء

فہرست مضامین

تصاویر:- (۱) دعا (۲) مسٹر جے آر رائے (۳) پروفیسر بی گھوشال ایم اے

اطلاع

اکثر حضرات کئی کئی ماہ بعد پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع دیتے ہیں۔ ایسے حضرات سے گذارش ہے کہ ہر مہینے کے پرچہ کے لیے اسی ماہ کی آخری تاریخ تک اطلاع دی جائے۔ بعد کو پرچہ نہ باقی رہنے کی وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں ہو سکتی۔ اس اطلاع پر خصوصیت کے ساتھ عمل کرنا چاہیے ورنہ بعد کو قیمت لی جائے گی۔ مینیجر العصر - لکھنؤ۔

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر ماہ کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔

(۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے اور ممالک غیر سے چہ مع محصول ہے۔ اسمیں کمی ناممکن ہے۔

(۳) نمونہ کے لیے ۸ر آنا چاہیے مفت نہیں ملے گا۔

(۴) خط و کتابت کے لیے پیشگی قیمت ناضروری ہے ما بعد کا حساب نہیں

(۵) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضروری دینا چاہیے۔

(۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

(۷) ترسیل زر و درخواست خریداری اور جملہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیے۔

(۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ و ریویو کے لیے کتابیں تبادلہ کے لیے اخبارات و رسائل بنام ایڈیٹر العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں۔

(۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالیٹکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائیگا، نا تمام مضامین بھی نہ لیے جائیں گے۔

(۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کیلیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا، مگر اس میں ہر د لخیل مضامین کی تخصیص ہے۔

کلیات شادان

یعنی مہاراجہ راجایان مہاراجہ چندو لال بہادر شادان مغفور وزیر اعظم دولت آصفیہ

کا اردو مجموعہ کلام مع قصائد

کلیات کے شروع میں مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای دام اقبالہم نے ۴۰ صفحہ کا ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جس میں اپنے جد اعلیٰ کے مختصر حالات اور ان کے کلام کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں مہاراجہ چندو لال بہادر ایک ملکی و مدبر ... اور ... شاعر تھے ... مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انکی توجہ سے ایک صدی ... کی گویائی کا یہ عالی نمونہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اس کلیات کا ایک ایک شعر عشق و محبت کا دفتر ہے اور طرفہ یہ ہے کہ تصوف کا رنگ اس قدر غالب ہے کہ انکی شاعری دیکھنے کے بعد مشکل سے کوئی کہہ سکے گا کہ وہ ... ہوئی تھے یا انکا مذہب صلح کل نہ تھا زبان بھی مقابلۃً نہایت شستہ اور صاف ہے

غرض یہ کلیات اس قابل ہے کہ ہاتھوں ہاتھ خریدا جائے۔

تقطیع ... ضخامت ۵۰۰ صفحات کاغذ ولایتی چھپائی نہایت عمدہ۔

قیمت بلا جلد عمر فی جلد۔ مجلد ... فی جلد

فرحتکدۂ آفاق ترجمہ عشرتکدۂ آفاق

یہ کتاب بھی راجہ راجایان مہاراجہ چندو لال بہادر شادان مغفور وزیر اعظم دولت آصفیہ کی تصنیف کا نمونہ ہے جس کو راجہ راجیشور راؤ بہادر اصغر نے فارسی زبان سے نہایت قابلیت کے ساتھ سلیس اور عام فہم اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب میں دلچسپ و سبق آموز حکایات اور نکات کے تذکرے درج ہیں جو قابل دید ہیں۔

حجم ۲۰۰ صفحات قیمت فی جلد آٹھ آنے مجلد بارہ آنے

(محصول ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار ہوگا)

المشتہر

سکرٹری منروا پبلشنگ کمپنی منروا پریس لکھنؤ (اودھ)

پہلے درویش کے جنگی کارنامے

یعنی ان ترکی درویشوں کا بیان جنہوں نے ... شریک ہوئے۔ عنوان کے تحت میں نہایت موثر و دلکش تاریخی مضامین کا ایک قابل دید سلسلہ حضرت علامہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے میرٹھ کے ماہوار مذہبی و ادبی رسالہ راز و نیاز کے لیے لکھنا شروع کیا ہے اس ... سلسلہ کا پہلا حصہ راز و نیاز کے نوروز نمبر ... جنتری ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا ہے جو ... تاریخی مضمون کے مطالعہ سے لطف اٹھانا چاہتے ہیں وہ صرف ۴۰ کے ٹکٹ بھیجکر درویش جنتری ۱۹۱۷ء منگالیں جس میں سال بھر کے لیے ... معتبر اوقات ایک ہزار سے زائد بزرگان دین کے عرسوں کی تاریخیں حضرت ... اسلام کا عبرت آموز قصہ ... حکایت فقہی مسائل شرعی آداب اعمال و وظائف۔ مجرب علاج اسلامی اشتہارات و مسائل کی فہرست اور بہت سی کار آمد اور دلچسپ باتیں درج کی گئی ہیں اور جس کی ایک ایک سطر پڑھنے کے قابل ہے۔ رسالہ راز و نیاز کے (جس کی سالانہ قیمت عہ ...) ... کے مستقل خریداروں کو درویش جنتری مفت دی جاتی ہے محض ... خرچ کر کے آپ درویش جنتری اور راز و نیاز کے دو پرچے خرید سکتے ہیں۔

منیجر رسالہ راز و نیاز و درویش جنتری کیمپ میرٹھ

انقلاب یورپ

یورپ کے جدید سیاسیات پر ایک حیرت خیز فرانسیسی ناول کا ترجمہ ہے جس کا ایک ایک ورق ایک ایک سطر ایک ایک لفظ پڑھنے والے کو دریائے فکر و تحیر میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے مترجم بابو روشن لال صاحب ہیں۔ یہ ناول ہر ماہ ۲۰-۲۵ بڑے صفحوں پر رسالہ ترجمان لاہور میں شائع ہو رہا ہے جس میں اسکے علاوہ ملک کے مشہور انشا پردازوں کے مضامین بھی نکلتے ہیں ناول کے بہت کم ابتدائی پرچے باقی ہیں انھیں بہت جلد چندہ سالانہ ... طلب کیجئے شاید پھر کبھی آپ اس ناول کو مکمل نہ دیکھ سکیں نمونہ کیلئے ۵ کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں

لال برادرس نمبر ۲ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

نوشتۂ تقدیر

آپ ایک پوسٹ کارڈ پر اپنا نام اور تاریخ پیدائش اور اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو تخمینۂ عمر اور پوسٹ کارڈ لکھنے کی تاریخ اور وقت لکھکر بھیج دیجئے۔ ہم آپ کو آئندہ بارہ مہینے کے پیش آنے والے حالات و واقعات یعنی خوشی و غم کس ماہ میں کس تجارت سے نفع ہوگا۔ روزگار کے متعلق ترقی تبدیلی موقوفی علالت کیا اولاد ہوگی وغیرہ جملہ باتوں کا خلاصہ ... بذریعہ ویلیو پے ایبل ارسال کر دیں گے نامطابق ہونے پر قیمت بلا عذر واپس ہوگی۔ جنم پترہ وغیرہ بھی تیار کیا جاتا ہے فیس ... لاٹری گھوڑ دوڑ یا کسی اور قسم کی بازی لگانے سے پیشتر آپ ہم سے مشورہ کریں تو یقیناً نفع میں رہیں گے فیس واجبی لی جائے گی۔

جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

المشتہر: پروفیسر ایف۔ ای میرل، وکٹوریہ گنج لکھنؤ

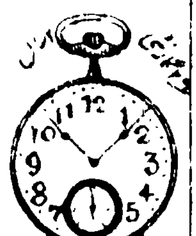
سب سے عمدہ حسب منشا بکفایت مال منگانا ہو تو ہم سے طلب کیجیے جملہ فرمائش کی تعمیل ذریعہ وی پی کی جاوے گی خرچہ بذمہ خریدار ہوگا؟

وائٹ میٹل واچ



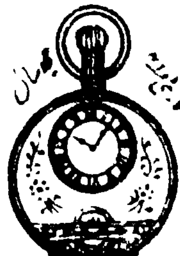
۲۹ بند کیس عالیحدہ چابی صدا چال نہایت خوبصورت گارنٹی ۳ سال قیمت ایک روپیہ
۲۷ سبزی کیس ۲ روپیہ
۲۹ جسینا کیلس واچ نہایت فینسی کیس مانند اصلی سونے کے ہو گری کی چال بہت صحیح ٹائم دینے والی گارنٹی ۳ سال قیمت نو روپیہ وی پی خرچ ۶

بنٹلین واچ



۱۴ بہت پتلی نہایت خوبصورت صحیح ٹائم دینے والی کیس سیاہ یا سفید قیمت للعہ
۲۳ نہایت فینسی سنہری کیس سبزی ڈائل قیمت چھ روپیہ
۲۵ چاندی کی نہایت مضبوط جولیدار گارنٹی ۶ سال ۔۔۔
۱۱ چاندی بند کیس لیور تلکا جول قسم اعلی سولہ روپیہ

چاندی کی آٹھ روزہ واچ



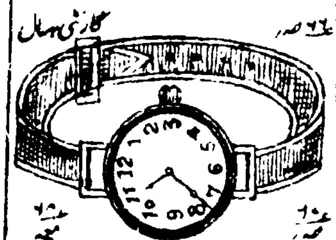
۲۴ اصلی چاندی کی لیور شین جولیدار نہایت مضبوط صحیح ٹائم دینے میں لاثانی قیمت نو روپیہ
۲۶ اصلی چاندی کی بند کیس گارنٹی چھ سال قیمت تیرہ روپیہ
۲۸ آٹھ روزہ چابی کی نکل کیس گر ریڈیم ڈائل کی نہایت مضبوط قیمت گیارہ روپیہ اور چاندی کی ۴۵ تیرہ روپیہ

نیو فلیش ریڈیم واچ



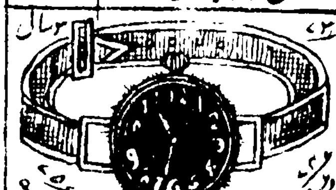
۱۹ اصلی چاندی لیور شین نکل جولدار نہایت مضبوط ریڈیم ڈائل جو رات کو گھپ اندھیرے میں خود روشن ہو کر مانند دن کے ٹائم بتلاتی ہے قیمت سترہ روپیہ
۵۰ بہ صفت لا کر کیس مضبوط کا گارنٹی چھ سال للعہ
۵۲ ریڈیم ڈائل سبزی کیس نہایت فینسی قیمت دس روپیہ

انگلش شیپ نیو پیٹنٹ رسٹ واچ



۴۶ مضبوطی نہایت ٹائم دینے میں عمدہ مضبوط چال نہایت خوبصورت نکل کیس سادہ کیس قیمت پانچ روپیہ
۴۷ بہ صفت گر سبزی کیس قیمت چھ روپیہ
۴۸ جو دار فینسی ڈائل نکل کیس للعہ
۴۹ نہایت مضبوط نکل جولیدار لیور شین مع سیکنڈ قبضہ دار قسم عمدہ گارنٹی ۵ سال قیمت تیرہ روپیہ
۵۰ چاندی مضبوط چال گارنٹی ۳ سال آٹھ روپیہ
۵۱ چاندی کی نکل جولیدار قسم اعلی پندرہ روپیہ
۵۲ سب ۔۔۔ گارنٹی ۳ سال نو روپیہ

انگلش فلیش نیو پیٹنٹ ریڈیم رسٹ واچ



۵۳ مضبوطی ٹھیک ٹائم دینے میں اعلی رات کو گھپ اندھیرے میں سوئیاں وغیرہ خود روشن ہو کر مانند دن کے ٹائم دیتی ہے نکل کیس قیمت آٹھ روپیہ
۵۴ نکل کیس لیور فلیش نکل جول مع سیکنڈ قبضہ دار قسم اعلی نہایت مضبوط گارنٹی ۶ سال قیمت بارہ
۵۵ مضبوط چال چاندی کی گارنٹی ۳ سال دس روپیہ
۵۶ چاندی کی قسم اعلی نکل جول نہایت مضبوط مع سیکنڈ قبضہ دار گارنٹی چھ سال سترہ روپیہ
نمبر ۳۷، ۴۶، ۵، ۷، ۸ سب ریڈیم ڈائل کی ہیں
الارم دار ٹائم پیس بڑے سائز کا قیمت نو روپیہ آٹھ آنے محصول ڈاک آٹھ آنے
الارم دار ٹائم پیس کٹ ڈائل نہایت فینسی قیمت ۔۔۔ وی پی آٹھ آنے ۔۔۔

پہونچی جوڑہ

بالکل اصلی کے موافق اور ریشم کلابتون میں بلا ہوا اسی دانہ کا قیمت للعہ ۶۰ دانہ کا دو روپیہ آٹھ آنے چالیس دانہ کا فی جوڑہ ۔۔۔ روپیہ کلائی کا پیمانہ آنا چاہیے کنگنی دانہ کا سونے کا ملمع کیا ہوا اچھا ہے۔

جوڑے دستی بید خوشنما قابل استعمال زیور ہے دینکا ملمع بہت دیرپا ریشمی کلابتون میں بلا ہوا فی جوڑہ ڈھائی روپیہ

چوڑیاں ہاتھوں کی نہایت اعلی اعلی وضع کی بناوٹ ولفاست میں بالکل سونے کے موافق اور سونے کا دیرپا ملمع ہر ایک سٹ بارہ بارہ چوڑیوں کا قسم لہریدار بیل دار نقشی سادہ دار داغل کٹ ۔۔۔ ہیل دار قیمت فی سٹ دو روپیہ نوٹ: ہر ایک سٹ اپنی طرز کا نرالا ہے

کڑے ہاتھوں کے گول اور ہیل دار ختیے ہوئے مہوکے گھونڈیدار قسم اعلی موافق سونے کے فی جوڑہ ۔۔۔ دالکر روپیہ

چمپاکلی دالنہ با دام کی وضع اور ہر ایک دانہ میں ہیرا جڑا ہوا ہے اور سونے کا بہاری ملمع کیا ہوا ہے اور ریشمی کلابتون میں بلی ہوئی قیمت ۔۔۔

گلوبند گھونگرو دار نقشی دانہ خشائی کی طرز کا نہایت فینسی بالکل سونے کے موافق ہے بہاری ملمع سے

گلوبند جالیدار نیو فیشن نہایت بینظیر اپنی وضع کا نرالا قیمت دو روپیہ

بالیاں جالیدار

بالیاں جالیدار ٹیوٹیلین داغل کٹ فی جوڑہ ۹ روپیہ ۶ آنہ اور بالیاں تین پھولوں کی جوڑہ ۹ روپیہ پھول ۵ ایک پھول ۴

سپے جالیدار بناوٹ ولفاست میں سونے کے موافق اور سونے کا بہاری ملمع جاندار فی جوڑہ ۱۱ روپیہ ۵ نوگھڑ دار نو آنہ ۹

ایرن کانون کے اعلی اعلی طرز کے فی جوڑہ ۱۲ روپیہ ۹

ماہی گرن پھول نہایت فینسی قابل استعمال فی جوڑہ ۴ روپیہ

نوٹ ہر ایک زیور پر بجلی کے ذریعہ سے سونا چڑھایا گیا ہے

عینکیں نگین جو تالی آنکھوں پر لگانے سے ٹھنڈک پہنچتی ہے بینائی میں قوت گرد و غبار سے محفوظ قابل قدر تحفہ ہے قسم اول آٹھ روپیہ نمبر ۱ چھ روپیہ نمبر ۲ للعہ نمبر ۳ للعہ نمبر ۴ چار روپیہ اور میل عینک وغیرہ ۱۲ آنہ قسم دوم جالیدار جس کے گرد میں جالی لگی ہوئی ہے اور بہت ٹھنڈک پہنچانے والی ہیں نمبر ۱ آٹھ روپیہ نمبر ۹ چار روپیہ ۱۰ آنہ خرچہ بذمہ خریدار ہوگا

اصلی چاندی کے ریشن چاند بجدار مبلغی تعویذ اکہری زنجیر بناوٹ ٹھک ڈاغل کٹ لمبائی نہایت فینسی فی سٹ عمدہ اور سونے کا ملمع ہے فی سٹ ۔۔۔ اور ریشمی اسٹائل یعنی کنگنون کے فی سٹ ۔۔۔ ہاتھوں کے انگریزی بیلٹ ۔۔۔ سونے کے موافق مع گھنگھرو ایمیٹیشن جڑی ہوئے فی ایک روپیہ آٹھ آنے

المشتہر:- مولوی محمد لطف اللہ خان جنرل مرچنٹ نمبر ۹۴ شہر دہلی عقب کالی مسجد

الحکم

فلسفہ

اردو رسالون مین اس سے پہلے اس بحث پر جس قدر مضامین راقم کی نظر سے گذرے وہ کچھ ایسے تھے کہ اُن سے فلسفہ کے مفہوم اور ماہیت پر گہری روشنی نہیں پڑتی۔ اس لیے ارادہ ہے کہ اس کی ابتدا اور نوعیت، اور حقیقی معانی پر شرح وبسط سے بحث کر کے اُسے بالکل صاف کر دیا جائے تاکہ جو لوگ بڑی بڑی کتابیں پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے یا انھیں فرصت نہیں ہے، وہ فلسفہ کے معانی اور مفہوم پر بآسانی عبور حاصل کر کے مستفید ہون۔

فلسفہ یونانی الاصل ہے، جو عربی میں داخل ہو کر پہلے فارسی اور پھر اردو مین بھی آ دھمکا۔ اسکے مترادف علم حکمت، علم موجودات حقائق الاشیا، گیان بگیان، ات جوگ وغیرہ وغیرہ ہین۔ فلسفہ کا یونانی ماخذ "فلوس" (PHILOS) اور "سوفیہ" (SOPHIA) ہے جس کے لغوی معنی "شیدائے حکمت" ہین "فلوس" بمعنی شائق اور "سوفیہ" بمعنی دانائی یا حکمت۔ لفظ "فلوسوفیہ" (Philosophia) کو پہلے پہل مشہور یونانی حکیم فیثا غورس نے استعمال کیا تھا۔ دیوجانس لائرٹیس دبی زبان مین اس اصطلاح کا اپنے کو مخترع قرار دیتا ہے۔ مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس اور نیز ایک اور یونانی مورخ طیسی ڈیس (۴۷۱ ق م) نے لفظ "فلوسوفین" (Philosophine) استعمال کیا ہے جس کے معنی "تجسس علم" یا "تلاش حق" ہیں۔ مگر شیدائے حکمت "فلوسوفوس" (Philosophos) سے دراصل جو مراد ہے اُس کا امتیاز پہلی مرتبہ افلاطون کی کتابون مین ملتا ہے۔ اس خیال کی رو سے "فلاسفر" وہ آدمی ہے جو حقائق الاشیا یا زیدِ راستِ اول کی ماہیت معلوم کرنے کی جستجو کرتا ہے۔" اسکی ضد وہ آدمی ہے جو محض موجودات کی علت صوری یا ظاہری صورت کی دیکھ بھال میں مصروف رہتا ہے۔ حکیم سے مراد بقول افلاطون وہ شخص ہے جو ازلی و ابدی اور غیر متغیر ہستی کی حقیقت سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہے، اور واجب الوجود کی فطرت جاننے کے درپے رہتا ہے۔ مگر افلاطون دینی اور اخلاقی معنی مین لفظ فلسفہ استعمال کرتا ہے۔ اسلیے اُس سے فلسفہ کی یہ تشریح پیدا ہوتی ہے

حقائق اشیاء کی ماہیت سمجھنے کی سعی کا نام حکمت ہے۔ مگر ہم موجودات کی اصل کس طرح جان سکتے ہیں اور واجب الوجود کی اصلیت جاننے کے لیے کن طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ اس کی بابت افلاطون خاموش ہے۔ اس نے منطق، اخلاقیات، طبیعیات، نفسانیات، نظریۂ علم، مابعد الطبیعیات وغیرہ کو نیم مذہبی ترکیب میں خلط ملط کر دیا ہے مگر ارسطو نے جو زمانہ سلف کا سب سے بڑا ماہر فن مولا لیکھ اعنی قاموس ستو کے تھا ماہیت اشیاء کی تحقیقات کے طریقے وضع کیے اور ایسے طور پر تفریق کی کہ زمانہ حال تک تسلیم ہوتی رہی۔ ارسطو کے بیان کے مطابق قدیم زمانہ کے فلاسفر علم موجودات (Cosmogony) کے شائق تھے۔ ان کی یہ کوشش تھی کہ مظاہر کے پس اشیت موجود فی الذات کی حقیقت کو جانیں۔ سقراط اور افلاطون اس مسئلہ کا حل انسان کی اخلاقی اور ذہنی حالت سے بہم پہنچانے کی کوشش کرتے تھے جس کی وجہ سے اول الذکر نے علم اور آخر الذکر منطق اور اخلاقیات میں تفریق نہیں کرتا۔ مگر ارسطو نے اپنے استادون کے طریقہ سے انحراف اختیار کرکے منطق نفسانیات، اخلاقیات، اور ... سات کو مختلف علوم قرار دیا جن کی علت آخری ان سوالات کا اسباق قرار پایا۔ اس کے خیال کی رو سے ریاضی اور طبعی مسائل کی تحقیقات فلسفہ کے زیر اثر ہے۔ اس عالم اور اس کے خالق کے تعلقات فیما بین کی بحث بھی اسی کے سپرد ہوئی اور اس کا نام علم موجودات معقولیہ قرار پایا۔ مگر بعد ازان اسے مابعد الطبیعیات کے احاطہ مین مقید کر دیا گیا پھر خاص علوم مین قطع و برید ہوئی اور "فلسفہ" اصول اولیہ کے نام سے مشہور ہوا اور علم ہستی (Ontology) کی صورت مین منتقل ہو گیا اس کی تین شاخین نفسانیات، علم موجودات الطبیعیات" اور الٰہیات فطرت ہیں جن کا بڑا موضوع روح۔ دنیا اور خدا[1] ہے۔

فیثا غورس نے فلسفہ کی تشریح یون کی ہے: "موجودات باعتبار موجودات کے علم کا نام حکمت ہے۔ چاہیے یہ مسائل انسان کی ہستی سے تعلق رکھتے ہون یا خدا سے، ان کا علم حاصل کرنا فلسفہ کا کام ہے" افلاطون کہتا ہے کہ "خدا اور انسان کی درمیانی مشابہت کو جہان تک ہو سکے جاننے کی کوشش فلسفہ کا کام ہے"۔ ارسطو کی رائے یہ ہے کہ "فنون کا فن اور علوم کا علم حکمت[2] ہے"

سر ولیم ہملٹن، اسکاٹ لینڈ کے مشہور فلاسفر کی رائے یہ ہے کہ زمانہ قدیم اور جدید مین فلسفہ کی تشریح کی بہت کوشش کی گئی ہے۔ مگر تمام تشریحین غیر معین اور بہت مبہم ہین۔ اصل یہ ہے کہ فلسفہ کی تشریح قریب قریب ناممکن ہے۔ اس وجہ سے یہان پر اس نہایت پرانی اصطلاح کی جامع و مانع تشریح پیش کرنا دشوار ہے یہان صرف بڑے بڑے علماء کے خیالات پیش کیے جاتے ہین جن سے فلسفہ کی اصلیت اور معانی کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

قدیم فلاسفرون کے سوانحی حالات کی کتاب مین دیوجانس لائرشیس لکھتا ہے کہ "بعض کہتے ہین کہ فلسفی تحقیقات کی اختراع باربری[3] قومون مین ہوئی تھی۔ ایرانیون میں مجوسی (آتش پرست پروہت) تھے، اور بابل اور اسوریہ مین کلدانی تھے (جو اجرام فلکی کی پوجا کرتے تھے اور نجوم کے ماہر تھے) ہندوستان مین سنیاسی اور جنگلون مین رہنے والے رشی تھے۔ کیلٹ اور گال قوم مین ڈرود لوگ تھے فنشیا مین اوکس، اور تھریشیا مین زمول کس اور لبیہ مین اطلس تھا

[1] انسائیکلو پیڈیا بریٹانکا گیارھوان ایڈیشن جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۰

[2] ماخوذ از مابعد الطبیعیات حصہ دوم لیکچر از سر ولیم ہملٹن۔

[3] اس لفظ سے مراد تمام غیر یونانی فرقہ کے لوگ ہین۔ یونانی اپنے آپ کو سب سے افضل اور برتر سمجھتے تھے۔ اس لیے باقی تمام اقوام کو باربرس کہتے تھے۔ جس کے معنے وہ "آدمی جس کی بولی سمجھ مین نہ آئے"۔ لاطینی اور انگریزی مین اس سے مراد جنگلی اور غیر مہذب ہے۔

اہلِ مصر کے خیال کے رو سے تھیلس کا بیٹا ولکن فلسفہ کا موجد تھا کیونکہ اس دیوتا کے پجاری وغیرہ "فلاسفر کہلاتے تھے۔" آگے جا کر وہی مصنف لکھتا ہے کہ "فلسفہ کے تین حصے ہین۔ طبیعیات، اخلاقیات، اور منطق یا علم مناظرہ۔ فلسفۂ فطرت دنیا اور محسوسات مافیہا سے بحث کرتا ہے، اور فلسفۂ اخلاق انسان کی زندگی اور اُسکے تعلقات سے سروکار رکھتا ہے۔ علم مناظرہ فلسفۂ فطرت اور فلسفۂ اخلاق کے مسائل کی صحت ثابت کرنے کے دلائل اور طریقے بیان کرتا ہے۔ فلسفۂ فطرت کا ارخلاس کے زمانہ تک زور رہا۔ فلسفۂ اخلاق سقراط کے زمانہ مین زور روز بڑھا اور زینو کے بعد ایلیاطکی فرقہ کے حکما پیدا ہوئے جو مناظرہ کے استاد سمجھے جاتے تھے۔ اسلاف نے علوم کے ہر شعبہ مین اتنی ترقی نہین کی تھی اور نہ وہ ہندی کی جبندی کرنے کے طریقون سے واقف تھے جیسا اس زمانہ کے عالم ہین۔ اس وجہ سے وہ تشریح کرنے کے طریقے سے بخوبی واقف ہی نہ تھے۔ ارسطو نے اوّل مرتبہ منطقیانہ تشریحات کو رائج کیا تھا۔ اس لیے اب اس زمانہ کے مشہور عالمون اور فلاسفرون[1] کی آرا نقل کرنا مناسب ہے۔ جارج ایچ لوئیس مشہور مصنف تھا۔ اُس نے تاریخ فلسفہ لکھ کر اچھا نام پیدا کیا ہے۔ وہ فلسفہ کی بابت لکھتا ہے کہ جو تصورات سائنس اور الٰہیات بہم پہنچاتی ہے ان کے انضباط اور تنظیم کے عمل کا نام فلسفہ ہے جیسے جزئیات کے وسیلہ سے حاصل کی ہوئی کلیات کو منضبط کرنے کے عمل کا نام سائنس ہے اسی طرح کلیات کی کلیات کے انضباط کا نام فلسفہ ہے۔ دوسرے لفظون مین اس کے معنی یہ ہین کہ سائنس تو علم بہم پہنچاتا ہے اور فلسفہ اُس کے اصول مرتب کرتا ہے ہر علم کا جداگانہ کام ہے ریاضیات فقط مقدار سے بحث کرتی ہے۔ طبیعیات اور کیمیات کا تعلق بے جان مادہ کے تغیرات سے ہے جاندار اشیا کے تبدلات کی غور و پرداخت علم الحیوٰة (بیالوجی) کا فرض ہے۔ اور سوشیالوجی علم المعاشرت) کی ڈیوٹی یہ ہے کہ وہ بنی آدم کے تعلقات باہمدگر اور نیز اُن کے تعلقات ماضی و مستقبل کی تحقیقات کرے۔ مگر فلسفہ کا کوئی خاص شعبہ علم نہین ہے۔ بلکہ تمام عالم تخیل اُس کے زیرنگین ہے۔ دیگر علوم کا فلسفہ سے وہی علاقہ ہے جو جغرافیہ کا ٹاپوگرافی (تذکرۂ طول البلاد) سے ہے تمام علوم اس کے نوکر ہین، اور اس کی خدمات انجام دیتے ہین بلکہ اُس کی غذا اور زیست کا کام دیتے ہین۔ فلسفہ علوم کی کمائی کو ضابطہ مین ڈھالتا اور ان کے حقائق کو اصول کے قالب مین ترتیب دیتا ہے۔ الٰہیات تصورات دینیہ اور سائنس نظام عالم کے خیالات بہم پہنچاتا ہے۔ مگر فلسفہ ان دونون کے تصورات کو ایک دوسرے سے جدا کرتا اور ایک ... بہم پہنچاتا ہے جس سے دنیا کی ابتدا اور انسان کی ہستی کے مقصد کی تشریح و توضیح ہوتی ہے۔

ٹامس ہابس کی رائے مین فلسفہ "تعلقات علتی کے علم کا نام ہے۔ دے کارٹ کے نزدیک "ممکن الادراک اشیا کے کامل علم کا نام فلسفہ ہے، اور اس مقصد سے اُس نے ایک سب سے اعلےٰ اور آخری اصول معلوم کرنے کی ضرورت ظاہر کی جس سے علم کا ہر جز معقولیات سے استخراج ہو سکے۔ جرمن فلاسفر ولف کے خیال مین فلسفہ "ممکنات کے علم" کا نام ہے۔ کانٹ نے فلسفہ کی تشریح یہ کی ہے کہ تصورات سے استدلال کر کے جو علم حاصل کیا جائے۔ فِکٹ کے نزدیک فلسفہ "علم العلم" ہے۔ ہیگل نے فلسفہ کی تشریح کرتے ہوئے اُسے "قادرِ علی الاطلاق کا علم" قرار دیا ہے۔ ہرباٹ کہتا ہے کہ تصورات کی ترتیب اور تشریح کا نام فلسفہ ہے۔ پاڈل زن لکھتا ہے کہ سائنسی علوم کا لب لباب فلسفہ ہے۔ بینک اور لیبس کے خیال مین تجربات معنوی کے سائنس کا نام فلسفہ ہے۔ ووندت کہتا ہے کہ خاص علوم کے وسیلہ سے جو ہر قسم کے معلومات

---

[1] مقدمہ ملاحظہ ہو۔

حاصل کیے جاتے ہیں۔ انہیں ایک اصول اعظم کے تابع کرنے کے عمل کا نام فلسفہ ہے۔ جرمن فلاسفر تو ریب ویگ نے جو تشریح کی ہے وہ آجکل کے خیال کی مظہر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ فلسفہ اصولیات[51] کا علم ہے۔ جرمن پروفیسر ڈیر لکھتا ہے کہ کائنات کے جامع خیال کی جستجو اور تجسس یعنی موجودات کی جامع وحدتی توضیح کی کوشش کا نام فلسفہ ہے۔ یہ علوم کا فقط خلاصہ ہی نہیں بلکہ ان کا اختتام اور تکمیل بھی ہے۔ یہ علم اعظم اور خصوصیت فن ہے جو سائنس خاص سے متفرق ہے۔ . . . . . . علوم بغیر فلسفہ جسم بغیر روح[52] کے ہے۔ پروفیسر جارلس بیرے لکھتے ہیں کہ لفظ فلسفہ کا اطلاق محسوسات کے اصول اعلیٰ کے علم پر ہوتا ہے۔ آرتبل پروفیسر. . . اینڈ لکھتے ہیں کہ فلسفہ کا مقصد ادنیٰ علم ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے علوم اتحاد و یگانگت قبول کرکے ایک ضابطہ کی صورت میں عیاں[53] ہوتے ہیں۔ دنیا کی حقیقی ماہیت کی باقاعدہ تحقیقات کا نام فلسفہ[54] ہے۔ ہربرٹ اسپنسر کی رائے نہایت وقعت کے قابل ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کلیات کے اعلیٰ ترین علم کا نام فلسفہ ہے. . . . فلسفہ کامل منضبط علم کا نام[55] ہے۔ پروفیسر ولیم جیمز جو اس زمانہ کے نہایت مشہور فلاسفر سمجھے جاتے ہیں لکھتے ہیں کہ لفظ فلسفہ زیادہ تر عالم گیر وسعت کے خیالات پر عائد ہوتا ہے۔ موجودات کے پس پشت کیا اصول ہیں جس سے ان کی تشریح کی جاتی ہے؟ انسان، حیوان، اور پتھر کے عناصر مشترکہ کیا ہیں؟ کائنات کے اندر انقلابات کیسے ہوتے ہیں! اور ان کا کیا حشر ہوگا؟ ہمیں اشیاء کا علم کس طرح ہوتا ہے؟ اور انسان کے کردار کے بڑے بڑے اصول کیا ہیں؟ یہ سب فلسفہ کے خاص مسائل سمجھے جاتے ہیں۔ موجودات کا علم علل آخری کے وسیلہ سے جہاں تک عقل کی دسترس ہے حاصل کرنے کا نام فلسفہ[56] ہے۔ اب سب کے اخیر میں فرانس کے مشہور فلاسفر وکٹر کوزان، کے خیالات کا اقتباس بھی ضروری ہے جس سے ہمارا مفہوم بخوبی ظاہر ہو جائیگا۔ فلسفہ قوت تفکرہ کی کامل نمو ہے۔ فلسفہ تصورات کی پوجا ہے۔ یہ تخیل کے ہر غیر خارجی عنصر اور صورت کی آخری فتح ہے۔ اور یہ ذہانت اور آزادی کی اعلےٰ ترین صورت ہے۔ فلسفہ تخیل کی سب سے بڑی ترقی اور سب سے بڑا استحقاق ہے۔ فلسفہ نور الانوار اور تمام سندوں میں سب سے بڑی سند[57] ہے۔ الغرض فلسفہ موجودات کے ادراک اور توضیح کے عمل کا نام ہے۔ پھر فٹ نوٹ ذیلی ہیں۔ موسیو کوزان کہتا ہے کہ کوئی ایسا فلاسفر نہیں ہے جس نے فلسفہ کی یہ تشریح نہ کی ہو کہ وہ سب سے بڑی سند اور نوروں کا نور ہے۔ افلاطون اسے شاہی علم قرار دیتا ہے۔ ارسطو کہتا ہے کہ فلاسفر سے وہ آدمی مراد ہے جو سب باتوں سے واقف ہو اور سب مشکل مسائل کو سمجھتا ہو۔ علوم فلسفہ سے زیادہ ضروری تو ہیں مگر اسکے برابر عمدہ نہیں ہیں۔ فلسفہ جملہ علوم کا سرتاج ہے، سب پر حکمران ہے، اور ہر واقعہ کی علت سے بحث کرتا ہے۔ فلسفہ سب علوم سے بڑھ کر آزاد ہے یعنی کسی کا محتاج نہیں ہے۔ یہ اپنا مقصد آپ ہی ہے۔"

امید ہے کہ ان مختلف فلسفی اقتباسات سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ فلسفہ کیا ہے؟ اور اسکی ماہیت اور حقیقت کیا ہے؟ فلسفہ کی ایسی جامع تشریح پیش کرنا جیسے اقلیدس یا ریاضیات کے کسی مسئلہ کی ہو سکتی ہے بہت مشکل ہے۔ ہر فلاسفر اپنے اپنے خیال کے مطابق اسکا مفہوم ادا کرتا ہے۔ عامیانہ معنے میں فلسفہ سے

---

۵۱ یہ تمام تشریحات کولپ کی "تمہید فلسفہ" ص ۱۰۹-۱۱۱-۱۱۲ سے ماخوذ ہیں

۵۲ "تاریخ فلسفہ" ص ۱ ۔ ۵۳ "مسائل فلسفہ" ص ۱۳۹

۵۴ "تاریخ فلسفہ" پروفیسر ویب ص ۱

۵۵ "فرسٹ پرنسپلز" ص ۱۰۲-۱۰۳

۵۶ "مسائل فلسفہ"

۵۷ "ہسٹری آف ماڈرن فلاسفی" ص ۲۲-۲۳-۲۵ پہلی جلد



مسٹر جے آر رائے، جرنلسٹ، لاہور

مراد دنیاوی معاملات کی معقول واقفیت ہے۔ نظر غائر سے کسی معاملہ کو دیکھنا بھی اسی کے تحت میں آتا ہے۔ فلسفہ لغوی طور پر یونان میں شروع ہوا جو ابتدا میں وہاں پر مشاہدۂ فطرت، تغیرات موجودات، اور انکی علت غائی کی تحقیقات سے وابستہ تھا۔ کچھ عرصہ تک طبیعیات اور طبعی مظاہر کی تفتیش اسکا بڑا مقصد رہا۔ پھر انسان اور اسکے تعلقات زمانی اور مکانی اور روزانہ زندگی کے کاروبار فلسفیانہ تجسس کا اہم بحث بنے۔ ارسطو نے اسکی کھال اتاری اور اسکے اجزا الگ الگ کرکے مظاہر قدرت کو مظاہر فطرت انسانی سے بالکل جدا قرار دیا اور ان ہر دو قسم کے مظاہر کی علت العلل کائنات کے پس پشت ہستی یعنی ارض وسما کے خالق اور یہ کہ اسکے تعلقات انسان اور دنیا کے ساتھ کیا ہیں؟ اُن کی تحقیقات مابعد الطبیعیات کے سپرد کی۔ بعد کے زمانوں میں جو علمی ترقیاں ہوئیں وہ اسی قاعدہ کی پابندی کے ساتھ ہوتی رہیں۔ زمانۂ حال کے محققوں نے قدما کے راستہ پر چلنے سے انکار کیا اور فلسفہ اور سائنس کا دائرۂ عمل الگ الگ کر دیا۔ لیکن جب اس لفظ سے مراد انسان کی عقلی قوت کا اپنے اردگرد اور اوپر نیچے کے واقعات اور اسباب کی طرف خصوصیت سے رجوع ہونا لیا جائے تو فلسفہ کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب انسان کے اندر سوچنے کی طاقت پیدا ہوئی۔ جب یہ کیفیت ہے تو انسان کی توجہ سب سے پہلے قدرتی واقعات کی طرف مائل ہوتی ہے۔ پھر اُن کے اسباب کی تحقیقات کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ فلاں قدرتی واقعے کس وجہ سے ہوئے؟ دونوں کے درمیان کیا رابطہ ہے؟ پھر ان دیدنی مظاہر قدرت کے سلسلہ کا غیر دیدنی اسباب سے کیا علاقہ ہے؟ پھر ان سب کا آخری سبب کیا ہے؟ اور عالم کے اندر جو مختلف انقلابات دیکھے جاتے ہیں یہ کیوں ہوتے ہیں؟ اور ان کا محرک اصلی کون قوت یا ہستی ہے؟ اسکے ساتھ میرا کیا واسطہ ہے؟ موجودات اور میرے درمیان کیا نسبت ہے؟ پھر ہم دونوں کا غیر وجود مطلق کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور ان تینوں کے باہم دگر کیا تعلقات ہیں؟ رفتہ رفتہ یہ سب سوالات فلسفہ کے موضوع قرار پائے۔ اسلیے تمام اسباب پر نظر ڈال کر فلسفہ کی مختصر تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ "وجود مطلق اور اسکے تعلقات عالم و انسان اور پھر ان تینوں کے تعلقات باہمدگر کی تحقیقات اور عالم اسباب کے مظاہر مرئی اور ان کے غیر مرئی محرکات کا علم حاصل کرنے کا نام حکمت یا فلسفہ ہے۔ اسکے ساتھ ہی اس علم کا طریقۂ تحقیقات اور عقل انسانی کی قوت مدرکہ اور ہمارے حاصل کردہ علم کی صحت اور کمائیت کا مسئلہ بھی اسی سے وابستہ ہے جو فلسفہ میں شامل ہے۔"

فلسفہ کے مسائل کیا ہیں اور انھیں وہ کس طریقہ سے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ یہ بھی عجیب بحث ہے جس پر اس اہم بحث کو الوداع کہنے سے پیشتر بحث کرنا مناسب ہے۔ فلسفہ بعض خاص آدمیوں کا خواب نہیں ہے بلکہ فطرت انسانی کی ابتدائی ضرورت کی لازمی نمو ہے۔ تخیل انسان اور حیوان کے درمیان سب سے بڑا مابہ الامتیاز ہے۔ فلسفہ کا سبب انسان کی قوت متفکرہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسکے یہ معنی ہیں کہ فلسفہ کے مسائل وہ تصورات ہیں جو انسان کی زندگی پر حکمران ہیں۔ بقول کوزان "فلسفہ عقل کا بیٹا ہے۔" فطرت انسانی کی ضروریات یعنی بڑے بڑے تصورات (۱) سودمندی اور استفادہ کا خیال جو ریاضیات طبیعیات۔ صنعت و تجارت اور اقتصادات کے متعلق کوششوں سے ظاہر ہے۔ (۲) عدل کا خیال جس کے سبب سے حکومت وجود میں آتی ہے تاکہ خود غرضوں کو راہ انصاف پر چلنے کو مجبور کرے۔ اسی سے علم اخلاق پیدا ہوا ہے۔ (۳) حُسن کا خیال، انسان خوبصورت

چیزون کا طبعاً شیدا ہے۔ اس سے علم حسن وجود مین آیا۔ (۴) خدا کا عقیدہ جو ہر ایک دل مین فطرتی ہے۔ یہ الٰہیات کا بانی ہوا ہے۔ اور (۵) ان خیالات مین سب سے اعلیٰ و بالا سچائی (سچ) کا خیال ہے جسے دوسرے لفظون مین ہستی و نیستی کا مسئلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ حق کیا ہے؟ وہ کونسی چیز ہے جسے زوال نہین اور جو ہمیشہ جون کی تون رہے گی؟ اس سے مابعدالطبیعیات کی عقل کو حیران کرنے والی اشیاء معرض ہستی مین آئی ہین یا ان تصورات کو فلسفی طریقہ مین یون کہنا مناسب ہوگا کہ (۱) سب کے مقدم نظریۂ عالم کا جامع تصور ہے۔ اسکے لیے ضروری ہے کہ علوم موجودہ کے جتنے مختلف پہلو ہین اُن سب کو مدنظر رکھا جائے یعنی عالم کی بابت کتنے قسم کے خیالات ہین؟ کن کن علوم سے سرمایون نے اُنھین قائم کیا ہے؟ اگرچہ اس سے اُن خیالات کی صحت کا مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے، لیکن اصل یہ ہے کہ عالم کی بابت وسیع سے وسیع خیال قائم کیا جائے۔ اسکے علمی اور عملی دو پہلو ہین۔ کیونکہ تصور عالم ہماری زندگی پر ایک حد تک حکمران ہے۔ (۲) فلسفہ سائنس کے مقدمات کی حقیقت کا بھی کھوج لگاتا ہے۔ اس سے ظرف، زمان، سببیت وغیرہ کے تصورات اور نیز سائنس کی تحقیقات کا طریقہ اور اُسکی مختلف صورتون پر بھی بحث لازم آتی ہے فلسفہ تمام علوم کے واقعات جیسے کیمیات، علم الحیوٰۃ، تشریحات، افعال الاعضا، جغرافیات، ارضیات، فلکیات، طبیعیات، اقتصادات، ملکیات، (پالیٹکس)، علم المعاشرت، دینیات، تاریخ، لسانیات وغیرہ پر آزادانہ نظر ثانی کرکے اُنکی صحت اور معقولیت کی بابت اپنا فیصلہ صادر کرے۔ (۳) طبقہ مین فلسفہ کا یہ کام ہے کہ خاص اور نئے علوم اور خاص تحقیقی علم کے لیے راستہ تیار کرے۔ مابعدالطبیعیات ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے علوم کے تسلسل مین بہت جگہ رخنے ہین جنھین پر توقف کرنا ضروری ہے۔ فلسفۂ تاریخ مین اس قسم کی کوتاہیان نہین ہین سائنس کے کئی شعبون مین ابھی تحقیقات کی بڑی گنجائش ہے اس وجہ سے فلسفہ کی تنقید سے یہ خامیان دور ہوکر علوم کا سلسلہ برابر قائم رہیگا

اس حصۂ مضمون پر قدرے وضاحت سے بحث کرنے کی ضرورت ہے فلسفہ کے پرانے مسائل کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) حقائق کی تحقیقات محسوسات یا عالم پر گہری نظر (۲) اس سے کاسمولاجی (موجودات اور آفرینش) بیالوجی (علم الحیوٰۃ) یعنی جاندارون کی نسبت تحقیقات سائیکالوجی (علم النفس) یعنی انسان کی ذہنی اور اخلاقی کیفیتون کی غور پرداخت اور تھیالوجی (الٰہیات) یعنی خدا کو دنیا کا سبب اولین قرار دے کر اُسکی نسبت سوچ بچار کے مطالعہ اور تجسس کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ (۲) حقائق کے علاوہ ذہنی یا تخیلات کی تحقیقات بھی لازم آتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان اصولون پر غور کرنا ضروری ہے جن کی پابندی سے انسان کسی مسئلہ پر استدلال کرتا ہے۔ اس سے منطق اور علم الحسنات (ایستھیٹکس) جس سے پسندیدہ چیزون کے حصول کے آدرش اُبھارتے ہین، اور اخلاقیات کی تحقیقات جس سے اخلاقی قواعد کے مطابق ہماری کردار ہدایت پاتی ہے ضرور ٹھہرتی ہے۔ (۳) حقائق اور تخیلات کے درمیان ایک اور علم حائل ہے جو ایپسٹیمالوجی کہلاتا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ ہمارے خیالات کس حد تک حقائق کی اصلیت سے مطابقت کھاتے ہین۔ اس سے ظاہر ہوا کہ فلسفہ کے دو بڑے عالم ہین جنکی موجودات سے اسکا سروکار ہے۔ اول عالم محسوسات جو عالم اور انسان پر حاوی ہے۔ خدا کا اُن دونون سے کیا تعلق ہے؟ اسکے بعد علم اور حقیقت (معلومہ) کے تعلق درمیانی کا علم ([illegible]) ہے (دوم) عالم خیال جس مین (ا) تخیل۔ (ب) اظہار منتہائے کمال اور (ج) کردار انسانی ہے۔

چونکہ انسان ہی ان تمام مسائل کے حل کرنے کے درپے رہتا ہے اس وجہ سے اسی سے شروع کرنا چاہیے یعنی سب سے پہلے یہ مسئلہ ہے کہ انسان کو موجودات کا علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟ اس وجہ سے تعلم و تحسیس اور تعقیل سے بحث لازم آتی ہے۔ بعدازاں ان تینوں عمل کے قواعد پر غور کرنا مناسب ہے۔ علم کی قدر و قیمت پر بحث کرنے کے بعد ہم عالم انسان اور خدا کی ہستی پر غور کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے فلسفہ کے مسائل چار گروہوں میں منقسم ہونے چاہئیں۔

اول - ذات یا من (ایگو) کی مختلف حالتوں کی تحقیقات ہے۔ اس سے سایکالوجی کی ضرورت ہے۔ اور یہ تین بڑی کیفیتیں ہیں۔ (۱) شعور ادراکیہ۔ (ب) شعور جذباتیہ۔ (ج) شعور خلیہ۔

دوم - اصولیات یا علوم قانونیہ۔ (۲) قانون تخیل، منطق (ب) علم حسنات۔ (ج) کردار اور ارادت (اخلاقیات)

سوم - عمل ادراکیہ کا معلومات سے کیا تعلق ہے؟ یہ اپسٹمالوجی یعنی عالم اور معلوم کے متعلق باہمدگر کا مسئلہ ہے۔

چہارم - فلسفیانہ تحقیقات یا مابعدالطبیعیات - اسکے تحت میں تین وجودوں کی ماہیت کے متعلق مسائل آتے ہیں۔ (۱) دنیا - (۲) انسان - (۳) خدا -

قصہ کوتاہ سایکالوجی، منطق، حسنات، اخلاقیات، اپسٹمالوجی مابعدالطبیعیات، کاسمولوجی، فلسفہ ذہن اور الہیات کے مسائل فلسفہ کے دائرۂ عمل میں آتے ہیں۔ ان کی جداگانہ صورتوں کو منفعت دینے اور اتحاد و انضباط کے شکنجے میں کسنے والا یہی فلسفہ ہے۔

فلسفہ کی ابتدا کی بابت افلاطون اور ارسطو کا یہ خیال ہے کہ تعجب یا حیرت سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ جب کوئی امر پیش آتا ہے جبتک اس کی توجیہ نہو جائے ذہن پریشان رہتا ہے اور ان اسباب اور اصولیات کی تفتیش کرنے میں مصروف رہتا ہے جو ایک واقعہ کے محرک اور موجب ہوتے ہیں۔ غور و فکر اور تحقیقات حکمت کی ہستی کے بڑے رکن ہیں۔ اور انسان کی قوت مدرکہ اور طاقت متفکرہ پر اس کا دارومدار ہے۔ منطقیانہ قاعدہ سے استدلال کرنا جس میں طریقۂ استقرا اور استخراج دونوں شامل ہیں فلسفہ کا دستورالعمل ہے جس سے وہ نہایت مشکل مسائل پر بحث کرکے معقول حل بہم پہنچاتا ہے۔

سردست اس مقام پر اسی بحث سے رخصت لی جاتی ہے۔ بشرط فرصت آیندہ فلسفہ کے عظیم مسائل پر بحث ہوگی۔ اس مضمون کا مقصد شائقین کو پیچیدہ بحثوں کے لیے تیار کرنا ہے اسی وجہ سے قدرے تفصیل سے کام لیا گیا۔ کہ آیندہ کے لیے راستہ صاف ہو جائے۔

جے۔ آر۔ راے

رباعی

جب اُٹھ گیا سایۂ جوانی سر سے پھر ہو گی جدا نہ سرگرانی سر سے
کچھ ہو گا نہ ہاتھ پاؤں مارے سے کہیں جس وقت گذر جائیگا پانی سر سے

اہل اسلام کے علمی احسانات[۵]

"...... وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جو اپنے بزرگوں کے اُن کامون کو جو یاد رکھنے کے قابل ہین بھلا دے۔ یا اُنکو نہ جانے۔" (سر سید مرحوم)

حضرات! موجودہ اقوام کے طرز معاشرت پر غور کرنے سے مین اس نتیجہ پر پہنچا ہون کہ اگر پانچ ہزار برس کی تاریخ عالم پر مسلسل نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات ثابت ہوگی کہ ایک قوم کی تاریخ دوسری قوم کی تاریخ سے وابستہ ہے اور تاریخ تماشاگاہ عالم پر گذشتہ واقعات کو بار بار مشاہدہ کے لیے پیش کرتی ہے۔

اگر تاریخ اسلام مین اُن وجوہ پر غور کیا جائے جنکی بنا پر عرب کی شب تاریک روز روشن مین تبدیل ہوگئی اور آفتاب علم نصف النہار پر پہنچ گیا تو تاریخ تبلائیگی کہ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ خلفاء اسلام نے کتب خانون کی بنیاد ڈالی۔ فنون کے ہر شعبہ کی سرپرستی کی۔ یونانی عبرانی سُریانی سنسکرت کی تصانیف کے ذخیرے جمع کیے اور اُن تصانیف کا عربی و فارسی زبان مین ترجمہ کیا۔

ابتدا ہی مین مسلمانون کو اپنی فتوحات کی وجہ سے مختلف اقوام سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا، اور جسقدر یہ تعلقات بڑھتے گئے اُسیقدر اُنکو دوسری قومون کے علوم و فنون اور خیالات سے زیادہ واقفیت ہوتی گئی۔ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ قرون وسطی مین مسلمانون نے دنیا کی تمام قومون کا علمی سرمایہ اپنی زبان مین منتقل کرلیا تھا۔ انہین وجوہ سے مسلمانون نے جس سرعت سے رومۃ الکبریٰ کے صوبون کو تھوڑی سی مدت مین زیرنگین کیا اُسی سرعت کے ساتھ فلسفہ اور سائنس کی مملکتون کو بھی مسخر کرلیا۔

بنی اُمیہ

آغاز تراجم کتب یونانی

خلفاء بنی اُمیہ کے عہد سے تراجم علوم یونانی کی بنیاد پڑی۔ اول جو ترجمے ہوئے انکا تعلق صرف علم طب سے تھا۔ پھر فلسفہ اور حکمت وغیرہ کی کتابون کا ترجمہ کیا گیا، اور چونکہ مسلمانون مین یہودی اور مسیحی اطباء کے سبب سے علوم یونانی کا رواج ہوا تھا اسلیے عہد اسلام مین ان علما اور حکما کی کمال عزت کی جاتی تھی اور اُن کا اقتدار بھی وزرا سے کہین زیادہ ہوتا تھا۔ صرف یہی بلکہ تمام امورات معاشرت مین مسلمانون اور غیر اقوام کے حقوق مساوی تھے۔

خالد بن یزید کے زمانہ مین کتب خانہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ جب خلیفہ کو صنعت و حرفت کا خیال آیا تو مصر کے فلاسفرون کو جمع کیا اور علم صنعت کی کتابون کا جو یونانی زبان مین تھین عربی زبان مین ترجمہ کرایا۔ ۱۳۲ھ مین سلطنت بنی امیہ کا خاتمہ ہوا، اور بنی عباس نے علم خلافت بلند کیا۔ دارالسلطنت دمشق سے بغداد کو منتقل ہوا لیکن علماء نے جو سلسلۂ تراجم و تصانیف کا جاری کر رکھا تھا ویسا ہی ترقی کرتا رہا کہ آئندہ کامیابی کی ایک مستحکم بنیاد بن گئی۔

آغاز تراجم کتب سنسکرت

خلیفہ منصور عباسی نے قیصر روم سے کتب علمیہ کے عربی ترجمے منگائے۔ اسی قدردانی کے سبب دربار خلافت مین علماء و حکماء دور دراز ممالک سے آنے شروع ہوئے۔

خالد برمکی وزیر سلطنت نے فارسی النسل ہونے کی وجہ سے خاص

[۵] یہ اُس مضمون کا خلاصہ ہے جو مسٹر بی۔ کھوشال ایم۔ اے نے اُردو کانفرنس (منعقدہ لکھنؤ) کے اجلاس دوم مین پڑھا تھا۔ مکمل مضمون کتابی صورت مین شائع ہوگا۔

کتب ایرانی کا ترجمہ کرایا۔ اُسی زمانہ سے ہندو علما بھی بغداد کے دربار میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ علاوہ تراجم کتب فلسفہ و طب و اخلاق کے علم ریاضی نے بھی عہد منصور میں بہت کچھ ترقی کی۔ چنانچہ ہندوستان کے ایک مشہور ریاضی دان اور نامور پنڈت نے دربار منصور میں حاضر ہو کر کتاب سدہانت بطور نذر پیش کی جس کا ترجمہ دربار کے ایک عالم محمد بن ابراہیم فزازی نے کیا۔

خلیفہ ہارون الرشید عباسی خلیفہ ہارون الرشید عباسی کو جیسے ارباب کمال میسر ہوئے دوسرے خلفاء کو نصیب نہیں ہوئے۔ اس عہد میں سلطنت عباسیہ کمال عروج پر تھی یہ وہ زمانہ تھا جب قیصر و کسریٰ کے بادشاہوں کا سامان اسلامی شاہزادیوں کے جہیز میں نکالا جاتا تھا۔ مگر ملکی فتوحات سے زیادہ اس عہد میں علمی فتوحات ہوئیں۔ اس خلیفہ نے اُس عظیم الشان دار العلم کی بنیاد ڈالی جس کا نام بیت الحکمت تھا جو دو حصوں پر منقسم تھا۔ ایک کتب خانہ کے لیے اور دوسرا غیر زبانوں کے تراجم کے لیے۔

وزیر یحییٰ برمکی کے کتب خانہ میں مشہور خوش نویسوں کی لکھی ہوئی عربی یونانی قبطی کالدی ہندی کتابیں عموماً اور فارسی کتابیں خصوصاً بکثرت موجود تھیں[۵]۔ اسی نے بڑے بڑے نامی پنڈتوں اور حکماء کو دربار میں بلا کر کتب سنسکرت کے تراجم پر مامور کیا چنانچہ ایک ہندی نے بھی جو خلیفہ کے دربار کا افسر الاطبا تھا چرک اور سسرت کا ترجمہ کیا۔

فن کاغذ سازی حکومت عباسی کا دور شروع ہونے کے بعد اہل عرب نے کاغذ پر لکھنا شروع کیا۔ جب فضل بن یحییٰ برمکی نے کاغذ بنانے کا حکم دیا تو مسلمانوں نے بغداد مصر شام وغیرہ میں اسکے کارخانے کھولے اسلیے اگر کاغذ بنانے کی صنعت کو فروغ دینے کا مسلمان دعویٰ کریں تو بجا ہے۔

خلیفہ مامون الرشید عباسی خلیفہ مامون الرشید عباسی کے علمی ذوق کی نسبت تاریخ شاہد ہے کہ یہ اسکی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ بغداد اسکے عہد زریں میں مرکز علوم و فنون بن گیا۔ مامون کی والدہ ایرانی نژاد تھیں اور اُس کا اتالیق سلطنت عباسیہ کا چشم و چراغ وزیر سلطنت یحییٰ برمکی ایرانی تھا۔ نیز خلیفہ کی عمر کا ایک بڑا حصہ فارس اور خراسان میں گذرا اسلیے اُس نے فارسی کی ہمیشہ قدر کی۔

فن تاریخ اور چونکہ فن تاریخ سے مسلمانوں کو زیادہ دلچسپی تھی اسلیے تاریخ اور فارسی لٹریچر کا جسقدر ذخیرہ ایران میں دستیاب ہو سکا عربی زبان میں منتقل کیا گیا۔ عربوں نے ایرانی طرز معاشرت اختیار کی۔ فارسی شاعری کی نئی بنیاد پڑی اور دنیا جانتی ہے کہ فن تاریخ کو مسلمانوں نے کس عروج پر پہنچا دیا۔ آج یورپ باوجود ادعائے ہمہ دانی علامہ ابن خلدون کے فلسفہ تاریخ کا متبع ہے۔

جو معاہدہ خلیفہ مامون نے یونانی فرمانروا میکائیل ثالث سے کیا تھا اس میں یہ بھی شرط تھی کہ قسطنطنیہ کا ایک کتب خانہ اسکے حوالہ کر دیا جائے نیز خلیفہ کے کارکن دور دراز ممالک سے نادر قلمی کتابیں جمع کرتے تھے۔ اس طور پر جو علمی خزانے خلیفہ المامون کے ہاتھ آئے اُن کا ترجمہ بصرف زر کثیر عربی زبان میں کیا گیا۔ علاوہ اسکے بہت سے تراجم متمول اور علم دوست اشخاص کی علمی فیاضیوں کے بدولت اُس زمانہ میں مرتب کیے گئے۔ چنانچہ ایک نسطوری طبیب نے اس قسم کا ایک سلسلہ بغداد میں قائم کر رکھا تھا۔ یہ شخص ارسطو افلاطون بقراط جالینوس اور دیگر مشاہیر یونان کی تصانیف کے تراجم شائع کرتا تھا۔

اس زمانہ میں کوئی وزیر کوئی امیر کوئی عالم ایسا نہ تھا جسکے گھر میں کتب خانہ موجود نہ ہو یا کتابوں کے مہیا کرنے میں بے دریغ روپیہ صرف نہ کرتا ہو۔

[۵] دیکھو کتاب البرامکہ مصنفہ مولوی عبد الرزاق کانپوری۔

مسلمانان سلف مین عموماً علمی ذوق — مسلمانان سلف مین عموماً علمی مذاق کا اندازہ ان تاریخی واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے اساتذہ کی مجالس املا مین چالیس بلکہ ساٹھ اور کبھی سوا سوا لاکھ طلبا کا ہجوم ہوتا تھا۔ خیال فرمانے کی بات ہے کہ جس قوم کے افراد ایک ایک مجلس علمیہ مین سوا سوا لاکھ جمع ہو جائین اُس قوم کے سینے مین ذوق علمی کی آگ کیسی کچھ بھڑک رہی ہو گی[1]۔

حضرات! یہ اعلیٰ درجہ کا علمی مذاق اُس وقت بھی بدستور قائم رہا جبکہ نااتفاقی اندرونی کی وجہ سے عربی سلطنت تین جداگانہ حصون مین تقسیم ہو گئی تھی۔ بنی عباس ایشیا مین، بنی فاطمہ مصر مین اور بنی امیہ اندلس مین، جس طرح ایک دوسرے کے سیاسی رقیب تھے اسی طرح علم و ادب اور حکمت و انشا کی سرپرستی مین بھی اُنکی یہی کوشش تھی کہ ایک دوسرے پر فوق لیجائے۔

قاہرہ کے کتب خانۂ فاطمیہ مین ایک لاکھ پچاس ہزار نسخے ایسے موجود تھے جن کا خط نہایت پاکیزہ اور جلدین نہایت خوشنما تھین۔ اس کتب خانہ مین ایک شعبہ تراجم کے لیے مخصوص تھا۔

اندلس — خلفاے اندلس کی کتابون کی تعداد رفتہ رفتہ چھ لاکھ ہو گئی، جس کی فہرست ہی چالیس جلدون پر مشتمل تھی۔ اس شاہی کتب خانے کے علاوہ ستر کتب خانہ ایسے تھے جن مین ہر شخص جا کر اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کر سکتا تھا۔ یورپ مین کاغذ بنانے کی صنعت مسلمانان اندلس کی بدولت آئی۔ قرطبہ مین عام دستور تھا کہ ہر امیر ایک جدا کتب خانہ قائم کرتا اور یہ کوشش کرتا تھا کہ اُسکے کتب خانے مین ایسے نادر نسخے موجود ہون جن کی نظیر دوسرے کتب خانون مین نہ ملے۔ یہی وہ شہر تھا جہان سے علم کی روشنی سارے یورپ مین پھیلی۔

[1] دیکھو کتاب "علماے سلف" مولفہ مولوی حبیب الرحمن خان شروانی مطبوعہ علیگڈھ

یورپ مین علم جغرافیہ — عرب کا مشہور معروف جغرافی ابو عبداللہ وطن چھوڑ کر قرطبہ مین آیا تھا اور اُسی نے وہ بے نظیر جغرافیہ لکھا جس کا لاطینی زبان مین ترجمہ ہو کر علم جغرافیہ یورپ کے ازمنہ متوسط مین پھیلا اور تین صدیون سے زیادہ تک یورپ نے محض اسی کتاب کی تقلید پر قناعت کی۔

اسپین مین تعلیم نسوان اور تمدن کا ایک اہم بنیاد — موجودہ طرز معاشرت مین عورتون کا جاہل رہنا سوسائٹی مین کچھ اچھی نظر سے نہین دیکھا جاتا۔ شہنشاہ نپولین اعظم کا قول ہے کہ کسی قوم کو اعلیٰ درجہ کی ترقی دینے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ اُس قوم کی ماؤن کو تعلیم یافتہ بنایا جائے۔ فاتح یورپ کے صدیون قبل اسپین و ایشیا کے عہد اسلام کا سب سے شاندار اور مذہب نظارہ اُس زمانہ کی تعلیم یافتہ عالی دماغ اور بلند حوصلہ خواتین اسلام کا علمی ذوق و شوق ہے۔

حضرات! یہ ایک امر مسلم ہے کہ عورتین تمدن کی بنیاد ہین اور ترقی تمدن کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ عورتون اور مردون کے حقوق برابر قائم کیے جائین۔

سائنس[1] — حضرات! یورپ کو آجکل سائنس کی علمی و عملی ترقیون پر بڑا فخر ہے۔ ہان، شاید یورپ کی باریک بین نظر نے کسی راز سربستہ کو دریافت کر لیا ہو؟ شاید معماے حیات کے حل و عقد مین یورپ کامیاب ہو گیا ہو۔؟ ممکن ہے کہ ماہیت اشیا یورپ پر منکشف ہو گئی ہو۔ یا یورپ کی عقل دوربین اور فہم نکتہ رس نے فلکیات کے مسائل کما حقہ دریافت کر لیے ہون۔ کیا ایسے راز پر جس کی نسبت کہا گیا ہے۔

"کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را"

مادی خیالات۔ مادی سائنس اور فلسفہ کے مکاشفات کما یہ کسی نوع کی روشنی ڈال سکتے ہین؟ ہرگز نہین! بلکہ اس تمام تر کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ سائنس نے ایک مدت کی کاہش و سرگردانی سے زمانہ کو

[1] دیکھو کتاب "معراج الدین" مصنفہ مولوی نواب علی ایم۔اے پروفیسر بڑودہ کالج

دہریت اور الحاد کے گرداب مین ڈبو کر سمجھایا۔ اور سمجھایا بھی تو کیا کہ

"معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد"

مسئلہ ارتقا | خود مسئلہ ارتقا کو لیجیے جو نظام سائنس کا آفتاب بن چکا ہے اور جسے ہم ڈارون کا اکتشاف جدید سمجھتے ہین۔

حضرات! اس مسئلہ کی تعلیم مدارس اسلامی مین اُس وقت دیجاتی تھی جب یورپ اُس سے بالکل بیخبر تھا۔ اور ہم تو پھر بھی اُسکے محدود معنی لیتے ہین وہ ہم سے ایک قدم آگے بڑھے ہوے تھے اور جمادات تک کو اُسکے حیز عمل مین داخل سمجھتے تھے جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کو صوفیانہ پیرایہ مین منظوم کیا ہے۔

آمدہ اوّل بہ اقلیم جماد — وز جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز جمادی یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چون بہ حیوان اوفتاد — نامدش حال نباتی ہیچ یاد
جز ہمان میلے کہ دارد سوے آن — خاصہ در وقت بہار و ضیمران
باز از حیوان سوے انسانیش — میکشد آن خالقے کہ دانیش
ہمچنین اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت
عقلہاے اولینش یاد نیست — ہم ازین عقلش تحول کردنی ست
تا رہد زین عقل پر حرص و طلب — صد ہزاران عقل بیند بو العجب

یہ بات قابل غور ہے کہ باوجود اس خیال کے کہ الحادی اور مادی خیالات سائنس کے لوازمات سمجھے جاتے ہین اسپین کے مسلمانون پر ملحدانہ خیالات کا کوئی اثر نہین پڑا جس سے یورپ کے مصلحان تمدن کو موجودہ طرز معاشرت پہ کوئی فخر نہین ہے؟ کیا یورپ کا یہ اخلاقی اور روحانی تنزل اس بات کی دلیل نہیں کہ علم کا غلط استعمال حجاب اکبر ہوجاتا ہے؟

یورپ مین علم طب | مسلمانون نے مسئلہ ارتقا کے علاوہ کیمیا کے بعض نہایت اہم اکتشافات دریافت کیے۔ مثلاً بارود جس سے یورپ کا فیوڈل سسٹم اڑگیا۔ گندھک و شورہ کا تیزاب جس سے انھون نے مطب مین بھی کام لیا اور معدنیات کے کشتہ جات یعنی رسائن کی بدولت تو انھین یورپ کی اُستادی کا فخر حاصل ہے چنانچہ یورپ کا پہلا طبی مدرسہ عربون نے اطالیہ کے ایک شہر مین قائم کیا اور یورپ نے پندرھوین صدی تک طب مین شیخ بوعلی سینا ہی کو مستند جانا۔

یورپ مین علم ریاضی | علم ریاضی بھی سنسکرت سے ترجمہ ہوکر مسلمانون کی بدولت عربی زبان مین داخل ہوا اور یورپ نے عربون ہی سے حساب کے ہندی طریقہ کو رواج دیا۔ جبر مقابلہ ہندوستان سے عرب مین گیا اور وہان جابر ایسے ریاضی دانون نے اُسے ترقی دی چنانچہ الجبرا کے نام ہی سے اسکے اشاعت کنندہ کا پتہ چلتا ہے۔

علم نجوم | عربون نے اول اس علم کو ہندوؤن سے حاصل کیا۔ مابعد یونان سے جو علوم و فنون کا سیلاب آیا اسمین نجوم کا بھی خاص حصہ تھا۔ پھر خلفاے عباسیہ اور سلاطین عجم کی سرپرستی نے احکام نجوم کو معراج کمال تک پہنچا دیا۔ قرون وسطیٰ مین سات سو برس تک علم ہیئت بھی یورپ مین مسلمانون ہی کے تحفظ مین رہا اور پہلی رصدگاہ جو یورپ کو نصیب ہوئی وہی تھی جو خلفاے بنی امیہ کی سرپرستی سے اسپین مین قائم ہوئی۔

خیامی اصلاح جدید | پارسیون مین جو سنہ مروج ہے جسکو وہ یزدجردی سمجھتے ہین یہ سنہ دراصل حکیم عمر خیام نیشاپوری کا مرتب کیا ہوا ہے جسکو ہم فخریہ خیامی کہہ سکتے ہین۔ خراسان کے اس دوست بوعلی سینا کے فضل و کمال کا اسوقت صحیح اندازہ ہوسکتا ہے جب سنہ جلالی کا گریگورین رول سے مقابلہ کیا جاے۔ بلکہ بعض علماء کی راے ہے کہ خیام کے سنہ جلالی سے گریگوری نے اپنا قاعدہ بنایا ہے۔ علماء مشرق و مغرب کا اس پر اتفاق ہے کہ جو نظام خیام نے مقرر کیا وہ اقوام سابقہ کے حساب سے سب پر فائق ہے۔

علم جر ثقیل | علم جر ثقیل مین انھون نے گرتے ہوئے اجسام کے قوانین دریافت کیے

جسکو ہم نیوٹن کا انکشاف جدید کہتے ہین اور قوت کشش ثقل کی ماہیت سے بھی وہ نابلد نہ تھے۔ فرانس کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ ہمکو اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہین کہ مسلمانون کے عہد مین فن جرثقیل کمال کے کس درجہ تک پہنچ گیا تھا۔

فلسفہ جس طرح مسلمانان اسپین یورپ کے علمی علوم کے استاد ہیں اسیطرح ابن رشد نے علم فلسفہ مین یورپ کو اسی شاہراہ پر چلایا جس پر اہل چین و اہل ہند غرض مشرق کی تمام قومین چل رہی تھین۔ اسپین ہی وہ مرکز تھا [illegible] کتاب فلسفہ کی تعلیم نکل کر یورپ کے علمی و عملی حلقون مین پہنچی۔ اطالیہ جرمنی انگلستان مین بھی فلسفہ ابن رشد پھیل گیا۔ اور عیسائیون کے فرانسسکن فرقہ نے اس فلسفہ کو خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا۔ پیرس کی یونیورسٹی کو اسکا مرکز بننے کا فخر حاصل ہوا۔ یہودیون مین بھی جو اس زمانہ مین عقل و دانش کی کرسی پر متمکن تھے فلسفہ ابن رشد عام طور سے پھیل گیا تھا۔ مشہور یہودی فیلسوف موسیٰ بن میمون نے اس فلسفہ کو تسلیم کر لیا تھا اور اسکے شاگردون نے دنیا کے ہر حصہ مین اس فلسفہ کی اشاعت کا فرض پورا کیا اسی زمانہ مین لوگ انگلستان فرانس اٹلی سے اسلامی درسگاہون مین اکتساب علم کے لیے آتے تھے چنانچہ ان مین کا ایک جوہر قابل دارالعلم قرطبہ سے نکل کر پاپاے روم کی کرسی پر صدر نشین ہوا۔ لاطینی عیسویت نے اپنے اصول مین بہت کچھ اسلام کی مطابقت کی۔ جیسا کہ نہ صرف فقہ اگسٹین بلکہ اس زمانہ کے عیسوی فلسفہ سے بھی [illegible] ایک فرقہ ابن رشد کو اور دوسرا فرقہ بوعلی سینا کو مانتا تھا [illegible] ظاہر ہوتا ہے۔

مسلمانان عرب اور یورپین لٹریچر مسلمانان اور عیسائیون کے میل جول کا ایک ادنیٰ مگر وسیع الکیفیت نتیجہ ہے کہ عربی زبان سے لاطینی زبان نے فائدہ اٹھایا۔ چونکہ لاطینی زبان یورپ کی ام السنہ تھی اس لیے ایک طرف جنوبی یورپ کی زبانون نے اس سے خوشہ چینی کی اور دوسری طرف مشرقی اثرات رفتہ رفتہ کوہستان پیرینیز کو عبور کرکے فرانس اور نارمنڈی تک پہنچ گئے۔ انھین اثرات کا یہ نتیجہ تھا کہ جب نارمن قوم نے انگلستان کو فتح کیا تو وہ لطائف جو عربی زبان و تراجم سے منتقل ہوتے چلے آتے تھے انگریزی زبان مین داخل ہوگئے اور انگلستان کی قدیم زبان جو ایک محدود زبان تھی وسیع اور لطیف بن گئی۔

لیکن ایسے مشہور اور معتبر مورخ نے انھین علمی اثرات کی بابت لکھا ہے کہ اس وقت تک یورپ کی ذہنی دماغی ترقیون مین جان نہین پڑی جبتک مسلمانون کے سائنس نے علوم و فنون کو یورپ کی خانقاہون سے جدا کرکے دارالعلوم مین نہین پہنچا دیا۔

اگر کسی کو اس امر سے اب بھی اختلاف ہو اور مسلمانون کی شاندار علمی فتوحات اور ان کی عظیم الشان اور بیشک عمارتین خدانخواستہ سرزمین یورپ سے نیست و نابود ہو جائین تو آسمان خود گواہی دیگا کہ یورپ کو مہذب بنانے مین مسلمانون نے کس درجہ حصہ لیا۔ چنانچہ بہت سی چیزون کے عربی نام بھی اسکی شہادت دیتے ہین

حضرات! اسی کے ساتھ اگر ہم مشرقی مسلمانون کے علمی مذاق پر تبصرہ کرین تو معلوم ہوگا کہ مشرقی دنیا مین علم و ادب کی اشاعت مین وہ اپنے مغربی معاصرین سے گوے سبقت لیگئے تھے۔

دارالعلم غزنی

سلاطین غزنویہ مین سلطان محمود کی علم پروری ایک ایسی خصوصیت امتیازی ہے جو علمی دنیا مین ہمیشہ یادگار رہے گی۔ چار لاکھ دینار سالانہ خزانہ شاہی سے اسکے زمانہ مین علماء کو دیا جاتا تھا۔ مگر اس بادشاہ کی فیاضی صرف عالمون ہی تک محدود نہ تھی۔ اس نے اپنے عہد حکومت مین غزنی کی جامع مسجد کے متصل بہت بڑا دارالعلم بھی قائم کیا اور اس مین غیر زبان کی ہزارہا کتابین داخل کین۔ اس دارالعلم مین کتبخانہ کے علاوہ ایک عجائب خانہ بھی شاہی امداد سے قائم تھا۔ اس عہد کے اساتذہ مین سے عنصری بھی اپنے زمانہ کا مشہور فلاسفر اور بےمثیل

شاعر گذرا ہے۔ ایک مرتبہ سلطان نے قصیدے کے چند اشعار پر خوش ہو کر شاعر کے منھ کو تین مرتبہ موتی اور جواہرات سے بھر دیا۔ اسدی طوسی کو دنیا جانتی ہے کہ مشہور شاعر فردوسی کا استاد تھا۔ سلطان نے کئی بار اسدی سے شاہنامہ لکھنے کی خواہش کی مگر وہ ہمیشہ ضعیفی کا عذر پیش کرتا رہا۔ آخر اُسکے نامور شاگرد نے شاہنامہ لکھ کر بقاے دوام کی عزت حاصل کی۔ سلطان محمود کے مساعی جمیلہ سے غزنی شعرا اور فلاسفرون اور علماء سائنس کا مرکز بن گیا۔ اور یہ شہر قرون وسطی کے پلوٹا اور پیڈوا کی طرح مشہور ہوا۔ اسی زمانہ مین آل سبکتگین کا تذکرہ عتبی نے اپنی تاریخ یمنی مین کیا ہے۔

سلطان مسعود غزنوی | سلطان مسعود بھی مثل اپنے باپ کے حکما اور علما کا قدردان تھا اور اُن سے اسقدر مانوس تھا کہ دربار ہمیشہ عالمون سے بھرا رہتا تھا۔ اسکے زمانہ مین انورخان خوارزمی نے علم ہیئت پر کتاب مسعودی لکھ کر ایک ہاتھی کے ہموزن چاندی انعام پائی تھی۔ کتاب روضۃ الصفا مین ذکر ہے کہ اس سلطان نے کئی دار العلوم اور اسکول اپنے ملک کے شہرون مین جاری کیے۔ البیرونی کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ کے مسلمان ہندی علم ہیئت، ریاضی، نجوم، فلسفہ وطب کے بیحد شائق تھے۔ اسی کی کتابین دیکھنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانہ مین سنسکرت کی کتنی کتابون کا ترجمہ کیا گیا۔ خود بیرونی سنسکرت زبان کا بہت بڑا عالم اور پاتنجلی کا مترجم گذرا ہے۔

سلطان بہرام بن مسعود | سلطان بہرام بن مسعود غزنوی بہت بڑا تشنۂ علم تاجدار تھا۔ اس بادشاہ نے علمی دنیا مین نئی روح پھونکی۔ مخزن اسرار کا مصنف اسی کے دربار کا وظیفہ خوار تھا اس سلطان نے کئی ہندی کتب کا ترجمہ کرایا۔ کلیلہ دمنہ اسی کے عہد مین ترجمہ ہوئی جس کو مرزا حسین واعظ کاشفی نے بدل کر انوار سہیلی کے نام سے موسوم کیا۔

آل سلجوق[له]

حضرات! اب اُس خاندان شاہی کا قصہ سُنیے جس نے اپنا ایوان حکومت غزنیون کے کھنڈرات پر قائم کیا۔

جب سلجوق اعظم کرغیز کے کوہستانی میدانون سے اُتر کر اپنی قوم کو بخارا مین لایا اور وہان مع اپنے تمام توابع کے مسلمان ہو گیا اسوقت دنیاے اسلام کی یہ حالت تھی کہ دولت عباسیہ کا چراغ خود جھلملا رہا تھا۔ اسپین اور افریقیہ خلافت عباسیہ کے اثر سے آزاد ہو چکے تھے ایسے نازک زمانہ مین اسلام کی مذہبی اور سیاسی کمزوری رفع کرنے کے لیے ایک زبردست طاقت کی ضرورت تھی جو سلجوقیون کے وجود سے پوری ہوئی۔ اسلام قبول کرتے ہی ان خانہ بدوش وحشیون کی زندگی مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ اور انکے فتوحات نے مسلمانون کی مٹتی ہوئی شان وشوکت کو ایسا سنبھالا کہ لوگون کو صحابۂ کرام کا زمانہ یاد آگیا۔ سلجوقیون نے مغربی ایشیا کی اسلامی سلطنتون کو ایک سلطنت مین شامل کر لیا۔ رومیون کی پیش قدمی کا انسداد کیا۔ نئی ترکی نسل مین مذہبی جوش پیدا ہوا اور یہی سبب ہے کہ دولت سلجوقیہ کو تاریخ اسلام مین مہتم بالشان درجہ ملا ہے۔

خواجہ نظام الملک طوسی اور نظامیہ بغداد

خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ کو اگر ابو عبد اللہ اور برامکہ پر فخر ہے تو الپ ارسلان اور ملک شاہ سلجوقی کا عہد نظام الملک طوسی اور عمر خیام پر ناز کر سکتا ہے۔ مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ یحیی برمکی اور صاحب ابن عباد کے بعد کوئی وزیر فضل وکمال مین خواجہ نظام الملک کا ہمسر نہین ہوا۔ علوم وفنون کی اشاعت مین جس فیاضی سے خواجہ نے کام لیا ہے وہ بھی اُسکا خاص حصہ تھا۔

[له] دیکھو کتاب "نظام الملک طوسی" مولفہ مولوی عبد الرزاق کانپوری۔

نظامیہ بغداد خواجہ کی علمی یادگار - دن مین نظامیہ بغداد کا نام تاریخ مین مشہور ہے ۔ نظامیہ کی عمارت مین ایک حصہ خزینۃ الکتب کے لیے مخصوص تھا چنانچہ تکمیل عمارت کے بعد خواجہ نے ہزارون کی تعداد سے نادر اور بیش قیمت کتابین داخل کردین -

نظامیہ پہلا مدرسہ ہے جس نے طلبا کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور یہ مدرسہ ۲۰۰ برس تک قائم رہا شیخ سعدی نے اسی مدرسہ کے وظیفہ سے تعلیم پائی تھی ۔ محض نظامیہ کی تقلید مین شام و عراق مین بہت سے مدارس قائم ہوے اور علم کا ستارہ وسط ایشیا مین بلند ہوا ۔

تصانیف عہد سلجوقیہ اس زمانہ مین بھی تصانیف کا سلسلہ بدستور قائم رہا خود نظام الملک ایک بڑا مصنف تھا اور اگر آپ اسکے قانون سلطنت کو غور سے مطالعہ فرمائین گے تو معلوم ہوگا کہ زمانۂ حال کا قانون اور ضابطہ بھی سلاطین سابق کے قانون کا خوشہ چین ہے -

حکیم عمر خیام نیشاپوری خواجہ نظام الملک کے ہمسبق حکیم عمر خیام نیشاپوری نے ملک شاہ سلجوقی کے حکم سے اصلاح سنہ کی تھی ۔ خیام کی تصانیف اسقدر مشہور ہین کہ ہمارے بیان کی محتاج نہین اور خیام کے باثر ہونے مین کیا کلام ہو سکتا ہے جب کہ گذشتہ صدی مین شہر لندن مین "عمر خیام کلب" قائم ہو - یورپ والے خیام کو مشرق کا والٹیر کہتے ہین - فلاسفران یورپ مین شہرت بادہ سلسلۂ خیامی مین داخل ہے اور اس کا فلسفہ فی نفسہ کوئی نو ایجاد فلسفہ نہین ہے -

علم و پیشہ اس عہد مین جسکی یہ تاریخ ہے شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب مسلمان ہوگا جس نے محض علم کو معاش کا آلہ بنایا ہو ورنہ قوم کا ہر فرد پیشہ ور تھا - عربون کی تجارتی کوششین انکے علوم وفنون کی کوششون سے کچھ کم نہ تھین کئی صدیون تک وہ تمام عالم کا مرکز تجارت بنے رہے ، اور زمانۂ قدیم مین اُنھون نے وہی کام دیا جو یورپ مین وینیس نے اپنی ترقی کے زمانہ مین دیا تھا - اور پھر لطف یہ کہ باوجود اس حیرت انگیز تجارتی ترقی کے عربون نے نہ تو اپنے تمدن کی بنیاد تجارت پر رکھی نہ تجارت کو قومی دراز دستی کا آلہ بنایا اور نہ ترقی تجارت کو اپنے علمی مشاغل پر غالب ہونے دیا -

اسی علمی ذوق وشوق کا نتیجہ تھا کہ ایران کی مردہ شاعری مین جان پڑی - شیراز ہمیشہ علمی مرکز بنا رہا - بخارا مین دار العلم قائم کیا گیا مشہد کی علمی شان وشوکت قائم ہوئی - نیشاپور کو علمی فضیلت ملی تاجدارون نے جا بجا کتبخانے قائم کیے نوح ابن منصور کا کتب خانہ ایک بے نظیر کتبخانہ تھا - عضد الدولہ نے شیراز مین ایک کتبخانہ قائم کیا - سیف الدولہ کے کتبخانہ مین فن ادب کا ایک بیمثل ذخیرہ جمع ہوا - سہل بن مرزبان صاحب بن عباد محمد بن الحسین بغدادی کے کتبخانے یادگار زمانہ بنے اور طوس کے بارہ مین کہا گیا کہ :-

ہر دبیر و شاعر و مفتی کہ از طوس بود ۔ چون نظام الملک وغزالی وفردوسی بود

اور یہی نظامیہ بغداد اور اُسکے ماتحت مدارس تھے جنکی اعلیٰ تعلیم و تربیت نے علم کی روشنی پھیلا کر اس عہد کے مسلمانون کو ایک زندہ قوم بنا دیا تھا

مسلمانان ہند کا علمی مذاق

حضرات ! ہندو مسلمانون کے صدیون کے باہمی تعلقات سے جو اہم نتائج پیدا ہوے اُن کا بیان اس مختصر تقریر مین نہین ہو سکتا - لیکن بسبیل ایجاز اتنا کہنا کافی ہے کہ جب اہل اسلام ہندوستان مین آئے تو سب سے پہلے معاشرت مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا - ذات پات کی بندشین جنھون نے ہر طرف سے انسانیت کو جکڑ رکھا تھا کمزور ہوتی گئین اور رفتہ رفتہ ان تعلقات نے سوشل حالات سے گذر کر مذہبی اور سیاسی شعبہ ہاے حیات کو بھی متاثر کیا - اسلامی مدنیت کی ترقی کو وہ میدان مل گیا جو اس عہد سے پیشتر اسکو دیگر

ممالک میں مل چکا تھا اور جس میں وہ اپنے انتہائی نتائج ارتقا کو ایک عالم کے پیش نظر کر چکی تھی۔ مسلمانوں نے یہاں بھی متعدد دار العلوم و مدارس قائم کیے۔ چونکہ وہ خود لٹریچر کے مالک تھے اور جانتے تھے کہ کسی قوم کو بے زبان کر دینا اسکی ہستی کو مٹانا ہے اسلیئے انھوں نے نہ صرف سنسکرت پر اپنی توجہ مبذول کی بلکہ اس ملک کی ایک قومی زبان یعنی بنگالی کو بھی ترقی دینا اپنا فرض سمجھا۔ یہ امر واقع ہے جسکی صحت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ افسوس ہے کہ عام مورخین بھی اس حقیقت کو ظاہر نہ کر سکے۔ میرے لیے بحیثیت ایک بنگالی ہونے کے یہ امر باعث صد افتخار ہے کہ میرے ہموطن کمار نریندر ناتھ لا نے "ترقی علوم بزمانۂ شاہان اسلام ہند" نامی مستند کتاب حال میں شائع کر کے اس فرض کو ادا کیا ہے جو اسلامی علمی کارناموں کی طرف سے بنگالیوں پر عائد ہوتا ہے۔

حضرات! انھوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہمارے اسلامی سلاطین ہند ان سیاسی رموز سے بھی واقف تھے جس سے مختلف النسل قومیں متحد ہو جاتی ہیں۔ یہ سلاطین ہندوستان میں آکر ہندی ہو چکے تھے۔ صدیوں سے آپس میں ایک نہایت دلکش مفاہمت ہو چکی تھی۔ ملکی رنگ ان سلاطین اور بزرگان دین پر ایسا چڑھا کہ زبان و مذہب کے اتحاد اور محبت و اخلاص کے برقرار رکھنے میں ایثار کی انتہا کر دی۔ جنگ نہاوند کے بعد پارسیوں نے جو نہیں کیا تھا وہ کر گذرے اپنی اصلی زبان کو بھی فراموش کر دیا۔ چنانچہ ہندو مسلمانوں کے اتحاد و ایثار کی نظیر ایک جانب ہماری پیاری اردو زبان ہے جو بھاشا کی ترقی یافتہ شکل ہے اور دوسری جانب وہ صوفیانہ خیالات ہیں جنمیں اور ویدانت کے حقیقی اصول میں کوئی فرق یا تفاوت نہیں ہے۔

ہندوستان میں مذہبی اور سیاسی اتحاد | اسی وسیع الکیفیت اتحاد کا نتیجہ تھا کہ گرونانک اور کبیر کے پیرو وجود میں آئے اور اب بھی بطور زندہ یادگار موجود ہیں رہا سیاسی اتحاد سو وہ راجہ اشوک کے بعد ہندوستان میں اسوقت تک پیدا نہیں ہوا جب تک شہنشاہ اکبر نے ہندو اور مسلمانوں کو تمدنی طور پر ایک نہ بنا لیا اور یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ ہندوستان کی موجودہ معاشرت میں جہاں سامانیوں اور یونانیوں کا کچھ حصہ ہے وہاں مسلمانوں کا بھی بہت بڑا حصہ شامل ہے۔

عرب اور ہندوستان | عربوں کے تجارتی تعلقات ہندوستان کے ساتھ ابتدائے زمانۂ تاریخی سے شروع ہوے لیکن ظہور اسلام کے کچھ ہی مدت بعد سندھ عربوں کے تحت حکومت میں آگیا اور ہندوستان میں عرب پہلے پہل آئے۔ نویں صدی کا تذکرہ ہے کہ سندھ میں ہندو مسلمانوں کا میل جول اسقدر بڑھ گیا تھا کہ ہندو عربی معاشرت سے اسقدر متاثر نہیں ہوے جسقدر خود عرب ہندوستانی معاشرت سے متاثر ہو گئے تھے اسی عہد میں قرآن شریف کا کسی ہندو راجہ کی تحریک پر ہندی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔

عربی دور ختم ہونے کے بعد ایرانی دور شروع ہوا۔

خاندان غزنی

خاندان غزنی کا مختصر بیان ہم اوپر کر آئے ہیں۔ یہاں صرف یہ کہنا کافی ہوگا کہ سلطان محمود غزنی کے زمانہ کے مسلمان ہندو فلسفہ سے خوب واقف تھے اور غزنیوں نے متعدد ہندی کتابوں کا ترجمہ کرایا۔ اور سچ پوچھیے تو اردو زبان کی بنا اسی سلطان کے وقت سے پڑی اور اسی کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر تھا کہ سلطان مسعود نے ممالک محروسہ ہندوستان کی گورنری پر ایک ہندو سردار کو ممتاز کیا۔

خاندان غلامان

ان کو غلام نہ کہیے ہمارے ہمخیال صدر جناب نواب نصیر حسین خان صاحب خیال نے کیا خوب فرمایا ہے کہ "یہ غلام شاہوں کا دل و دماغ لائے تھے

اور ہندوستان کے ساتھ انھون نے شاہانہ سلوک کیے۔ انھین کے وقت مین دلی زبانون کا مرکز اور علوم کا گھر بن کر غزنی اور بغداد پر چشمک زنی کر رہی تھی۔

سلطان ناصرالدین سلطان ناصرالدین کے زمانہ مین طبقات ناصری لکھی گئی

شاہ بلبن جب چنگیز خان خراسان کی غارتگری مین مصروف تھا تو شاہ بلبن سریر آرائے دہلی تھا۔ لکھا ہے کہ وسط ایشیا کے پندرہ شاہزادے اسوقت دہلی مین پناہ گزین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بلبن کے دربار مین متعدد علما و فضلا جمع ہو گئے تھے۔

امیر خسرو امیر خسرو کی شیرین کلامی اسی کے عہد مین مقبول ہوئی خسرو نے خالق باری لکھ کر صرف دونون قومون مین یکسانیت ہی نہین پیدا کی بلکہ دونون ہی قومون کے جذبات و خیالات کا آپس مین ایک رشتہ باندھا۔

سلطان علاءالدین خلجی سلطان علاءالدین خلجی کے بارہ مین صاحب فرشتہ کہتا ہے کہ اس بادشاہ نے بھی متعدد دارالعلوم قائم کیے۔ اور پینتالیس مشہور علما ان مین تعلیم دیا کرتے تھے اس زمانہ مین دلی مین ایسے ایسے اساتذہ موجود تھے جو اپنے اپنے علم و فن مین بخارا، سمرقند، بغداد، قاہرہ، دمشق، اصفہان، تبریز کے مشہور اساتذہ سے بڑھے ہوئے تھے۔

ابن بطوطہ عربی مشہور سیاحون مین یہان پر صرف ایک سیاح کا نام آپ صاحبان کے روبرو پیش کرتا ہون۔ ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ مین افریقہ اور ایشیا کی سیاحی کرتا ہوا ہندوستان آیا تھا۔

فیروز شاہ تغلق فیروز شاہ تغلق شاہان ہند مین ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے اُسی نے شہنشاہ اشوک کے دو پُرانے ستونون کو نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا جب راجہ ناگرکوٹ کو شکست دے کر اسکا ملک اُسے سپرد کیا تو راجہ کے کتبخانہ کی چند کتابون کا فارسی زبان مین ترجمہ کرایا اور ایک کتاب کا نام دلائل فیروز شاہی رکھا اس سلطان نے بھی متعدد دارالعلوم ہندوستان مین قائم کیے۔ چنانچہ اُن مین سے ایک فیروز آباد مین بنا تھا جسکی عمارت تمام مدارس ہند سے زیادہ خوبصورت و شاندار تھی۔

سکندر لودھی سکندر لودھی کے زمانہ مین ہندوؤن نے فارسی زبان کی تحصیل شروع کی اور اُردو زبان اُسی کے زمانہ سے شروع ہوئی حالانکہ اسکی بنیاد محمود غزنوی کے عہد حکومت مین پڑ چکی تھی۔ اس زمانہ مین بھی شاہی اعانت و سرپرستی کی بدولت تراجم و تصانیف کا بازار خوب گرم تھا ایک سنسکرت زبان کی کتاب ارگرمہا بیدک کا ترجمہ کرکے اس کا نام طب سکندری رکھا جس کو ہندوستان کے تمام اطبا نے مستند مانا۔

دکن شاہان دکن مین بہمنی و عادل شاہی بادشاہون کے بارے مین صرف یہ کہنا کافی ہوگا کہ ان مین سے اکثر و بیشتر بجائے خود علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ یہی نہین بلکہ ان کے وزرا بھی انھین کی طرح فضل و کمال کے قدردان و ماہر علوم و فنون تھے۔ ان بادشاہون نے دکن مین ہزارہا مدارس اور کتبخانے قائم کیے۔ یہی وہ سلاطین تھے جنکی علمی فیاضیون کی بدولت نہ صرف ہندوستان بلکہ ہر ملک و دیار کے علما مستفید ہوتے تھے۔ چنانچہ وہ ہر سال غیر ممالک کو جہاز بھیج بھیج کر فارس و ترکستان سے علما کو طلب کرکے اپنے دربار کی رونق بڑھاتے تھے حافظ شیرازی بھی ایک زمانہ مین یون ہی مدعو کیے گئے تھے۔

گجرات گجرات کے اسلامی بادشاہون نے علم کو بڑی وسعت اور ترقی دی انھون نے بھی عرب و فارس و ترکستان سے علما کو طلب کرکے اپنے پایہ تخت مین جگہ دی۔

کشمیر کشمیر مین تو سلطان زین العابدین ہی کے عہد مین اکثر عربی و فارسی کتابون کا ترجمہ ہندی مین اور بہت سی ہندی کتابون کا ترجمہ فارسی مین ہو گیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے اُسی کے حکم سے مہابھارت اور راج ترنگنی کا ترجمہ فارسی مین ہوا۔

جونپور ابراہیم شرقی کے زمانے مین جونپور علما اور طلبہ کا مرکز بن گیا اور متعدد مدارس و دارالعلم یہان بھی شاہی امداد سے قائم ہوئے۔

سندھ ملتان شاہان اسلام کے زمانے مین علمی نقطۂ نظر سے گجرات پر تفوق رکھتا تھا۔

بنگال خود بنگالی زبان مین شاہی حکم سے سنسکرت کتابون کے ترجمے کیے جاتے تھے اور انھیں کی بدولت بنگالیون کو اُن کی مادری زبان مین رامائن مہابھارت اور بھاگوت پران میسر ہوئین۔ اس ذریعہ سے یہ زبان رفتہ رفتہ ایک علمی زبان بن گئی۔

یہ ذوق صرف شاہان بنگال تک محدود نہ تھا۔ چنانچہ اسداللہ ملک بیر بھوم کی نسبت لکھا ہے کہ اُس نے اپنی آمدنی کا نصف حصہ اسی مذاق کے لیے مخصوص کر رکھا تھا۔

اسلامی دور مین فرزندان بنگال کو ملک الشعرا بننے کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔

خاندان مغلیہ

یہ مشہور بات ہے کہ قیصر ہند اکبر اعظم کو ہندوؤن سے کس قدر اُنس تھا۔ اُسی کے زمانہ مین ہندوؤن کا ربط وضبط دوستی کے درجہ سے گذر کر قرابت و رشتہ داری کی حد تک پہنچ گیا تھا اور ہندو مسلمانون کی تمدنی زندگی بالکل ایک ہو گئی تھی مسلمانون نے ہندوستان کو اپنا گھر سمجھ کر سنسکرت اور بھاشا مین نمایان ترقی کی۔ اکبر نے اپنے احکام سے بہت سی کتابون کے ترجمے کرائے۔ دیبی برہمن اور ملا عبدالقادر بدایونی کی شرکت سے مہابھارت فارسی زبان مین ترجمہ ہو کر رزم نامہ کہلائی۔ اور انھیں فضلا نے رامائن کا ترجمہ کیا۔ اتھروید کا ترجمہ حاجی ابراہیم سرہندی نے اور لیلاوتی کا ترجمہ فیضی نے کیا۔ نل دمن کو بھی مثنوی کا لباس اسی فاضل شاعر نے پہنایا۔ علاوہ ازین عہد اکبری مین بہت سی عربی اور فارسی کتابون کا سنسکرت زبان مین ترجمہ ہوا۔

شہنشاہ جہانگیر جہانگیر نے بھاشا کی اعلےٰ نظمون پر بیش قرار انعام دیکر شاعرون کے حوصلہ بلند کیے۔

عہد شاہجہان شاہجہان کے عہد دولت مین ہندوستان کی متحدہ ملکی زبان ترقی کر کے اردوے معلےٰ کے خطاب سے ممتاز ہوئی

مسلمان اور فنون لطیفہ

اسی ضمن مین اگر یہ بھی کہا جائے تو کچھ نامناسب نہ ہوگا کہ مسلمانون نے اپنی علمی ترقیون کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ مین بھی خاص دستگاہ بہم پہنچائی تھی۔ چنانچہ عہد شاہجہانی کی یادگار اُن کے کمال کا اعلیٰ ترین نمونہ تخت طاؤسی ایک ایسی چیز تھی جسکو دیکھکر تمام دنیا نے ٹھہا تعجب کیا مسلمانون نے اپنے کمالات صناعی کے ایسے ایسے عدیم المثال نمونے چاردانگ عالم مین چھوڑے جو عجائبات روزگار کہے جاتے ہین۔ خود ہندوستان مین تاج محل جسکو یوروپین سیاحون نے "طلسم حیرت" کہا ہے آج تک ایک عالم کو محو حیرت بنا رہا ہے۔

اسی طرح نادر قلمی تصاویر اور قسم قسم کے اعلےٰ پارچہ جات و اسلحہ و نقش دار ظروف مین جو جو صناعی و دستکاری دکھائی گئی ہے اُنکے رہے سہے نمونے آج بھی ہندوستان اور یورپ کے عجائب خانون کی رونق دوبالا کر رہے ہین۔

شاہزادہ دارا شکوہ دارا شکوہ نے خود سنسکرت سے ہندوؤن کی مشہور و معروف کتاب بھاگوت گیتا اور جوگ بسشٹ رامائن کا ترجمہ کیا۔ اُسی نے اپنیشد کے ترجمہ کا نام سرالاکبر رکھا۔

شہنشاہ اورنگ زیب اورنگ زیب کے زمانہ مین بھاشا معراج کمال پر پہنچی۔ دلی کے بعد زبان دانی کی ٹکسال شاہان اودھ کی سرپرستی مین لکھنؤ منتقل ہوئی اور سلطنت لکھنؤ کی بساط اُلٹ جانے کے بعد اُردو کا ستارہ بنگال مین چمکا۔ روہیلکھنڈ مین رامپور نے گلشن سخن بننے کی قابلیت پیدا کی۔ وسط ہند مین بھوپال کو اردوے معلےٰ کی مہمانی کا فخر حاصل ہوا۔ بالآخر حضرت داغ نے اُردو کے گہوارہ کو

دلّی سے لیجا کر شاہ دکن کی امانت میں سپرد کر دیا۔

اس طور پر سلاطین اسلام کے آغوش میں ملک کی عام مشترکہ زبان نے تربیت و پرورش پائی اور قدیم ہندوستان کی ایک متحدہ یادگار بنی۔ یہ ہین وہ گرانبار احسانات جو اسلام کے ہندوستان پر ہین جن کو بعض لوگ تجاہل عارفانہ سے بھولے ہوے ہین اور افسوس ہے کہ مٹی ہوئی سلطنت کے ساتھ اس متحدہ یادگار کو بھی مٹانا چاہتے ہیں۔

حضرات! جو کچھ آپ نے سُنا بظاہر ایک فسانہ معلوم ہوتا ہے مگر یہ کوئی معمولی فسانہ نہین ایک قوم کا ایشیا مین ہندوؤن سے ربط و اتحاد اور یورپ مین مسیحیون اور یہودیون سے رہا ہون ہم پیالہ و ہم نوالہ رہنا، خاص کر جب وہ قوم ایسی ہو کہ قیصر و کسریٰ کے بادشاہون کا سامان اس قوم کی شاہزادیون کے جہیز مین نکالا جائے اور پھر خوبی یہ کہ ملکی فتوحات سے زیادہ علمی فتوحات ہون، جو قوم ایسے ایسے شہرون کی بنیاد ڈالے کہ صدیون تک یورپ اور ایشیا مین علوم و فنون و صنعت و حرفت و کمالات انسانی کے ماوا و ملجا بنے رہین، جس قوم کے عدل و مساوات و سیاست و حوصلہ مندی کی یہ کیفیت ہو کہ وہ قوم نہ صرف اپنے صنف نازک کو مساوات کا درجہ دے بلکہ تمام امور معاشرت مین غیر اقوام کے حقوق کی بھی محافظ بنے، جس کے قانون سلطنت کا یہ عالم ہو کہ زمانۂ حال کا قانون اور ضابطہ اُسکا خوشہ چین ہو، جس کی تجارتی کوششین اُسکی علمی کوششون سے کم نہون اور پھر لطف یہ کہ نہ اس قوم کی بنیاد تجارت پر رکھی جائے، نہ اُسکی تجارتی کوششین اُسکے علمی مشاغل پر غالب ہونے پائین، جس کی ترقی علم و ادب کا یہ حال ہو کہ ایک طرف مغرب مین یورپین لٹریچر اُسکی زبان سے مستفید ہو تو دوسری طرف ایک ملک کی مردہ شاعری مین روح پھونکے اور دوسرے ملک مین نہ صرف مقامی زبانون کو فروغ دے بلکہ اپنے اتحاد و ایثار کی مثال ہے وہان کی زبان کو ترقی دے کر ایک نئی اور دلکش زبان بنا ڈالے، جسکے عملی علوم مین یہ خوبی ہو کہ جب سائنس کے خزانون پر وہ دسترس پائے تو بشریت کی نہائی سرحد یہ قرار دے کہ وہ صفات ملکوتی حاصل کرے نہ یہ کہ الحادی و مادّی خیالات کا قوم پر اثر ڈالے جس قوم کے فلسفۂ تصوف کا یہ کمال ہو کہ ایک جانب لاطینی مسیحیت اور موسویت اور دوسری جانب ہندوؤن کی ویدانت سے شیر و شکر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اُسکے فنون لطیفہ کے بچے کھچے نمونے آج بھی عجائب خانون کی رونق بڑھائین، تو یہ ایسے واقعات نہین ہین جن پر ایک مبصر تنقیدی نظر ڈالے اور اُسکے وسیع الکیفیت نتائج کو حیرت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

حضرات! مین اگر اس مہتم بالشان علمی تحریک کے جزئیات سے بحث کرون تو میری تقریر بہت طویل ہو جائے گی لہذا مین صرف اس اجمال پر اکتفا کرتا ہون کہ ہر ملک مین اُسکی خصوصیت کے لحاظ سے مسلمانون نے علمی ترقی کے اسباب فراہم کیے۔ ایران مین علاوہ منقولات کے معقولات کو بھی ترقی دی۔ مصر و شام مین فقہ حدیث اسمار الرجال کو فروغ ہوا۔ اسپین مین ادب و شاعری اور تاریخ کا فن کمال کو پہنچ گیا۔ ہندوستان مین ریاضی فلسفہ و طب کو فروغ ہوا۔ بالفاظ دیگر مسلمانون نے ۷۰۰ برس تک تمام اقطاع عالم مین علم کا چراغ روشن رکھا اور عہد قدیم سے علوم و فنون کو لے کر اُن مین قابل قدر اضافہ کر کے بحفاظت تمام عہد جدید کے سپرد کیا جس سے غیر اقوام کی موجودہ تہذیب کی بنا ڈالنے مین معقول مدد ملی۔ صاحبو! جبتک علم و انصاف دنیا میں قائم ہے مشرق و مغرب تمدن عرب کے اُن گران قدر اور ناقابل فراموش احسانات سے کبھی سبکدوش نہین ہو سکتا۔

اس بیان سے آپ لوگون نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ دنیا کی علمی ترقی مسلمانون کی تصانیف و تراجم کی کس درجہ ممنون احسان ہے اور ان تراجم کی بدولت خود مسلمانون کی علم زباندانی مین کس قدر وسعت ہوئی۔ حضرات! موجودہ حالت کو پیش نظر رکھتے ہوے ضرورت اس امر کی متقاضی ہے کہ نہایت حریص اور طامع بن کر مثل اُن اقوام کے جنھون نے دیکھتے دیکھتے اپنی زبان کو علمی زبان کی حد تک پہنچا دیا ہے غیر زبانون سے مصالح اکٹھا کر کے اپنی زبان کی ترقی مین صرف کیا جائے اور جہان تک جلد ممکن ہو موجودہ ضرورت کے مطابق بنائی جائے۔

مجھے یقین ہے کہ اگر سلسلہ تراجم جاری رکھا گیا تو کچھ ہی دنون مین اردو زبان بھی دنیا کی وسیع زبانون مین شمار کی جائے گی مین صرف تراجم ہی پر زور نہ دونگا بلکہ اس پیاری زبان کی حمایت مین آپ حضرات سے یہ بھی عرض کرونگا کہ اردو زبان جبلی طور سے دنیا کی عالمگیر زبانون مین ایک ممتاز زبان بننے کی قابلیت رکھتی ہے اور اگر آپ صاحبان ہمت کرین تو آج بھی اُسکے قالب مین تازہ روح پھونکی جا سکتی ہے۔

حضرات! ہر قوم اپنا ایک مخصوص ماضی رکھتی ہے ایک مخصوص تاریخ ایک مخصوص روایات قومی کا ذخیرہ رکھتی ہے اور مخصوص حالات اور تجربات کی بنا پر اپنے ارتقا کے موجودہ منزل پر پہنچتی ہے اور ہر ملک کا ایک اصلی اور صحیح کیریکٹر ہوا کرتا ہے جس کا خاص تعلق اُس ملک کی زبان سے ہوتا ہے اور جس کا ضائع ہو جانا گویا قوم کا فنا ہونا ہے یاد رکھیے! اردو زبان ہرگز احسان فراموش نہین ہے۔ آپکی خدمات کے صلہ مین یہ پیاری زبان نہ صرف آپ کے اصلی اور صحیح کیریکٹر کو برقرار رکھے گی بلکہ آپ کو اتحادی ترقی کے اُس انتہائی زینہ پر پہنچائے گی جو آپ کے گذشتہ اور موجودہ لیڈران قوم اور محبان وطن کا نصب العین رہا ہے۔ اور رہے۔ فقط

بی۔ گھوشال

منوجی کے اصول اخلاق

علماے الٰہیات کے معتقدات سے ہے کہ اگر اُنکے مسائل دینی کی بیخ کنی ہو جائے تو نیکوکاری جہان سے جاتی رہے گی۔ اُنکا قول ہے کہ ہمیشہ ہر ملک مین، گناہون کی سزا کے خوف ہی کی وجہ سے اور اعمال حسنہ کی جزا کی اُمید ہی پر لوگون نے راستبازانہ زندگیان بسر کی ہین نیز وہ کہتے ہین کہ قادر علی الاطلاق ہی کے وجود کے عقیدہ نے رفتہ رفتہ انسان کے دل مین راستبازی کا احساس بوجہ احسن پیدا کیا ہے۔ بخلاف اسکے، اہل اخلاق کا دعویٰ ہے کہ نی الحقیقت نیکوکاری کی بنیاد کسی خاص مسئلہ حکمیہ یا عقیدۂ مذہبی کے اختیار یا قبول کر لینے پر نہین ہے، بلکہ اس حقیقت کے بصدق دلی تسلیم کر لے اور اُسپر عمل پیرا ہونے پر ہے کہ فطرت کے قوانین بندھے ہوئے ہین جنکی خلاف ورزی سے نہ صرف افراد مین امراض جسمانی پیدا ہوتے ہین، بلکہ وہ قومین بھی تباہ صاف ہو جاتی ہین جو بدکاری مین انہماک رکھتی ہین وہ اہل مذہب کے اس مشہور قول کو تسلیم نہین کرتے کہ "تہذیب اخلاق کے قوانین کو کسی دین مخصوص کی تعلیمات پر مبنی رکھنا چاہیے"۔ اُنکے نزدیک تو جبتک مسائل حکمانہ کی بخوبی تحقیص نہ ہو جائے تب تک اخلاق کی ابتدا ہی نہین ہو سکتی۔

جب خطوط متوازی کا کسی نہ کسی نقطہ معینہ پر مل جانا یقینی ہے تو کیا شبہ کہ یہ دونون مختلف گروہ بھی آخر کار متفق الرائے نہ ہو جائین علم الاخلاق ہم کو حیات انسانی کی منزل مقصود کی راہ دکھاتا ہے تو علم مابعد الطبیعۃ اس تیقن کا موید ہے کہ اس منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے زندگی بھر کوشش کرنا ضرور ہے بلکہ اگر اس راہ مین جان تک بھی دینی ہو تو مضائقہ نہین علم الاخلاق اُن شرائط و ضوابط کی تحقیق کرتا ہے جو فرداً فرداً انسانون کے افادہ کے موجب ہین تو علم مابعد الطبیعۃ ہم پر روشن کرتا ہے کہ ہستی کی علت غائی کیا ہے یا آنکہ جو موجود ہے وہ حقیقۃً کیا ہے علم الاخلاق ہمکو قواعد تہذیب اخلاق اور فرائض کی تفاصیل ہمہ تلقین کرتا ہے تو علم مابعد الطبیعۃ ہمکو نفس انسانی کی ماہیت سے آگاہ کرتا ہے اور دکھاتا ہے کہ حقائق موجودات کے درمیان حضرت انسان کا کیسا بلند مرتبہ ہے۔ علم الاخلاق اس امر کا پتہ لگاتا ہے کہ ہم مین وہ حاسہ کیونکر پیدا ہوا جسکے ذریعہ سے ہم اپنے فرائض کو سمجھتے بوجھتے ہین تو علم مابعد الطبیعۃ خود حیات و ممات کے مسئلہ کو سلجھانے کی سعی کرتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ان دونون علمون کے درمیان کچھ نہ کچھ علاقہ ضرور ہے۔

ان چند تمہیدی جملون کے بعد اب ہم منوجی کے اصول اخلاق ناظرین کی خدمت مین پیش کرتے ہین۔ بظاہر ایسا گمان ہوتا ہے کہ منوجی کا بیان بیسوین صدی عیسوی کے اہل اخلاق کے مسائل کے ساتھ موافق ہے لیکن اگر آپ کے پیش کردہ اصول پر غور کے ساتھ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس جید فلسفی و مدبر نے ان دو متضاد گروہون یعنی اہل اخلاق اور اہل مذاہب کے بین بین راہ اختیار کی ہے۔ آپ کے چند اقوال اُن صاحبان کے واسطے قابل غور و تعمق ہین جنکا تجربہ ہے کہ آپ کے مسائل کو زمانہ حال کے ظنیات کے ساتھ مطابق کرنا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس مشہور اشلوک مین آپ فضائل کی تقسیم اس طرح فرماتے ہین:-

धृति क्षमा दमोऽस्तेयशौचमिन्द्रियनिग्रहः ।
धी: विद्यासत्यमक्रोधो दशकं धर्मलक्षणम् ॥

یعنی ۱- شجاعت و استقلال، ۲- عفو، ۳- راستبازی، ۴- دیانتداری، ۵- تزکیہ، ۶- استتباع حواس، ۷- ترقی عقل، ۸- تحصیل علم حقیقی، ۹- صداقت، ۱۰- خلو عن الغیظ۔

اس تقسیم کے ذریعہ سے ہم سمجھ سکتے ہین کہ جون جون حیات انسانی عقل و روحانیت کی جانب ترقی کرتی جاتی ہے تون تون یہ فضائل بھی انسان مین پیدا ہوتے جاتے ہین اور اُسکو ان کا اعلام ہوتا جاتا ہے۔

شجاعت | اس تقسیم مین شجاعت کو اول رکھا ہے اور فی الواقع کسی کو اسکی اولیت سے انکار نہین ہو سکتا۔ حصول مقاصد کے واسطے اس صفت کا وجود نہایت ضروری ہے۔ اگر اس خوبی کی کمی ہے تو ساری کوششین رائگان ہین اور کوئی کام انجام نہین پا سکتا۔ اس برطانیہ کی مملکت پر آفتاب غروب نہین ہوتا تو بیشتر اسی باعث سے کہ کارکنان انگریزی[*] اس صفت سے متصف ہین۔ اگر سیواجی مین یہ صفت بدرجۂ اتم موجود نہ ہوتی تو وہ قوم ہنود کو ملکی و معاشری شکست سے محفوظ نہ رکھ سکتا۔ ازمنۂ قدیمہ مین اس صفت کا اظہار خصوصاً میدان جنگ ہی مین ہوتا تھا، مگر اب مختلف محکہ جات مین اسکا وجود لازم ہے۔ بغیر اس خوبی کی امداد کے کوئی ماہر علوم تجربیہ ایسا جدید ظنیہ پیش کرنے کی جرأت نہین کر سکتا جس سے ظنیات متداولہ کا ابطال ہوتا ہو، نہ کسی مصلح کو اپنی قوم کے عیوب پر اُنگلی رکھنے کی تاب ہو سکتی ہے۔

عفو | فتح بیشک شجاعت حقیقی ہی کا نتیجہ ہے۔ فرض کیجیے کہ کسی جنگ آور کو لڑائی مین فتح حاصل ہوئی اور اُسکے دشمن پسپا ہو گئے

---

[*] Menofaction اس لفظ کا اطلاق اُن انگریزون پر ہوتا ہے جنھون نے کارہائے نمایان انجام دے کر اپنی قوم کی کوئی خاص ملکی خدمت کی ہو جیسے لارڈ کلائو وارن ہیسٹنگز وغیرہ۔

توفرمائیے کہ اُس دلاور مرد کے دل میں اُس وقت خاص کیا خیال جاگزین ہوگا؟ مغلوب دشمن کے ساتھ وہ کیونکر پیش آئیگا؟ جو شخص فی الواقع شجاع ہے وہ تو ہرگز ایسی ضلالت اختیار نہ کریگا کہ اُس وقت اپنے دشمن کے ساتھ بدسلوکی کرے، بلکہ وہ معاف کریگا اور پُرانی عداوت کو دل سے دور کردے گا۔ تواریخ میں اسکی بہت سی نظیریں ملتی ہیں لارڈ کیننگ بوجہ حسن کلیمنسی[ﻪ] "کیننگ" کہلانے کے مستحق تھے۔ شاعروں کا سرتاج کہتا ہے کہ "ترحّم خود ذات باری کی صفت ہے پس جب انسان کے عمل میں رحم بھی انصاف کے ساتھ شامل ہوتا ہے تو ذات انسانی گویا صفت رحمانی کی نظیر پیش کرتی ہے" یہی سبب ہے جو منو جی نے اپنی تقسیم فضائل میں عفو کو شجاعت کے بعد لکھا ہے۔

راستبازی و دیانتداری مالک کی اجازت کے بغیر یا فریب، چالاکی، عدول عہد کے ذریعہ سے، یا بہکا کر کسی چیز کو اپنی تحویل میں لانے کا نام بے ایمانی ہے اور اس کی ضد ایمانداری ہے۔ بقول ارسطاطالیس "راستبازی وہ پابندی ہے جسپر عقل ہدایت کرے اور جسکو باخبر مرد اختیار کرتا ہے"

یہ فضائل جسمانی ہیں، مختلف افراد و اقوام سے انکا تعلق بوجہ اختلاف حالات و کیفیات تمدّن یکساں نہیں ہے، پس افراد کی عقل پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ اپنے واسطے اُن فضائل کی تخصیص کرلیں جو باعث ترقی و خوشحالی جمہور ہوں۔ اسی جہت سے منو جی نے اسکی تشریح عام طور پر کی ہے۔

تزکیہ منوسمرتی کے پانچویں ادھیائے کے ۱۰۹ اشلوک میں آپنے روحانی اور جسمانی پاکیزگی کے حصول کا طریقہ عام طور پر بیان کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "پانی جسم کی گندگی کو دور کرتا ہے صداقت ذہن انسانی کو علو بخشتی ہے، علم و اداے فرائض سے روح کو فضیلت حاصل ہوتی ہے، شریفانہ خیالات کا وجود باعث تہذیب عقل ہوتا ہے"

अद्भिर्गात्राणि शुध्यन्ति मनस्सत्येन शुध्यति ।
विद्यातपोभ्यां भूतात्मा बुद्धिर्ज्ञानेन शुध्यति ॥

ترقی عقل وغیرہ جرائم پیشگی کے اسباب کی تحقیقات میں علما اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ فی الحقیقت جرائم پیشگی محض ایک مرض دماغی ہے بلکہ اسکو واقع اسکاٹ لینڈ کے ڈاکٹر میکوئن صاحب انگریزی طبی رسالہ لینسٹ کی ایک اشاعت میں رقمطراز ہیں کہ ایک نزدور سیڑھی پر سے سر کے بل گر پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسمیں اخلاق ذمیمہ کا رجحان پیدا ہوگیا۔ اُسکے دماغ میں ایک سُدّہ پڑ گیا تھا اور یہی اس رجحان کا سبب تھا، چنانچہ جب عمل جراحی سے، اُسکے سر میں سوراخ کرکے وہ سدہ نکال دیا گیا تو رجحان بدی بھی جاتا رہا۔ ڈاکٹر لاسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ فلیش نے پچاس جرائم پیشہ لوگوں کے دماغوں کا امتحان کیا اور سب میں کچھ نہ کچھ نقص پایا، پس ڈاکٹر صاحب موصوف کی رائے ہے کہ آیندہ کبھی بدکاری و جرائم بجاے قانونی گرفت کے تحت میں آنے کے فن طب سے زیادہ تر متعلق سمجھے جائینگے

جب حسب مذکورۂ بالا ہم نے جان لیا کہ نقائص و امراض دماغی کا کیسا کچھ اثر حاسّات اخلاقی پر پڑتا ہے، تو ہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ منو جی نے ترقی عقل کو کس وجہ سے فضائل کے شمار میں داخل کیا۔ منو جی نے ترقی عقل کے چند ذرائع بھی بیان فرمائے ہیں مثلاً (۱) مسکرات اور صحبت بد اور سستی سے پرہیز کرنا (۲) شریف خصلت لوگوں کے ساتھ صحبت رکھنا اور (۳) معقول غذاؤں کا استعمال کرنا۔

منو جی کے بیان کردہ فضائل میں سے بعض بہبود افراد سے متعلق ہیں لیکن بعض مثل ایمانداری و خلو عن الغیظ کے اجتماعی حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ علم الاخلاق کا منشا اُن فضائل کی تحقیق ہے جو بہبود و فلاح جمہور سے متعلق ہیں لہٰذا حکمت عملی کو

[ﻪ] Clemency رحمدلی۔

بھی علم الاخلاق کا ایک ضروری جزو سمجھنا چاہیے نیز اس امر کے ثابت کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ علم النفس و منطق بھی علم الاخلاق کے ساتھ منسلک ہین۔

منوجی متعقل ہین دھرم یعنی اصول عمل کے متعلق منوجی دوسرے ادھیاے کے پہلے اشلوک مین نغز زبان ہین کہ:۔

विद्वद्भिः सेवितः सद्भिर्नित्यमद्वेषरागिभिः ।
हृदयेनाभ्यनुज्ञातो यो धर्मस्तं निबोधत ॥

یعنی "یاد رکھو کہ حقیقی اصول عمل وہی ہی جو ان نیک اور سچے علماء کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے جن مین ہوا و ہوس اور نفرت نہین پائی جاتی یا جس کی صداقت کا علم باطنی ناصح یعنی ضمیر کی شہادت سے ہوتا ہے"

مسٹر بی دوین مصنف کتاب "کلیسا و علوم زمانۂ حال" منوجی کو اہل اخلاق اور متعقلین مثل ہکسلے، اڈورڈ کلاڈ اور آلیف جے گولڈ کے زمرہ مین داخل کرتے ہین اور میکس ملر کے انگریزی ترجمہ سے یہ اشلوک اقتباس کرتے ہین کہ "حکم امور اخلاقی کا مقام کہان پر ہے؟ منو، مقنن ہندی اس سوال کا چہارگانہ جواب دیتا ہے کہ وہ مبنی ہے شرتی یعنی الہام، سمرتی یعنی حدیث، صالحین کے طرز عمل اور اطمینان روحانی پر"

منو سمرتی کے مذکورۂ بالا اشلوکون مین سے کسی مین بھی براہ راست عقیدۂ وجود خدا پر حوالہ نہین کیا گیا ہی اور نہ اصول اخلاق کو کسی خاص فرقہ سے متعلق سمجھا گیا ہے۔ بنظر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا منوجی متعقل ہین اور ان کا عقیدہ ہے کہ اصول اخلاق کے قائم کرنے مین صرف عقل کے انھین احکام کا لحاظ کرنا چاہیے جو کسی غیر مشخص و غیر معقول تحکم کے تابع نہون اور جنکی تصدیق تجربہ سے ہو سکے۔ لیکن ہم بالیقین جانتے ہین کہ آپ بلاشبہ مثالیین مین سے ہین اور ویدون کی بے حد تعظیم کرتے ہین۔ چنانچہ دیگر امور مذہبی و ملکی مین آپ نے ویدون سے استناد فرمایا ہے۔ جب ہم ویدون کو جمیع حقائق کا ذخیرہ جانتے ہین اور جب ان مین کوئی امر خلاف احکام ضمیر و عقل بیان نہ کیا گیا ہو تو پھر ہم نہین سمجھتے کہ کیون الٰہیات اور اخلاق دونون مل کر انسان کی ہدایت و ترفیع کا باعث نہون۔ ہم ذیل مین چند اقتباسات درج کرتے ہین تاکہ ناظرین پر روشن ہو جائے کہ منوجی کے اصول اخلاق دیگر اخلاقیین کے اصول سے مطابق ہین۔

مارکوس ارلوس کا قول ہے کہ "ان صفات کو قوت سے فعل مین لا، یعنی صداقت، محنت کی برداشت، عیش و عشرت سے نفرت، قناعت، بھلائی، صاف گوئی، دریا دلی سے"۔

تقسیم فضائل کنفوشیس	منوجی کی تقسیم
۱۔ راستبازی	۱۔ ستیم
۲۔ علم	۲۔ وِدیا
۳۔ دریادلی	۳۔ کشما
۴۔ قوت روحی	۴۔ دھرتِ
۵۔ متانت	۵۔ دھی
۶۔ صداقت	۶۔ دَم
۷۔ مہربانی	۷۔ اکرودھ

فضائل اربعہ افلاطون	منوجی کی سنسکرت مراوف
شجاعت	دھرتِ
حکمت	دھی
عدالت	ستیم
عفت۔	استیے

[1] امور ما فوق الفطرۃ کا منکر۔

جینیشم کی تقسیم مندرجہ بھارت	منوجی کی سنسکرت مرادف
۱۔ استتباع غیظ	اکرودھ
۲۔ عدالت	ستیم
۳۔ عفو	کشما
۴۔ عفت ۵۔ عمل صالح	شوچم
۶۔ پرورش لواحق	
۷۔ سادگی	اندریہ نگرہ
۸۔ راست گفتاری	اَستیہ
۹۔ اجتناب نزاع	دم

مارکوس آریلوس کی تقسیم	منوجی کے سنسکرت مرادف
۱۔ برداشت محنت	دھرت
۲۔ صداقت	ستیم
۳۔ قناعت	استیے
۴۔ بھلائی ۵۔ دریادلی	کشما
۶۔ صاف گوئی	ستیم
۷۔ عیش و عشرت سے پرہیز	اندریہ نگرہ

اس دھرم کی توصیف میں بہت سے حکما اور شعرا نے داد فصاحت دی ہے۔ شری کرشن فرماتے ہیں :-

मृतं शरीरमुत्सृज्य काष्ठलोष्ठसमन्वितम ।
विमुखा बान्धवा यान्ति धर्मस्तमनुगच्छति ॥

تیرے احبا اور اعزہ تیری لاش کو کلوخ سنگ یا کندۂ چوب کی طرح مرگھٹ پر ڈال کر واپس چلے آئینگے۔ اگر تیرے ساتھ جائیگا تو بس دھرم"

اور مہابھارت میں یوں مرقوم ہے کہ :-

धनानि भूमौ पशवश्च गोष्ठे भार्या गृहद्वारि जन श्मशाने ।
देहश्चितायां परलोकमार्गे धर्मानुगो गच्छति जीव एकः ॥

یعنے" اے خاطی انسان کیا تو سمجھتا ہے کہ تیرے مقبوضات یہ زمین، مکان، مویشی، گاڑی چھکڑے، بیوی بچے، دوست عزیز یا خود یہ تیرا جسم حیات مابعد میں تیرے کسی کام آئیگا؟ سن! تیری دولت زمین پہ بکھری پڑی ہوگی، تیرے گھوڑے گاڑیاں اصطبل میں رہ جائینگے، تیری بیوی گھر کی چوکھٹ تک ہی رخصت کرنے کو آئے گی، تیرے دوست رشتہ دار تجھے مرگھٹ پر پھینک کر چل دینگے۔ لیکن شائد تو خیال کرے کہ کیا پروا ہے میرا جسم تو میرا ساتھ دیگا۔ دیدۂ بینا سے دیکھ کہ یہ جسم بھی چتا پر مشت خاکستر ہو کر رہ جائیگا اور اگر قبر کے اندر بھی مدفون ہوا تو کیا، اسکے کل اجزا پریشان ہو جائینگے اور مٹی کے برابر ہوگا۔ پس غور کر کہ تیرا ساتھ کون دیگا۔ یاد رکھ کہ جب تو حیات کی منزل مقصود کی جانب سفر کریگا تو بس دھرم ہی تیری رہنمائی کرے گا اور اکیلا دھرم ہی تیرا رفیق سفر ہوگا"

اس دھرم کی تحصیل کا طریقہ اور زندگی کو اعلےٰ بنانے کا طور ہند کے مقنن اعظم منوجی نے بکمال خوبی دکھایا ہے۔

(ترجمہ) ایس ڈبلیو بٹلر

افعال کی اخلاقی قیمت

افعال کی اخلاقی قیمت کیا ہے؟ جب کوئی فعل بغیر خیال اور بغیر پابندی میلان کے کیا جائے جب اپنی ضروریات زندگی کو الگ رکھ کر کوئی فعل ہمدردانہ نظر سے بطور ایک فرض کے کیا جائے جب کسی فعل کے کرنے میں کسی قسم کی نا طبع خود غرضی بھی حائل نہ ہو تو کہا جائے گا کہ ایسا فعل اخلاقی قیمت رکھتا ہے۔

بعض دفعہ ہم ایک شخص ایک ہستی کو ایک بڑی اور تکلیف دہ حالت میں پاتے ہیں، ہماری ذاتی ضروریات اور ہمارا وقت اجازت نہیں دیتا کہ ہم اُس کی مدد کر سکیں۔ ہمارے پاس ایک وقت ایک روپیہ ہوتا ہے یا ہمیں بہت ہی تھوڑا وقت میسر ہوتا ہے یا ان حالات میں کہ دوسری ہستی کی اگر ہم امداد کریں تو ہمیں تکلیف میں پڑنے کا اندیشہ ہے ہمارا میلان اور ہماری ذاتی ضرورت اجازت نہیں دیتی۔ ایسے وقت میں اگر ہم مدد نہ کریں اور اپنے وقت میں سے کسی دردرسیدہ ہستی کی امداد کے لیے کچھ حصہ وقت کا یا سارا وقت نہ دیں تو بظاہر ہم پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا، کیونکہ بہ قول "اول خویش بعدہ درویش" جب ہم خود ایک ضرورت رکھتے ہیں تو کس طرح کسی دوسرے کی امداد کر سکتے ہیں اور اگر کریں بھی تو ہم خود ہی ایک مصیبت میں پڑ جائیں گے خود کو مصیبت میں ڈالنا بھی ایک خودکشی ہے۔ دوسروں کے ساتھ وفاداری کرنا ضروری ہے لیکن سب سے پہلے خود اپنے ساتھ وفادار ہونا چاہیے، ایسی خود غرضی نامناسب بھی نہیں ہے، کیونکہ خود کو ایک مصیبت میں ڈال کر دوسرے کی امداد کرنا اپنے ساتھ بے وفائی ہے لیکن اگر ہم باوجود اپنی ضروریات کے بھی کسی دوسری ہستی کی امداد کرتے اور اپنے وقت اور سرمایہ میں سے اُس کی نذر کرتے اور خود کو اس وجہ سے ایک کلفت میں ڈال لیتے ہیں تو ہمارا یہ فعل بالکل کسی خود غرض اور کسی لالچ یا شہرت کے تحت میں نہیں لایا جا سکتا ایک طرف اپنا قوی میلان ہوتا ہے اور دوسری طرف ایک دوسری ہستی، ایسے افعال کی نسبت ہی کہا جاتا ہے کہ وہ ایک اخلاقی قیمت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی ضروریات کے ہوتے کسی دوسرے کی امداد نہ کرے تو دنیا داری کے پہلو سے اُس پر چنداں الزام نہیں کیونکہ وہ اپنی درماندگی کی صورت میں دوسرے کی کیا امداد کر سکتا ہے لیکن اس کا باوجود اپنی درماندگی کے ایسا کرنا وہ ہمت، ارادہ، حوصلہ اور خود فراموشی ہے جو اخلاقاً ضرور ایک بڑی قیمت رکھتی بلکہ ایک بڑی تعریف کے قابل ہے۔ اپنی ضروریات کو نظرانداز کر دینا اور محض اخلاقاً کسی دوسری ہستی کے کام آنا وہ نیکی اور نیک ارادہ ہے جو فی حد ذاتہ محمود ہے۔

جب ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم اپنے تئیں اُس ڈیوٹی اور اُس فرض انسانی سے واقف ہونے کا ثبوت دیتے ہیں جو اخلاقی رنگ میں ایک انسانی ڈیوٹی خیال کی جاتی ہے اور جس کا احساس خود ہماری فطرت ہی میں رکھا گیا ہے۔ انسان کا یہ ایک فطری خاصہ ہے کہ وہ بعض اوقات خود کو ایک تکلیف میں ڈال کر دوسری ہستی کی مدد کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہر مصیبت زدہ انسان یہ خواہش رکھتا ہے کہ کوئی دوسری قابل ہستی اپنی ضرورت کو مقدم نہ رکھ کر اُس کی امداد کرے اور اپنے وقت میں سے اس کو بھی کچھ وقت دے اور جب کوئی قابل ہستی اور قابل شخص ایسا نہیں کرتا تو اُس کی تعریف نہیں کی جاتی یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہر انسانی ہستی دوسروں سے یہ چاہتی ہے کہ اپنی قابلیت اور اپنی چیزوں میں دوسروں کو بھی حصہ دار بنائے جب ہر شخص کی یہ طبعی خواہش ہے تو ثابت ہے کہ انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے کی امداد چاہتا ہے اور اُس کی یہ ایک فطری ڈیوٹی ہے کہ ضرورت پر اپنی ضروریات کو الگ

رکھ کر ایک دوسرے ابنائے جنس کی مدد کرے۔

اگر یہ کہا جائے کہ تاوقتیکہ ہم خود سیر نہ ہولیں اور ہماری کوئی ضرورت باقی نہ رہے اُس وقت تک ہم پر فرض نہیں کہ دوسروں کو مدد دیں تو گویا ایک شرمناک خودغرضی ہوگی۔ یوں تو کوئی انسان بھی اس دنیا میں رہ کر یہ ڈیوٹی پوری نہیں کرسکتا ضروریات کے اعتبار سے ہر انسان ایک نہ مٹنے والی اشتہا رکھتا ہے اُس کا پیٹ کوئی بھر سکتا ہے اور وہ کب اور کس طرح اپنی ضروریات سے فارغ ہوسکتا ہے؟ آخر اپنا پیٹ کاٹ کر بھی دوسروں کی امداد کرنا ہوتی ہے۔ فراغت کسے نصیب ہے ہر شخص اپنی دھن میں مست اور اپنے دھندوں میں مصروف ہے

"ہر کسے مستغرق است در کار خویش"

اگر ہم یہ چاہیں کہ جب تک ہمارے میلان ایسی اجازت نہ دے اور جب تک خود ہمارا دل نہ چاہے اُس وقت تک دوسروں کے مصائب سے متاثر ہوکر مدد کرنا ضروری نہیں ایک مغالطہ اور فریب دہ خیال ہے۔ جو شخص ہمدردی کی نوع کا ڈپلومہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور جو سچی اخلاقی ڈیوٹی ہی نہیں بلکہ فطری فرض کی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہونا چاہتی ہے وہ اپنے میلان کی پابندی میں وہ کس طرح سبکدوش ہوسکتی ہے۔

فرض کرو کہ ایک ہمدرد بنی نوع کے دل پر اپنے ذاتی غم و افکار کا ایسا ہجوم ہے جس کی وجہ سے ابنائے جنس کی جائز ہمدردی کا خیال بھی زائل ہوچکا ہے اور ساتھ ہی اُس کے یہ بھی کہ ایسا شخص ذاتی ضروریات الگ رکھ کر دوسرے لوگوں کو مصیبت اور تکلیف میں فائدہ پہنچانے کی ہمت اور طاقت بھی رکھتا ہے لیکن بدقسمتی سے بوجہ اپنی بعض کلفتوں اور مایوسیوں کے اُس کا دل و دماغ دوسروں کی مصیبتوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ فرض کرو کہ کوئی ایسا شخص اس مروت و دادرسی سے الگ ہوکر ایک مردانہ و مربیانہ فعل بغیر کسی اپنے میلان یا کشش میلان کے صرف فطری جذبہ یا ڈیوٹی کی وجہ اور خیال سے کرے تو بہرحال اُس کا ایسا فعل ایک اخلاقی قیمت رکھے گا۔ اور اُس خودغرضی سے پاک و صاف ہوگا جو اخلاقی ضوابط میں محض خودغرضی کے نام سے تعبیر کی جاتی ہے۔ میلان کے تحت میں کسی دوسرے کی امداد اپنا ایک خودغرضی ہی ہے گو وہ بھی کوئی قیمت رکھتی ہے اور اس کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا اور اسکی وجہ سے بھی دنیا کے سینکڑوں کام چلتے اور صدہا اُلجھنیں حل ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی اُس کی وہ قیمت نہیں ہوسکتی جو بغیر کشش میلان کے کسی فعل کی ہوسکتی ہے۔

فرض کا احساس

ڈیوٹیاں دو قسم کی ہیں:۔

(۱) ذاتی احساس کے ماتحت ڈیوٹی۔

(۲) دوسروں کی طرف سے ڈیوٹی۔

جو ڈیوٹی دوسروں کی جانب سے لگائی جاتی ہے ہم اُس کی نسبت کوئی بحث سوا اسکے نہیں کرسکتے کہ جب تک ہم ایک دوسری طاقت کے تابع ہیں تب تک اُسکے عائد کردہ فرائض کا پورا کرنا ہم پر فرض ہے کیونکہ ہم اُسکے معاہد اور متعاقد ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ جب تک کوئی ایسا عہد اور اقرار باقی اور جاری ہے اُس وقت تک اُسکی تعمیل سے پہلوتہی نہ کریں۔ اگرچہ اُس کی تعمیل میں ہمارا ذاتی میلان اور ہماری ڈیوٹی کیسی ہی متناقض ہو۔ بہت دفعہ ہم ایک حکومانہ ڈیوٹی کی حالت میں اپنے دل و دماغ میں اُس کی نسبت ایک نفرت اور بیزاری پاتے ہیں یا ہمارے خیالات اور ہماری ذاتی ضرورتیں ہمیں اجازت نہیں دیتیں مگر پھر بھی ہم اُسکی تعمیل پر مجبور ہیں کیونکہ ایک اقرار اور ایک عہد کا پورا کرنا بھی ایک اخلاقی معاہدہ ہے۔

پہلی قسم کی وہ ڈیوٹی ہے جو ہمارا ضمیر اور ہماری فطرت خود ہم پر عائد

کرتی ہے یہ ڈیوٹی اکثر حالات میں ایک صادق اور بے لاگ ڈیوٹی کہی جائے گی گو اس میں بھی بعض وقت میلانات کی آمیزش اور غلط ملط سے غلطیاں اور لغزشیں ہو جاتی ہیں مگر پھر بھی جہاں تک اُن کا دامن پاک صاف رہتا ہے وہاں تک یہ برابر ایک اخلاقی قیمت رکھتی ہیں۔ اور اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا. اور نہ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ دنیا کی مربیانہ کیفیات کا مدار خاصکر اس پر ہے۔

یہ ضمیری ڈیوٹی باوجود اسکے کہ ایک حد تک انسان خود اپنے ہی جھمیلوں اور تکلیفات میں گرفتار اور مائوف ہوتا ہے دوسروں کی تکلیفات اور مصائب پر مربیانہ نظروں اور ہمدردانہ نگاہوں سے غور کرنا بھی ایک فرض سمجھتا ہے اور اس غور کا نتیجہ اور یہ اثر ہوتا ہے کہ ہم دنیا میں باوجود ایک وسیع خود غرضی کے بھی بہت سی ایسی روشن اور بے لاگ مثالیں پاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اور بہت سی ہستیاں اپنا نقصان اور اپنی تکلیف بھی گوارا کر کے دوسروں کی واجبی امداد سے غافل نہیں رہتیں۔ اگرچہ وہ اپنی ذاتی کامیابی اور ذاتی خوشی کو الگ رکھ دیتی ہیں لیکن دوسروں کی بے لاگ امداد سے اُنھیں جس قسم کی خوشی حاصل ہوتی ہے وہ اس ذاتی خوشی سے زیادہ قیمتی اور زیادہ وقعت رکھتی ہے جو اُن کا حق اور ذاتی سرمایہ تھا یہ دوسری قسم کی خوشی پہلی قسم کی خوشی سے ایک خاص امتیاز اور ایک خاص کیفیت رکھتی ہے۔

اگر قدرت کی جانب سے کسی شخص کے دل میں ہمدردی اور مروت نہیں رکھی گئی یا کوئی شخص طبعاً ہی ایسا سخت مزاج اور لاپروا ہے کہ دوسروں کی تکالیف اور مصائب سے اُس کے دل و دماغ پر کوئی اثر ہی نہیں ہو سکتا خاصکر اس وجہ سے بھی کہ وہ خود ایک صابر اور مستقل مزاج ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اسی طرح مصائب اور تکالیف میں استقلال اور صبر کر سکتے ہیں اور ایسی ہی طبیعت رکھتے ہیں، تو یقیناً ایسا آدمی معمولی نہیں خیال ہو سکتا بلکہ ایک خاص دل نہ گردہ کا جو اخلاقی پہلو سے بہت کچھ دور رہتا ہے۔ اگر قدرت نے کسی ایسے شخص کے دل میں خاص طور پر ہمدردی اور مروت کا خاصہ رکھا ہو تو کیا پھر بھی ایسے شخص کی ذات میں ایسا میلان نہ پایا جائے گا کہ وہ خود کو اس سے اعلیٰ مقل اور ممتاز حالت میں دیکھ سکے۔ کیونکہ جب وہ ابنائے جنس کے مصائب اور مایوسیوں پر اپنے دل میں کوئی تحریک نہیں پاتا تو اس کی تمام امتیازی خواہشات خود اپنی ذات پر ہی ختم ہو جانی چاہئیں۔

لیکن جب ہم یہ فطری خواہش خود اس میں بھی دیکھتے ہیں کہ اپنی ناکامی اور اپنی مصیبت پر خود وہ بھی دوسروں کی حمایت اور مروت و ہمدردی کا خواستگار رہتا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے فطری خاصہ کی غلطی سے دوسرے رنگ میں لے رہا ہے ورنہ قدرت نے اُسے بھی ایک ایسا فطری خاصہ رکھا ہے کہ اگر وہ چاہے اور اپنے فطری خاصہ پر غور کرے تو وہ باوجود ایک نیک خلقت ہونے کے بھی اپنی ذات میں ایسی کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔ اسی خاصۂ فطری سے انسان کے چال چلن اور رویہ کی اخلاقی قیمت پڑتی ہے اور اسی سے خاصۂ فطری نمایاں ہوتا ہے۔ یہی طرز عمل بالکل نسبت اور مقابلہ کے سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنے دل میں ایسا رحم اور ایسا سوز رکھتا ہے جو صرف ڈیوٹی کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ کسی میلان کی وجہ سے۔ ہم دنیا میں بہت سی باتیں صرف اپنے میلان کی خاطر کرتے ہیں۔ گو اُس میں بھی دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اُسمیں بھی اغیار کی طمانیت کا سامان مہیا ہوتا ہے اور جبکہ صادق ڈیوٹی اور صادق فطری فریضہ کا منصبہ نہ ہو اُسکی بھی ضرورت ہے کیونکہ جب ایک بہانہ ہی سے دنیا میں کوئی بھلائی ہوتی ہے تو وہ بھی رفاہ عام کی جہت سے ایک قیمت رکھتی ہے۔

اگر ایک شخص محض شہرت اور عام عزت کی خاطر ایک سرائے یا ایک پل یا ایک مدرسہ بناتا ہو تو باوجود اسکے کہ اسکی علت ایک شہرت ہی ہوتی ہو۔ پھر بھی اس سے دیگر ابنائے جنس کو فائدہ پہنچتا ہے اور خود اس کو بھی ایک خوشی حاصل ہوتی ہے۔

خوشی

ہم طبعاً ہمیشہ خوشی کے متلاشی اور خواہشمند رہتے ہین اور ہماری سرشت کا یہ خاصہ ہے کہ ہم خوش رہین یا ہمین زیادہ خوشی نصیب ہو۔ ہر انسانی ہستی خوشی کی گرویدہ ہے اور ہر انسانی ہستی کی یہ ایک انتہائی خواہش ہے۔ گو ہماری خوشیون اور مسرتون کا پیمانہ اور رنگ ہمیشہ مختلف ہوتا ہے لیکن خوشی کی خواہش ہر انسانی ہستی کا گویا ایک فطری ورثہ ہے جیسے افعال مین تضاد اور فرق ہے ایسے ہی خوشیون مین بھی تضاد اور فرق ہے یا یون کہو کہ خوشیون کے بھی نمبر ہوتے ہین خوشیون کی مندرجہ ذیل قسمتین ہوسکتی ہین۔

(الف) خوشی بلا معاوضہ :۔

(ب) خوشی بالمعاوضہ

(ج) خوشی متعاہد۔

(د) خوشی غیر متعاہد۔

ہم اکثر چاہتے ہین کہ ہمین بالمعاوضہ خوشی حاصل ہو اور یہی ہمارا حق بھی ہے لیکن یہ ایک اضافی خیال ہے۔ ہمارے واسطے وہی خوشی ایک صادق خوشی ہوسکتی ہے جو بلا کسی امید اور بلا کسی معاوضہ کے ہو اور وہی خوشی ایک ضمیری فطری یا صادق ڈیوٹی کے لباس مین ہوتی ہے۔

ذاتی خوشی کی تلاش مین رہنا یا خوشی کا بالواسطہ قائم رکھنا ایک ڈیوٹی ہے کیونکہ اپنی حالت کو بے صبری اور گوناگون تشویشون اور غیر محدود غیر مستقل خواہشون سے خود کو آزاد رکھنا ڈیوٹی کے واسطے ایک بڑی مفید اور قیمتی تحریص ہے۔

عام حالت یہ ہے کہ تمام لوگ بغیر ڈیوٹی کے لحاظ اور پاس کے شروع ہی مین خوشی کی طرف نہایت قوی اور گہرا میلان رکھتے ہین۔ کیونکہ صرف یہی ایک خیال اور صورت ہے جس سے تمام قسم کے میلانات ایک مرکز پر یا ایک میزان مین جمع ہوسکتے ہین۔ خوشی کی اگر مختصر تعریف کی جائے تو یہی ہوسکتی ہے کہ وہ ایک تکمیل یا حصول میلانات کا نام ہے۔

ہر میلان اپنے ساتھ ایک قسم کی خوشی کی توقع لاتا ہے اور اس کا عملی رنگ مین پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ اس کے پورا ہونے کے بعد ایک خوشی حاصل ہو۔ کامیابی اور خوشی اکثر ایک ہی معنون مین آتی ہین۔ کامیابی کے ساتھ خوشی لازمی ہے اور ناکامی موجب ناخوشی ہے۔

کبھی کبھی خوشی بعض میلانات کی راہ مین حائل بھی ہوجاتی ہے کیونکہ بعض میلانات جس رنگ مین اپنی تکمیل چاہتے ہین وہ اس خوشی کے انداز سے مغایر ہوتا ہے جو میلانات کے مزعوم ہوتا ہے اور بایں حالات تمام قسم کے میلانات کا پورا ہونا بھی تشفی بخش نہین ہوتا اور نہ ایسی حالت کوئی خوشی رکھتی ہے۔

ایسے حالات اور ایسی کیفیات کو دیکھتے ہوے یہ کہا جائے گا کہ کبھی کبھی ایک میلان دوسرے میلان کے تابع ہوکر چلتا ہے اور دوسرا میلان اس پر غالب آکر ایک دوسری روش اختیار کرتا ہے۔

مثلاً ایک خواہش جو یقینی ہے باعتبار اس کیفیت اور حالت کے ہے جس کی وہ توقع دلاتی ہے اور نیز بلحاظ اس وقت کے جس کے اندر وہ پوری ہوسکتی ہے کسی ایسے متزلزل خیال سے مغلوب ہوجائے جو اپنے اندر یا اپنی تہ مین واقعی خوبی نہین رکھتا تو کہا جائے گا کہ ایک میلان کی جگہ ایک دوسرے میلان نے لے لی۔

فرض کرو کہ ایک بعض قدرتی کے اعلیٰ میلان پر جو فی الواقعہ اسکے واسطے آئندہ ایک خوشی ساتھ لانے والا ہے یہ اختیار کرسکتا ہے کہ

جو جی چاہے کھائے اور جو تکلیف پیش آئے برداشت کرے کیونکہ اس نے اپنے خیال اور اندازہ کے موجب موجودہ وقت کے لطف اور لذت کو آئندہ کی متوقع اور موہومی خوشی پر جو اسے بحالت تندرستی حاصل ہوگی قربان نہیں کیا لیکن اس صورت میں بھی اگر مستقل خوشی کی عام خواہش نے اسکے ارادہ اور اس کی فطرت پر اثر نہیں ڈالا اور ساتھ ہی اسنے یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ایسی صورت میں صحت اس کے خیال میں کوئی ضروری عنصر نہیں تھا۔ تو ایسی حالت میں بھی دوسری حالتوں کی طرح یہ دعویٰ اور یہ خواہش یا یہ قانون باقی رہتا ہے کہ ہمیں اپنی خوشی کو ترقی دینی چاہیئے دوسرے میلان کی وجہ سے بلکہ ڈیوٹی کے خیال سے۔

اسمیں کچھ شک نہیں کہ اکثر ہم میلانات کے ماتحت ہو کر خوشی کے متلاشی رہتے ہیں اور اس قسم کی میلانی خوشیاں بھی خوشی ہی ہوتی ہیں لیکن وہ خوشی جو ڈیوٹی کے ماتحت حاصل ہوتی ہے وہ کچھ اور ہی قیمت رکھتی ہے۔

ڈیوٹی بھی ایک میلان ہی ہے

اگر ہم تنقید میلانات میں ایک صحت کے ساتھ اندازہ لگانے کے عادی ہوں گے تو ماننا پڑے گا کہ ڈیوٹی بھی ایک میلان ہی ہے۔ ہر ایک قسم کے میلان خود ہماری قوتوں اور جذبات کے ماتحت نشوونما پاتے اور ہستی پذیر ہوتے ہیں اور ڈیوٹی یا ڈیوٹی کا خیال بھی انہی قوتوں اور انہی جذبات کے ماتحت سرسبز ہوتا ہے جب ہم خلوص کے ساتھ اپنی اغراض اور اپنی ضروریات سے قطع تعلق کر کے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں اور سر دست ہم اس میں کوئی ذاتی غرض اور کوئی ذاتی فائدہ بھی نہیں پاتے تو وہ بھی ایک میلان ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ ہماری طبیعت اور دل و دماغ سے باہر نہیں ہوتا اور فطرت ہی اسکی بھی بانی ہوتی ہے یہ ایک غلطی ہوگی اگر ہم ڈیوٹی یا فرض کو میلانات کے زمرہ سے خارج کر دیں کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ڈیوٹی یا کوئی فرض میلان کی حدود سے خارج ہوتا ہے یا اس میں میلان نہیں پایا جاتا یا اسمیں ایک صحیح میلان کی جھلک نہیں ہوتی۔

دراصل ڈیوٹی بھی ایک میلان ہی ہوتا ہے لیکن ایسا میلان جو ناجائز خود غرضی اور کوئی لاگ اپنے ساتھ نہیں رکھتا بلکہ زیادہ تر صادق ضمیر اور صادق فطرت کی آغوش میں پرورش پا کر نکلتا اور عملی رنگ میں آتا ہے ؎

دل جانان زعالم دگر است
سنگ و آہن چنین نمی باشد

اگرچہ وہ افعال بھی ایک خوبی اور ایک قیمت رکھتے ہیں جو اغراض اور میلانات کے ماتحت ہو کر صادر ہوتے ہیں اور انکی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا اور ان کی بھی کثرت ہے مگر ان افعال کی قیمت اور قدر فی الواقع زیادہ ہے جو ان قیود سے مبرا اور آزاد ہیں۔

سلطان احمد

رباعی سید نظیر حسن صاحب نظیر

وہ دل وہ دماغ وہ طبیعت نہ رہی — وہ ذہن نہیں رہا وہ جدت نہ رہی
آرام کی شکل اب عوارض سے نظیر — ایسی بدلی کہ آدمیت نہ رہی

داستان اُردو

(گذشتہ سے پیوستہ)

نئے سیّاح اور بھاشا کی فتح!

آٹھ سو برس تک اُسے ہلا نہ سکی!

وسط و مغربی ہند کی پرانی اور نئی قومیں گردنوں میں ہاتھ ڈالے
ابھی سُکھ نیند سو رہے ہیں اور طفل بھاشا بھی اپنے گہوارے میں جھول رہا
اور اپنی دونوں آناؤں اور دادا اُن کی میٹھی لوریاں سُن رہا تھا کہ پچھین
دنیا کے ایک حصہ میں پھر ہیجان شروع ہوا؟

زمانہ کئی صدی آگے بڑھ آیا عربی و ایرانی علم ٹھنڈے ہوئے اور
نئے کون کا پرچم چمکا۔ آل سامان[۵۳] کی بے سر و سامانی نے اُس گھر کے
ایک غلام الپتگین کی کمر کسوائی اور غزنی و کابل پر ہاتھ مارکے اُس نے ایک
ملک لیا۔ سبکتگین[۵۴] اُس کا جانشین گھر کا بند و بست کر کے باہر کی ہوا کھانے
نکلا۔ باغ ہند کُل میں تھا۔ پہلے اِدھر متوجہ ہوا۔ راجہ جے پال سے دو دو
ہوئی جنگ نے صلح دی یاں سے بلی۔ جے پال کی شکست پر سبکتگین پھلا!
ہوا پھر لوٹا اور لپکے اِس باغ کا دروازہ زبردستی کھول لاہور تک آ ایک
سیلاب دریا کی طرح بڑھا چلا آیا۔

محمود[۵۵] اُس کا فرزند جہان کی بہار پر غش تھا۔ باپ کی جگہ لیتے ہی دھر
کی ہوس بڑھی اور وہ سترہ دفعہ پوری ہوئی!

اس کی یہ گلگشت کچھ نئی بہاریں ساتھ لائیں اور ہند و ترک کے
تعلقات کا نوروز پھر شروع ہو گیا!

اتحاد زبان اور اتحادِ خیالات کا جو بیج بو گیا وہ آخر پھوٹا پھلا
درخت بنا اور بڑھ کر رفتہ رفتہ اتنا گھنا اور عظیم الشان ہو گیا کہ کوئی اُس کا مخالف

یہ اُسی کی سیاست و مردانگی تھی کہ یہاں سے راجہ جے پال مہمان
بنکر غزنی گیا۔ اور یہ اُسی کی حوصلہ مندی تھی کہ جھنڈا لیکر پھر یہیں سے
ایک راجہ (انند پال) کو حوالہ کر گیا۔ یہ اُسی کی فراست تھی کہ ہندی سپاہی
اُس نے اپنی فوج میں بھرتی کیے اور ہند و خراسان کی راہ کھول کر
دونوں کو ایک کر دیا۔ یہ اُسی کی سچی دوستی اور مروت تھی کہ جب راجہ
کنوج والے نے اپنا ملک قنوج حوالہ کر کے اُس سے بھائی چارا قائم کیا تو
پھر محمود اُسکی امداد پر تل گیا اور کالنجر والوں نے جب قنوج کو روندنا
چاہا تو وہ (محمود) اپنے دوست کی کمک پر غزنی سے آندھی کی طرح اُٹھا
اور کالنجر والوں پر گرجا اور برسا!

صاحبو! سومنات کا افسانہ سنتے سنتے کان کر ہو گئے اور انگریزی
درسی تاریخوں نے ہمارے بچوں کو محمود سے عداوت و نفرت رکھنے کے سوا
کچھ نہیں سکھایا!

اُس لٹیرے کے سلوک راز کا چرچا بھی تم نے کہیں سنا ہو تو بولو اور
کبھی یہ بھی بتایا گیا ہو تو کہو کہ اُسی سومنات کے لوٹنے پر اُس کا سیاحل
علاقہ وہ (محمود) کس فیاضی سے ایک پنڈت دابشلیم کو تفویض
کر گیا!

صاحبو! شاہنامہ فردوسی کی داستان بھی سنی اور حسن میمندی کی چھیڑ
کر ہجو محمود زبان زدِ خاص و عام ہو گئی کر بہت کم آنکھوں نے معاصر کالنجر کا لیا
اور راجہ ننداراے کے نتیجہ خیز واقعہ کو دیکھا جب یہ (محمودؒ) گوالیار پر چڑھا
اور قلعہ کا سخت محاصرہ ہوا تو وہاں کے راجہ نندا[؟] نے صلح کی درخواست
کی اور ہزار ہا تحفے دیے مگر محمود اپنی جگہ سے نہ ہلا آخر راجہ نے اپنی بھاشا

[۵۲] عرب و ہندی [۵۳] سامان ایک پارسی امیر تھا مسلمان ہوا
تو اُسکی اولاد عباسیوں کے وقت میں بڑھی اور رفتہ رفتہ مشرقی ایران
پر قابض ہو گئی [۵۴] سبکتگین غلام الپتگین۔ مگر کہتے ہیں کہ وہ شاہ
یزدجرد کی نسل سے تھا [۵۵] ۳۷۶ ہجری [۵۵] محمود ۳۹۰ء میں
تخت پر آیا اور اُسکے سترہ حملے مشہور ہیں ۱۲ =

[۵۶] دیکھو طبقات اکبری صفحہ ۳ سنہ ۱۰۲۳ء

مین ایک قصیدہ نظم کرکے اُسے بھیجا۔ محمود پر اس نظم کا وہ اثر ہوا کہ اُس نے قلعہ ہی سے ہاتھ نہ اُٹھایا بلکہ بندرہ اور اپنے مفتوحہ قلعے اس راجہ کو بخش کر واپس چلا گیا!!

صاحب مخدوم بابو نرندرناتھ لاہوری اپنی کتاب ترقی علوم و فنون در زمان سلاطین بادشاہان ہند مین اس نتیجہ خیز واقعہ کو نقل کرکے کیا خوب کہتے ہین کہ دنیا مین آج تک کسی بادشاہ کی ایسی فتح و فیروزی اور کسی فاتح کا ایسا عمدہ مذاق نہ کانون نے سنا اور نہ آنکھون نے دیکھا!

صاحبو! یہی وہ کھانا تھی جس نے یون ہاتھ ڈال چھینے اور یہی وہ مشترکہ زبان تھی جو محمود کے وقت تک اتنی سیر ہو گئی تھی کہ ایک ترک پر یون قبضہ کر بیٹھی!!

یہ محمود ہی کی تربیت کا اثر تھا کہ مسعود (اُسکے فرزند) نے اور لوازمات سلطانی کے ساتھ ہند کے تعلقات بھی قائم رکھا اور تیجوال کو نفی دانش کو ہمیشہ بڑھاتا رہا! اُسکا ہندی رسالہ اور اُسکا افسر سپاہ سوندھ رائے سلطان کا معتمد اور حملہ کریان ہرات مین پیش پیش تھا۔ اس تعلق و اعتماد کو یہین پر ختم نہ سمجھو بلکہ آگے سنو۔

صاحبو! صرف بیس پچیس سال کی آمد و رفت اور شناسائی مین ایک شریف قوم دوسری شریف قوم پر وہ اعتماد و بھروسہ کرتی ہے جسے آج ہندوستان ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگ رہا ہے اور جو اُسے آج سے ہزار سال قبل بے مانگے حاصل تھا!

صاحبو! ابھی حضور والسرائے جے پور تشریف لے گئے تھے ہان انہین اکبر اور راجپوتون کے پرانے تعلقات بے اختیار یاد آئے اور وہ راجہ مان سنگھ کی سرگرمی و سرداری کا تا دیر ذکر فرماتے رہے!

له دیکھو پروسیڈنگ آف لرننگ ان انڈیا بابو نرندر ناتھ لاہ ایم اے مطبوعہ لانگمینس گرین لندن ۱۹۱۶ء ٢ه پڑھو حضور والیسرائے کی جے پور والی اسپیچ ۱۲۰

اپنے ہمارا بنگالی اخبار نوٹ لکھ کر موجودہ حکومت کو اکبری اتحاد و دوستی کا سبق پڑھاتا ہوا مگر شاید اُسے یہ معلوم نہین کہ اکبر اس کا بانی نہین بلکہ محمود کا فرزند سلطان مسعود اس کا بانی ہے!

صاحبو! تاریخ دانون پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ محمود نے پنجاب و دیگر اطراف کو اپنی سلطنت مین داخل کرکے لاہور مین امارت قائم کیا اور پھر دہلی لے لیا۔ سلطان مسعود نے پھر ہند کا خیال کیا۔ احمد نیالتگین یہان گورنری و سپہ سالاری پر بھیجا گیا لیکن سلطان کو اُسکے کامون سے تسکین نہین ہوئی اور نظم و نسق ہندوستان کیلئے کسی ہندو کے بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ رائے و مشورہ کیلئے کونسل بیٹھی اور سب نے بالاتفاق ہندو سردار تلک کو جو وہان حاضر دربار رہتا تھا پیش کیا۔ سلطان نے پسند کیا اور سردار تلک سپہ سالار و گورنر بنکر کل ممالک محروسہ ہند پر مقرر ہوکر مع خدم و حشم کے ساتھ ادھر بھیجا گیا!!

صاحبو! یہی وہ اتحاد و اتفاق تھا جس نے دو مختلف قومون کو متفق کرکے اُن کی زبانون کو بھی آخر ایک کر دیا۔ ابیرونی اسی وقت اپنے اصلی وطن ہند کی زیارت سے مشرف ہوا اور یہان سے علوم زبانون کے وہ ذخائر لے گیا کہ ایران و ترکستان مین مدتون اُن کا چرچا رہا۔

تله تک نہیا وقو ہند و تھا۔ محمود کے پیدا کردہ تعلقات نے اُسے غزنی دار السلطنت کا قاضی ابوالحسن کے آگے زانوے شاگردی تہ کیا اور پھر دربار سے بیرون بحیثیت افتخار کی کرسی حاصل کی۔ سکله بیرونی (ابوریحان) سند ایک شہر بیرون مین تقریباً ۳۶۳ھ مین پیدا ہوا۔ تحصیل علوم کا شوق اعرب و ایران لے گیا۔ شاہ فارس شمس المعالی قابوس نے اسکی عزت کی اور وزیر بنانا چاہا مگر اس تشنۂ علم کی اس عہدے سے کیا سیری ہوتی۔ وزارت انکار کرکے خوارزم چلا آیا اور اپنے علمی تحقیقات و تصانیف مین مصروف رہا۔ پھر اپنے اصلی وطن ہند کی سیر و سیاحت پر کمر باندھی۔ ادھر آیا اور عرصہ تک یہان کے علوم، مذہب، فلسفہ اور نجوم وغیرہ حاصل کرکے پھر ترکستان کو چلا گیا اور وہان اپنے معلومات سے فائدہ پہنچاتا رہا۔ بیرونی یونانیون کے فلسفہ کا عاشق اور ہندو حکمت کا بیحد ادب کرتا ہے ۵ھ دیکھو کتاب الہند از بیرونی

اور ہندی و فارسی پھر اس طرح پھٹنا اور مخلوط ہونا شروع ہوگئی!

فارسی کا یہاں گھر کرنا اور ہندی سے بہنا پانا!

ہندی و سلطان دارتباط کا حال ابھی تم ابن حوقل کی زبان سے سن چلے، اور مسعودی و بیرونی فارسی و ہندی ملاپ کی تاریخ بتا چکے ہو، مسعود نے اس یک جہتی کو بڑھایا لیکن جبتک غوری تہم نہیں دیے اور اوتیبہ کی راج کماری شہاب الدین کے محل نہ آئی دلی ہندو مسلم اتحاد اور ہندی فارسی اختلاط ترقی نہ کرسکا۔ اور جب غلامانِ ترکی غلام یہاں کی خاک پاک کے عاشقِ کھینچ اس دیرین آسن جما کر بیٹھ گئے آتا ہے ہندہ ان کے اور فارسی ہندی کا رشتہ پختہ نہ ہو سکا یہ غلام شاہوں کا دل و دماغ لائے تھے۔ اس زمین کے ساتھ اُنھوں نے شاہانہ سلوک کیے اور جس ادب و انشا نے تم کو گویا اور اُنھیں (ترک) دیا میں رسا کیا اُسے زینت تاج و تخت سمجھتے اور سخاوت و دربار میں ہمیشہ بار دیتے تھے!

ان ہی کے وقت میں دکھن و بنگال فارسی کے زیر نگین ہوا اور دلی زبانوں کا مرکز اور علوم کا گھر بنی ہوئی غزنی و بغداد پہ چنگیز کی یورش ہو رہی تھی عربی و ایرانی فضلا و امرا کے ساتھ شعرا و ادبا کی آوازیں بھی دار الامارت کے ہر گلی کوچہ میں گونج رہی تھی نئے اور پرانے خیالات مصافحہ کر رہے اور مہمان و میزبان کی زبانیں گلے مل رہی تھیں کہ سلطان بلبن[1] کا مبارک وقت آپہنچا اور امیر خسرو کا طوطیِ زبان بولنے اور چہکنے لگا رنگ محفل کا شناسا ان سے بہتر کون تھا۔ اپنی خالق باری

سلہ دیکھو نثر اچہ کے حالات سلہ ۲۶۶ھ ۱۲ ... بلبن ہی کا زمانہ تھا کہ شہزادگان و امرائے ترک و ایران جوق جوق یہاں آئے اور دلی کا گلی کوچہ اُنکے ہون سے آباد ہوگیا فضلا و شعرا ایران سے دربار سلطان ہمیشہ بھرا رہتا بادشاہ خود ادیب و شاعر تھا اور اُسکے بڑے بیٹے سلطان محمد کے علم و فضل اور شاعری سے عشق کی حکایتیں آجتک مشہور ہیں۔

کے پردے میں وقت کا ساز چھیڑ کر صحبت گرما گئے اور خالق باری مرتبہ بار اد احد ایک بڑا اکرتار بسم اللہ کرکے دو زبانوں کے ساز بازہی کو نہیں بلکہ دو مذہبی قوموں کے خیالات و جذبات کو بھی بتا اور سمجھا گئے! اور فارسی کے یہاں گھر کرنے اور ہندی سے بہنا پا ہوجانے کی ایک دستاویز تاریخ لکھکر چھوڑ گئے!

صاحبو خسرو پایۂ تخت کے شاعر شہزادوں کے اُستاد اور شاہوں کے رفیق و ہمدم تھے اُنکی زبان گویا سلطنت کی زبان تھی۔ یہ خالق باری حاکم و محکوم دونوں کے دل کا آئینہ ہی اور اُسکے لفظ لفظ سے اُسوقت کی حکومت اور رعایا کے اصلی حالات کا رُخ پیش نظر ہوگیا!

فارسی ہندی عشق!

جس ضرورت نے خالق باری کو پیدا کیا وہ ضرورت روز بروز بڑھتی اور پوری ہوتی رہی۔ شاہی اشارہ بھی اُسے مدد دے رہا اور ہندو مسلم اتحاد بڑھ رہا تھا کہ خلجیوں[2] کا دربار جمکا اور اب ایرانی علما کے ساتھ ہندی فضلا بھی زینتِ مجلس ہونے لگے کہتا کس ایک فاضل و تبحر پنڈت و منجم اسی دور کا آفتاب علم و دانش مانا گیا اور مغربی و مشرقی علوم و زبان کی شعاعیں ملیں اور اُس زمین کو منور کرنے لگیں! علاء الدین اس آسمان کا وہ شاہِ خاور ہے جس کی بدولت اتحاد کی روشنی اور پھیلی گجرات کی زہرہ مہارانی کملا دیوی[3] نے اس کی منزل کو منور کیا اور بادشاہ اُس پر دین و دولت نثار کر بیٹھا قلعہ سلطانی راج گڑھ بنا اور محل کے اندر اور باہر فارسی ہندی جھنڈا ساتھ اُڑنے اور لہرانے لگا!

سلہ ۶۸۹ھ ۱۲۹۰ء۔ سلہ کملا دیوی۔ راجہ کرن رائے کی رانی۔
دیکھو حالات فتح گجرات در ۱۲۹۷ء

اس قیامِ اخلاص کو سلطنت کے دفتر کون خضر خان[۱] و دیول دیوی نے اور بلند کر دیا۔ ان کے آپس کی مہر و الفت نقصہ نل دمن کو افسانہ بنا دیا۔ شعرا نے اس کی یاد تازہ رکھی اور فارسی ہندی عشق کا چرچا دونوں زبانوں پر رہا!

فارسی ہندی گورنمنٹ!

یہی وہ رگھی بندھن تھا جس نے دو مختلف قوموں کو ایک رشتہ میں باندھ کر حاکم و محکوم کی مغائرت اور بیگانگی دور کر دی اور فارسی کی سلطنت میں ہندی بھی شریک ہو گئی! اس دلی اتحاد نے آخر زور پکڑا کہ قومی اختلافات مٹا اور قطب الدین (مبارک شاہ) نے ایک ہندو زاد خادم کو خسرو کا خطاب دیکر اپنے تخت پر جگہ دیدی اور اسکی نیابت و وزارت میں ہندیوں نے اپنے ملکی کاموں کا بار اٹھایا اور اسکی بادشاہت میں تو فارسی و ہندی پہلو بہ پہلو نظر آنے لگی!! صاحبو۔ یہ تھا آج سے نو سو برس قبل کا اتحاد اور یہ تھی وہ ہندستانی سلف گورنمنٹ جسے ہماری تاریخ دان جماعت اب تک مزے لے لیکر یاد کر رہی ہے!

کچھ تازہ تعلقات

یہ اتحاد روز بروز ترقی کر رہا اور ادب و انشا کا مذاق بھی ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا کہ شاہانِ تغلق اپنا علم لیے نکلے یہ سیف و قلم دونوں کے بادشاہ تھے۔ ان کو مدتوں چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا لیکن ادب و لٹریچر کا چسکا وہ بلا ہے کہ تلوار کی جھنکار میں بھی اسی کی خوش آیند آواز کانوں میں آ رہی ہے۔ محمد تغلق کی محفل بھی یونہی جمی۔ وہ جب اس نے ذرا کمر سیدھی کی شعر و شاعری کلفت دور کرنے سامنے آ بیٹھی۔ یہ خود شاعر ادیب اور فضلائے روزگار میں سے تھا۔ اس کا دربار شعرا سے بھرا رہتا اور عربی و فارسی ادیبوں کے ساتھ[۲] ہندی کوی بھی دامنِ دولت سے لپٹے رہتے اور انھیں مالا مال کرتا رہتا[۳]۔ یہاں کی بھاکھا کے علم اور اس کے ساتھ شاہی دلچسپی و محبت کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ جب وہ ایک مہم کے عزم پر فرخ آباد کے ایک قصبہ کھور میں اترا اور وہاں اسے آرام ملا تو خوش ہو کر اس قصبہ کو سرگ[۴] دواری (دروازۂ جنت) کا لقب بخشا۔ اور اسطرح رعایا کا دل شاد کر کے اتحادِ زبان کا سبق دیتا ہے!

سلطان فیروز شاہ[۵] نے شاعری کو ترقی دینے اور غیر زبانوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے میں ہارون و مامونِ وقت تھا۔ یہ بھی محمد تغلق کیطرح فاضل اور دلدادۂ علوم و فنون تھا۔ نگرکوٹ سے سنسکرت ہندی (بھاشا) کی ہزارہا کتابیں اپنے ساتھ لایا۔ انھیں پنڈتوں اور علما کو جمع کر کے انمیں سے اکثروں کے ترجمے[۶] کا حکم دیا۔ علما کو یہاں کی زبان بتائی اور پنڈتوں کو

---

[۱] خضر خان (پسر علاء الدین) و دیول دیوی (دختر کملا دیوی) کے عشق و محبت کے قصے زمانہ میں یادگار رہیں گے۔ ہندی و فارسی شعرا نے اسپر نظمیں لکھیں اور میر خسرو نے تو ایک مثنوی ہی انکے نام پر لکھی۔ دیول دیوی واقعی مہر و وفا کی دیوی تھی جو خضر خان کے ساتھ قید خانہ میں شہید ہو کر ہندی کیرکٹر کا نام زندہ کر گئی۔ اسی واقعہ کی طرف خسرو نے اشارہ کیا ہے ؎

بجائے آب نان گل خون کشیدند — نگر گن ہا کہ لابش چون کشیدند

[۲] دیکھو۔ مسالک الابصار فی ممالک الامصار از ابو العباس [۳] دیکھو سفرنامہ ابن بطوطہ۔ محمد تغلق نے شمس الدین اندکانی کو اسکے ایک فارسی قصیدہ کے صلہ میں ۲۷ لاکھ دینار عطا کیا! [۴] سرگ۔ بہشت اور دواری دروازہ [۵] فیروز نے اپنی تزک (آپ بیتی) خود لکھا۔ ضیاء الدین برنی و سراج عفیف جیسے مورخین اسی کے دربار سے وابستہ تھے۔ [۶] سلوتر سالی ہوترا کی سنسکرت تصنیف اسکے حکم سے (فارسی میں) ترجمہ ہو کر قرۃ الملک یعنی علم حیوانات پر یہ وہ نایاب کتاب ہے جسے بحکم شاہجہان عبد الصمد خان فیروز جنگ نے اضافوں اور حاشیوں کے ساتھ دوبارہ ترتیب دیا۔ دلائل فیروز شاہی (سنسکرت سے ترجمہ) تاریخ فیروز شاہی از برنی اور عین الملکی کی بھی کتابیں اسی کے حکم سے تصنیف ہوئیں!!

نوٹ: مورخین کہتے ہیں کہ محمد تغلق کے دربار میں ایک ہزار شعرائے فارسی گو کے علاوہ ہندی شعرا بھی بکثرت تھے۔ سلطان فیروز کے عہد میں بڑی ترقی ہوئی۔ یہ فیروز ہی تھا جس نے ہندو یادگاروں کی توقیر کی۔ اشوک کے مینار دہلی اور ستونوں کو جو ضلع خضر آباد و میرٹھ میں ویران و بحالت کس مپرسی پڑے تھے (بغیر ریل کی مدد و موجودہ انجینیروں کی مدد کے) (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۷) پر ملاحظہ ہو

فارسی سکھائی اور یون اُن دونون مین ربط بڑھا لالا! اور یہ اسی مبارک عہد کا نتیجہ تھا کہ عام لوگون سے گذر کر ب علماے ہند کا لب لہجہ بھی بدلا اور اُنکی زبان مین وہ فرق ہو چلا جس کا نتیجہ اُسکے کچھ ہی دنون بعد ایک نئی صورت مین ظاہر ہوا۔

صاحبو۔ یہ نئی صورت آئی اِس آگ دو کا دو نتیلا تھی جو صدیون کی مشق و کاریگری کے بعد آخر آئین دنیا کے سامنے کھڑا ہو گیا!

فارسی تعلیم اور ہندی عروج

اِن علمی چرچون اور قومون اور زبانون کے ارتباط و اختلاط کو ایک صدی گذر چکی اور دماغون مین یکسوئی پیدا ہو چلی تھی کہ لودھیون کا دربار دیا چمکا یہ محفل اگلی صحبتون کی یادگار اور پرانی وضع و طرح مین گذشتہ مجلس سے زیادہ پختہ و رنگین تھی! بہلول کے بعد سکندر نے اس انجمن کو رونق دی۔ یہ واقعی نصیبے کا بھی سکندر تھا اور اُس کا زمانہ دلون کی فتح اور منافرتِ قومی کی شکست کے لیے صفحۂ روزگار پر ہمیشہ نمایان رہے گا۔ وہ بھی اپنے پیشروون کی طرح ادب نواز عاشق اور شاعری پر فریفتہ تھا گلرخ تخلص کرتا اور قصائد و غزلیات کا شیفتہ رہتا۔ اپنے ادب کے ساتھ یہان کے لٹریچر کی اشاعت مین وہ محمد و فیروز (تغلق) سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اُس نے ہی ایک طبی تصنیف کو اُسی نے فارسی کا خلعت بخش کر طب سکندری خطاب دیا! علم کے شوق کی انتہا یہ تھی کہ سیف و قلم کو اس نے ایک ہی عقد مین پرو دیا اور اعلان ہوا کہ ہمارے فوجی ملازم ناخواندہ نہ رہنے پائین!

اِس حکم نے تعلیم کو عام اور جاہلون کو خواندہ بنا کر ملک بھر مین شائستگی پھیلا دی!

صاحبو۔ اِس سکندر کا یہی ایک آبِ حیوان نہ تھا بلکہ ملک و قوم کی سرسبزی کے لیے اور بھی بہت سے چشمے اُس نے جاری کیے نظام ملکی کے کالے گورے کا امتیاز اسی نے اٹھایا اور صرف علم کو معیار قرار دیکر حاکم و محکوم کو ایک ہی صف مین لا کھڑا کر دیا! اس حکم پر ملک بھر مین چراغان ہوا اور تحصیل علم کے لیے خلقت ٹوٹی۔ اہل ہند شوق سے آگے بڑھے اور سلطنت کی زبان سیکھ کر دولت کے شریک بنے۔ اور بقول مسٹر بلوکمین بہت جلد وہ اپنے استادون پر سبقت لے گئے! بہت کم مدت مین نئے خیالات و نئے مذاق عام ہو گئے اور کوئی ہی شاعر بلکہ سعدی و حافظ کا گھر گھر درس و سبق دینے لگے۔ پنڈت ڈونگر مل اسی سکندری عہد کے وہ ادیب ہین جن کی شاعری و زباندانی نے مسلمانون کے کان بھی کھڑے کر دیئے اور وہ اساتذہ مین شمار کیے گئے!

اُردو!

جبکہ حاکم و محکوم کا امتیاز یون اٹھ رہا اور تعلیم اسطرح عام ہو رہی ہو تو پھر سلطنت و رعایا کی زبان بھی کبتک ایک نہ ہو جاتی ضرور ہوتی اور فارسی ہی ملکی زبان قرار پاتی لیکن یہ سلاطین اب ہندی ہو چکے اور یہین کی خاک کو اکسیر دیکھا اور یہین کے پتھرون کو اپنا پارس سمجھ رہے تھے۔ وہ علاوہ اور ملکی اثرات سے متاثر ہونے کے یہانکی ریت و رسم تک اٹھا چکے تھے محفل و مجلس مین گوٹ ہار کے ساتھ پان کے بیڑے تک بے تکلف آتے اور صرف منہ چھوانے نہین بلکہ مزا لینے اور مزا دینے کی خاطر

بقیہ نوٹ صفحہ (۱۲) صحیح و سالم اپنے دار السلطنت تک نے آیا اور یون رعایا کا دل شاد کیا آیا سی گھڑیال (نام پر غور کرو) بھی اسی کی ایجاد ہے جسے موجودہ زبان مین گھنٹہ گھر کہتے ہین اور تاریخ سے نابلدی کی بدولت سے ہم یورپ کی ایجاد سمجھتے ہین ۱۲ دیکھو خلاصۃ التواریخ از سجن رائے کھتری ۱۲

سلہ سلطان کی ایک مشہور غزل کا مقطع ہے ؎

گلرخ چہ کند جوہرِ زبان تر اوصف ہمچون قدِ سیراب سخن در رو نقش

سلہ دیکھو کلکتہ ریویو۔ مسلم تاریخ کا ایک باب۔ از پروفسر بلوکمین

سلہ پنڈت کا یہ ایک شعر اکثر تذکرون مین نظر آتا ہے ؎

دلِ خون شدہ یہ چشم تو شنجر شدہ گر رہ گم نہ شدے زلفِ تو ابتر شدے گر

سلہ اختیار کرنا سلہ دیکھو تاریخ فرشتہ وغیرہ ۱۲

چنگیزیوں پر چنگیز یورش کرتے ہوتے تھے۔ اور تو اور یہاں ثقافت سلطان سکندر تک اس اثر سے بچ نہ سکا اور ملکی رنگ اس پر ایسا چڑھا کہ قومی شعار کا لباس اُتار پھینکا، بستینی داڑھی رسمِ ہند کے آگے نذر کر بیٹھا اور جبّہ و قبا و دی عبا اور اپنے [illegible] بھی نہ چھوڑا!

صاحبو! جن سلاطین کا یہ ذکر ہے وہ کیا تھے ترک ہوں یا جنھوں نے ہند کو گھر بنایا اور اُسکی پیداوار یا اپنی ہستی کا دارومدار سمجھا ہو اُن سے کیونکر امید کیجا سکتی تھی کہ اپنے دین کی بہترین پیداوار (زبان) کا زوال دیکھ سکیں گے۔ انھوں نے اسے بھی غنیمت سمجھا اور اس نئی تعلیم کے پیشمہ سے اُسے تازہ اور ہرا رکھنا چاہا۔ یہاں کے گویوں کو اپنے شعر کی طرح مانا اور انھیں بھی اپنا جانا اور اس طرح بھاشا پالی سے نکل کر پھولنے پھلنے لگی!

دوسری طرف رعایا تھی جس کے لیے فارسی نئی اور غیر تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ہماری مذہبی زبان (سنسکرت) اور سلطنت کی زبان کا ایک ہی خاندان ہے اور مرحوم سنسکرت کی اب یہی ایک یادگار باقی ہے۔ وہ فارسی کی حکومت اور سیادت و وسعت[1] سے بھی واقف اور اپنی بھاشا کے مزاج و ماہیت[2] سے بھی آگاہ تھی اس لیے بغور آگے بڑھی اور فارسی کو سر اور آنکھوں پر جگہ دینے لگی۔ دونوں جانب کے خلوص و کشش نے زور کیا۔ اور فارسی و بھاشا آخر ساتھ ساتھ چلنے اور بڑھنے لگی!

اس دوا دوی میں بھاشا فارسی پر سبقت لے گئی اور اپنے اصول و ساخت[3] توڑے اور بدلے بغیر چل نکلی۔ اپنے ساتھی فارسی کی سرکار سے رفتہ رفتہ اُس نے وہ کل لوازمات اور ضروریاتِ زندگی کے وہ ساز و سامان حاصل کر لیے کہ اس کی دکان کا خریدار دوکانِ اسلوب کا محتاج نہ رہا۔ اُس کا بازار عام و وسیع ہو کر گرم ہوا اور آخر وہ اُردو بنا جسے دیکھ کر برج کی رنگت اور مغل شرمندہ رہ گیا

صاحبو! یہ سکندر کی خوش قسمتی تھی کہ ہماری بھاشا کی ایسی ترقی صرف اُس کی ذات سے منسوب ہو گئی۔ اور یہ امیر تیمور کی خوش نصیبی تھی کہ آپ کی اُردو اسکے نام کے ساتھ وابستہ[4] سمجھی گئی! ورنہ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ صدی دو صدی کی حکایت نہیں بلکہ پورے آٹھ سو برس کا دلچسپ قصہ فسانہ ہے! اور ماہرینِ زبان (فلولوجسٹ) جانتے ہیں کہ شجرِ زبان کسی بھان متی کا درخت نہیں ہوتا بلکہ وہ شجرِ قدرت کی ایک عظیم الشان نشانی ہے جو دنیا کے سب سے بڑے اصول یعنی قاعدہ ایوولیوشن (ارتقا) کے موافق بہت آہستہ آہستہ ترقی پا کر ایک وقتِ خاص میں سایہ دار و بار آور ہوتا ہے اور اگر آپ نظر کریں گے تو اس ترقی یافتہ بھاشا یعنی اپنی اُردو کو بھی اسی قاعدہ کے ماتحت پا کر اسکی عمر اور اُسکی بزرگی کو استحکام کو بآسانی سمجھ سکیں گے!!

۱؎ دیکھو داؤدی مکالمہ عبد الوہاب سلطان سکندر ۲؎ فارسی کی حکومت تو ظاہر ہے کہ اُس وقت ماوراء النہر سے لیکر ترکستان تک اور پھر ہرات سے لیکر بنگالہ اور ہمالیہ سے دکن تک اسکے زیرِ نگین تھا۔ سیادت کا یہ حال کہ عربی اخلاق و مذہب کے ساتھ ہند دکن کا پرانا اخلاق و فلسفہ اور اُن کے علوم بھی اس زبان میں آ چکے تھے اور وسعت کی یہ کیفیت کہ نظم و نثر میں دنیا کی تاریخ دیکھا ؟ کا ذخیرہ موجود تھا۔ ایک شاہنامہ ہی وہ مخزن ہے جس کی سی جامع کوئی تصنیف آج یورپ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ **نوٹ**: ترقی علوم کا شوق اس عہد میں اتنا بڑھا کہ سلطانوں اور وزیروں سے گذر کے امیروں تک پہنچا مسند علیخان اسی عہد کا ایک امیر ہے جس کی ساری عمر کل دولت اشاعت علوم و فنون ہی میں صرف ہوئی۔ اسکا دستور تھا کہ جب اسکے نوکروں میں سے کوئی مر جاتا تو اس کا وظیفہ اُسکے وارث پر جاری ہوتا اور وارث نہ ہونے پر متوفی کی بی بی کے لیے۔ بالک کو اس شرط پر دیا جاتا کہ یہ اس قسم کی تعلیم و تربیت پر صرف ہو۔ اس ایجوکیشن میں فنون سپہ گری بھی داخل تھے۔ یہ تھی اس زمانہ کی تعلیمی فیاضی (دیکھو واقعات مشتاقی)

۳؎ دوسری زبانوں سے فائدہ اُٹھا لینا بھاشا کی فطرت میں داخل ہے اس کی ایسی طبیعت روکی نہیں جا سکتی تھی ۱۲ ۴؎ بھاشا صرف و نحو جس پر کسی زبان کا مدار ہوتا ہے، بدستور قائم رہی ۵؎ دیکھو گارسن دتاسی افریخ کا تذکرہ شعراے اُردو (دہی ہندوستانی لٹریچر) ۶؎ دیکھو انسائیکلوپیڈیا۔ ذکر ہندوستانی زبان ۱۲

مغل اور اُردو

مغل! یہ وہی مغل ہین جو اس باغ ہند کے آخری باغبان کہلائے اور جنکی باغبانی نے اُسے گلزار بنایا اور تین سو برس کی عرق ریزیون کے بعد جن کے اقبال کی بہار پلاسی کے میدان مین آخر خزان ہوگئی!

امیر تیمور اس گلہ کا وہ پہلا صاحب قران ہے[۱] جس کے قوی بازوؤن نے دو ملکون کے تارون کو کھینچ کر پھر ملادیا۔ خاندان تغلق کے سرنگون ہونے پر اس گیتی ستان کے قدم ادھر آئے۔ اور اس کی پولادتن وفیبہ پوش قوم اس نرم وگرم زمین پر ایک سال جمی اور کھڑی رہی۔ اس کا اُردو دلی کو زیر وزبر کرتا ہر دوار پر چڑھتا اترتا اور پنجاب کو منقلب کرتا ہوا گھر لوٹا تھا۔

سلسلہ[۱] امیر تیمور کا لقب صاحب قران اول تھا شاہجہان صاحب قران ثانی کہا گیا اور اسی کی وجہ سے ترک پھر ادھر آئے ۸۰۰ ھ سنہ ۸۰۱ ہجری سکندر تو کی تصویر سے سخت سر اتے بوغا سخت کوش ÷ برعمہ پولادتن وفیبہ پوش روے تو آتش گلہ از پشم میش ÷ آتش سوزان شدہ با پشم خویش ÷ (قران السعدین خسرو)

نوٹ! اُردو بے شک ترکی ہے لیکن اُس سے یہ سمجھ لینا کہ امیر تیموری کی بدولت یہ لفظ یہان پہنچا قرین قیاس نہین یہان ترکی خاندان حکمران در ترکی پھیلے ہوے اور ترکی وفارسی کے سیکڑون الفاظ زبانون پر چڑھے ہوے تھے۔ تیمور تو برس سوا برس سے زیادہ ہند مین رہا ہی نہین اور وہ بھی دہین سیلانی مقیم نہین ہوا بلکہ فتوحات مین مشغولی اور ہمیشہ سفری مین رہا اسے یا اُسکے لشکر کو اختلاط زبان سے کیا واسطہ ہوسکتا تھا۔ قرائن کہتے ہین کہ یہ لفظ بہت پہلے سے یہان مروج تھا۔ انسائیکلوپیڈیا سے ایک قصہ کو (میر امن صاحب باغ وبہار) کی سند سے اُردو کو صاحب قران کا تحفہ سمجھ لیا گر چاد روبش ہی کب مستند ہے!

یہی حال سکندر لودی کا ہے کہ تعلیم کو عام کرنے کی وجہ سے وہ ایک مخلوط زبان (اُردو) کا بانی سمجھ لیا گیا۔ اس مین شک نہین کہ اسکی جرت سے فارسی یہان عام ہوگئی اور بھاشا کو اُس سے بڑی مدد ملی لیکن جیسا +

ایسے طوفان مین تو مین اور زبانین ملتی نہین بلکہ بکھرتی ہین اور اگر لودی نہ سنبھالتے تو یہ ہلچل ہمارے شیرازہ کو نہ معلوم کب تک پراگندہ رکھتی۔ سکندر لودی کا احسان کہ ترقی ارتباط واتحاد کی راہین اُس نے پیدا نکال دین۔ مگر افسوس کہ اسکی زندگی کی طرح اُس کی ترقی کی عمر بھی محدود رہی! ابراہیم اس کا خلف الرشید نہ تھا وہ ان معاملات مین پھنسا اور آخر پانی پت کے کارزار میں، میدان تین سلطنت جان ہار کر پردۂ خاک مین چھپ گیا۔ بابر کی جیت اور مغلون کی نام آوری شروع ہوئی اور ترکون کا آفتاب اقبال درخشان ہونے لگا۔

بابر تلوار ہی کا دھنی نہین بلکہ قلم وزبان کا بھی دھنی تھا۔ ادب و شاعری اس کی فطرت مین تھی جب اسے دیس نکالا ہوا اور تاشقند پہنچا تو وہان شکار وشاعری ہی اس کے دو بہترین مصاحب تھے۔ کوہ وبیابان مین تیر وتفنگ چلاتا اور آب روان کے کنارے بیٹھ کر غزلون سے جی بہلاتا اور عالم تحریر مین کہتا ہے

نوروز ونوبہار ومے ودلبرا خوش است بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ایسی پرجوش طبیعت پر اس چمن کی سیر کیا دتازیانہ تھی وہ سود زیان بڑھا اور اپنے پرانے مشغلہ کو ہمیشہ تازہ کرتا رہا!

سکندر لودی کے بعد اور نوسو تینتیس ہجری اور پندرہ سو چھبیس عیسوی کے یادگار سن مین ہمارے ملک کی زبان کیا تھی؟ اسے ہم فردوس مکانی کی زبان سے سناتے ہین۔ ایک مقام پر جب اُسکے ایک نامی سردار نے شکست کھائی اور یہ خبر اس نے پائی

+ کہ دکھا دیا گیا ہے بھاشا اپنا ظاہری لباس بدلنے کے لیے عربون کے وقت اور چھ سات سو برس سے تیار ہو رہی اور ایک مخلوط زبان (اُردو) بنے آپ بن رہی تھی حاکم ومحکوم کا شیر وشکر ہوجانا ابھی آج کی بات نہین بہت عرصہ کی بات ہے اسے وقت اگر سے منسوب کردینا خوش اعتقادی کے سوا کچھ اور نہین ہے۔

۵۴ دیکھو واقعات بابری ہاننانامہ ۵۵ فتح پانی پت وشکست ابراہیم لودی ۶ سنہ ۹۳۲ فردوس مکانی بابر کا لقب پڑا ۱۲

تو اُس کا ذکر اپنے تزک میں کرکے لکھتا ہے کہ "سرداری یہ پسپائی مائل عفو ہے۔ غیر زمین، غیر گفو ہی نہیں بلکہ غیر زبان سے مقابلہ نہ ہم یہاں کے بول سمجھ سکتے اور نہ وہ ہماری زبان جانتے ہیں!" ایک جگہ آگرہ کے ذکر پر کہتا ہے کہ میرے آدمیوں کے لیے یہاں کی زبان نئی ہے۔ اور اس سے وہ بھڑک رہے ہیں!

صاحبو۔ یہ دو شہادتیں اتنا سمجھ لینے کے لیے کافی ہیں کہ اس وقت یہاں وہ زبان دائر و سائر تھی جو اُن ترکوں کے لیے غیر تھی جنکی "روزمرہ فارسی" ہو رہی تھی!

صاحبو۔ غور کرنا چاہیے کہ غیر ملکیوں کو یہاں جمے ہوئے نو سو برس ہوچکے، وہ مالک الملک بنے ہوئے تھے۔ قانون اور ہر طرح کا اور اُن کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ جب چاہتے زبان کی کایا پلٹ دیتے مگر نہیں وہ اِس زمین کی آب و ہوا سے آشنا ہوچکے اور خوب مانتے تھے کہ خلافِ فطرت کام کا نام ظلم اور زیر دستوں کی گردن کشی ہے انھوں نے یہاں کی زبان کبھی نہیں کھینچی بلکہ اُسے چاہتے سیکھتے اور یوں رعایا کا دل ہاتھ میں لیے رہتے تھے؟

بابر اس معاملہ میں اپنے پیشروؤں کا مقلد اور خلف الصدق تھا وہ خود ادیب و شاعر تھا اور اسی وجہ سے دوسری زبانوں کی قدر کرتا اور اُن کا ادب ملحوظ رکھتا تھا۔ یہاں آکر اپنی رعایا کی زبان اُس نے سیکھی اور اپنے روزمرہ میں داخل کی۔ اُس کے تزک کو پڑھو کس بے تکلفی سے ہندی و ترکی کا جوڑ ملاتا اور بہ فصاحت اُسے ادا کرجاتا ہے!

۵ دیکھو فتح قلعہ ملوٹ کا حال اور دولت خان کا بابر کے پاس آنا جب ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تو بیچ میں ترجمان کھڑا کیا جاتا ہے جبکہ مسلمانوں کا حال یہ تھا تو یہاں کی اور قومیں تو فارسی سے اور دور ہوں گی!

میرے دوستو۔ وہ ہمہ گیر و شاعر بادشاہ اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ پیاری رعایا کی پیاری زبان کو خلعتِ نظم بھی بخشتا ہے۔ اُس کی رنگین طبیعت نے ایک مرتبہ اپنے تخیلات و جذبات کے پتلے کو ترکی خرقہ اور ہندی جامہ ساتھ پہنایا اور شوخیوں کے ساتھ اُسے محفل میں یوں جلوہ دیا ۵

مجکا نہوا کچھ ہوس مانک و موتی   فقرا ہلیغہ بس بولغوسیدر پانی و روٹی

بادشاہ کہتا ہے کہ مجھے یاقوت اور موتی درکار نہیں فقیر مست ہوں ایک گردہ نان اور ایک کوزہ آب بس ہے! صاحبو۔ آپ کی اُردو کا یہ پہلا شعر جس وقت ظل اللہ کے منھ سے نکلا ہوگا تو نہ معلوم محفل کا کیا رنگ اور درباریوں کا کیا حال ہوا ہوگا کتنی واہ واہ ہوئی ہوگی اور پُرمذاق درباریوں نے موتیوں کے کتنے طبق وارے ہوں گے اور اُس کی رعایا اپنے بادشاہ کی زبان سے اپنی بولی سن کر کس طرح خود کو نثار کرتی ہوگی!

۵۳ بابر کا یہ اُردو شعر اسکے ایک ترکی رسالہ "مُبین" میں (جو سرکار رام پور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے) خود اس کے قلم کا لکھا ہوا موجود ہے جس پر خانخانان سے لیکر اکبر و شاہجہان تک کی مہریں اور دستخط ہیں۔ بحر کا نام ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوف اور تقطیع یہ ہے:-

مجکان -	ہوا کچھ ہ	وس مان	ک موتی
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعول
فقرا ہل	غ بس بلغو	سدر پان	و روٹی
مفعول	مفاعیل	مفاعیل	فعول

کرمی جناب حافظ احمد علی خان صاحب مہتمم کتب خانہ کا ممنون ہوں کہ اُن کی توجہ سے اس کی زیارت کرسکا۔ رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال دسنہ ۱۹۱۰ء کے ایک نمبر میں مخدومی ڈاکٹر راس (حال سکرٹری اورنٹیل اکیڈمی لندن) نے بھی اس شعر کا فوٹو لیکر نوٹس کے ساتھ اسے درج کیا تھا۔ ہماری نظر جہاں تک ہے آپ سے قبل کسی نے اُردو میں نظم کی ہمت و جرأت نہیں کی۔ اِس لیے جب تک اس کی تردید نہ ہو فردوس مکانی ہی اُسکے موجد اور اُس صنعت کے باوا آدم مانے جائیں گے!

دوستو۔ یہان پر یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ مانک اور موتی ہندی ہیں۔ غریب ترکون کے یہان موتیون کا یہ مینہ کہان برستا تھا کہ ترکون کا زہ ہنکار ہو سکتا۔ اور انکی تخئیل مین مدد دیتا!

دوتو کیے اقبال کے وقت کی سچی کہانی ہو کہ بال بال مین پروئے جانے کے بعد ڈھیر کے ڈھیر موتی بچ رہے تو جوتیون مین ٹانک ٹانک کے پہنے گئے۔ اکبری بادشاہ کے الفاظ ہی نہین بلکہ چار برس[1] کے اندر اُس کی تخئیل بھی دیکھئیے ہندی ہو گئی! دوسرے یہ کہ وہ پرشیون کا بادشاہ وہ ہنس (جرمن) کا شہزادہ نہ تھا کہ ترکونیت کھاتا اور اوڑھتا بنتا۔ بلکہ وہ ہندی بادشاہ تھا۔ اِس لیئے شاہی سے زیادہ فقیری عادی اور اسی روپ مین اپنا احوال کہ سنایا۔ اور یہی وہ اسلامی و ہندی اصلی شاہی کیرکٹر ہے جسے فردوس کانی کچھ عجب شان سے دکھا گیا!!

مہابلی جی اور اُردو

ہونہار بادشاہ کے مُنھ لگی چلی ہو اُس کا سلطنت کے دودھ سے اپنا کیا بڑی بات تھی؟ ایسا ہی ہوا۔ مگر بابر کی عُمر نے زمانہ کی اور ہمایون[2] برگشتہ تقدیر رہا! اور خسرون کے ساتھ یہ شہرت بھی اکبری کے لیئے اٹھا رکھا گیا تھا۔ جب وہ تخت ہو کر بیٹھا تو ادھر بھی متوجہ ہوا۔ بگڑا بنانے کا وقت یاد آیا اور اپنے دربار کو بھی نورتن[3] سے سجایا۔ چار ایوان کھڑا کیا گیا اور وہان حکمت و ادب کا درس دیا گیا۔

اس مدرسہ مین چھپتی باتی نونارسی ہندی کتاب کھلتی اور دونون زبانون کا تال میل شروع ہو جاتا۔ کبھی مہابھارت کا مسودہ ان نقیب خان کے سپرد ہوتا اور اُسے رزم نامہ کا خطاب ملتا اور کبھی راماین کی کتھا کہی جاتی اور گنگا جمنا کے ساتھ ملا کے برایون کی زبان بھی صاف کی جاتی۔ امیر حمزہ کی داستان ختم ہوتی اور ہری بنس کا قصہ چھڑتا اور رسالہ شیری شری کرشن جی کا نام جپتا آج سنگھاسن بتیسی کی پتلیان ناچتین۔ حکمت کا راگ چھڑتین اور خرد افزا بھی جاتین تو کلیلہ و دمنہ کے طلسمی حیوان گویا ہوتے چٹکلے لطیفے کہتے۔ اور عیار دانش بنتے۔ کبھی لیلیٰ و مجنون (عربی) اور شیرین خسرو (فارسی) بدیسی سمجھ کر محفل سے اُٹھائے جاتے اور اُنکی جگہ سدیشی نل دمن لیتے۔ زلیخا کی ملک ادانی دروپدی کو ملتی اور زبیدہ کی حرم سرا سیتاجی کے نیگ لگتی! فیضی مؤدب ہو کر لیلاوتی کا حساب پیش کرتا تو کمل خان دوزانو ہو کر تاجک کی شکل و ہیئت بتلاتا۔ سرہندی (حاجی ابراہیم) آداب بجا لا کر اتھروید کی حکمت سناتا اور خانخانان (عبدالرحیم) دعائین دیکر جوتش سے نیک لگن اور سبھ گھڑی بتاتا۔ غرض یہ چرچے اور یہ قصے مہینون نہین برسون رہے اور محفل اور

---

[1] بابر یہان آنے کے بعد صرف چار برس زندہ رہا ۹۳۷ھ راہی ہوا۔ ہمایون بدنصیب سے سخن رس کو اگر موقع و اطمینان ملتا تو نہ معلوم اتحاد و ترقی زبان کے لیئے کیا کر جاتا جیسے کامران مرزا کو اس کی ایک غزل سے

کامران تا کہ جہان راست بقا خسرو دہر ہمایون بادا

کے صلے مین حصار فیروزہ بخش دیا ہو وہ۔ یہان کے کوئی اور شعرا کو کیا کچھ نہ دے جاتا۔ یہ خود بھی شاعر تھا۔ فلسفیانہ و اخلاقی رباعیان اس کی دیکھنے کے قابل ہین۔ ریاضی دان بھی بڑا تھا۔ دلی مین رصد خانہ اس کا مشہور تھا اور اسی کی سیڑھیون پر سے گر کر مرا۔ از بام اُفتاد۔ تاریخ موت ہو ۹۶۳ھ

[2] نورتن۔ نو تو ہ۔ رتن بجواہر آنکھون کی پتلی کرا جیت نے بھی ایسے نو جواہر (فضلا، حکما، شعرا) جمع کیے تھے۔ [3] فتحپور سیکری مین اکبر نے چار ایوان

ایک محل بنوایا تھا جس مین علما و فضلا جمع ہو کر علمی مباحث مین شریک ہوتے اور بادشاہ اِس مجلس کا صدر رہتا۔

نوٹ: بابر کو جوانی سے بن دیکھے ہندوستان کا عشق یہانکی خاک سے اُلفت اور یہان کی خاص چیزون سے شغف تھا۔ کابل مین بیٹھا ہوا ہمارے آمون اور پانون کو یاد کرتا ہی اور جب ایک ذریعہ سے تحفتہً یہ چیزین ہاتھ لگتی ہین تو خوش ہوتا اور شکر بجا لاتا اور اُس سے نیک شگون لیکر ہند کی طرف بڑھتا ہی دیکھو تزک بابری۔ بابر خود فاضل اور فضلا کا رتبہ دان اور وہ خود شاعر اور شعرا کا قدر دان تھا۔ عروض مین ایک رسالہ اور ایک مثنوی مبین اُس کی یادگارین سے ہی۔ وہ خوشنویس بھی تھا اور ایک رسم الخط ایسا ایجاد کر گیا کہ خط بابری اس کا نام ہی پڑ گیا۔

دربار شاہی سے نکل کر بازار دن اور عوام کے کانون تک پہنچے۔ ان ہی سخنون سے رفتہ رفتہ خیالات ملے اور دونو قومون کے سرون کو تھا اُن کی زبانون کو ایک اور اُن کے تخیلات کو یکسو کر دیا! سه

بادشاہ خوش اور رعیت پھولی نہین سماتی۔ جلال الدین کو مہابلی پکارتی اور اُس کے درشن کو مُکت (نجات) جانتی۔ مہابلی جی رتن تلے (تلا) دان کرتے۔ برہمن گیوگی کو دیتے اور اُنکی دعائین لیتے۔ شمع کافوری کو جوتی ہی۔ اکاس دیا جلتا اور دقتاً آسن سے بدلتا۔ نوروز کے رنگ مین ہولی کھلتی اور شب برات دوالی سے ملتی!

جہان رسم و رواج کی گریان یون ملین وہان زبانون کو ملنا اور بدلنا کتنی دیر۔ بھاشا سے اصلاح اتنا بڑھا کہ فارسی تک (آپ) کا کاف کھٹکا اور بدی کی سلامت سمجھ کر گرایا گیا۔ ایسی ہی شاہی اصطبل کو آخور کرنی اس لیے کہ ایک سڑک بنا کر کھڑا کیا گیا۔ الہ آباد گنگا وجمنا کے سنگم پر تھا۔ مگر یہ بلیہ تین اتیرتھ کا نام بان لیا جاتا تھا۔ اُس مناسبت سے وہ الہ باس پکارا اور یون اُردو بنایا گیا! ازان قبیل قوم اور زبان کی اصلاح و ترقی کے لیے ایسے کھیل ہرگھڑی کھیلے اور فارسی ہندی کے جوڑ دان تلے بیٹھے بیٹھے کھڑے کیئے جاتے!

شاہ کی ایسی غربا نوازی اور رعایا پروری نے دشمن الہ دولہ عمدہ از راجہ ٹوڈرمل کی دفاداری کو اور چمکایا۔ اُن کے حساب مین شاہی زبان کی بوجا کا یہی وقت نکلا۔ تمام قلمرو مین فارسی کے آداب و خیال کا فرمان دیروانہ گیا۔ تعلیم عام ہوئی شود تک دوات بوجا کرنے لگے

اور فارسی ہندی کی گنگا جمنی مسندیون پہ بیٹھنے اور سکندر (لودی) کے وقت کی برکت یاد آنے لگی!

بادشاہ اس یک جہتی کو دیکھ دیکھ کر مسکراتا، باغ باغ ہوتا اور اپنی تدبیرون پر ناز کرتا۔ اسی دوران مین اگلی پچھلی باتون پر نظر کر کے اس عقد اتحاد کو ہمیشہ کے لیے مضبوط تر و محکم تر کر دینے کا خیال آیا اور وہ ہمہ تن اُدھر متوجہ ہو گیا

صاحبو۔ ملا ب بدایونی لاکھ گھورین اور نظر لگائین مگر جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا! راجہ مان سنگھ و بیربل ہی ہمارے ہمراہ نہین بلکہ ابوالفضل و فیضی کے ساتھ فتح اللہ شیرازی بھی ہمارے شریک ہین! یہ عقد اتحاد بندھے گا اور ضرور بندھے گا۔ ہندو مسلم رشتہ مضبوط ہوگا۔ شہزادہ سلیم دولہ بنے گا۔ بادشاہ خود بیاہنے جائیگا۔ رجپوتون کی عزت بڑھے گی۔ برات سجے اور رچے گی۔ منڈھا چھوایا جائے گا اور خوشی کا یہ گیت گایا جائے گا سه

پریت بانس کا ماہوے بابل ستے کا منڈھا چھوا دے رے
منڈھے اوپر کلس براجے دیکھین راجہ راؤ رے

سه مہابلی۔ بزرگ و برتر۔ سه بھاشا مین حرف کاف بدی کی علامت ہے۔ سه سکندر کے بعد دوسری مرتبہ تعلیم عام ہوئی۔ ابوالفضل اس وقت کے نصاب کو یون لکھتا ہے۔ اخلاق، ہندسہ، زراعت، جیومیٹری، ہیئت، اکونمی سیاست مدن، فزکس، منطق، نیچرل فلوزفی، طبعیات، مذہب و تاریخ ہند مسلمان ایک مکتب مین ساتھ پڑھتے اور اسطرح قومی اختلافات مٹتے رہتے۔

سه ہندوؤن کو علاوہ مذکورہ بالا علوم کے دیا کرنا، ویدانت اور متن جلی بھی پڑھائے جاتے طالب العلم پر کوئی جبر و دباؤ نہ تھا جس فن کے مناسب اُس کی طبیعت ہوئی اُسے اُس نے حاصل کیا۔ اتنا لکھکر ابوالفضل یہ کہتا ہے کہ اس طریقہ تعلیم نے بیحد فائدہ دکھایا اور اسکی بدولت ایسے ایسے فضلا نکلے جو واقعی ملک و سلطنت کے لیے باعث فخر ہین! سه ہندوؤن کے وقت مین شودر کو پڑھنا لکھنا منع تھا۔ مسلمانون نے انھین یہ آزادی بخشی۔ بعضون کا خیال ہے کہ ہمارے کایستھ شودر ہی ہین دوات پوجا کی رسم تو اب تک اُن مین ہے یعنی سال مین ایک دن وہ اپنی تعلیمی آزادی کی خوشیان کرتے بعد دوات و قلم آگے رکھ اُسے پوجتے ہین اور واقعی یہ چیز ہے بھی پوجنے کے قابل سه ملا عبدالقادر بدایونی۔ صاحب تاریخ بدایونی۔ یہ ملا صاحب اکبر اور اُسکے ارکان کے ہر فعل سے جلتے ہین خود نورتن کے خر کمپ ہین مگر ہر رتن سے جلتے ہین سلیم کی یہ شادی بھی اُنکے لیے بھاگوان نہین اور ایسا عقد تو اور بھی ناگوار ہین

ان لولوں کے ختم پر دلہن کا چنڈول آئیگا۔ بادشاہ آگے بڑھیگا، دولہا کو بلائے گا، پالکی کو خود کندھا لگائیگا۔ اسپ کا دل بھر آئے گا۔ راجہ راؤ سارے سُن ہو گئے۔ ہاتھ باندھ کر اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرینگے اور بھرے دل سے کہیں گے ؎ ہماری بیٹی تھا سے محلوں کی چیری، ہم باندی غلام ہے!

شہنشاہ اس پر شاہی ٹھوکر جواب دے گا، نہیں نہیں ؎ تمہاری بیٹی ہمارے محلوں کی رانی، تم صاحب سردار رہے!

اس پر ایک کوک پڑیگی، دلہن رخصت ہوگی۔ اور راجپوتوں کی بیٹی اکبر کی بہو، ملکہ ہندستان کی ورپاٹ رانی کہلائے گی!!

صاحبو یہ سب کچھ ہوا اور اکبری و جہانگیری محل اس دن سے اتحاد کا سنگم بنا جہاں ہندی و فارسی محفوظ ہو کر شیر و شکر ہوئی اور پھر اچھی خاصی اُردو بن گئی!

سلیم اور اُردو

بابر کے بعد اور اکبر کی پنجاہ سالہ سلطنت میں ملکی زبان نے جو نیا جوڑا پہنا اور حاکم و محکوم دونوں کی دستار کا جیسا طرہ وہ بنی اس کا ایک مختصر سا نمونہ ابھی پیش ہو چکا اور اس سے اتنا سمجھ میں آگیا کہ اب یہی زبان ہمارے اجداد کے گھروں اور شاہی محلوں کے اندر بے تکلف بولی جا رہی اور سلیم (جہانگیر) کی مادری[۱] زبان بھی اب یہی تھی جہانگیر کے محلوں[۲] نے تعلقات اور باضابطہ کر دیے اور اب روزمرہ فارسی نہیں بلکہ یہی ہندی ہو رہا تھا!

خرم (شاہجہان) کی پیدائش پر جو جشن ہوا اور حرم سرا میں جو خوشیاں منائی گئیں وہ ترکانہ نہیں بلکہ ہندوانہ تھیں!

وہ پیدا ہوا تو ساری رسمیں ہندوانی ہوئیں۔ زچہ خانہ تک گایا گیا۔ دائی جی شہزادے کو گود میں لیے ہوئے ہیں مگر ہاتھ نہیں لگاتیں! سوتنوں کے تھال سامنے ہیں مگر انکے ہاتھ میں کچھ نہیں لگتا۔ ایک ناز کے ساتھ سنا سنا کر کہتی ہیں کہ ؎

مانگے ہے جو دائی جی کا راج   للا جی کا نال نہ چھولے
تھال بھر موتی جو مہارانی لائیں   وہ بھی نہ لیوے یہ دائی!

یعنی میں تو جب تک رانی جی کا آدھا راج پاٹ لکھا نہ لونگی چھوڑوں گی نہیں اور شہزادے (للا جی) کا نال کاٹنے والی نہیں! میرے آگے یہ تھال بڑا مال نہیں اسے اٹھا رکھو!

صاحبو زبان اور اپنی اُردو کی صاف و صحیح تصویر اگر دیکھنا چاہو تو انہیں بولوں کے شفاف آئینوں میں دیکھ سکو گے! یہی زبان اور خوشی و غم کے یہی انداز شریف گھرانوں میں ابتک باقی ہیں۔ اور جہاں ہماری عورتیں بیٹیاں اور خیرات خانوں کی رسموں کے حوالہ نہیں کی جاتیں وہاں یہ چہل پہل ہنوز باقی ہے! صاحبو نہیں جاننے والے سمجھتے ہیں کہ ہماری اُردو کھلے بازاروں اور تنگ کوچوں کی ہوا کھا کر ہم تک پہنچی۔ مگر نہیں اُس نے تو محلوں میں پرورش پائی اور ہمارے رجواڑوں اور شہزادوں شہزادیوں کی صحبت[۳] اٹھا کر اور باقاعدہ سیکھ کر باہر نکلی اور ہماری ہم جلیس بنی ہے!

جہانگیر کے بے تکلفانہ اور شاعرانہ انداز کچھ چھپے ہوئے نہیں وہ

---

۱ ایسے ایسے سیکڑوں گیت ہیں جو سینہ بسینہ چلے آئے ہیں ان ہی میں سے یہ گیت بھی اس وقت خاص کا ہے جبکہ اکبر راجپوتانہ بیاہنے گیا۔ اس سے اس وقت کی معاشرت تہذیب رسوم اور زبان کے عقدے حل ہوتے ہیں جنھیں دلی اور خصوصاً قلعۂ معلی نے اسطرح تھا شاہی تقلید پر انکے گھروں میں ایسے ایسے گیت شادیوں کے وقت تک گائے جاتے تھے: اس خاص گیت میں محل، غلام اور صاحب سردار کے سے الفاظ پر غور کرو تو یہی اُردو ہے جو اُس وقت رائج تھی!

۲ جہانگیر کی ماں راجپوتانہ کی رانی تھی جس کا خطاب مریم زمانی تھا۔ وہ ہمیشہ اللہ اکبر مریم مکانی کے ساتھ رہی۔ اسکی وفات پر جہانگیر بہت افسردہ ہوا اور اپنے تزک میں لکھتا ہے۔ امید اللہ تعالیٰ بالیشان را غریق رحمت خویش گرداناد ۱۲

۳ جہانگیر کے دو بہنیں و محل تھے راجہ بھگوان داس کی بیٹی اور دوسری مہاراجہ اودے سنگھ کی نور نظر۔ خرم اسی کے بطن سے لاہور میں پیدا ہوا تھا:-

صاحب قلم اور اپنے تزک کا مؤلف تھا۔ زبان کا شوق اور اسکی اصلاح و ترقی اس کی بات بات سے ظاہر ہے۔ جو نور جہان کی بغل میں بیٹھا بادۂ ارغوان کو نام رنگی کہہ کر یاد کرتا ہو وہ اپنی باتوں میں کیسے آئے لگتا کھلتا ہوا آخر اس قدر مزے میں باتیں کرتا ہوگا؟

ایک مرتبہ وہ سفر کشمیر میں جاتے جاتے پنج ہزارا ایک مقام پہ اترا اور وہاں کی فضائیت اور حالات دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا اور لکھتا ہے کہ واقعی جہان کی یہ کہاوت (جو عرصے سے مشہور ہی) اتنی سچ ہے

پنج ہزارا ایک کا علاقہ دھنی جوگا ہیں سوہنکیری گھوڑے اور بہشت نگر کے چاول

یعنی پنج ہزارا کے گھوڑے اور دھنی مقام کی گائیں خوب ہوتی ہیں اور سلطان سوہنکیری کے گھوڑے اور بہشت نگر کے چاول مرغوب ہوتے ہیں!

اردوئے معلّےٰ

شاہ جہان کو زبان اردو پہ وہی حق و دعویٰ ہے جو کسی صناع کو اپنی صنعت و کاریگری پہ ہوا کرتا ہے اور جب تک یہاں کی یہ دو بڑی قومیں ہندو و مسلمان زندہ ہیں اپنے اس ہندی شہنشاہ کی اس بے مثل صناعی اور بیش قیمت نشانی کو یاد کرکے اسکی روح کو خوش کرتی رہیں گی!

تاج (آگرہ)، جامع مسجد اور قلعہ معلی کی شاندار عمارتوں کے ساتھ اس اردوئے معلی کی یادگار عمارت بھی اسی فیاض و سیر چشم بادشاہ کے مبارک نام سے قائم رہیگی! یہ اردو کی گود میں پیدا ہوا اور اسی کے دامن میں پلا۔ اذان کے بعد جو پہلی آواز اسکے کانوں میں پڑی وہ اسی زبان کی صدا تھی یعنی زچہ گیری اور چھٹی چلے کے گیتوں، راگوں اور لوریوں کے دھیمے سُروں میں اس نے اپنی اسی پیاری زبان کے الفاظ سنے اور یہ اسی کا اثر تھا کہ خدیجۃ الزمانی کی گود میں رہکر بھی جب زبان پھوٹی تو دادا اکبر کو شاہ بابا اور باپ کو شاہ بھائی کہنے لگا!

شاہ جہان آباد بن چکا اور بادشاہ کے مبارک قدم ادھر آئے تو اردوئے معلی کا شیرخوار بھی دامن دولت سے لپٹا ہوا ساتھ ساتھ آیا۔ اُس دن سے یہ طفل ابال ناتمامہ میں اور شاہ جہان کے سے سرپرست کی نظر کے سامنے پلنے اور بڑھنے لگا۔

اس بچہ کے ساتھ صاحب قران اول کے پوتے بابر کے پیار و خاص کا حال سُن چکے ہو، اب اسی بابر کے پرپوتے صاحب قران ثانی کی اس توجہ کی حکایت بھی سنو جو خاندانی روایات قائم رکھ کر اس معصوم کے حال پہ مبذول کی گئی!

صاحبو! شاہجہان نے اس شیرخوار پہ صرف زبانی مہر و شفقت نہیں دکھائی بلکہ دلی الفت سے اسے گود میں لیا اور منھ سے منھ ملاکر ہمیشہ اُسے پیار کیا۔ جب شاہ قلعہ آگرہ میں نیچ ہوا تو گوشۂ تنہائی میں اپنے اس طفل زبان سے کھیلا اور جی بہلایا کرتا!

اور جب شجاع عالمگیر کے مقابلے سے بھاگا اور دار السلطنت دور ہوا تو بیٹے اور بادشاہ کے درمیان یہی معصوم واسطہ بنا رہا اور باپ کے ساتھ جب شاہ پہ رسل و رسائل کا دروازہ بھی بند ہوا اور ہرکاروں، قاصدوں کے پیر توڑے گئے تو حضرت نے عالمگیر سے اس کا گلا کر بھیجا۔ شجاع کی تسلی اور امداد کی جو خاطر پہ پیغام حجرۂ شاہ سے جاری ہوئے تھے اُن میں سے ایک شقہ شاہی کی طرح اورنگزیب کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ باپ کی تادیب پہ جواب لکھا اور مراسم عبودیت بجا لاکر عرض کرتا ہے کہ ہمارے دشمنوں (بھائیوں) پہ حضرت کی نگاہِ لطف و کرم اتنی باقی اور ہمارے خلاف ریشہ دوانیاں بدستور قائم ہیں۔ آن فرمان عالی کہ در زبان اہل ہند از دستخط خاص رقم فرمودہ شاہ، این معانی است!

---

۵۱ طالب آملی اس پہ کہتا ہے
نہ ایم منکر صہبا ولیک می گویم — کہ رام رنگی نشۂ دگر دارد!

۵۲ خرم پیدا ہوا تو اکبر خوشی خوشی سے اپنی ملکہ خدیجۃ الزمانی کی گود میں ڈال آیا۔ وہ لاولد تھی اور خرم کو بیٹا بنا کر پالا۔ خدیجۃ الزمانی ہندال مرزا کی بیٹی اور ترک تھیں ان کو اردو سے کیا نسبت ۱۲

۵۳ دیکھو مراسلات عالمگیر و شاہجہان ۱۲

صاحبو۔ آپ کی زبان کے پیش رَو جن میں سے غالباً یہ نیا سرعی ہے۔ یہ زبان ہند وہی شاہجہانی اُردو ہے جو اس شاہ کی نسبت قلعہ معلّی کی طرح اردوئے معلّی کے لقب سے مزین ہوئی اور اُس سے آپ اپنی زبان کی زندگی و ترقی کو بخوبی سمجھ سکتے اور اس بادشاہ کے ساتھ اسکی نسبت کی وجہ اب آسانی معلوم کر سکتے ہیں!

دارا ولیعہد سلطنت اور خوبوں صاحب قرآن ثانی اور ادب لٹریچر کے شوق و ذوق میں اپنے بزرگوں کا خلف الرشید تھا! اُسے تخت نصیب ہوتا تو اتحاد زبان کا نشان اور بلند ہو جاتا بھاشا و سنسکرت سے اسکا تعلق و خلاص پوشیدہ نہیں وہ دیدت کو سمجھتا ہو گیتا کا ترجمہ جس نے اپنی ساد کو سر الاسرار بنایا اور جوگ وشسٹ کو فارسی جامہ بخش کر دیبانی کی زبان کو چمکایا اور اپنے گرد بابا لال داس[1] پنڈت اور اپنے برہمن[2] منشی دیوان چندربھان کے سے شاعر و ادیب کی مدد سے اپنی مادری اور باپ کی پیاری زبان کی کہاں تک خدمت کرتا لیکن مشیت اُس کے خلاف تھی اور اُس کی انگوٹھی کے نشان[3] (یا بھوو غالب) کو دیکھ دیکھ کر یہ

زہے اسپ تازان بر کارِ جنگ — گذشتند از جان بہ ناموس و ننگ
فتادآن قدر کشتہ در کارزار — کہ شد بستہ راہ گذر بر سوار

مگر اسپر بھی اس کا نشان آخر سرنگون ہی رہا اور اُردوئے معلّی کا علم اُسوقت اور بلند نہو سکا!

عالمگیر اور اُردوئے معلّی

ترکی ہندی اختلاط اور صدیوں کے میل ملاپ سے بھاشا نے کیچلی اتار کر جو صورت نکالی اُس کا نام اُردو ہے۔ اور یہ مغلی و رجپوتی سرکار دربار میں جس طرح وہ پوچھی گئی اور منصب عالی تک پہنچائی گئی عرف عام میں اُسے اردوئے معلّی کہتے ہیں! اس اُردوئے معلّی اور عالمگیر نے ایک ہی گھر میں ہوش سنبھالا اور اس سے ایک کا دوسرے پر اثر محتاج بیان نہیں عالمگیر ترک نہیں بلکہ اچھا خاصہ ہندی تھا! ہیں اپنے بزرگوں کے بہت سے اوصاف تھے اگر میدان جنگ میں سر لشکر رہا تو اپنے دیوانخانہ میں بھی سررشتہ دکھائی دیا! زبان کا شوق اسمیں فطری و موروثی تھا۔ اور جہانگیر و شاہجہان نے اگر یہاں کے شعرا اور خصوصاً تلسی داس کو شرف حضوری بخشا تو کبت کا سارا زمانہ اور کوئی زمانہ ولیعہدی سے اُسکے دامن سے لپٹا رہا! اور صاحبو یہ وہی نامی کبت[4] ہے جس نے زبان شمشیر بنا کر جسونت سنگھ سے گفتگو کی اور حق سفارت ادا کر آیا! زبان کے شوق اور یہاں کی بھاکھا سے اس کی اُلفت کی انتہا یہ ہے کہ جب بنگالہ سے ایک شخص اُس (بادشاہ) کا مرید ہونے آتا اور صلابت خان میر تو زک اسے حضور میں پیش کرتا ہے تو وہ بادشاہ اُس پر مسکراتا اور عربی فارسی شعر کی جگہ بے اختیار ایک پنجابی نظم اور کہاوت اُس زبان پر جاری ہو جاتی ہے!

صاحبو۔ عالمگیر علوم و فنون کا سرپرست اور ادب و انشا کا مربی تھا اور با خبر مصنف دنیا اُسے راجہ بھوج اور سکندر (لودی) کے بالمقابل سمجھے گی۔ توڈرمل کی تعلیمی اسکیم اس کی توجہ کی ممنون اور یہاں کی تعلیم عام اسی کی فیاضیوں کی زیر بار احسان ہے! صاحبو جبکہ طلبا کے لیے ایک آنہ سے لیکر آٹھ آنہ روز تک مقرر ہو اور وظائف کا یوں مینہ برسا دیا جائے تو پھر کشت علم کیونکر سرسبز نہو اور تعلیم کا چرچا کس طرح گھر گھر اور عام نہو جائے

---

[1] دیکھو مکالمہ بابالال داس [2] یہ وہی برہمن ہیں جنکا یہ مشہور شعر ہے:
مرا دلیست بہ کفر آشنا کہ چندین بار — بہ کعبہ بردم و بازش برہمن آوردم
[3] یا بھوو غالب کے معنی میں ہو دارا نے اس لفظ کو مبارک سمجھ کر اپنی انگوٹھی پر کندہ کرایا تھا ۱۲

[4] پڑھو اس کے رقعات اور نثر میں نظم کا مزا اٹھاؤ [5] دیکھو عالمگیر کے خلاف جسونت سنگھ کی معرکہ آرائی کا حال [6] ٹونی پسندی باؤ رہا دیندی کھڑے بیچ + چوا کدن باؤلی توکل! اندھے جھیج! یعنی جو ایل ہیں نہ سمائے اسکی دم میں باندھیں جہاج (لوپ) بولی اپنے پیٹوں آپ بھاری۔ میں کیا کسی کو مرید کر سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر حکم ہے اگر اُسے کچھ دے دلا کر رخصت کر دو۔ (دیکھو سوانح سال سی و سوم) [7] دیکھو مسٹر کین کی مغل امپائر [8] دیکھو مرآۃ احمدی از محمد خان و تاریخ فرح بخش از محمد فیض بخش ۱۲

اور اس کے یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ اس جنگ کی آگنی اس
سلطنت کی انتھک بھاری تھی!

اس مُربی مرحوم نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ مقتضائے وقت کو سمجھکر
اُس ملک میں آج سے تین سو برس قبل بے طلب اِس جبری تعلیم کی بنیاد
بھی ڈالی جس کی اسوقت ضرورت دکھائی جا رہی ہے اور جسے آپ کا ایک
خیر خواہ اپنی آخری سانس تک مانگتے چلا گیا ہے۔ صاحبو جسوقت عالمگیر
آپ کے بھائی بو ہروں کی علم و تعلیم سے بے خبری کی حالت سے آگاہ ہوتے ہین
ہو جاتا ہے اور فوراً معلمین و استاد مقرر کر کے اُن تک بھیجتا ہے اور جب
اُسپر بھی وہ ماہواری رپورٹ نہین آتی تو اپنے فرائض کو سمجھکر اُن کے لیے
جبری تعلیم کا حکم و قانون نافذ کر کے انھین انسان اور دنیا مین جینے
کے قابل بنا دیتا ہے جو علم و تعلیم کا ایسا حامی زبانون کا ایسا سرپرست
اور ادب و انشا کا ایسا مربی ہو وہ اپنے بزرگون کی یادگار اردوے معلّیٰ
کا کہانتک خیال نہ رکھتا ہوگا اور گو وہ خود کہتا ہے کہ

غم عالم فراوان است و من یک غنچہ دارم چسان در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیابان را

لیکن اسپر بھی اُس کی سلطنت کے باغ مین ایسے پھول ہمکو نظر آجاتے
ہین جو غنچہ خاطر کو کھلا اور ہماری بزم کو جلا دیسکتے ہین۔ اور حق پوچھو تو
یہی وہ گل ستہ ہین جن کے بیسیل رنگ مین ہماری بھی تصویر جھلکتی
اور نظر آیا کرتی ہے!

صاحبو! کچھ قبل ایک شادی کا منظر دکھایا جا چکا اور اُس کے
بعد ہی ایک زچہ خانہ کو دکھایا جا چکا ہے وہ خوشی و وصال کا ترانہ تھا
زمانہ بدلتا اور اب جدائی و فراق کا افسانہ سناتا ہے!

عالمگیر دکن پر چڑھا ہوا ہے۔ لاؤ لشکر ساتھ ہے ہونکالا جی مردون کو
مجبور کر اُدھر لے گیا اور عورتین گھر مین ہین۔ برسون گذر گئے دلی خالی اور
سونی پڑی ہوئی ہے اور دلّی والیان اکیلی فراق کی راتین گذار رہی اور
دکھ بھر رہی ہین۔ کہین سے خبر نہین آتی۔ دل اُداس اور طلب بیچین ہے
اور جب کچھ بس نہین چلتا تو دلھن کی طرف مُنھ کر کے پکارتی اور اپنی
بیتی نہین گھر کا حال سناتی اور کہتی ہین ؎ چھپر پرانے ہو گئے
کڑ کا کن لاگے بانس ؎ دیکھو یہ گھر گرا یہ چھت آنی ڈبے اور مرے اجواب نہین
ملتا تو ہار کر اور گھبرا گھبرا کر کاگا کی خوشامد ہوتی اور اُس کے ہاتھ سندیسا
پیغام بھیجا جاتا اور گلہ کیا جاتا ہے کہ ؎ آون آون کہ گئے بیت گئے بارہ ماس
کیسے سیج اور دفار ہو ایک جگ گذر گئی اور خبر نہ لی! اسپر بھی خاطر جمع
نہین ہوتی تو کلیجہ اور پھٹتا اور زمین سے آواز آتی ہے ؎
دلی شہر ہمارا ناؤن اور کنہین برسے نیر سب کے کنتھ ٹھہر کے لے گئے عالمگیر
اِس فریاد پر یہ روکھا پھیکا جواب ملتا ہے کہ ؎
کدھتی رہو کرا دسے بن بن لکھو وصیم اسکے بچھڑن جب ملین جب مرن عالمگیر
تو حوصلہ صبر اور رجا تارہتا اور جینے سے یاس ہو جاتی ہے!

صاحبو! یہی وہ زبان تھی جو اس صدی مین رائج رہی اور اُسے
سوا اُردو کے کچھ اور سمجھنا زبان سے نا آشنا اور اُس کے مدارج سے بیخبری
و لاعلمی ہے!

محکوم کا اثر حاکم پر!

حاکم زبانین محکوم زبانون سے بہت کم دبتی ہین عربی بھی فارسی سے زیر
نہین ہوئی۔ مگر ہند کی خاک بڑی عنان گیر ہے جس نے ترکیون فارسیون
کا لباس ہی نہین اُتارا اور اُن کا ہتھیار ہی نہین کھولا بلکہ انکی شمشیر زبان
کو یہان کا پتھر بھی چٹا چھوڑا!

بلا ہلا در اپنے دیوالا کر بلد بو من طلرام جیسے اس مین بھر تری اپنے
بھجنون مین بھا زند داس امرت دھارا مین جیند کوی برتھی راج سارا
مین اور بہاری لعل ست سئے اور اپنے شہود دوہون مین اگر حاکم وقت کی
زبان بھی بول گئے تو کیا تعجب! صاحبو یہی مشہو ہماری نظم کی تعریف مین کہتا ہے

سلہ مرحوم گوکھلے ‎ ‎سلہ دیکھو ایڈ (انگریزی) جلد اول صفحہ ۲۰۶، ۲۰۸، ۳۰۰

سلہ پڑھو ماصلاح ادر بادشاہ کی علم و تعلیم پر گفتگو معلوم ہوتا ہے کہ کسی [illegible]

اسی طاہل دھیبھے سیت شیام تنا جیت مرت جھک جھمکت چھب چھیی کیا

زبان کے لوچ، نیچرل شاعری اور اُسکے لطف و نشتریت کو نظر کرنا اس وقت اس شام یعنی سانجھ کی بہار تو دیکھو اور اس بکبار پر پھر ایک بار نظر توکر دو! اور اسی طرح اگر بابا تلسی داس، سنتوی لال بلاس میں، چھتر پرچھ مصر کرشن جی کے حال اور اپنی بیاس میں کبیر و نانک اپنے درود کلمات میں کرتا۔ خسرو و معاون ابوالفضل اپنی ہی گیتا میں لال کوی، چتر ابھاگت میں اور تولی رام قصہ ادھولال میں نابھاجی اکبری، اور کیشو داس جہانگیری، اپنے خزانہ شاعری میں سکہ رائج الوقت کو بھی محفوظ کرنے لگے تو چنداں حیرت کی جگہ نہیں۔ اور مہاکوی ملک محمد سندر داس کی سندر سنگار، سنہو و سور داس کی نل دمایق، دوجہان تلسی داس جی کی رامائن اور خصوصاً انکے بارہ ماسوں کے بیچون میں اگر عربی و فارسی کے بھی جو ہر چمکے تو تعجب خیز نہیں مگر فارسی تیغ پر ہندی جلا البتہ حیرت انگیز ہوا!

صاحبو۔ یہاں پر اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ جب ایک قوم دوسری قوم سے ملتی ہے تو باہمی میل جول ہر ادا اپنی لگتی ہے۔ معاشرت مغائرت کی قاتل ہوا اور دو غیروں کو ایک کر دیتی ہے! ان دو قوموں (ہندو مسلمان) کا بھی یہاں اسی طرح رشتہ جڑا اسلام نے اپنا لباس اتارا تو رمایا نے بھی اپنا جامہ بدلا۔ مراد کو مہاراج ادھیراج خطاب ملا تو مان سنگھ کو بھی مرزا راجہ بنا!

جائسی[۱] پدماوت کو سنانے اور عبدالرحیم خان خاناں کوی بنکر دوہے لکھنے

سلہ مہاکوی (ملک الشعرا) سندر داس کو شاہجہان بہت عزیز رکھتا اور ہمیشہ انعام و اکرام سے سرفراز کیا کرتا! سندر سنگار اس کی مشہور تصنیفات میں سے ہے بادشاہ کی فرمائش سے یہ سنگاسن بتیسی کو بھاشا یا اُسوقت کی اُردو کے قالب میں لایا۔ یہ پرانی چیزیں ہند کے خزانہ سے نکل کر یورپ پہنچیں اور برلن وغیرہ میں ان کا بڑا ذخیرہ ہے (دیکھو وہاں کی لائبریری کے کیٹلوگ سلہ مگر ستم یہ ہے کہ ہمارے یہاں بٹ بیٹھے۔ کتنی بھگت مالا بھی لکھوئے۔ گیتی گرنتھ گرام مزاکو۔ پنڈت مونی لین جاگو سلہ لاکو پالے کر کے اُنجہ تلسی داس گربت کی کوئی پوچھ بات!

کو سراج بنانے بیٹھے تو ادھر ڈونگر مل اور چند ربھان بھی اچھے خاصے شاعر ہو گئے! تانی دونوں ہاتھ بجی اور ایسی آواز پیدا ہوئی کہ دنیا نے نہیں سنی!

صاحبو وہ آواز جو تین سو برس قبل گونج رہی تھی آج شاید مدھم پڑ گئی ہے یہ محفل کن رسوں سے خالی نہیں۔ ذرا چھیڑ سے تو دل گرمائیں اور اگلی صحبتیں یاد آئیں دیکھنا ادھر سے بھی کوئی تکلف نہ ہوگا اور رسال غیر نہیں! اُل دوست سمجھ کر تصرف ہوگا۔ عجب کے سب پہلے لیجیے ٹکسالی ہی سامنے آتی ہے کہ پرانی وضع کی قشقانی اور یادگار ہے وہ یاد بورقتا زہ ہوتی ہے

سراں دو چشم گردم کہ جون ہنگامی ہنر ہمہ را بہ نوک مژگان دہ بر جگر کٹارا

جدھر بہادر سپوتوں کا خاص ہتھیار ہے۔ دیکھیے اک کاسے کنارے میں

ان ہم چشمون کو کیونکر چھیڑتا ہے

شیخ سوسن اگر دل می بایدش ذات جیوت سندست بجلد کند

منھ یعنی برج کے سبزہ پر دل لوٹ بہت ہے شعر کا بھی خیال

نہیں ہے شاعر کہ بندگی ادھر چلا جاتا ہے

سکہ ملک محمد جائسی پدماوت (لنکا کی رانی اور رتن سنگھ چتوڑ کے راجہ کی کہانی) کے علاوہ اس کی ایک اور مثنوی راگنی سورات بھی ہے مگر وہ مشہور نہیں ہوئی

سکہ خانخاناں کے دوہے مشہور ہیں جیسے سہ نین سلونے ادھر مدھو کہو رحیم گھٹ کون ان میٹھا چاہئے لون پر او میٹھے پہ لون (یعنی نکیلی آنکھیں اور لب شیریں بتاؤ رحیم جیتا کون ہوئی بھی نہیں اس لیے کہ نمک کے بعد میٹھا اور میٹھے کے بعد نمک مزا دیتا ہے!) دیکھو زبان ہی نہیں مذاق بھی ہندی ہے۔ اور اختلاط کے یہی معنی ہیں یہ وہی نیاض عبدالرحیم (خان خاناں) ہے جن کا وسیع دسترخوان مشہور تھا۔ اور یہ مثل ہو گئی ع خانخاناں جیسے کھانے میں بتاتا و تعاونوں اور پیالوں میں سونے چاندی کے چھلے بتانے چھوڑ دیے جاتے تھے کہ غریب نکالیں اور اُسے بھی کھالیں۔ اور ہمارے یہاں گونڈوں میں اب تک یہی دستور رہا مگر گونڈے چھپنے والے تو اب بھی بہت ہیں لیکن گونڈے کرنے والے کہاں مشہور میاں نہیم دکامین خان خاناں اور لٹالین میاں نہیم، ان ہی کی ناک کے بال تھے۔ اور یہ سننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ نہیم اصلاً برہمن تھے ع بہ فال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را سلہ رجپوتا وریکھ نہیں تو ترکوں کے سمت ضرور رکھے!

چون نو دمید سبزۂ نورستہ ہوائی از پائیز حسن بہ ترتیب نطق صحت خوان گل از ہر گنند
عالی بیچارہ اب یہان کچھ نہیں تو کھڑے ہی آگے لگتا ہے مگر دیکھنا منھ
کیا ڈگر پھولتا ہے سے

الحمد اللہ کالی بجا۔ وہ بہ ستنا آمدہ ہست از رنگ شوخ ظرافت سکری میخواہم
عرفی اپنی بادہ کو بھول گئے اور ہمارے جھگڑے کو یاد رکھتے ہین گیا
خوب یاد رکھتے ہین سے

درجا شستہ از شبنم گل گرد فشانت آن بادہ ز رنگ کہ آید بکر آید
سالک نیدی پیالا دکھاتے دکھاتے تھکے تو ساری کھچڑی کی طرف ٹھنے
مگر کچھ نہیں اور بیٹ بھر کر کھنے لگے سے

ز میر گشتم زنجیر ایام ہوس پیم و زر نمی دارم
واہ کیا خوب جوڑ ملایا، اور کس مزے کی کھچڑی پکائی ہے طالب آملی
ایک مرتبہ جھوم کر جو اٹھے تو جہانگیر پر نظر جا پڑی۔ اور ولایتی کو بھول کر دیسی

کا مزا لینے لگے جا ہی لیکر فرماتے ہیں سے
نہ ایم مست صہبا ولیک می گویم کہ رام[1] رنگی ما نشۂ دگر دارد
کلیم زور زبان دکھانے اٹھے تو یون گرے کہ ٹھکھ سنگ سے توڑ بیٹھے
شاہجہان کا سامنا ہوا تو لگے خفت مٹانے سے
سر راجپوتان جگت سنگ[2] بود کہ بہ شیشہ نہ فلک سنگ بود
اور تو اور اس ملے مین ہمارے چند رہبان بھی اپنی قومیت کا ٹیکہ لگاتے
اور ٹیرا منھ کی جگہ برہمن کا تلک لگائے لیتے ہین سنیئے سے
مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندین بار بہ کعبہ بردم و بازش برہمن آوردم
اور کچھ مزا یہ کہ اب سب یون ہی بولنے بھی لگے پنتا ہمی کی تو خبر
نہین مگر ہمارے الوجی کی تو اب یہی زبان ہے!

(باقی آئندہ)

[1] رام رنگی جہانگیری دو آتشہ ہے [2] دیکھو شاہجہان نامہ ۱۲

رباعیات حضرت کوثر خیرآبادی

مغموم ہمیں ہیں اور دلشاد ہمیں دیران ہمیں ہیں اور آباد ہمیں
اس باغ جہاں میں مثل بوئے گل تر پابند ہمیں ہیں اور آزاد ہمیں

مقتل ہمیں ہین اور جلاد ہمیں نخچیر ہمیں ہین اور صیاد ہمیں
ہم مین ہے شان امیر مینائی ہے شاگرد ہمیں ہین اور استاد ہمیں

ہے عشق جہان سوز کی افتاد یہی اور حسن دل افروز کی بنیاد یہی
نیرنگی قدرت سے عیان ہے کوثر شیرین بھی وہی ہے اور فرہاد وہی

پیری میں پری لہو پہ مرنا کیسا دے کر دل جان سے گذرنا کیسا
جس نے دل سے بھلا دیا ہو کوثر پھر یاد اُس بیوفا کو کرنا کیسا

جھگڑا نہ رہے آج صفائی ہو جائے قید غم و رنج سے رہائی ہو جائے
ہے ناخن تدبیر تری سالگرہ کوثر کی شہا عقدہ کشائی ہو جائے

ہے ماہ رخوان کا لب پہ چرچا اب تک سر پہ ہے پری زاد ون کا سایا اب تک
ہر دل میں خیال زلف و عارض کوثر کعبے مین ہے اصنام کا قبضا اب تک

دل کو ناوک جگر کو پیکان عزیز ہم نے اُن سے کبھی نہ کی جان عزیز
نشۂ مین ہا خدمت ساقی کا خیال مستون کو ہے دین ایمان عزیز

سکندر کا تابوت

سلسلۂ فلاسفۂ یونان

شہر بابل میں سکندر نے کیا جب انتقال — جتنے تھے البتہ دولتخواہ اُنکو ملال
دود سوز غم دل ارباب دولت سے اٹھا — صبح ہوتے ہی جنازہ شان و شوکت سے اٹھا
چھا گیا دلبستگان امن و دولت کا غم — ابر تیرہ بن گیا سلطان کی تربت کا غم
وکیا تیار تابوت مرصع زرنگار — رکھ دیا پیکر سکندر کا بچشم اشکبار
یون حکیمان اولوالعزم آئے ماتم کے لیے — تھے کباب اُن سب کے سینے آتش غم کے لیے
بیچ میں تابوت تھا اور گرد تھے سب اہل فن — ایک اُن میں سے ہوا اسطرح سرگرم سخن
تو نے مغلوب آج عالم کو کیا اے بادشاہ! — موت کو مغلوب کرنیکی نہ نکلی کوئی راہ
دوسرے نے پھر کیا تابوت شاہی سے خطاب — اے خداوند سعادت اے سر گردنکشان
اے غصہ ترا غیظ اک قیامت تھا بپا — موت پر آیا نہ غصہ تجکو کیون اے بادشاہ
اٹھکر عرض کی جو تیسرے نے تابوت سے — کتنی جلد اٹھا ہی تو اس مجلس ناسوت سے
صحن عالم میں جو کل تک بھی تیرے زیر نگین — سات اقلیم اب سمٹکر رہ گئی ہیں دو زمین
پانچوین نے عرض کی یہ بادشاہ ہوتا تھا — تو نصیحت ہمکو کرتا تھا جہان میں بارہا
اے سکندر لیکن اب بچشم عبرت ہوگئی — آج مرنے سے ترے پوری نصیحت ہوگئی
کی چھٹے نے عرض کل تک مطیع احکام تھے — ہیبت شاہنشہی سے رعشہ بر اندام تھے
آج ہیبت سے تیرے کوئی خمیدہ سر نہین — سامنے تیرے کھڑے ہیں اور مطلق ڈر نہین
ساتوان بولا کہ تھی تیری جدائی ناگوار — آج پہنچون کسطرح تجھ تک بتا اے شہریار
آٹھوین نے عرض کی دیکھو بچشم اعتبار — ایک دم میں مٹ گیا اس سونے والے کا وقار
کی نوین نے عرض جب دنیا کا ایسا ہے انجام — ترک ہمکو پہلے ہی کر دینے میں آرام ہے
عرض کی دسوین نے اب عالم تجکو کیون نہین — تنگ تھا عالم تجھے اب سو رہے تنہا کیون نہین
تجکو اس تابوت میں خاموش سوتے دیکھ کے ہم — یار دیوار زمین شہر کی ترا گھٹتا ہے دم
رنج سے چھوٹا ہی کتنی جلد یہ خاکی قفس — یون گئی شاہی تری جسطرح اٹھتی ہے ہوس
خلق خستہ ہے یاران اور رستو روپوش ہے — گوش بر آواز دنیا اور تو خاموش ہے
کیون نہ رکھا تو نے امیدون کو اپنا مختصر — دست برد موت سے ہوتا نہ کچھ اُن کو خطر

بستیاں آباد تھیں جتنی وہ ویران ہو گئیں
دیکھتے ہی دیکھتے خواب پریشان ہو گئیں

فلسفۂ تصویر

ایک دن کلک مصور سے یہ میں نے پوچھا — تو نے کیونکر بت بیدرد کا نقشہ کھینچا
ابروؤں کی وہ کشش اور وہ چتون کی ادا — قتل کرتے ہوئے رخسار بھبوکا چہرا
تو نے یہ رنگ نکھارے ہیں بتا تو کیونکر
اس قدر داغ لگائے ہیں بتا تو کیونکر؟
کون سا خضر ہے دست تہ بتا کس نے؟ — سچ بتا تجکو سبق ایسا پڑھایا کس نے؟
تیرے ہاتھوں سے یہ اعجاز دکھایا کس نے؟ — فن تصویر کشی تجکو سکھایا کس نے؟
نقاش صورت گر مخلوق میں یکتا تو ہے
ڈال دے جان بھی تو رشک مسیحا تو ہے
سنکے یہ لفظ قلم نے دیا مجھ کو جواب — "دیدۂ دل سے ذرا دیکھ حقیقت کی کتاب
بسکہ اسرار خداوند ہیں بے حد و حساب — آنکھ بینا ہو تو اٹھ جائے ہر اک شے سے حجاب
مردم چشم کو دیکھا نہیں شاید تو نے
سر مکتوم کو سمجھا نہیں شاید تو نے
قلم قدرت معبود ہے استاد مرا — جس نے اس عالم ایجاد کو ایجاد کیا
آنکھ کے تل میں خدائی کا نقشہ کھینچا — شرط انصاف ہے کیسا ہے مصور میرا
اپنی قدرت کے تماشے وہ دکھاتا ہے مجھے
روز اک بات نرالی وہ سمجھاتا ہے مجھے"

زبان اردو

کھلے نصیب ہمارے جو لکھنؤ آئے — کہ اس چمن میں چمن سے ہزار رنگ و بو آئے
خلیق قدرشناس سخن کے در پر آئے — ادب سے آئے زبان پر جو گفتگو آئے
یہ شہر وہ ہے جو اہل کمال کا گھر ہے
گہر سخن کا اسی شہر میں سمندر ہے

بیان کی شوکت و تزئین جہان میں ہے مشہور یہ خطہ وہ ہے جو لطف بیان میں ہے مغرور
زبان وہ کہ جو اہلِ زبان میں ہے مشہور یہ شہر وہ ہے جو ہندوستان میں ہے مشہور

یہی زمین تھی انیس و دبیر کا مسکن
یہی جگہ تھی جلال و امیر کا مسکن

زبانِ اُردو کی تاریخ کا یہ مدفن ہے گر اِک اُجڑا ہوا مدفن پہ سبز گلشن ہے
برس رہا ہے ابرِ کمال ساون ہے بھرا ہوا گلِ مقصد سے سب کا دامن ہے

جہان پاس لیے مجلس ہوئی عظیم الشان
کہ لکھنؤ میں ہیں جادو نگار سحر بیان

نہ مجھ کو فخر ہے نازک خیال ہونے کا نہ مجھ کو فخر ہے شیرین مقال ہونے کا
نہ مجھ کو فخر ہے اہلِ کمال ہونے کا نہ مجھ کو فخر عدیم المثال ہونے کا

اس انجمن کی شراکت پہ ناز کرتا ہوں
درِ سخن کو بصد عجز باز کرتا ہوں

یہ وہ زبان ہے شیرین کہ سب کو پیاری ہے زبان کا سب کو ہے موجہ بہاری ہے
سرا ہیں کیوں نہ سب یہ زبان ہماری ہے یہ فخر کم ہے کہ ہندوستان میں جاری ہے

اِسے گھمنڈ ہے ملکی زبان ہونے کا
بلند مرتبہ عالی نشان ہونے کا

عجب زبان رنگیلی نئی نویلی ہے جو لال قلعہ کی شہزادیوں میں کھیلی ہے
سہیلیوں میں نہیں فارسی کی کیلی ہے کہ برج بھاشا بھی اسکی سگھڑ سہیلی ہے

ہزار ناز سے شاہِ جہان نے پالا ہے
اسی سبب سے زمانے میں بول بالا ہے

سخن کا دودھ پلایا ہے نکتہ دانوں نے کھلا کھلا کے پلایا ہے نکتہ دانوں نے
ہزار بار جلایا ہے نکتہ دانوں نے کہیں کہیں سے ملایا ہے نکتہ دانوں نے

نہ استعاروں کے رنگین لباس پہنائے
کہ جن کو دیکھ کے قوسِ قزح بھی شرمائے

دکھائی اہلِ قلم نے عجب قلمکاری جو ایک سِل ہری ہے تو ایک گلناری
ہر ایک نظم میں تشبیہ کی طرحداری مزا یہ ہے کہ صنائع کے ساتھ ہو جاری

جو سین باغ کا کھینچا بنا دیا گلزار
ہر لفظ لفظ میں نسرین و نسترن کی بہار

گو زمانے نے ان پر کیے ستم کیسے کہ قدر ہی نہ رہی گھس گئے قلم کیسے
پیچھے ہیں راہ ترقی میں خادم کیسے کہ راستہ ہے کٹھن چڑھ گئے ہیں دم کیسے

سازان کمال و ہنر تھکے ہارے
غریب بیٹھ گئے گھر میں بھوک کے مارے

تمھیں بتاؤ ترقی کرے تو کون کرے کتب میں جان کھپائے سرے تو کون مرے
یہ بوجھ پیٹھ کے اوپر دھرے تو کون دھرے قلم بنائے سیاہی گھٹے تو کون بھرے

اسی سبب سے زبان اپنی رہ گئی محدود
کہ قدر دان زمانے سے ہو گئے مفقود

اب اہلِ علم کی کوشش ہے شان بنجائے یہ آرزو ہے کہ علمی زبان بن جائے
جہان میں ساری زبانوں کی جان بنجائے زبانِ اُردو جواہر کی کان بن جائے

ہر ایک قسم کے اس کو علوم سے بھر دیں
فلاسفی سے سجا دیں نجوم سے بھر دیں

انھی طریقوں سے ہوگا یہ مدعا حاصل کہ ہر طرح کے ہوں تعلیم یافتہ شامل
فلاسفی کا کرے کوئی ترجمہ قابل جو اتفاق بہم ہو تو کچھ نہیں مشکل

خلیق اُردو زبانوں میں انتخاب بنے
یہ بزم اپنے ارادوں میں کامیاب بنے

سرسید مرحوم کی یاد

یا رب تو ہی ربِ انس و جان ہے انعام ترا جہان جہان ہے
ہے تجھ سے صدف گہر بداماں گل گل زرِ گل سے باغ خندان
مفتاحِ سخن زبان ہے تجھ سے تاثیر طلب فغان ہے تجھ سے
دل کھینچ ہی لے ترانہ میرا دم بھرنے لگے زمانہ میرا
خامہ سر نہ کرے رقم میں خامی پیدا کرے نام نیک نامی

نغمہ یہ اُسی کے ساز کا ہے نالہ اُسی نے نواز کا ہے
تھا جس کو سرِ ترقیٔ قوم نالوں سے تھے جسکے مشغل قوم
وہ قوم کا خادم اور محمد دم تھی جسکے فغان کی ہر طرف دھوم
سر شغل کی مگر جب اُس نے کس لی راحت کسی دن نہ کی نفس لی
بیچر رہا قوم کے لیے وہ بے سر ہوا قوم کے لیے وہ
کافر اُسے قوم نے بنایا غصہ اسے اس پہ بھی نہ آیا
آفت پہ اُٹھائی آفت اُس نے پھر بھی نہ ہاری ہمت اُس نے
اپنا دیکھا نہ غیر دیکھا کعبہ دیکھا نہ دیر دیکھا
جا بسر چھوڑا نہ کوئی صحرا صحرا چھوڑا نہ کوئی گلزار
پہنچا نہ کہاں کہاں وہ داعی کس کس کا نہ وہ ہوا سلامی
جس بزم میں اُس نے بار پایا اپنا یہی بہلے راگ گایا
مسجد میں یہی کی سبحہ خوانی مندر میں یہی کتھا کہانی
ہو حق یہی خانقاہ میں کی حجت یہی درسگاہ میں کی
بجنے کو کہیں گلے میں ڈالا پھیری کہیں شیوجی کی مالا
ہانک میں بھی جا کے سانگ لایا ہر در سے غرض وہ مانگ لایا
فرہاد تھا اپنی دھن کا بیشک کی کوہ کنی بھی جان کنی تک
جان سکا دیون سے نہ باز آیا تو قوم کو اپنے ڈھب پہ لایا
کس درجہ بلند حوصلہ تھا ہر وقت یہ جوش و ولولہ تھا
اللہ لے بوڑھے تیری ہمت سید تجھے ہزار رحمت!

اِس درجہ تھی تجھ کو اُلفتِ قوم
کی زیست تک اپنی خدمتِ قوم

(چاندنی رات)

رات محبوبِ حسن و خوبی ہو رات مطلوبِ حسن و خوبی ہو
آسمان پر دماغ اس کا ہے ماہِ تابان چراغ اس کا ہے
نام روشن ہوا ماہ پاردن سے بخت چمکا ہو اس کا تارون سے
اس کے سایہ میں تارے چلتے ہین چشمے کہسار کے اچھلتے ہین
بحر کیسی بہار دیتا ہے دل مردہ اُبھار دیتا ہے
نامرادانِ عشق ملتے ہین اُس کے دامن مین پھول کھلتے ہین
عیش تھامے رکاب آتا ہے چشم نرگس مین خواب آتا ہے
غنچے گلشن مین پھول جاتے ہین رنگ حسن قبول پاتے ہین
چار جانب ہے نور کا عالم دشت و صحرا مین طور کا عالم
خوابِ غفلت جہان پہ طاری ہی دردمند ون کو رات بھاری ہی
نورِ مہتاب گل کھلاتا ہے درد عشق یاد آتا ہے

کیا کہوں دل پہ کیا گزرتی ہے
تارے گن گن کے رات کٹتی ہے

عشرتِ خلوت

(ترجمہ نظم مسٹر پوپ)

دنیا مین ہے وہ خرم جس دل کی فکر و خواہش موروثی چند ایکڑ در ود عہ پر ہو محدود
باذخنکِ وطن کی صحن مکان مین غش انفاس پر اُسی کے صابر ہو اور خوشنود

گلو ہین دودھ حاصل کھیتون سے نان میسر اپنے مویشیون سے موجود جسکو کپڑا
جسکے لیے شجر ہین گرمی مین سایہ گستر اور آگ بھی مہیا کرتے ہین وقتِ سرما

وہ بھی ہو کیا مبارک کرتا ہو جو بسر دن سال اور مہینے ہفتے دن رکھتے بے غم
اور تندرستی تن جس سے ہو دستگاہان جس کا دماغ اور دل فارغ ہو دن مین ہر دم

شب بے فکر خواب شیرین آتا ہو رات کو بھی کرتا مطالعہ ہو لیکن بطیب خاطر
تفریح دلکشا و دلکش وہ پاکبازی جسکے خیال سے بھی عشرت نصیب خاطر

رہنے اس طرح دو دنیا مین مجکو آزاد مجکو نہ کوئی جانے شہرہ ہو نہ مین یاد

اسطرح سے مجھے کبھی مُنہ نہ دو نیم ارشاد   مدفن بن بعد مردن سنگ لحد مہو ہان

لااُبالی

تازہ غزلیں

۱۔ سید علی رضا صاحب ماہر (کنتوری)

دل لے کے نگاہ دیکھتے ہیں   وہ چھیڑ کی راہ دیکھتے ہیں
در پردہ ستم وہ کر رہے ہیں   ناکردہ گناہ دیکھتے ہیں
دکھلائے گی کچھ یہ روسیاہی   اعضا کو گواہ دیکھتے ہیں
ہوتی ہے ہمیں بہت مسرت   جب اپنے گناہ دیکھتے ہیں
دل اُس سے بدل گیا ہے جاکر   صورت کو گواہ دیکھتے ہیں
کچھ لوگ تو بڑھ گئے ہیں آگے   کچھ راہ میں راہ دیکھتے ہیں
اِتنی ہے سزا یہ سرکشی کی   ٹھوکر میں کلاہ دیکھتے ہیں
دکھلائے گی کیا یہ زال دنیا   عالم کو تباہ دیکھتے ہیں

دل دیتے ہیں کس کو دیکھنا ہے
ماہر کی نگاہ دیکھتے ہیں

۲۔ منشی محمد حسین صاحب محوی (لکھنوی)

یاد اُنکی بار بار کرتے ہیں   دل کو خود بیقرار کرتے ہیں
زندگی نذر یار کرتے ہیں   موت ہم اختیار کرتے ہیں
دیں گے اپنے جنون کو پھر اُن   جمع چُن چُن کے تار کرتے ہیں
جو ہیں ناآشنائے رازِ فنا   زیست کا اعتبار کرتے ہیں
جان ہم دیں اُسے تو کیا خوش ہو   کون دولت نثار کرتے ہیں
جھوٹا وعدہ بھی اک تسلی ہے   خیر ہم اعتبار کرتے ہیں
دلبری دلدہی نہ ہو جائے   آپ کیوں مجھکو پیار کرتے ہیں
ہے امید ایسی تیغ کی پاس بھی   ہم کھڑے انتظار کرتے ہیں
دل بے آرزو طلسم کو   شکر پروردگار کرتے ہیں
آنکھیں پتھرا کے رہ گئیں سو دو   کس کا ہم انتظار کرتے ہیں

دل سی شے دیکے ہم اُنھیں محوی
بیکسی اختیار کرتے ہیں

۳۔ منشی حامد اللہ صاحب افسر (میرٹھی)

(اس غزل پر میرٹھ کالج کے مشاعرہ میں مصنف کو کالج کمیٹی سے ایک طلائی تمغہ عنایت فرمایا گیا ہے)

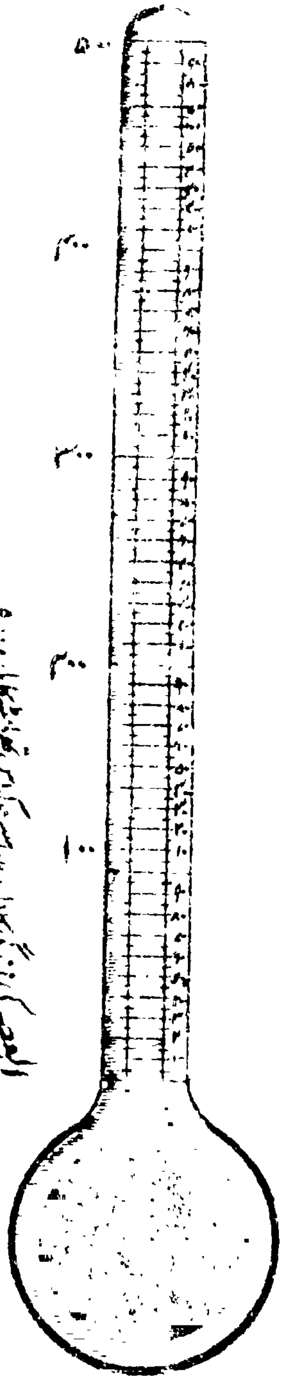
دی ہے دل خوش کن مصیبت لطف جو یار نے   کردیا مشتاق کلفت لذتِ آزار نے
سچ تو یہ ہے صبح کی ہے یاد دیدِ یار نے   رات کاٹی ہے خیالِ روئے خدار نے
خواب ہی میں دیکھ تو لیتے کسی صورت اُنھیں   بخت کو خفتہ کیا اس دیدۂ بیدار نے
ساتھ مایوس تمنا کا نہ چھوڑا یاس نے   ایسی غمخواری کی ہو گی کسی غمخوار نے
بے نشاں ہوکر ملا ہمکو نشانِ بے نشاں   کھو کے چھوڑا دین و دنیا سے تلاشِ یار نے
بیخودی سے پر ہے مستی سی ہے سرشار رات   اپنی جھوٹی اس کو دی ہے کس بتِ میخوار نے
ایک اگر دل پا ہی اُس پہ کچھ قابو بھی ہے   خوار کر رکھا ہے مجھکو اس خدائی خوار نے
ہائے اپنے قصد آئے ہیں عیادت کیلیے   جان تو مہد میں جب دیدی دلِ بیمار نے
ہائے وہ اُٹھتی ہیں ہیں طولِ شبہائے فراق   بے طرح پھانسا ہے یادِ گیسوئے خمدار نے
ہو گیا آخر تری غفلت شعاری پر نثار   جان دیدی آج مر مر کر ترے بیمار نے
ہم گنہگار و سیہکار ساں حال تک کوئی نہ تھا   ڈھانک لیا دامن میں اپنے رحمتِ غفار نے
لاکھ تکلیف تر ہاں اک راحت دنیا میں ہیں   خاکساری کی صفت پائی ہے ان گلزار نے
یاس بھی ہے آس بھی ہے حسرت و ارمان بھی   لطف کیسی بخشی ہیں خیالِ یار نے
ناامیدی ہی شبِ فرقت میں اک غمخوار تھی   کھو کے چھوڑا اسکو بھی آخر ترے اقرار نے

ہے دعا افسر کہ کچھ موزوں نتیجہ بھی رہے
پالیا ہے کالجوں میں دخل اب اشعار نے

قدر شناسان العصر کی خدمت مین

اپیل

معزز معاونین العصر کی خدمت مین ہم ادب سے التماس کرتے ہین کہ اگر آپ فی الحقیقت اس عمدہ اور پاکیزہ رسالے کی قدر کرتے ہین اور اس کو ملک اور قوم کے حق مین مفید تصور فرماتے ہین تو آپ کا یہ ملکی اور قومی فرض ہے کہ اس کی توسیع اشاعت مین دل سے کوشش فرمائیے کیونکہ اس کی مالی حالت جب خطرے مین نہین رہیگی تو ہم اس کو مفید ترین اور اعلیٰ ترین درجے پر پہنچانے کی کوشش بآسانی کر سکین گے۔ ہم اپنے معزز خریدارون کو اس سے زیادہ تکلیف دینی نہین چاہتے کہ ہر خریدار اس کو اپنا فرض جانے کہ وہ العصر کے لیے دو خریدار اور پیدا کریگا، اور جبتک یہ جدید خریدار پیدا نہو جائین اس فرض سے اپنے تئین سبکدوش خیال نہ کرے۔ ہم امید کرتے ہین کہ العصر کے معزز قدر شناس ہماری اس ناچیز درخواست پر تہِ دل سے توجہ مبذول فرمائین گے۔



کتاب "دیر ازتوزتیمیہ" (کوئی ثانی نہیں) کا فصیح ترجمہ جو حسین خلیل خوجہ خان صاحب
ساوندوستی کلکٹر نے ادا فصاحت و تعقیق تجی دی ہے اور تعلیم یافتہ روشن خیال ان
کے لیے سدی زندگی بخشنے والی غذا ہے جو ہے حجم ۲۰۰ صفحہ قیمت ۱۲ مجلد عہ

ہوائی کرہ کے عجائبات - اس کتاب میں ہوائی ۱۰۰ جہاز باتیں نہایت
دلچسپی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں جن کا جاننا نہایت ضروری ہے قیمت ۱ر

تاریخ مذہب - اس میں مذہب کی ابتدا و ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے
مذاہب مثلاً بابلی اور اسوریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک و اقوام کے
مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے قیمت ۸ر مجلد ۱ر

قدما کی حکمت - لارڈ بیلین کی مشہور و معروف کتاب "وزڈم آف دی اینشنٹس"
کا ترجمہ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ ہے قیمت ۶ر

داستان مریخ - ستارہ مریخ کی بابت اس وقت تک تحقیقات ہو چکی ہے اسکو
اختصار کے ساتھ اس میں قلمبند کر دیا ہے قابل دید کتاب ہے قیمت ۱۰ر

مشاہیر عالم - دنیا میں جو مشہور اشخاص گذرے ہیں اس کتاب میں انھیں کا تذکرہ
درج ہے یہ مجموعہ بہت ہی مفید و تعلیم بخش ہے اس کے مطالعہ سے نوجوانوں
میں ہمت اور رفاہ عام کے کاموں کی تحریک و شوق پیدا ہوگی قیمت ۸ر

طالبان حق - اس کتاب میں روم کے تین مشہور و معروف فلاسفروں یعنی
(۱) اسنیکا (۲) ایپکٹیٹس اور (۳) مارکس ارلیئس کے حالات مع انکی در
نصائح آمیز اقوال کے درج ہیں نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتاب ہے قیمت مجلد ۱۲ر

جان ہیلفکس جنٹلمین - اس کتاب میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات
درج ہیں کہ کیونکر وہ ادنی حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے
باعث ترقی کرکے دولت مند ہو گیا۔ نوجوانوں کے لیے نہایت مفید ہے
قیمت ہر دو جلد عہ مجلد عہ

مصر کی کایا پلٹ - سر آکلنڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن
ایجپٹ کا ترجمہ۔ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب
ملنا دشوار ہے۔ حجم ۲۲۴ صفحہ قیمت مجلد عہ

سوانح عمری پیغمبر عالم - حضرت رسول اکرم کی حیات مقدس کے حالات
اس وقت تک دنیا کی تعداد زبانوں میں مدون ہو چکے ہیں اردو میں
بھی بہت سی کتابیں موجود ہیں لیکن یہ کتاب اس لحاظ سے خاص تعریف و
قدردانی کی مستحق ہے کہ اس میں آنحضرت کے سوانح نہایت محنت و قابلیت سے مختصر
لیکن جامع طور سے درج کیے گئے ہیں اور چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی
باقی نہیں چھوڑا گیا کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے
ضخامت ۵۰۰ صفحہ قیمت عہ

رسول عربی - پیغمبر اسلام کی جامع سوانح عمری اور سچے حالات حجم ۱۴۴
صفحہ کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۸ر

بنت الرسول - سیدۃ النساء حضرت فاطمہ کی مکمل لائف اس کتاب کو
حضرت سیماب اکبرآبادی نے لڑکیوں اور مستورات کے لیے لکھا ہے
حجم ۹۴ صفحہ قیمت ۵ر

اکسیر سخن - مہاکوی کالیداس کی موسمی نظموں (رتو سنگھار) کا اردو ترجمہ نظم
کتاب کے شروع میں ملک کے مشہور افسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے
ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے مہاراجہ
سر کشن پرشاد بہادر بالقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپکی
تصویر بھی شامل ہے۔ نیز ان نظموں کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
کی تصویر بھی کتاب کے شروع میں لگائی گئی ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ
ہاتھوں ہاتھ خریدی جائے۔ بہت کم نسخے اب باقی ہیں قیمت ۸ر

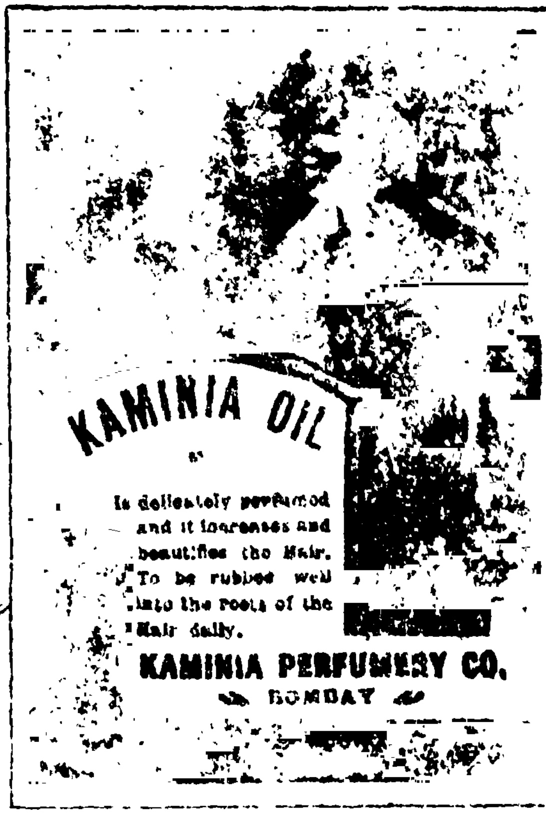
قاسم و زہرہ - منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے
مصنف ہیں شروع سے آخر تک زبان شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا انتہا کا دلآویز
شوخی ادا باتیں کوٹ کوٹ کے بھر دیا ہے فقرے چست لطیفے برجستہ باینہمہ
دلکشی حکیمانہ مذاق سے خالی نہیں معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھائے
ہیں نیچرل کیفیات و جذبات میں سرتاپا ڈراما ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸ر

عالم خیال - حضرت شوق قدوائی کی ایک بے ضابطہ بے بدل اردو نظم جو
پبلک سے خلعت قبول حاصل کر چکی ہے۔ چار دن نسخوں کے ساتھ چار عالمانہ
ریویو بھی شامل ہیں نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) نے بھی ایک
دلچسپ مقدمہ لکھا ہے شروع میں ایک مع خیال عورت کی نادر تصویر چسپاں کی گئی
ہے جو اسی کے لیے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہے قیمت ۶ر

برکات سلطانی یعنی علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند
جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر
حالات مع تذکرہ تصانیف شروع میں سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی
چسپاں کی گئی ہے لڑکیوں اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے قیمت ۶ر

مرد عورت اور لڑکون کے لئے سر مین لگانے کا خوشبودار تیل

(رجسٹری شدہ) **کامی نیا آئیل** (رجسٹری شدہ)



یہ تیل نہایت عمدہ اور فائدہ مند ہو ہندوستان کے ہر ایک حصہ مین سب اسی کا استعمال کرتے ہین کیونکہ یہ مفید اجزا سے مرکب ہو کامی نیا آئیل سر پر لگانے سے ٹھنڈک رہتی ہو اور اسی باعث طالبعلمون وکیلون بیرسٹرون اور دماغی کام کرنے والون اور زن کے سر مین درد رہتا ہو بہت مفید ہو کامی نیا آئیل سر کی ہر ایک قسم کی بیماریون کو دور کرتا ہو اور گرتے ہوے بالون کو بچاتا ہو بے وقت بال سفید ہونے نہین دیتا سر کے بال نرم سیاہ و چمکدار ہو جاتے ہین دماغ کی خشکی درد سر و کمزوری وغیرہ کو دور کرتا ہو بالون کو بڑھاتا ہو ضعف دماغ و زیادہ رنج و غم فکر کی وجہ سے بالون کی جڑین کمزور ہو جاتی ہین اور بال ٹوٹ کر گرنے لگتے ہین اور یہ عارضہ اکثر بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی عورتون کو ہوتا ہو جسکے لئے کامی نیا آئیل نہایت مفید ہو نقلی تیل جو بازار مین لوگ فروخت کرتے ہین دماغ کو نقصان پہنچاتے ہین ایسا ضرر رسان تیل نہ خریدو بلکہ ہمیشہ ہمارا اصلی کامی نیا آئیل طلب کرو جس کی عمدگی کے لیے ہم کو میسوری گذشتہ نمائش گاہ سے ایک سونے کا تمغہ انعام ملا ہو۔ کامی نیا آئیل خریدتے وقت اگر کوئی دوکاندار آپ کو دوسرا تیل دے اور یہ کہے کہ اس سے سستا اور عمدہ ہو تو اس کی خریداری سے اجتناب کرو کیونکہ نقلی تیل فروخت کرنے والے زیادہ نفع کی لالچ سے خراب مال دینے کی کوشش کرتے ہین۔ اس لئے جب خرید و کامی نیا آئیل کی سربند بوتل دیکھ لو۔ **قیمت** فی بوتل عمر وی پی خرچہ چار آنہ ۳ تین بوتل ۲ روپیہ دس آنہ وی پی خرچہ سات آنے۔

استعمال کرنے کی ترکیب۔ بال اور بالون کی جڑون کو ہر دوسرے تیسرے روز صاف کر کے اُن مین تیل کی مالش کی جائے۔

آٹو دل بہار (رجسٹری شدہ) واقعی آپکے مزاج کے مطابق قدرتی پھولون کا کیمیاوی طریقہ سے جوہر نکالا گیا ہو خوشبو کی پائداری اور پاکیزگی مین لاثانی ہو اسکے چند قطرے آپکے رومال پر لگانے سے آپکے گرد مہکتے ہوے پھولون کا باغ ہونے کا ثبوت دین گے اچھی خوشبو کے طلبگار اسمین کفایت کا پہلو تلاش کرین اور اسمین فرق سمجھ کر آزمائش نہین ہو قیمت چھوٹی شیشی ۸ روپیہ ۱۲ اور بڑی عما رجسٹرڈ کے علاوہ اسکی بڑھتی ہوئی فروخت دیکھ کر حریفین نے نقل بنانا شروع کی ہو (

ہر ایک شیشی پر لفظ "آٹو دل بہار" رجسٹرڈ دیکھ کر خریدیں۔

سول ایجنٹس انگلو انڈین ڈرگ اینڈ کیمیکل کمپنی جامع مسجد مارکیٹ ممبئی

لکھنؤ کے لئے ایجنٹ جے سرکار کمپنی۔ سوداگران و دواسازان قیصر باغ۔ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر اے ۶۰۹
اپریل سنہ ۱۹۱۷ء

ادب اُردو کا ماہوار باتصویر رسالہ

العصر

مرتبہٴ
پیارے لال شاکر میرٹھی

छोटे बच्चों के लिये

डोंगरे का बालामृत

چھوٹے بچّون کی طاقت بڑھانے والی دوا ڈونگرے کا بالامرت

ڈونگرے کا بالامرت مدھور (میٹھا) ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچے بہت خوشی سے پیتے ہین یہ دوا بچون کو مضبوط طاقتور بنانے مین یکتا ثابت ہوئی ہو چھوٹے بچون کی کھانسی، بخار، بدہضمی، پیچش وغیرہ امراض جو اکثر ناطاقتی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین وہ اس دوا کے استعمال سے رفع ہو جاتے ہین۔ اور اس سے بچون کا بدن تھوڑے ہی عرصہ مین گوشت سے بھر کر فربہ و وزن دار بنتا ہے اور رفتہ رفتہ جلد تحلیل ہو کر جسم مین طاقت بڑھتی ہے۔ جن لڑکون کو دودھ ہضم نہین ہوتا ان کو دودھ مین بالامرت ملا کر دیا جائے تو وہ اچھی طرح ہضم ہوتا ہے

قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ۴ تین شیشی کی قیمت ۲/ محصول ڈاک ۱۰

کے۔ ٹی۔ ڈونگرے کمپنی لمیٹڈ سے واڑی گرگام بمبئی



اگر

آپ اپنے لڑکے اور لڑکیون کو تندرست رکھنا چاہتے ہون تو

لال شربت

پلاوین کلیجہ کی کمزوری، کھانسی، لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو

لال شربت

پلاؤ پیدائش کے وقت سے ہوشیار ہونے تک دوا یکسان فائدہ کرتی ہے پینے مین شیرین اور رنگ سرخ ہونے کی وجہ سے لڑکے خواہش سے پیتے ہین۔

آپ بھی اپنے بچے کو استعمال کرا کے آزمائش کیجئے

قیمت بارہ آنہ ۱۲ فی شیشی محصول ڈاک ۴ چار آنہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

لکھنؤ کا مشہور و معروف خربزہ

اپنی شیرینی اور نفاست کے لحاظ سے تمام ہندوستان مین مشہور ہے۔ جو باہر والون کو عام طور پر دستیاب نہین ہوتا وجہ یہ ہے کہ فصل تیار ہونے کے قبل ہی وہ کھیت فروخت ہو جاتے ہین اسلیے باہر سے منگانے والون کو دو چند سہ چند قیمت دینے پر بھی اصلی چیز دستیاب نہین ہوتی امسال ہم نے مفصلات کی فرمایش کی تعمیل کے لیے خاص انتظام کیا ہے اگر آپ لکھنؤ کا اصلی خوش ذائقہ خربزہ چاہتے ہین تو ہم سے منگائیے۔

قیمت قسم اول	فی پانچ سیر	عہ؍	قسم دوم	فی پانچ سیر	۱۵؍
صرفہ پیکنگ	۱۰ سیر تک	۶؍	صرفہ پیکنگ	۲۰ سیر تک	۸؍

فرمایشات کی تعمیل نقد قیمت آنے پر ہوگی۔ محصول ریل ذمہ خریدار ہوگا۔

نام و پتہ مع نام اسٹیشن و ڈاکخانہ بہت ہی خوشخط اردو یا انگریزی مین لکھنا چاہیے۔

المشتہر۔ منیجر محمڈن یونین ایجنسی لکھنؤ۔ محلہ لاٹ کلن۔

محمڈن یونین ایجنسی لکھنؤ

حضرات! یہ ایجنسی محض آپکی سہولت و آسانی کے لیے قائم کی گئی ہے جو آپکی ضروریات کی جملہ چیزین نہایت ہی قلیل منافع پر مہیا کرتی ہے۔

یہ ایجنسی عام طور پر ہر ایک فرمایش کی باحسن وجوہ تعمیل کرتی ہے خاصکر۔ ہر علم و فن کی انگریزی۔ اردو۔ عربی فارسی۔ ناگری کتابین لکھنے پڑھنے کا جملہ سامان۔ لکھنؤ کی چکن کا مدانی گوٹہ پٹھا بیل۔ بنت۔ گوکھرو۔ توئی وغیرہ جملہ قسم کے زیورات نقرئی و طلائی لکھنؤ کی فردین۔ لحاف۔ پلنگ پوش۔ تمباکو خوردنی۔ زردہ۔ قوام۔ گولیان۔ روغن خوشبودار و عطریات ہر قسم۔ ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائین۔ اچار چٹنی مربے نیز دیگر اشیاء ساخت لکھنؤ۔ فرمایش آنے پر بکفایت و عمدگی روانہ کیجاتی ہین۔

فرمایش دیکر ہماری خوش معاملگی کا امتحان کیجیے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ صرف ایک مرتبہ فرمایش دینے سے ہماری خوش معاملگی ہمیشہ کے لیے آپ کو ہمارا خریدار بنا دیگی۔

فرمائشات کی تعمیل نقد قیمت آنے پر یا ویلو پی ایبل پارسل کے ذریعہ سے ہوگی۔ ویلو پی ایبل منگانے کی حالت مین بقدر محصول پیشگی رقم آنا ضروری ہے۔

المشتہر منیجر محمڈن یونین ایجنسی۔ محلہ لاٹ کلن لکھنؤ

العصر

اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

جلد ۶ — نمبر ۴

فہرست مضامین

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر ماہ کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔
(۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے اور ممالک غیر سے عہر مع محصول ہے اس میں کمی ناممکن ہے۔
(۳) نمونہ کے لیے ۸/ آنا چاہیے مفت نہیں دے گا۔
(۴) خریداری کے لیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے بعد کا حساب نہیں۔
(۵) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضروری دینا چاہیے۔
(۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے۔
(۷) ترسیل زر درخواست خریداری اور جملہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام منیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیے۔
(۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ ریویو کے لیے کتابیں تبادلہ کے لیے اخبارات و رسائل بنام منشی پیارے لال صاحب شاکر مالک و ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں۔
(۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالیٹکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا، نہ ایسے مضامین بھی نہ لیے جائیں گے۔
(۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا، گر اس میں اور نیز اس مضامین کی تخصیص ہو۔

اطلاع

اکثر حضرات کئی کئی ماہ بعد پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع دیتے ہیں ایسے حضرات سے گذارش ہے کہ ہر مہینے کے پرچہ کے لیے اسی ماہ کی آخری تاریخ تک اطلاع دی جائے۔ بعد کو پرچہ نہ باقی رہنے کی وجہ سے تعمیل ارشاد نہیں ہو سکتی۔ اس اطلاع پر خصوصیت کے ساتھ عمل کرنا چاہیے ورنہ بعد قیمت لی جائے گی۔

منیجر العصر لکھنؤ

زبان اردو کا نادر و نایاب ذخیرہ کتب

علوم طبعیہ کی تاریخ - علوم طبعیہ کی اُن تمام دریافتون اور ایجادون کی تشریح جو ساتوین صدی قبل مسیح سے لیکر انیسوین تک فتاً فوقتاً عمل مین آئی ہین مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتون اور ایجادون مین کیا کیا حصہ لیا نہایت مفید اور ضخیم کتاب ہے مضامین کی وضاحت کے لیے صدہا تصویرین دی گئی ہین قیمت ہر دو جلد عہ مجلد عہ

عجیب و غریب صدی - وندرفل سنچری مصنفہ الفریڈ رسل والس کا اُردو ترجمہ اس کتاب کو عجائبات دنیا کا میوزیم عجائب گھر کہنا چاہیے اس مین تمام باتین بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہین جو انیسوین صدی مین حکمت نے ایجاد کیا تحقیق نے ظاہر کی ہین حرارت روشنی اور برق نے جو عجیب کام ہمارے اور بحری دنیا مین کیے ہین وہ علامات طور پر کتاب مین مندرج ہین علاوہ ازین آتش فشان پہاڑون اجرام فلکی علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائے گئے ہین حجم ۲۰۰ صفحات قیمت ۹ مجلد ۱۲

سورج چاند ستارے - اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہے جسمین چاند سورج ستارون سیارون دمدار تارون ٹوٹنے والے تارون کی زمین سے دوری ان کی وسعت باہمی تعلقات گردش کیفیت اثرات روشنی حرارت برودت وغیرہ جملہ کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتین بیان کی گئی ہین جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہین زمین پر رہکر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیے حجم ۰۰ صفحات قیمت صرف ۸ مجلد ۱۲

حیات شمع - جسمین شمع کی لو روشنی شمع کے لیے ہوا کی ضرورت شمع کے جلنے سے کون کون اشیا پیدا ہوتی ہین شمع کے جلنے اور عمل تنفس کی مشابہت کوئلہ کوئلہ کی گیس کاربونک ایسڈ ہیڈروجن نائٹروجن آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص وزن و ماہیت وغیرہ کے حالات درج ہین قیمت ۶

پھولون کی کہانی جسمین پھول کے اعضا افعال و خواص بناوٹ اصطلاحی نام وجہ بندی تولید غذا وغیرہ پیدا کرنے کا طریقہ رنگنے وغیرہ کے مفصل اور باتصویر حالات درج ہین قیمت ۵

مشرق کی بوسیدہ تہذیب - یہ کتاب کیا ہے ایک عبرت کا دفتر ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرق کی بوسیدہ تہذیب موہومہ جسمین یہان کی نہایت قدیم قومون کے عروج و زوال کی تصویرین صاف نظر آتی ہین - نہایت قدیم اقوام مثلاً فنیکی حتی بابلی کلدی آشوری عرب ایرانی مصری یہودی وغیرہ کے مذہبی دلچسپ اور تاریخی حالات تلمبند کیے گئے ہین جو تہذیب و شائستگی کا مسلمہ معیار سمجھے جاتے ہین قیمت ۶

اصول اخلاق - نام سے ظاہر ہے جو لوگ اخلاقیات سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہین اس کتاب کو ضرور مطالعہ کرین قیمت ۱۰ مجلد عہ

فلسفہ الوہیت یعنی سری بھاگوت گیتا مع ترجمہ و تشریح مولفہ پنڈت جانکی ناتھ صاحب مدن حجم ۲۰۰ صفحات لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ دبیز توضیح مطالب کے لیے متعدد رنگین نقشے بھی شامل کیے گئے ہین طبع چہارم مجلد قیمت عہ

اپنشدون کی تعلیم - اس کتاب مین اپنشدون کا مذہب یعنی خدا انسان دنیا کی پیدائش تباہی اور انتہا انسان کی موجودہ اور آئندہ حالت اور بندھ اور موکش کا بیان ہے قیمت عہ مجلد عہ

ویدون کی تعلیم - انگریزی کی مشہور و معروف کتاب ٹیچنگ آف دی ویداز کا ترجمہ قیمت مجلد ۱۲

خدا کی ہستی - انگلستان اور امریکہ کے مشہور عالمان علم الہی کی نادر اور مستند تصنیفات کا انتخاب عبارت نہایت سلیس اور عام فہم قیمت مجلد ۱۲

حدیقۃ الاخلاق - اکانومی آف ہیومن لائف کا اُردو ترجمہ اس کتاب کی نصائح موتیون مین تولنے کے قابل ہین تقریباً تمام مہذب زبانون مین اس کا ترجمہ ہو چکا ہے - ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہے نو عمر لڑکون اور لڑکیون کے لیے یہ ایک اچھا انعام ہے قیمت ۱۲ مجلد عہ

ہوائی کرہ کے عجائبات - اس کتاب مین ہوا کی وہ پر راز باتین بتائی ہین

دلچسپی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں جنکا جاننا نہایت ضروری ہے قیمت ۲/

تاریخ مذہب - اس مین مذہب کی ابتدا و ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی اور اسوریہ مصر، چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے قیمت ۸/ مجلد ۱۰/

قدمائی حکمت - لارڈ ایبلین کی مشہور و معروف کتاب وزڈم آف دی انشینٹس کا ترجمہ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ ہے قیمت ۶/

مشاہیر عالم - دنیا مین جو مشہور اشخاص گذرے ہین اس کتاب مین انھین کا تذکرہ درج ہے - یہ مجموعہ بہت ہی مفید اور تسلیم بخش ہے اس کے مطالعہ سے نوجوانون مین ہمت اور رفاہ عام کے کامون کی تحریک و شوق پیدا ہوگی قیمت ۸/

طالبان حق - اس کتاب مین روم کے تین مشہور و معروف فلاسفرون یعنی (۱) سنیکا (۲) ایک ٹیٹس اور (۳) مارکس اور لیس کے حالات زندگی اور نصیحت آمیز اقوال درج ہین نہایت دلچسپ و سبق آموز کتاب ہے قیمت مجلد ۱۲/

جان ہلیفکس جنٹلمین - اس کتاب مین ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہین کہ کیونکر وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے باعث ترقی کرکے دولتمند ہوگیا - نوجوانون کے لیے نہایت مفید ہے قیمت ہر دو جلد عمہ مجلد عمہ

مصر کی کایا پلٹ - سر آکلنڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہے حجم ۴۲۲ صفحہ قیمت مجلد عہ

سوانح عمری پیغمبر عالم - حضرت رسول اکرم کی حیات مقدس کے حالات اسوقت تک دنیا کی متعدد زبانون مین مدون ہوچکے ہین اور اردو مین بھی بہت سی کتابین موجود ہین لیکن یہ کتاب اس لحاظ سے خاص تعریف و قدردانی کی مستحق ہے کہ اسمین آنحضرت کے سوانح عمر نہایت تحقیق و قابلیت سے مختصر لیکن جامع طور سے درج کیے گئے ہین اور چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی باقی نہیں چھوڑا گیا - کسی مسلمان کا گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیے ضخامت ۵۰۴ صفحہ قیمت عہ مجلد عصر

اکسیر سخن - مہاکوی کالیداس کی موسمی نظمون (رتو سنگار) کا اردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع مین ملک کے مشہور افسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر بالقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپکی تصویر بھی شامل ہے نیز ان نظمون کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی تصویر بھی کتاب کے شروع مین لگائی گئی ہے - یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھون ہاتھ خریدی جائے - بہت کم نسخے اب باقی ہین قیمت ۶/

قاسم و زہرہ - منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہین شروع سے آخر تک زبان شستہ خیالات پاکیزہ طرز ادا انتہا کا دلآویز شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کے بھر دیا ہے نقرے چست لطیفے برجستہ باینہمہ دلکشی حکیمانہ مذاق سے خالی نہین معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھائے ہین سحر کی کیفیات و جذبات مین سراپا ڈراما ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸/

عالم خیال - حضرت شوق قدوائی کی ایک بے اضافت بے بدل اردو نظم جو پبلک سے خلعت قبول حاصل کرچکی ہے چار رونق دوز کے ساتھ چار عالمانہ ریویو بھی شامل ہین نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے شروع مین ایک محو خیال عورت کی نادر تصویر چسپان کی گئی ہے جو اسی کے لیے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہے قیمت ۱۰/

برکات سلطانی یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرۂ تصانیف شروع مین سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چسپان کی گئی ہے - لڑکیون اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے قیمت ۶/

کلام محروم یعنی منشی تلوک چند صاحب محروم کی اخلاقی ادبی اور نیچرل نظمون کا قابل قدر مجموعہ - شاعرانہ تخیل کی رنگینی انداز بیان کی شیرینی مناظر قدرت اور واقعات عالم مین نگاہ نتائج جوئی باریک بینی ہر جگہ قابل داد و تحسین ہے - پنجاب گورنمنٹ نے اس کتاب کی اشاعت پر دو سو روپیے انعام مصنف کو عطا فرمایا ہے اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دو سو نسخے خرید فرمائے ہین - آپ بھی ایک نسخہ منگاکر ملاحظہ فرمائین - قیمت ۱۲/ مجلد عمصر

کفایت شعاری - ڈاکٹر اسمائلز کی پاکیزہ اور قیمتی تصنیف تھرفٹ کا سلیس اردو ترجمہ جسمین کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا گیا ہے اور محققانہ بحث کی گئی ہے - لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب - آپ کے کتب خانہ مین اگر اس کتاب کی کمی ہو تو فوراً طلب فرمالیے قیمت ۱۲/



ہز ہائینس مہاراجہ سری کرشن ودیار بہادر جی-سی-ایس-آئی والی ریاست میسور—

[ولادت ۴ جون سنہ ۱۸۱۴ ع   مسند نشینی یکم فروری سنہ ۱۸۹۵ ع]

N. K. P. Lucknow

العصر

روح اور اُس کا مسکن

اور حکماء مادیین کے احکام و آراء

مشاہیر علما کے احکام و آراء

جو لوگ علم الحیات کی تاریخ سے واقف ہین، اُن کے لیے یہ کہنا ضروری نہین کہ نباتات مین بھی روح فرض کی گئی ہے۔ اریزو کا مشہور طبیعی انڈریا سیسل پینیس (۱۵۱۹ - ۱۶۰۳) جو اس وقت تک اطالیا مین دوران خون کا مکتشف سمجھا جاتا ہے، اُس نے اپنی کتاب ڈی پلینٹیس لائبری مین نباتاتی روح کی ماہیت اور اُسکے مسکن کے متعلق ایک طویل بحث چھیڑی ہے۔

روح کو کہان رہنا چاہیے؟ اِسکے متعلق ہمین دقیقہ رس سیسلپنیس کے تفصیلی دلائل کے تتبع کی چندان ضرورت نہیں ہے۔ صرف اسقدر جان لینا کافی ہوگا کہ بالآخر روح نباتاتی کو وہ اُس مقام پر رکھتا ہے جہان تنا اور جڑین آکے ملتی ہین۔

یہ مقام جو بعد کو کولیٹ یا گردن کے نام سے مشہور ہوا اسکے متعلق لینوس کے بعد بھی ایک توہم پرستانہ عزت کے ساتھ یہ خیال کیا جاتا رہا کہ یہان زندگی کا کوئی خاص مرکز قائم نہین کیا گیا ہے۔

لیکن فرانس کا ایک مشہور عالم برگنڈین میریٹ المتوفی ۱۹۴۲ء اپنی کتاب مین صاف صاف کہتا ہے "ہم نباتات کی روح کے متعلق کچھ نہین جانتے۔ اسلیے نباتات کے علم وظائف الاعضاء مین اس کا فرض کرنا فدا بھی مفید نہین۔"

روح اور مادہ کے درمیان طبقہ مین جو باہمی تعلق ہے اسکی تاریخ کے گذشتہ اوراق اگر کافی مقدار مین اُلٹین تو ہمین نظر آئے گا کہ ابتداءً عقلی کامون کے لیے نظام عصبی مین کوئی جگہ تسلیم نہین کی گئی تھی۔ قدیم مصری سمجھتے تھے کہ روح دل مین رہتی ہے۔ ارسطو کا بھی یہی خیال تھا۔

یہ خیال عہد نبوین کے مشہور فلسفی ڈیکرٹ کے وقت تک زندہ رہا۔ چنانچہ وہ ڈیکارٹ کے علی الرغم ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ نفس کا مسکن دماغ نہین بلکہ دل ہے۔

حجاب حاجز

یونانیون کا ایک دوسرا قدیم خیال یہ ہی کہ روح یا نفس حجاب حاجز کا مسکن (Diaphragm)[1] ہی جسکی یادگار ہماری زبان کے ایک لفظ (Phrenzy) جنون مین ابھی تک باقی ہی کیونکہ وہ لفظ فرین (Phren) سے مشتق ہی جو یونانی زبان مین حجاب حاجز کو کہتے ہین۔ فرین سے بہت سے الفاظ مشتق ہوئے جن مین سے بعض متداول اور بعض قلیل الاستعمال ہین مثلاً Phrenopathic جواب عقل کے علاج کے لیے بہت کم استعمال کیا جاتا ہی یا Phrenetic جو اس وقت تک عام طور پر ایسے شخص کو کہتے ہین جسکی عقل مین آسانی ہیجان اور برانگیختگی پیدا کی جا سکے۔ یا (Phrenitis) جو درحقیقت اشتعال دماغ کے بالکل مرادف ہی۔ اسی طرح Phrenology جو ایک فرضی علم کا نام ہی اسی فرین سے مشتق ہوا ہی۔

یہ خیال کہ روح کا مسکن حجاب حاجز ہی کیونکر پیدا ہوا؟ اسکا سمجھ مین آنا چندان مشکل نہین "یہ حجاب حاجز سانس کے لیے اس درجہ ضروری ہی کہ اسپر جذبات کے شدید ہیجان کا بہت سخت اثر پڑتا ہی۔ ہر جاندار محسوس کرتا ہی کہ جذبات کے ہیجان سے سینہ ابھر آتا ہی اور سانس پھولنے لگتی ہی اسلیے جذبات کا ہیجان سینے اور اُسکے خاص عضلہ حجاب حاجز مین پیدا ہوتا ہی یا رہتا ہی۔ یہ ہی وہ دلیل جو قدما اس خیال کی تائید مین بیان کرتے تھے!

جذبات اور مختلف اعضاء شکم

کیا اتنے قدیم زمانہ سے جس کا آغاز ہمارے حافظہ کی دسترس سے باہر ہی تلی (طحال) کے متعلق یہ خیال نہین کیا جاتا ہی کہ وہ غیظ و غضب اور رشک و حسد کا گھر ہے؟ انگلستان کا سب سے بڑا شاعر شیکسپیر بھی پیٹ کے مختلف حصون مین تقسیم جذبات کے مذہب کو تسلیم کرتا تھا مثلاً وہ محبت کی جگہ جگر کو قرار دیتا ہی۔ البتہ وہ دوسرے نظریہ بھی سے ناواقف نہین ہی۔ بلکہ یقیناً دماغ کے متعلق بھی سن چکا ہی کہ وہی روح کا گھر ہی۔ چنانچہ وہ شاہ جان کے ڈرامے مین پانچوین ایکٹ کے ساتوین سین مین کہتا ہی: "بہت دیر ہو گئی اُسکی تمام خونین زندگی فساد پذیر طور پر متاثر ہو چلی ہے۔ اور اُسکا دماغ (جسکے متعلق بعض لوگ کہتے ہین کہ وہ روح کی ناپائیدار قیام گاہ ہی) اپنی ہرزہ سرائیون سے فانی ہستی کے ختم ہونے کی پیشین گوئی کر رہا ہی"

روح اور معدہ

بلجیم کا قدیم کیمیادان وان ہیلمنٹ (المتوفی ۱۵۷۷-۱۶۴۴) غالباً ارباب علم مین سب سے آخری شخص ہی جو روح کی جگہ سر کے باہر مانتا ہی۔ وان ہیلمنٹ کے نزدیک روح قعر معدہ مین رہتی ہی اور اسکے ثبوت مین جو دلائل پیش کرتا ہی وہ ایک عجیب و غریب قسم کا ذخیرۂ دلائل ہی۔ اُسکے نزدیک اگرچہ روح کے تمام حرکات اور احساسات دماغ اور اعصاب کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہین مگر اسکا اصلی تخت حکومت قعر معدہ ہی مین ہی اور وہ خود بھی دہن معدہ مین رہتی ہی" اسکی تائید مین وہ کہتا ہی: "جذبات کا عظیم الشان ہیجان ہمیشہ بالائے معدہ پر محسوس ہوتا ہی" نیز یہ کہ "اگر ایک شخص کا سر توپ کے گولے سے اُڑ جائے تو اُس کا دل تھوڑی دیر تک حرکت کرتا رہیگا لیکن

[1] ڈائی ایفرم (Diaphragm) ایک یونانی نژاد لفظ ہی۔ یہ ایک حیوانی عضلہ کا نام ہی جو سینے اور شکم مین حائل ہی۔ علوم طبیہ کا جب عربی مین ترجمہ ہوا تو اُسوقت اس کے لیے کوئی نیا لفظ نہین وضع کیا گیا بلکہ اسی کو معرب کر لیا چنانچہ متقدمین کی تصانیف مین ڈائی ایفرم بصورت "دیافرغما" اکثر ملتا ہے۔ متاخرین نے اس کے لیے "حجاب حاجز" وضع کیا" جو ڈائی ایفرم کا قریباً لفظی ترجمہ ہی۔

اگر بالائے معدہ کوئی شدید صدمہ پہنچے تو فوراً دل کی حرکت بند ہو جائیگی اور اُسی کے ساتھ اس کا شعور یا آگہی بھی رخصت ہو جائے گی۔"

اپنے اس خیال کی تعبیر وہ اس نازک انداز مین کرتا ہے:

"اگرچہ وہ ایک جگہ رہتی ہے مگر مقامی حیثیت سے نہین رہتی۔ تم دیکھتے ہو کہ بتّی مین روشنی رہتی ہے۔ ٹھیک یہی مثال معدہ اور روح کی ہے۔"

روح اور مرکزی نظام عصبی

روح کے سر سے باہر کسی دوسری جگہ رہنے کے متعلق ان خیالات کے ساتھ خیالات کے بعض دوسرے مدرسے بھی موجود ہین جنکے نزدیک نفس کا تعلق مرکزی نظام عصبی سے ہے۔ ولادتِ مسیح سے تین سو برس قبل اسکندریہ کے ہیروفلس کا خیال یہ تھا کہ مقدمتہ الراس کے سوراخون مین (جو تمام جسم مین سب سے زیادہ اندرونی سوراخ ہین، جو سیال مادّہ ہوتا ہے) اُسی مین روح رہتی ہے، خاص کر چوتھے سوراخ کو وہ مسکن عقل سمجھتا تھا۔

ہیروفلس کا یہ خیال ہمارے لیے بہت ہی دلچسپ ہے کیونکہ یقیناً اس سوراخ کے نیچے نظام عصبی کے بعض نہایت اہم مراکز موجود ہین۔ انصاف یہ ہے کہ سب سے پہلے کلاڈیس گیلن (متوفی ۲۰۱ء) نے یہ تعلیم دی تھی کہ "دماغ ہی وہ جگہ ہے جہان روح اور ذہن دونون رہتے ہین۔"

ہم گیلن کی موت اور ویسیلی کی عظیم الشان تصنیف کی درمیانی صدیون کو نظرانداز کر سکتے ہین کیونکہ دماغی خواص کے لیے کسی مقام کے تعین کے متعلق وضاحت کے ساتھ غور کرنے مین اُن سے کسی قسم کی مدد نہین ملتی۔

علم تشریح کا اب الاباء ویسیلی اس (۱۵۱۴-۱۵۶۴) جسکے لیے علم وظائف الاعضاء کے مسائل کسی طرح بھی دلچسپی سے خالی نہ تھے نفس کے متعلق اس حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ اسکا تعلق دماغ سے ہے، حسب ذیل ملمانہ ریمارک کرتا ہے:-

"لیکن دماغ اپنے وظائف تخیل[لہ] استدلال، غور اور حافظہ یا اور کسی طرح، غرضکہ خواہ تم اس شخص کا مذہب اختیار کرو یا اُس شخص کا، اور چاہے تم اصلی روح کی پیدائش یا قیام کو ہون کا نام لینے کو ترجیح دو یا کوئی ترتیب و درجہ بندی قائم کرو) کیسے انجام دیتا ہے؟ مین اسکے متعلق کوئی بھی رائے قائم نہین کر سکتا، اور نہ میرے خیال مین اسکے متعلق کوئی امر علم تشریح سے یا ان علما الٰہیات کے اندازے سے دریافت ہو سکتا ہے جو حیوانات کو قوت استدلال بلکہ ان تمام قوی سے محروم سمجھتے ہین جنکو ہم اصلی روح کہتے ہین"

"اسلیے کہ دماغ کی ساخت کے لحاظ سے بندر، کتّا، بلّی، گھوڑا اور تمام چوپائے جن کا امتحان مین نے ابتک کیا ہے بلکہ تمام پرندے اور ہر قسم کی مچھلیان تک انسان سے ہر ایک شے مین مشابہت رکھتی ہین، اور تشریح کے وقت ہمین کوئی ایسا فرق نظر نہین آتا جس سے یہ معلوم ہو سکے

لہ اصلی عبارت مین لفظ functions ہے۔ انگریزی مین فنکشن اور ڈیوٹی دو ایسے لفظ ہین جنکے معنی اگرچہ متحد ہین مگر محل استعمال مختلف ہے۔ عربی مین فنکشن کے لیے بحالت مفرد "وظیفہ" اور بحالت جمع "وظائف" آتا ہے۔ ڈیوٹی کے لیے بحالت مفرد "واجب" اور بحالت جمع "واجبات" استعمال کیا جاتا ہے لیکن اردو مین فنکشن اور ڈیوٹی دونون کے لیے لفظ "فرض" ہی بولا جاتا ہے جو اگرچہ اصولاً غلط نہین ہے مگر توسع زبان اور تدقیق علمی کے لحاظ سے صحیح نہین اسی لیے ایک عرصے سے ہم وظیفہ اور وظائف کو فرائض کے معنون مین استعمال کرتے ہین تاکہ اپنے صحیح معنون مین یہ الفاظ رائج ہو جائین۔ یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ اردو کے بڑے بڑے مترجمون نے بھی آجتک اس فرق کو محسوس نہین کیا، اور ہر جگہ فرض ہی کا لفظ لکھتے رہے جب تک ملک مین عربی دان مترجم علوم جدیدہ پیدا نہونگے اردو کی بدبختی لاعلاج رہے گی۔ اس حقیقت پر رویئے تو بہت سے مدعیان علم و تراجم کو شاق گذرتا ہے۔ یہ دوسری مصیبت ہے۔

کہ حیوانات کے فرائض سے ہمین اسطرح بحث کرنا نہین چاہیے، جس طرح کہ ہم انسان کے فرائض سے بحث کر سکتے ہین"

"اور اگر جسم و دماغ کے باہمی تناسب کے لحاظ سے دیکھیے تو سب سے زیادہ ایپ اور اسکے بعد کُتّے کا دماغ بڑا نظر آتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن جانورون کے متعلق معلوم ہو گیا ہے کہ اُنھین اعلیٰ روح کے قوی ملے ہین، اُنکے دماغ بھی نسبتہً بڑے ہین"

"مین نے مدرسہ نشین علماء الٰہیات اور دنیادار فلاسفہ کی تحریرون مین تین جو قون کے متعلق جو کچھ پڑھا ہے اسپر مجھے حیرت ہوتی ہے"

اس آخری فقرہ مین ڈیسیلی اس جس خاص رائے سے اتفاق نہ کر سکا، وہ لوگون کا یہی خیال تھا کہ دماغ کا ایک بہت ہی اندرونی جوف قدرت نے صرف احساسات کے لیے رکھا ہے۔ مثلاً اس کا درمیانی حصہ تخیل کے لیے ہے۔ آخری حصہ حافظہ کے لیے وغیرہ وغیرہ۔

دراصل اس خیال کے موجد علماء عرب ہین جسے بعد مین ڈنس اسکوٹس اور طامس آکنیونس وغیرہ نے اختیار کیا۔

روح اور پی نی ال گلینڈ

ان کوششون کے بعد روح مین ایک مقامی حیثیت پیدا کرنے کے لیے جو کوشش کی گئی، اُس کا بانی ایک فرانسیسی عالم رینی ڈیکارٹ ہے۔ یہ کوشش جس قابلیت سے کی گئی تھی اُسیقدر اسے شہرت بھی حاصل ہوئی۔ ٹورین کے فلسفی اعظم نے روح کو پی نی ال گلینڈ[۱] مین رکھا ہے۔

ٹورین کے اس جلیل القدر فلسفی نے روح کے قیام کے لیے پی نی ال گلینڈ کو تجویز کیا۔ مقامی مسکن کے اس انتخاب کی تائید مین دلائل تو کیا البتہ اُن کی ایک نمایش ضرور تھی۔ اسکے موجودہ خیال کے مطابق روح ایک ایسی شے تھی جو نہ تو تقسیم ہو سکتی تھی اور نہ جگہ مین پھیل سکتی تھی۔ اس لحاظ سے اسکے رہنے کے لیے جسم کا کوئی حصہ سادہ اور تنہا پی نی ال گلینڈ کے برابر موزون نہ تھا۔ ڈیکارٹ کہتا تھا کہ یہان روح ایک حاکم یا نگران کی طرح رہتی ہے، تمام حواس اسے اطلاع دیتے رہتے ہین اور وہ اُن اطلاعات کے مناسب ہر طرف احکام جاری کرتی ہے۔ مگر ڈیکارٹ کے خیالات کا ایک پہلو بالکل تاریک تھا۔ کیونکہ اسکے متبعین کو ادنیٰ درجہ کے حیوانات مین نفسِ ناطقہ کے وجود سے انکار تھا اور اس بنا پر اُنکی یہ تعلیم تھی کہ وحشی مخلوقات کے اعضا کی حرکت نادانستہ اور بلا ارادہ ہوتی ہے۔ اس فلسفیانہ حماقت کا عملی نتیجہ یہ نکلا کہ بعض ڈیکارٹیون نے ادنیٰ درجہ کے حیوانات پر صریح ظلم کیے۔

ڈیکارٹ کی بڑی بدقسمتی سے جب اس خوردبین کے ذریعہ سے اس عضو کا امتحان کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسمین کچھ لاغر خلیے، کولا، چونا اور بعض اور ارضی مادہ کے بلورات ہوتے ہین۔ غرض روح کے لیے یہ ایک نہایت ہی ناموزون قیامگاہ تھا۔

اسکے بعد اب ہمین اس موضوع پہ ایک جلیل القدر انگریز اور اپنے آغاز عمر مین ہاروے کے شاگرد طامس ولس ایم۔ ڈی کے خیالات پر توجہ کرنا چاہیے۔ ولس نے اگرچہ اعصاب پر بہت کچھ لکھا ہے مگر عام قارئین تو ڈیکارٹ کی طرح اسکے خیالات بہت کم معلوم ہونگے۔ ڈیکارٹ کے خیال کے بموجب تو روح حتی الامکان قریباً ایک ناقابل تقسیم نقطہ ہے جو ایک ایسے عضو مین رہتا ہے جو بالکل بسیط و وحید ہے۔ مگر ولس کے نزدیک دو روحین ہین جن مین سے ایک خون مین وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہے اور دوسری نظام عصبی مین رہتی ہے۔ ولس کا دعویٰ تھا کہ روح خون مین اسطرح رہتی ہے جیسے آگ مین شعلہ اور نظام عصبی مین اسطرح جیسے آگ مین روشنی۔ دماغ سے روح کا جس طرح کا تعلق ہے اسکی تشریح ولس نے یہ کی ہے:-

"خون کا سب سے زیادہ ہلکا اور روح آمیز حصہ شرائین کے ذریعہ سے دماغ کی طرف بڑھتا ہے، یہان پہنچ کے اُسکی تقطیر ہوتی ہے اور حیوانی روحین نکلتی ہین۔ یہ روحین دماغ کے اگلے اور پچھلے حصون پر چڑھتی ہین اور

[۱] دماغ کے بالکل اندرونی حصے مین ایک چھوٹا سا غدود مٹر کے دانے کے برابر ہوتا ہے جسکو موجودہ علم تشریح کی اصطلاح مین "پی نی ال گلینڈ" کہتے ہین۔

وہاں سے تمام اعصاب میں اُتر جاتی ہیں۔"

اختیاری احساسات اور حرکات کے لیے وہی روحیں ہیں جو دماغ کے اگلے حصہ میں رہتی ہیں اور پچھلے حصہ میں جو روحیں رہتی ہیں وہ غیر اختیاری حرکات کے لیے ہیں۔

موجودہ تجارب کی روشنی میں یہ آخری خیال دلچسپ ثابت ہوا ہے۔

اگرچہ جس طرح بیان کیا گیا ہے ہم حرف بحرف اُسی طرح تسلیم نہیں کر سکتے تاہم یہ خیال اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے جو اب ایک امر واقعہ ہے یعنی یہ کہ دماغ کے پچھلے حصے کی تمام کارروائیاں شعور کے دائرہ سے باہر ہوتی ہیں

یقیناً ونس کو یہ خیال جھلملاتا ہوا نظر آیا تھا کہ احساسات اور انکی یادگاریں دماغ کے مایۂ خمیر کے تغیرات ہیں۔ چنانچہ اس نے ان صورتوں کا تذکرہ اسی انداز میں کیا ہے۔

ونس کی ایک کتاب جس کا نام "حیوانات کی روح کے متعلق" ہے اسم با مسمیٰ ہے۔ اس کتاب میں ونس نے روح کو دماغ کے نصف دائروں میں رہنے کی اجازت دی ہے۔

لیکن بہرحال وہ یہاں بھی اُن لوگوں کی بدولت چین سے رہنے نہ پائی جن کو یقین ہے کہ اسکے رہنے کے لیے کوئی محدود جگہ جسمانی ڈھانچے کے اندر چاہیے۔ چنانچہ وہ ہمیشہ اس خیال کی مخالفت کرتے رہے

جب ہم علم سائنس کے درخشاں نوجوان آذین نیکولس سٹینسن (المتوفی ۱۶۸۶ء) کے پاس آتے ہیں تو ہم اُس اولین کوشش کے پاس آتے ہیں جو موجودہ رائے کے اظہار کے لیے کی گئی ہے یعنی یہ کہ "وظائف" کی جگہ دماغ کے اندر ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے علم القیافہ والے نقل کرتے ہیں اور علم وظائف الاعضا والے مانتے ہیں۔

سٹینسن نے جہاں عصبی مادہ کے سفید مغز میں ریشوں کے وجود پر بحث کی ہے وہاں اس خیال کو اسطرح ادا کیا ہے۔

"اگر درحقیقت سفید مادہ بالکل ریشہ دار ہے تو ہمکو یقیناً یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ان ریشوں کی ترتیب کسی خاص ایسی وضع پر رکھی گئی ہے جسکے ساتھ یقیناً حرکات کا اختلاف وابستہ ہے۔

لیکن اس تجربہ کے ساتھ اتنے مشکلات ہیں کہ نہ معلوم کسی خاص طرح کی تیاری کے بغیر ہم اس طریق امتحان کو عمل میں آتے کبھی دیکھ بھی سکینگے یا نہیں؟"

"ہم کو اس خاص طریقہ کی تیاری کے لیے دو سو برس تک انتظار کرنا پڑا"

یہ خیال علماء کے دل میں مدت سے جاگزین تھا کہ ایک روح مرکزی ہے اور دوسری اعصاب، حواس اور متحرک اعصاب میں کارفرما ہے۔ چنانچہ سر اسحق نیوٹن جیسے دماغی قوتوں کے دیوتے بھی یہی فرض کیا ہے۔

لیکن مشہور جرمن مفکر جارج ارنسٹ (المتوفی ۱۷۳۴ء) جو اختلاف کے خیال کا بانی ہے، اُس نے پھر یہ خیال ظاہر کیا کہ روح تمام جسم میں ساری و نافذ ہے۔ اس نے کہا کہ روح درحقیقت ایک حساس ہوا ہے جو تمام جسم میں نافذ ہو کے ہر عضو اور ہر نسیج پر قابض ہو جاتی ہے۔ اسکے ان خیالات کو ہوائیت اور ان خیالات کے قائل کو ہوائی کہتے ہیں۔

اس مسئلہ کے متعلق موجودہ ارباب فکر اب اس سوال پر پہنچے ہیں کہ کیا احساس کے لیے صرف دماغی عمل کی ہمراہی کی ضرورت ہے یا اسکے ساتھ زیرین مرکزوں اور پی نی ال گلینڈ کی معیت بھی ہونی چاہیے؟ اس سوال کا جواب اس مسئلہ کا حقیقی حل ہے

اس وقت علماء حیات میں ایک شخص بھی نہیں ملے گا جو یہ کہتا ہو کہ احساس میں بیداری پی نی ال گلینڈ کی کارگزاری سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ نظام عصبی کے متعلق جو تجارب ہوئے ہیں وہ اس نتیجہ کے منافی ہیں باقی رہا ذہن اور ہیجان جذبات کے لیے کسی مقام کی تعین کا مسئلہ تو اسکی حالت یہ ہے کہ احساس کے مادی تعلقات کے متعلق علمی (سائنٹفک) طور پر جو کچھ تحقیق ہو چکا ہے اُس سے علماء قیافہ آگے بڑھے ہیں نہ پیچھے ہٹے ہیں۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیے کہ جان جوزف گال المتوفی

سنہ ۱۸۲۸ء (جسکے متعلق مشہور ہے کہ وہ علم القیافہ کا بانی ہے) وہ بھی اسکا قائل تھا۔ کیونکہ یہ تو اُسپر ایک بہتان ہے۔ وہ بیچارہ نہ تو اس نام کا واضع ہے اور نہ ان خیالات و عقائد کا بانی جن کا نام علم القیافہ رکھا گیا۔

یہ صحیح ہے کہ گال پر اس خیال کا رنگ چڑھ گیا تھا کہ بعض عقلی اوصاف کا مسکن دماغ ہے مگر کب؟ جب اُسکا سن آ گیا تھا۔

اُس نے بجا طور پر یہ فرض کیا ہے کہ عقلمندانہ گفتگو اور یادداشت کے لیے خاص خاص مرکز ہیں۔

بلاشک گال نے جرمنی کی مختلف یونیورسٹیوں میں مختلف دماغی وظائف پر تقریرین کین لیکن جس حیثیت سے آج ہم علم القیافہ کو جانتے ہین، یہ بات ہمین گال کے ایک رفیق نے پیدا کی جو کمتر ایک عالم اور زیادہ سے زیادہ ایک ہر دلعزیز خطیب تھا۔

علم القیافہ کے عقائد یا اسکی بیہودہ سرائیان اسقدر مشہور رہ اور ان کی تغلیط اتنے بار ہو چکی ہے کہ اب ہم انکے دام تزویر مین تو نہین آ سکتے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ ہم مین سے بہت سے لوگ ایسے ہون جنکو اس جوش و خروش کا علم نہ ہو جو علم القیافہ نے گزشتہ صدی کے ابتدائی سالون مین پیدا کیا تھا۔

اڈنبرا مین علم القیافہ کی جو سوسائٹی قائم ہوئی تھی، اسمین ۱۲۰ ممبر تھے۔ لندن کی سوسائٹی مین ۳۰۰ ممبر تھے۔ اور گلاسگو کے اندرسن کالج مین اسکی ایک کرسی (چیر) قائم کی گئی تھی۔

اب یہ سوال نہین ہے کہ روح کہان رہتی ہے؟ سوال صرف یہ ہے کہ دماغی نسیج کا کون سا تغیر ایسا ہے جس کی وجہ سے عقلی عمل کے لیے جسمانی عمل کا رفیق پیدا ہوتا ہے یعنی جب قوائے عقل کام کرتے ہین تو انکے ساتھ قوائے جسمانی بھی کام کرنے لگتے ہین۔ رہا یہ کہ ان دونون عملون میں نہایت شدید ارتباط و وابستگی ہے، تو یہ ایک ایسا امر ہے جسمین کسی کو شک نہین۔

ابھی تھوڑے عرصہ قبل تک علمائے قیافہ اسپر قائم تھے کہ وہ احساس کے حالات کو اُن عصبی خلایا کے حالات پر محمول کر دیا کرتے تھے جو ایک گورے رنگ کے مادہ مین ہوتے ہین۔ یہ مادہ ایک غلاف مین لپٹا ہوا اُن نصف دائرون مین ہوتا ہے جو دماغ کے اندر ہوتے ہین۔

لیکن آکسفورڈ کے ڈاکٹر میک ڈوگل وظائف الاعضائی علم القیافہ کے ماہر ہین۔ انھون نے بعض ایسی شہادتین پیش کی ہین جن سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ایسے نقطے ہین جہان عصبی خلایا کے اعمال آ کے ملجاتے ہین اس طرح جیسے احساس کا مرکز یہی خلایا ہین۔

یہ مسئلہ تمامتر مخصوصین (اکسپرٹس) کی دلچسپی کا ہے اور وہی اسکو حل بھی کر سکتے ہین۔

لیکن اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے، جب بھی یہ واقعہ تو بدستور باقی رہے گا کہ علم طبیعی (نیچرل سائنس) کو کسی ایسے نفس کا علم نہین جو مادہ سے علحدہ ہو، بلکہ جو کچھ اسکے علم و تجربہ مین آیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک خاص قسم کا مادہ ہے جس کا تعلق اس شے کی بقا و ترقی سے ہے، جس کو ہم نفس کہتے ہین۔

ابوالکلام آزاد (دہلوی)

قدیم ہندوؤن کے آلات موسیقی

زمانۂ موجودہ مین جب کہ شادی بیاہ کے جلسون اور محفل رقص و سرود مین انگریزی آلات موسیقی کا رواج عام ہوتا جارہا ہو بہت کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ زمانۂ قدیم کے ہندوؤن مین اس قسم کے آلات کم و بیش مکمل حالت مین موجود پائے جاتے تھے یون تو اسیریا اور بابل کے قدیم باشندوان مین بھی بعض آلات موسیقی ایسے موجود تھے جنھین زمانۂ حال کے آرکسیٹرا کا بدل قرار دیا جاسکتا ہو اور قدیم مصری بھی اس فن سے ناواقف نہ تھے تاہم ہندوؤن نے اُن آلات کو جو ترقی دی وہ اُن کی شاندار تہذیب کے ہر طرح تناسب تھی اور یہی باعث ہو کہ اہل مغرب نے اکثر جدید آلات کی تیاری مین اُنھین قدیم باجون سے مدد لی ہو۔ ستار کی قسم کے آلات موسیقی تمامتر اہل ہند کی ایجاد ہین اور یہ بات کہ ایک ہی آلہ مین مختلف تارون پر اُنگلی کا دباؤ ڈال کر مختلف سُر پیدا کیے جاسکتے ہین اہل ہند کے کمالات موسیقی کا ایک ادنیٰ نمونہ ہو۔

ہندوؤن کی مذہبی کتب کے مطالعہ سے پایا جاتا ہو کہ ان مین گیئیہ میدان جنگ، شاہی جلوس اور ریزت داہ کیرتن (رقص و سرود) کے موقعون کے لیے جدا جدا آلات موسیقی ہوا کرتے تھے۔ ماگھوی بودھ کے مصنف نے ایک سرتی کا حوالہ دیا ہو جس مین مذکور ہو کہ گیئیہ کے موقع پر بین (دینا) اور ردوندھی (ایک قسم کا طبلہ) سے کام لیا جاتا تھا اور ڈھول بانسری اور سنکھ کے رواج کا پتہ یجر دید مین بھی چلتا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ ہندوؤن مین مذہبی مراسم کے موقعون پر مختلف آلات موسیقی سے کام لینے کا رواج زمانۂ قدیم سے چلا آتا ہو۔

ماہران علم موسیقی نے ہندوؤن کے آلات موسیقی کو چار مختلف اقسام پر منقسم کیا ہو:۔

(۱) تتھم۔ لینی اُن قسم کے آلات جن مین تار لگے ہوئے ہون۔

(۲) ونہ۔ ڈھول اور طبلہ کی قسم کے آلات۔

(۳) سشر۔ ہوا کی مدد سے بجنے والے آلات مثلاً بانسری سنکھ وغیرہ۔

(۴) گھن۔ ضرب سے بجنے والے آلات مثلاً جھانجھ۔ گھنٹے وغیرہ۔

افسوس کہ یہ تقسیم زمانۂ مابعد مین قائم نہین رہ سکی کیونکہ زمانۂ حال کا ہارمونیم اگرچہ ایک ایسا آلہ ہو جسکے بجانے مین ہوا سے مدد لیجاتی ہو مگر اسے سشر قسم کے آلات موسیقی مین داخل نہین کیا جاسکتا۔

تار دار آلات موسیقی مین سے بین بہترین قسم کا آلہ ہو ہندوستان مین اسکا استعمال بہت زیادہ ہو۔ نارد رشی کی نسبت مشہور ہو کہ وہ بین کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ سرسوتی کو بھی جو ہندوؤن مین علم کی دیوی ہے بحر موسیقی مین ایک بین پر ہی کھڑا دکھایا گیا ہو جو سطح آب پر تیر رہی ہو۔ اسی سلسلہ مین یہ بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہوگا کہ آثر سے ارنیک مین جس بین کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ ابتدائی قسم کی ہو جو ہندوستان کے زمانۂ عروج مین مستعمل تھی اس بین مین ایک کھوکھلا کدو جھلی سے منڈھا ہوا لگا ہوتا تھا۔ آثر سے ارنیک مین اس آلہ کی کیفیت نہایت دلچسپ پیرایہ مین جو استعارات سے پُر ہی بیان کی گئی ہو۔ زمانۂ حال کی سارنگی کو اسی قدیم آلہ کا تتمہ قرار دینا کچھ بیجا نہوگا۔

زمانۂ حال کی بین دو قسم کی ہوتی ہو:۔

(۱) سُرتی بین۔

(۲) سور بین۔

ان مین سے اول الذکر ۲ سرتیون کی تفہیم کا کام دیتی ہو۔ آخر الذکر کے متعلق کپتان ولرڈ بیان کرتے ہین کہ:۔

یہ ایک نہایت مکمل اور موثر آلہ ہے۔ اگر کوئی عمدہ بین کسی ماہر گوّیے کے ہاتھ مین ہو تو بہترین قسم کے پیانو سے کم نہین ہوتی ہے فی الحقیقت ہندوستانی موسیقی کے اُلٹ پھیر کے لیے یہ آلہ بہترین سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ آلہ ایسا مکمل ہوتا ہے کہ کسی تار پر ذرا سا غیر ضروری دباؤ بھی اسکی آواز مین فوراً اختلاف پیدا کر دیتا ہے چونکہ آواز مین ہر قسم کی تبدیلی پیدا کرنا بجانے والے کے اختیار مین ہوتا ہے اسلیے اسکی آواز سامعین کو نہایت خوشگوار محسوس ہوتی ہے۔ بین کو جو فوقیت باقی آلات موسیقی پر حاصل ہے وہ بھی محض اسی وجہ سے ہے۔

بین مین بالعموم سات تار ہوتے ہین۔ چار اوپر اور تین پہلو مین۔ موسیقی دانون نے اس آلہ کی مختلف قسمین بیان کی ہین۔

(۱) ایک تنتری جس مین صرف ایک تار ہوتی ہے یہ آلہ بیدیون کے لیے مخصوص ہے لیکن عام طور پر گداگر اس پر گا کر بھیک مانگتے پھرا کرتے ہین۔

(۲) نکل۔ اسمین دو تار ہوتے ہین۔

(۳) تری تنتریکا۔ اسمین تین تار ہوتے ہین۔

(۴) چتر۔ یہ سات تار والی بین کہلاتی ہے۔

(۵) وپنچی۔ اسمین نو تار ہوتے ہین۔

(۶) مت کوکلا۔ اسمین اکیس تار ہوتے ہین، اور اسکا عام نام سورمنڈل بھی ہے۔

ان کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہوتی ہے جسے پناکی کہتے ہین اور اسے گز کی مدد سے بجایا جاتا ہے یہ آلہ زمانۂ حال کے انگریزی آلہ وائلن سے مشابہ ہوتا ہے۔

ہوا کی مدد سے بجنے والے آلات کی کہ جنھین سُشر کہا جاتا ہے اور جنکی بہترین نظیر زمانۂ حال کی بانسری ہے کئی قسمین ہین جنمین سے بعض کے نام حسب ذیل ہین:۔ وںس۔ پو۔ پوکا۔ مُرلی۔ مدھ کری۔ پنالی۔ تمبوکن چُک۔ سرنگ۔ سنکھ وغیرہ۔ وںس سے مراد بانسری سے ہے، اور اگرچہ عام طور پر وہ لکڑی کی بنی ہوئی ہوتی ہے تاہم زمانۂ قدیم مین بانس، صنوبر کی لکڑی، ہاتھی دانت، فولاد، کانسہ، چاندی اور سونے کی بانسریان بھی بنائی جاتی تھین بانسری کی بجائے خود بہت سی قسمین بیان کی گئی ہین جنمین سب سے چھوٹی کا نام ادماتھی اور سب سے بڑی کا اشٹانگل (۸ انگل) ہے۔ باقی اقسام کے نام انکی لمبائی وغیرہ کے اعتبار سے تری پرتش، چترکہ، وینچ دکتر، شن مکہ، منی، دواسو، روراآدتیہ وغیرہ ہین۔ پو شکل و صورت مین ۹ انچ لمبی ونس کی طرح ہوتی تھی مگر اسکے اوپر پیتل منڈھ دیا جاتا تھا۔ پوکا کی لمبائی ۱۲-۱ انچ ہوتی تھی اور اسمین سُرون کے لیے پانچ سوراخ ہوا کرتے تھے۔ شاید اسکی موجودہ صورت وہ آلہ ہے جسے سپیرے بجایا کرتے ہین اور جسے لوگ غلطی یا غلط فہمی سے بین کہنے لگے ہین۔ مُرلی کا نام سری کرشن جی۔ رآنند کند اور گوپیون کی رس لیلاؤن کی بدولت اسقدر معروف ہو چکا ہے کہ کسی مزید توضیح کی ضرورت نہین سرنگا سے مراد نرسنگھے سے ہے جو بیل یا بھینسے کے سینگ کا بنا ہوا ہو۔ اس سے عام طور پر شاہی جلوسون، مندرون کی پوجا یا تہوارون مین کام لیا جاتا ہے۔ گڈریے بھی اکثر اسے بجایا کرتے تھے۔ سنکھ کا رواج آج تک مندرون اور دھرم شالاؤن مین پایا جاتا ہے۔

اونددھ قسم کے آلات سے مراد ڈھول اور تاشہ کی مختلف اقسام ہے۔ ان آلات کی بجائے خود دو قسمین ہوتی ہین۔ ایک وہ جن پر جھلی منڈھی ہوئی ہو جیسے ڈھول۔ طبلہ۔ نقارہ وغیرہ اور دوسری قسم وہ جو صرف ہاتھ کے بنے ہوئے ہون مثلاً جھانج۔ گھڑیال وغیرہ۔ نقارہ کا نام پہلے سنسکرت مین پٹیکر تھا لیکن بعد مین سنگیت تتناگر کے مصنف نے اسکا نام مردنگ، مردال یا رج رکھ دیا۔ مردنگ کا رواج آجتک کسی نہ کسی صورت مین موجود ہے اور اسکے متعلق کسی قسم کی تفصیلات مین پڑنا تحصیل حاصل ہوگا۔

ٹپاہ اسی مردنگ کی زیادہ قدیم صورت کا کام ہوا کرتا تھا۔ سنگیت رتناگر کا مصنف بیان کرتا ہے کہ ناٹک کے موقع پر ٹپاہ کے صرف ایک پہلو سے کام لیا جاتا تھا اور اس کے بجانے میں دونوں ہاتھ حرکت میں آتے تھے۔ ظن غالب ہے کہ زمانۂ حال کا طبلہ اسی ایجاد کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہے۔ گھٹ سے مراد گھڑے سے ہے اور پنجاب میں لوگ ابتک اسے بڑے سُر تال کے ساتھ بجاتے دیکھے جاتے ہیں اس کی پرانی اور نئی وضع میں فرق صرف اسقدر ہے کہ پہلے اسکے منھ پر جھلی منڈھ دی جاتی تھی۔ مگر آج کل ایسا نہیں کیا جاتا۔

نقارہ کی بھی بہت سی قسمیں ہوا کرتی تھیں۔ گھڑس۔ دھوس۔ دھک۔ منڈی دھک۔ دکوس وغیرہ۔ مگر اب یہ سب قسمیں معدوم ہو چکی ہیں۔ دُندوبی۔ بھیری۔ نسان اور تمبو کی بڑی قسم کے نقارہ کے مختلف نام ہیں۔ ان سے زیادہ تر فوجی ضروریات میں کام لیا جاتا تھا اور جب دشمن قریب آرہا ہو یا فوج کو فتح حاصل ہو گئی ہو اُسوقت انھیں بجایا جاتا تھا۔

ٹل سے مراد چھوٹی قسم کے جھانج سے ہے۔ ہندوستان میں اس آلہ کو مجیرا کہتے ہیں اور عام طور پر اس سے آج تک رقص و سرود کی محفل میں کام لیا جاتا ہے۔ اسمیں بالعموم دھات کی دو چھوٹی چھوٹی محدب یا مقعر پیالیاں سی ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو بائیں ہاتھ میں باندھ لیا جاتا ہے اور دوسرے حصہ کو دائیں ہاتھ میں لے کر اُس سے بجایا جاتا ہے۔ کپتان سیڈوز ٹیلر بیان کرتے ہیں کہ ہندوستانی موسیقی میں تال دینے کے لیے اس آلہ سے عام طور پر کام لیا جاتا ہے۔ گو بعض مقامات پر ان سے صرف مذہبی مراسم کی ادائگی میں کام لیا جاتا ہے۔ اور پنجاب کے ہندوؤں میں بعض ذاتیں ایسی ہیں کہ ان میں شادی بیاہ کے موقع پر انگریزی باجا بالکل نہیں بجایا جاتا بلکہ کنبہ کا پروہت اسی قسم کا آلہ بجا کر برات کے آگے آگے چلتا ہے۔ اس آلہ کو بجانا پنجاب کا خود ایک خاص فن ہے اور جو لوگ اس میں مہارت تامہ رکھتے ہیں وہ اسکے ذریعہ سے نہایت خوشگوار آواز پیدا کر سکتے ہیں۔

اس قسم کے آلات موسیقی میں سے ایک گھنٹہ بھی ہے جسے مندروں اور شوالوں میں لگایا جاتا ہے کھنٹا کھنٹی کا یا جھ جھر یکا (گھنگھرو) بھی اسی قسم میں شامل ہیں جنھیں ناچ اور مجرے کے وقت ٹخنوں سے باندھ لیا جاتا ہے۔

گھڑیال کو قدیم زمانہ میں جے گھنٹہ کہا کرتے تھے۔ اس کا رواج آج تک پوجا پاٹ کے موقعوں پر پایا جاتا ہے۔

آلات موسیقی کی یہ چند قسمیں ہیں جو قدیم ہندوستانی زمانوں میں مروج تھیں۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ سب آلات نہایت سادہ ہوا کرتے تھے تاہم ان سے ہندوستانی موسیقی کی اکثر ضروریات بوجہ احسن پوری ہو سکتی تھیں۔ اور جس مسالہ سے انھیں تیار کیا جاتا تھا وہ بھی عام طور پر ملک کے اندر مل سکتا تھا۔ قدیم اہل ہند کے نزدیک درختوں کی تین قسمیں ہوا کرتی تھیں۔

(۱) تیل
(۲) دتل
(۳) شلیشول

تیل سے مراد ایسے درختوں سے ہے جو خشک زمین پر اُگتے ہوں دتل سے مراد ایسے درختوں سے جنھیں بہت کم مقدار میں پانی ملا ہو اور شلیشول سے مراد اُن درختوں سے لی جاتی تھی جن کو پانی بافراط ملتا رہا ہو۔

آلات موسیقی کی تیاری میں اول الذکر قسم کے درختوں کو بہترین اور آخر الذکر کو بدترین سمجھا جاتا تھا۔ آخری قسم کے درختوں میں سے کسی کی لکڑی چاہے کتنی خشک ہو اُسے آلات موسیقی کی تیاری کے لیے غیر موزوں تصور کیا جاتا تھا۔ جا بجا ہدایات دی گئی ہیں کہ آلات موسیقی ایسے درختوں کی لکڑی سے تیار کیے جائیں جو خشک

زمین پر گرتے ہوں اور عام طور پر خشک ہی رہتے ہوں اگر کسی درخت کو کاٹ لیا گیا ہو اور اس میں سے بڑے بڑے کوئی اور درخت اُگ آئیں تو اُسکی لکڑی آلات موسیقی کی تیاری کے لیے بہترین سمجھی جاتی تھی۔ جا بجا اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ چھلے ہوئے گرہ دار یا نازک درخت کی لکڑی سے بالکل کام نہ لیا جائے۔

عام طور پر رکت چندن (سرخ صندل) یا ساگون کی لکڑی سے کام لیا جاتا تھا۔ بانسری عام طور پر بانس کی تیار کیجاتی تھی۔ لیکن صندل اور ساگون کی بنی ہوئی بانسری کا بھی رواج تھا۔ بعض موقعوں پر ہاتھی دانت، فولاد، دھات، سونے اور چاندی کی بانسریوں کا بھی ذکر آتا ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ بانس یا لکڑی کی بانسری پر پیتل کی چادر منڈھ لی جاتی تھی۔

نقاروں کی تیاری میں جو کھال استعمال کی جاتی تھی اس میں بہت سی احتیاطوں کو ملحوظ رکھا جاتا تھا ہدایت کی گئی ہے کہ اس مطلب کے لیے جو چمڑا استعمال کیا جائے وہ چھری وغیرہ سے صاف اور آم کی کونپل کے رنگ کا ہو اور رات ایک رات پانی میں تر رکھا گیا ہو۔ جس چمڑے پر چھری لگی ہوئی ہو یا کوّے کی ٹھونگوں کے نشان ہوں یا دیر تک دھوپ میں یا آگ کے سامنے پڑے رہنے کے باعث خراب ہو گیا ہو اُسے کبھی استعمال میں نہ لانا چاہیے بہترین چمڑا وہ سمجھا جاتا تھا جو کسی بڑھے جانور کا ہو اور جو خود بخود مرا ہو۔

مردنگ ایک مخروطی قسم کا آلہ ہوتا تھا مٹی کا بنا ہوا اور اسکے دونوں طرف چمڑا لگا ہوا ہوتا تھا۔ بعد میں اسے بج بر کرش۔ کھدر۔ یا ساگون کی لکڑی سے تیار کیا جانے لگا۔ اس آلہ سے میدان جنگ میں سپاہ کا حوصلہ بڑھانے میں مدد لی جاتی تھی۔ دندبی کا استعمال مندروں سے مخصوص تھا اور اسکی تیاری میں آم کی لکڑی برتی جاتی تھی

یہ سوال کہ قدیم ہندوؤں میں آرکسٹرا کا رواج تھا یا نہیں بڑی حد تک بحث طلب ہے۔ یورپ میں سب سے پہلے آرکسٹرا کا استعمال سولھویں صدی میں فرانس میں ناٹکوں کے ساتھ شروع ہوا جسمیں بہت جلد نمایاں اصلاحات رونما ہونے لگیں حقیقت یہ ہے کہ جدید موسیقی کے ارتقا میں آرکسٹرا کو بہت کچھ دخل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مشرق میں بہت مدت تک اس وجہ سے آرکسٹرا کا رواج شروع نہ ہوسکا کہ یہاں اسکے حسب حال آلات موسیقی موجود نہ تھے باوجود اسکے یہ امر قابل ذکر ہے کہ قدیم ہندو موسیقی دانوں نے بہت کم آلات موسیقی رکھتے ہوئے بھی آرکسٹرا تیار کرنے کی کوشش ضرور کی اور اس کوشش میں اُنھیں اگر پورے طور پر کامیابی حاصل نہ ہوسکی تو اسکی وجہ غالباً یہ تھی کہ قدیم ہندوستان میں آلات کی موسیقی کو قدرتی موسیقی سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا تھا حقیقت یہ ہے کہ گلا اگر سریلا اور آواز شیریں ہو تو اُسمیں آلات موسیقی کے بغیر بھی ایک ناقابل بیان لطف پایا جاتا ہے چنانچہ ایک انگریز مصنف تسلیم کرتا ہے کہ ہمارے تمام آلات موسیقی پیانو، فلوٹ، ارغنون وغیرہ آواز کی موسیقی کے برابر لطف و راحت مہیا نہیں کرسکتے کیونکہ اس قدرتی موسیقی سے جب چاہو جس انداز سے چاہو کام لیا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ قدیم ہندوؤں نے آرکسٹرا کی تیاری کی کوشش بہر حال کی تھی۔ اس سے ہماری ہرگز یہ مراد نہیں کہ اُن کی وہ معمولی کوششیں زمانہ موجودہ کے مکمل آرکسٹرا سے کچھ بھی تناسب رکھتی ہیں۔ تاہم اس میں کلام نہیں کہ انھوں نے جو کچھ کیا اسمیں اصول وہی ملحوظ رکھے گئے تھے جو زمانہ حال کے آرکسٹرا میں پائے جاتے ہیں۔

بھرت نے جس کا نام معاملات موسیقی میں سند تسلیم کیا جاتا ہے قدیم آرکسٹرا کا نام کتپ رکھا تھا جو بعد میں درند یا برند ہوگیا

اور کون کہہ سکتا ہے کہ زمانۂ حال کی لفظ Drama اور قدیم لفظ ہندمیں کتنا گہرا تعلق ہے۔ بھرت نے کتب کی تین قسمیں مقرر کی ہیں ایک تو وہ جس سے ناٹک کے سٹیج پر کام لیا جائے۔ دوسرے آلات موسیقی کا ایک عام مجموعہ اور تیسری قسم کا تعلق ان آلات موسیقی سے ہے جنھیں ایک دوسرے سے ضرب دے کر بجایا جائے۔

قدیم ہندوؤں میں ناٹک کے موقع پر آرکیسٹرا کی جو تقسیم دیکھنے میں آئی تھی اُسکے متعلق ذیل کی دلچسپ واقفیت یقیناً دلچسپی سے خالی نہوگی۔ مرِدنگ بجانے والا اسٹیج کے سامنے وسط میں بیٹھتا تھا اور اسکے داہنے بائیں اور بانسری بجانے والے موجود ہوتے تھے۔

بیان کیا گیا ہے کہ زمانۂ حال کے تھیٹروں میں آرکیسٹرا کو اسٹیج کے سامنے رکھنے کا رواج اسی زمانہ سے قائم چلا آتا ہے۔

بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ قدیم ہندوؤں میں ہر قسم کے آلات موسیقی بڑی حد تک درجۂ تکمیل حاصل کر چکے تھے اور گو وہ زمانۂ حال کے ترقی یافتہ آلات کا پورے طور پر مقابلہ نہ کر سکتے ہوں تاہم اسمیں شک نہیں کہ ان میں سے بہتیرے اُن اصلاحات کی تحریک کا موجب ہوئے ہیں جن کی بدولت مغربی آلات موسیقی کو آج ہر لحاظ سے مکمل ہونے کا امتیاز حاصل ہے۔

تیرتھ رام

کنڈرگارٹن

دنیا کی مہذب قوموں میں یہ بات بخوبی تسلیم کر لی گئی ہے کہ لڑکوں کے لیے کوئی طریقۂ تعلیم مفید نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسمیں مندرجۂ ذیل تین امور پر لحاظ نہ کیا گیا ہو۔

(۱) اول یہ کہ بچوں کی جسمانی تربیت کی کوشش کی جائے اور اُن کو لڑکپن ہی سے قوی اور طاقتور بنایا جائے۔ (۲) دوم یہ کہ اُن کے حواس خمسہ کی تربیت کی طرف بھی زیادہ توجہ کی جائے اور یہ منشا قدرتی اشیاء کے مشاہدہ کی عادت ڈالنے سے بخوبی پورا ہو سکتا ہے۔ طوطے کی طرح کتاب سے رٹا دینا کچھ زیادہ فائدہ نہیں دے سکتا۔ (۳) سوم یہ کہ اُن کو آغاز ہی سے مختلف کاموں میں لگا کر اپنے ہاتھوں خود کام کرنے کی عادت ڈلوائی جائے تاکہ جوان ہونے پر دستکاری وغیرہ کاموں کے کرنے کو ہیچ اور حقیر نہ جانیں بلکہ بڑی خوشی کے ساتھ اُن کو کرنے کے لیے تیار رہیں۔

اس طریقۂ تعلیم جدید کے رائج کرنے والے ملک جرمن کے مشہور عالم عالِم فروبل صاحب تھے جنھوں نے وہاں کے طریقۂ تعلیم کو ناقص سمجھ کر تعلیم کا یہ نیا طریقہ نکالا تھا۔ یہ کوئی مضمون نہیں بلکہ ایک خاص طرز کا طریقۂ تعلیم ہے جس کا نام کنڈرگارٹن سسٹم ہے اس طریقہ سے تعلیم دینے سے جسمانی اور عقلی تربیت بخوبی ہو سکتی ہے۔ اور بالعموم آجکل کی دنیا کی تمام مہذب قوموں میں اس کا رواج ہو گیا ہے۔

کنڈرگارٹن جرمنی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب لڑکوں کی تعلیم ہے۔ فروبل صاحب کی رائے کے مطابق کنڈرگارٹن کی طرح کا اسکول ایک باغ ہے۔ بچے پودے۔ اور اُستاد باغبان کے مانند ہیں۔ جس طرح باغبان اپنے لگائے ہوئے پودھوں کی حفاظت اور پرورش کے لیے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے زمین کو گوڑتا ہے برابر کرتا ہے۔ کھاد ڈالتا ہے۔ پانی سے سینچتا ہے تب کہیں پودھوں کی جڑ مضبوطی سے قائم ہوتی ہے۔ جب پودا بڑھنے لگتا ہے تب اُسکے سیدھے رہنے کا خیال کرتا ہے۔ زیادہ شاخیں ہوتی ہیں تو چھانٹ دیتا ہے اور اس طرح ہر پودے کو خوشنما بناتا ہے۔

اور اُس کی اُن کوششون کا انجام یہ ہوتا ہے کہ تھوڑے زمانہ کے بعد وہ نرم پودھا ایک خوبصورت درخت کی صورت مین نظر آتا ہے جو آنکھون کو نہایت خوشنما لگتا ہے اور سب کو اپنے پھول پھل سے فائدہ پہنچاتا ہے۔ اُسی طرح کنڈرگارٹن مین ایک ایک ایسے بیج (بچہ) کی جسمانی اور اخلاقی اور عقلی قوٰی کی تربیت اُسکی خواہش اور قانون قدرت کے مطابق کی جاتی ہے۔

لڑکون کی جسمانی اور عقلی تربیت کی تعلیم ایسی ہے کہ اُس مین صرف تعلیم ہی نہین ہے بلکہ اس طریقہ پر سیدھے سادے کھیلون کے ذریعہ سے اُن کی تربیت و اصلاح کی جاتی ہے اس طرح اُن کو حصول تعلیم کا اصلی اصول بھی معلوم ہوجاتا ہے۔ اور اُن کے جسمانی و عقلی قوٰی کی ترقی بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے حواس خمسہ کے ذریعہ سے ہر ایک چیز کے بارے مین جو اُن کے سامنے آتی ہے مشاہدہ و مقابلہ کے ذریعہ سے پوری پوری واقفیت و معلومات حاصل کر سکتے ہین۔

اگر کوئی نئی چیز مثلاً چھتری وغیرہ کسی معمولی طالب علم کے سامنے رکھی جائے تو وہ اُسکی اوپری شکل دیکھ کر خوش ہوگا اور شاید یہ کہے گا کہ بڑی اچھی بنی ہوئی ہے۔ لیکن وہی چیز اگر کسی ایسے لڑکے کو دی جائے جسکی تعلیم اس طریقہ کے مطابق ہوئی ہے تو وہ اُسکی باہری و ظاہری شکل دیکھنے اور اُسکی بناوٹ کی تعریف کرنے کے علاوہ اُس کے ہر حصہ اور جوڑ کی بناوٹ کو بڑے غور کے ساتھ دیکھے گا اور اُس کے دل مین اس طرح کے سوالات اُٹھین گے کہ یہ حصہ یہان لگانے کا کیا باعث ہے؟ اور اس جوڑ سے کیا فائدہ ہے؟ اور پھر خود ہی اُن سوالات کے جواب سوچنے کی کوشش کرے گا اور اس طرح جب تک اُس کو اُس چیز کے ہر حصہ کا پورے طور پر علم نہ ہو جائے گا اورون سے پوچھ کر اپنے دلی شکوک کو مٹانے کی کوشش کرے گا۔

کنڈرگارٹن کے فوائد

۱۔ بچے ابتدائی تعلیم مین پوری پوری توجہ ظاہر کرتے ہین اور اُن کو جو کچھ بتایا جاتا ہے اُس پر اُنکی توجہ قائم رہتی ہے کیونکہ اُستاد معمولی کھلونون کے ساتھ کھیلتا ہے جس سے اُن کا دل بہلاؤ ہوتا ہے۔ علاوہ ازین وہ دلچسپ گفتگو اور مناسب و ضروری سوالات کے ذریعہ سے کھیلون کو اور بھی دلچسپ بنا دیتا ہے۔ اُن کو سیر کراتا ہے۔ باغون مین پھل پھول دکھاتا ہے اُن کو یہ ہرگز نہین محسوس ہوتا کہ ہم مدرسہ مین قید ہین۔

۲۔ بچے روزانہ نئی نئی چیزون کا مشاہدہ کرتے ہین اور اُن سے طرح طرح کی شکلین بناتے ہین جس سے اُن کے قوائے عقلیہ خوب ترقی پاتے ہین اور اُن مین روز بروز ترقی ہوتی رہتی ہے۔

۳۔ اس طرح پر حاصل کیا ہوا علم درست اور قابل یقین ہوتا ہے کیونکہ اُس مین اُن کو خود ہی اپنے حواس خمسہ کو استعمال کرنا پڑتا ہے اور جو علم وہ اس طرح حاصل کرتے ہین وہ اُنکے ذاتی مشاہدہ و مقابلہ پر منحصر ہوتا ہے۔

۴۔ ہر ایک شے کے بارے مین جو اُن کے سامنے آتی ہے جانچ کرنے کا مادّہ پیدا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ جب تک اُستاد مشاہدہ و مقابلہ اور دلیل کے ذریعہ سے کوئی بات بخوبی نہین سمجھاتا وہ ہرگز اُسکو نہین مانتے۔

۵۔ اُن کو اپنے ہاتھون اور خیالات کی امداد سے کھلونون کے ذریعہ سے نئی نئی شکلین اور نمونے بنانے پڑتے ہین اس وجہ سے اُن مین نئی نئی اشیاء کے بنانے کی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔

۶۔ چونکہ شروع ہی سے لڑکون کو بہت سی چیزین خود اپنے ہاتھ سے بنانا پڑتی ہین اس باعث سے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت پیدا ہو جاتی ہے

اور اپنے گھر کے کام کرنا حقیر نہین سمجھتے۔

۷- تمام اعضائے جسمانی اور حواس خمسہ کو استعمال مین لانا پڑتا ہی اس لیے اُن کی صحت درست رہتی ہی-

۸- لڑکے ہر وقت ہنستے گاتے اور خوش رہتے ہین جس سے اُنکی تندرستی عمدہ رہتی ہی-

۹- صرف جسمانی تربیت نہین ہوتی بلکہ قواے عقلیہ کی بھی تربیت ہوتی ہی-

۱۰- صنعت و حرفت کی تعلیم کی جڑ ڈالنے کے لیے اس سے عمدہ اور کوئی طریقہ فائدہ مند نہین ہو سکتا۔

بہت لوگون کا خیال ہی کہ کنڈرگارٹن کے طریقہ سے بچون کو تعلیم دینے سے اُس درجہ تعلیم مین کامیابی نہین ہوتی جتنی کہ پُرانے طریقہ تعلیم سے پڑھانے مین ہوتی تھی- اب یہان پر یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ اُن کا منشا کس قسم کی کامیابی سے ہی- اگر اُن کا یہی مطلب ہی کہ بچے طوطے کی طرح صفحے کے صفحے پڑھ جائین یا حساب کے سوالات وغیرہ بغیر اس بات کے سمجھے ہوئے کہ کس طرح پر یہ جواب حاصل ہوتا ہی رٹ لین، اگر حقیقت مین اُن کا مدعا اسی طرح کی کامیابی سے ہی تو یہ کامیابی کنڈرگارٹن سسٹم پر تعلیم دینے سے ہرگز نہین ہو سکتی- ہان اگر کامیابی کا یہ منشا ہو کہ لڑکون کی عقل کی صفائی اور ترقی ہو یا قوت استدلالیہ اُن مین پیدا ہو اور خود غور و فکر کرنے کی طاقت ہو جائے- جو کچھ اُستاد بتائے اُسکو اندھون کی طرح نہ مان لین تو اُن کا مطلب ضرور حاصل ہوتا ہی- کنڈرگارٹن کے طریقہ سے پڑھانے والے مدرس اپنے طالبعلمون کو اتنی جلدی کے ساتھ تعلیم دینے اور طوطے کی طرح پر رٹا دینے کو کامیابی ہرگز نہین سمجھتے بلکہ اس طریقہ سے تعلیم دینے کا نتیجہ بہت عمدگی کے ساتھ جب کہ طالب علم اسکول کے اونچے کلاسون مین پہنچین گے اور ادق مضامین کو پڑھنا آغاز کرین گے تب معلوم ہو سکے گا دو ہمعمر لڑکون کو جن مین سے ایک کو پُرانے طریقہ تعلیم کے مطابق اور دوسرے کو کنڈرگارٹن کے طریقہ سے تعلیم دی گئی ہو تو کنڈرگارٹن سے تعلیم پانے والے لڑکے کا دل عمدہ تیز اور مشکل و دقیق باتون کے دریافت کرنے مین ماہر ہوگا اور اُس مین قوت استدلالیہ کافی مقدار مین ہوگی اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہی؟ صرف یہی کہ کنڈرگارٹن کے طریقہ سے تعلیم پانے والے طالبعلم کو اندھون کی طرح اُستاد کی بات مان لینے کی تعلیم نہین دی گئی بلکہ یہ تعلیم دی گئی ہی کہ وہ بذات خود دلیل کرے اور ہر ایک بات کا باعث سمجھ کر مطلب نکالے۔

فروبل صاحب کا قول ہی کہ بچون کی تعلیم کے لیے سب سے پہلا اُستاد اُنکی مان ہی- چار پانچ برس کے بعد جب اُستاد کی تعلیم آغاز ہو تو بچہ کو اُس کا معاون بنانا چاہیے- یعنی جب بہت سی باتین اپنی مان سے سیکھ چکے اور کچھ سمجھ حاصل کرلے تو قدرتی اشیا یا دیگر نظارون کا مشاہدہ کرانے کی ضرورت ہی- اسی لیے یورپ اور امریکہ وغیرہ مین اسی کے مطابق بچون کی تعلیم ہوتی ہی- لیکن ہمارے یہان اسکی طرف کم توجہ دی جاتی ہی- جس کا انجام یہ ہوتا ہی کہ اُنکی تعلیم کے حاصل کرنے مین بہت عرصہ لگتا ہی- ان مناسب چیزون کے مشاہدہ کے اسباق پڑھانے پر خاص طور پر توجہ دی جائے مثلاً اگر عام کے پیڑ کا سبق دینا ہی تو مدرس کو لازم ہی کہ آم کے درخت کے نیچے ہی طلبہ کو لیجا کر سبق پڑھائے- لیکن قابل غور یہ بات ہی کہ ہم کو اپنی سیر کے طریقہ کو بچون کے لیے راحت دہ و موجب مسرت بنانے کی خواہش کرنی چاہیے جس سے اُن کا دل ہمیشہ اُسی طرف لگا رہے۔

اس طریقہ سے آہستہ آہستہ اُن کی رغبت اتنی زیادہ ہو جاتی ہی کہ بڑی خوشی کے ساتھ اپنے مکان یا اسکول کے احاطہ مین انواع و اقسام کے پھول اور پھل والے پودے اپنے ہاتھون سے بوتے اور اُن کی محافظت کرتے ہین- ہر آدمی خواہ وہ کسی عمدہ یا پیشہ کا

صبح و شام تھوڑی دیر باہر جانے اور سیر کرنے یا دل بہلانے کے لیے وقت نکال سکتا ہے لیکن بچّون کے ساتھ لیجانے اور اُن کے دل بہلانے نیز اُن کی ترقی کا خیال محض چند آدمیون کے ہی دل مین ہوتا ہے۔ اگر تعلیم یافتہ لوگ اس کے پورے پابند رہین اور ہر روز یا دوسرے تیسرے دن اپنے بچون اور عزیزون کو ساتھ لیجا کر سیر کرائین اور ہرے ہرے کھیت، مختلف قسم کے درخت، جھاڑیون، پھل پھولدار پودون کے مشاہدہ کرنے کا موقع دین تو صرف بچون ہی کے لیے مفید نہ ہوگا بلکہ وہ خود بچون کے ساتھ اس طرح کی سیر مین بہت خوش ہون گے۔ اور صرف مان باپ کو ہی نہین بلکہ اُستادون کو بھی اپنا مقدم فرض سمجھنا چاہیے کہ کبھی کبھی اپنے کلاس کو باغیچہ مین یا ہرے اور لہلہاتے ہوئے کھیت کے کنارے سیر کرائین اور ہرے ہرے پتون کی رونق دکھا کر اور پیاری پیاری باتین کر کے اُن کا دل خوش کرین۔

موہن لال فہم

یزید ابن مہلب

پہلی صدی ہجری کو ابھی پورے پچھتّر برس بھی نہین ہو پائے ہین دمشق مین عبد الملک ابن مروان مسند خلافت پر جلوہ افروز ہے، اسلامی فتوحات کا وہ سیل روان تھا کہ کسی کے روکے نہین رکتا تھا مغرب کی طرف بڑھے تو شمالی افریقہ کو پامال کرتے اندلس پر قبضہ کر کے غازیان اسلام نے کوہ پیرنیز کے قلب مین اسلامی جھنڈا گاڑ دیا۔ مشرق مین سندھ تک پہنچ گئے تھے۔ اور ملتان مین صدائے اللہ اکبر گونج اُٹھی۔ قتیبہ ابن مسلم نے دریائے آکسس کو عبور کر کے سمرقند و بخارا مین خلیفۂ وقت کا سکّہ رائج کر دیا تھا اور مسلمہ برادر ولید (خلیفہ) کے فتوحات کا ابر تمام ایشیائے کوچک پر پھیل کر قسطنطنیہ کے مطلع پر چھا گیا تھا۔ بزنطانی حکومت کی جھلملاتی ہوئی شمع کو گُل کر دینے کو محض ایک ہلکا سا جھونکا کافی تھا۔ اسی دور ترقی و فتوحات کے نگار خانہ مین سے آج ہم ایک مرقع کو روشناس کرانا چاہتے ہین جس کے خط و خال گو مرور ایام کے ہیتبرد سے کہین کہین دھندلے پڑ گئے ہین تاہم چہرہ کی زیبائی اسکی مقتضی ضرور ہے کہ اس دور زرین مین اُسکو روشنی مین لایا جائے۔

ایک مورخ جب اپنے کمرہ مین بیٹھکر کسی گذشتہ واقعہ کو قلمبند کرتا ہے تو وہ اپنے کو عجیب اُلجھنون مین پھنسا پاتا ہے۔ پرانے واقعات کی سُراغ رسانی آسان نہین ہوتی اور اُن پر قلم اُٹھانا پُرخطر ہوتا ہے۔ ایک طرف گذشتہ تواریخ و کتب سیر و اخبار کا انبار ہوتا ہے جنمین ایک ہی واقعہ مختلف پیرایون مین درج ہوتا ہے پھر اُن مین کوئی غیر ہمدردانہ پہلو لیے ہوتا ہے اور کسی کی رائے مبالغہ آمیز مدح سرائی سے مملو ہوتی ہے۔ یہ عین فطرت بشری ہے اور یہ ہرگز قلوب انسانی سے قطعاً مٹائے نہین مٹ سکتی تاہم اپنے فرائض سے حتی الوسع خوش اسلوبی سے سبکدوشی حاصل کرنے کی یہی راہ ہے کہ زمانۂ ماضی کی قدرتی خامیون اور فطرت انسانی کی کمزوریون پر نظر غائر ڈال کر منصفانہ اور بے لاگ رائے قائم کی جائے۔ اول الذکر قسم کی خامیان سائنس کی ایجادون اور مخترعات سے بہت رفع ہو گئی ہین لیکن فطرت انسانی کی خامیون کا بعینہ اب بھی وہی حال ہے جو اب سے تیرہ سو برس پیشتر تھا جنکی جلوہ ریزیان تمام حکمائے عصر کی عقلون کو چرخ کر دیتی ہین۔ قوام عالم عجیب واقع ہوا ہے سلف سے اسکی گھٹی مین بوقلمونی و تضاد پسندی نیز تغیر نوادری و انقلاب پژوہی پڑی ہوئی ہین گویا ہیولاہی برق خرمن کا ہے جس وقت انقلابی لہر موجزن ہوتی ہے

تو کسی انسانی طاقت سے روکے نہین رُکتی۔ پس آج چونکہ اسلامی ممالک
پولٹیکل آزادی سے بہرہ ور نہین رہے ہین اُن کا تمدن خود مسلمانون
کے ہاتھون مسخ ہو کر رہ گیا ہی۔ اِس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ مسلمان
ظالم تھے، جابر تھے، وحشی و بربر تھے، حق کا خون کرنا ہی۔ آج یورپ جس
طریق حکومت پر مغرور ہو رہا ہی اور حقیقت یہ ہی کہ طریقہ ہی بھی بہترین جو
عقل انسانی پیکر عمل مین لا سکتی ہی تاہم اس سے بہت پہلے ان ہی طریقون
کی آزمائش کھلے بندون کی جا چکی ہی۔ رومتہ الکبریٰ کی تاریخ اُٹھا کر
دیکھیے اور یونانی طرز حکومت جمہوریہ کا موازنہ کیجیے وہ کون سے طریقہ
ہین جن پر عمل نہین کیا گیا تھا۔ پارلیمنٹ قائم تھی سینٹ تھی پنچایتی
طریق پر جملہ امور انجام پذیر ہوتے تھے۔ پہلے دور فتوحات کے بعد دولت
کی فراوانی اپنے ہمراہ عیش طلبی و آسان گذرانی کے تباہ کن جراثیم لائی
سات پہاڑیون کے باشندون مین اب وہ اگلی سی سادگی جفاکشی،
استقلال و شجاعت باقی نہ رہی تھی۔ مفتوحہ ممالک کے باشندون سے
فوجین بھرتی ہونے لگین وہ محض ابیض زرانی کے دلدادہ ہوتے تھے۔
دُنیا مین اُسی کا بول بالا رہ سکتا ہی جسکے بازوؤن مین طاقت ہوتی
ہی۔ سینٹ کی قطع گریموفون کی ہو گئی تھی۔ سب سے زبردست
شخص کے ہاتھ مین اُسکی کُنجی رہتی تھی۔ جیسی آواز وہ بھر دیتا تھا
وہی بولی سب بولنے لگتے تھے یا اُس کے ممبر کٹھ پتلی بن گئے تھے جو
تارون پر ایک ہی قوت کے حرکت دینے سے ناچنے لگتے تھے۔ یہ بھی
فطرت انسانی ہی کہ وہ بسا اوقات دنیا کی تاریخ مین ایک زبردست
ہستی کے نام سے یاد کیے جانے کی بے حقیقت خواہش و تمنا مین جملہ
قوتون کے غصب کر لینے کا خوگر ہو جاتا ہی۔ ایسے معبودان قہار و جبار
سے گذشتہ زمانہ کی تاریخین معمور رہین۔ ایک وقت وہ آیا کہ رومتہ الکبریٰ
کے صوبہ دار مسئلۂ ارتقا کے موجب سرداری و سرگردہی (شیخوخیت)
کے لیے زور آزما ہونے لگے اور وہ سب کچھ ہوا جو طوائف الملوکی مین
ہوتا آیا ہی۔ رعایا و شہری باشندے چیخ اُٹھے۔ اس ہیچ رنگی سے یکرنگی
اُن کو بھانے لگی یعنی ایک ہی زبردست قوت کے آگے اُنھون نے
سر جھکا دیے۔ کچھ دنون جانشینی انتخاب و نامزدگی سے عمل مین
آئی بالآخر مطلق العنانیت و طریقۂ وراثت رائج ہو گیا اور اس کی
معیت مین شخصی اور غیر ذمہ دار طرز حکومت کے جملہ عیوب ہو کر آئے۔
یونان مین جہان جمہوریت اپنے حقیقی اور وسیع معنون مین قائم ہوئی
تھی وہان دوسرا طریقہ قدرت نے برتا یعنی خود ہی آپس مین ایسی
چلگئی کہ سب اپنی ہی افروختہ کی ہوئی آگ مین جل بھن گئے۔
اُس وقت اگر شخصیت کی باگ ڈور ڈھیلی ہوئی ہی تو قومی خود غرضیان
و ملکی ہوس پرستیان آزادانہ قلوب انسانی پر مستولی ہو جاتی ہین۔
غرض کسی نہ کسی طریقہ پر مجوزہ دنیا کو نیا روپ بھر کر تماشا گاہ ہستی پر
آنا ہی اور یہ اُسکی دیرینہ عادت ہی "کوئی انسانی قوت قدرت کے
طریقون کو بدل نہین سکتی" ہمیشہ وہی ہوگا جو ہوتا آیا ہی کون کہہ سکتا
ہی کہ اگر چنگیز خانی ہلاکت یا سُن طوفان مشرق سے اُٹھ کر بغداد و دمشق
و اسفہان کی درسگاہون اور کلیہ کو زیر و زبر نہ کر دیتا تو ابتک علمی و
کیمیاوی دنیا کتنی صدی آگے ہوتی۔ غرض دنیا ہمیشہ انقلاب پسند
رہی ہی اور موجودہ اصولون و اختراعات و روایات پر مغرور ہو جانا
عقلمندون کا کام نہین۔ یہ بھی زوال پذیر ہین اور گذشتنی ہو کر
رہین گے۔ زمانۂ گذشتہ کی تاریخون کی ورق گردانی سبق آموز ہوتی ہی
لیکن اسی حالت مین کہ اس وقت کی خامیون پر فیاضانہ نظر ڈالکر
بسکون خاطر حالات موجودہ سے موازنہ کر کے ہم خذ ما صفا و دع ما کدر
پر عامل ہون۔ جو حیرت زا باتین اگلے لوگ کر گئے ہین اُنکی داد دین۔
دیکھو ایک شخص دمشق مین بیٹھکر تین براعظمون پر حکومت کر رہا ہی۔
ریل و دخانی جہازون اور لاسلکی تارون کا وجود تک نہ تھا۔ ہم اسکو
تسلیم کرتے ہین کہ ایسی عظیم الشان سلطنتون کا شیرازہ منتشر

کوہ آتش فشان کے آن واحد میں کھر کر پارہ پارہ ہوجاتا تھا تاہم جبتک تک مرکزی حکومت میں کمزوری کے آثار پیدا نہ ہونے پاتے تھے عروج اقبال کی پرزن دست بستہ گمس رانی کرنے کو ایستادہ رہتی تھی گو اتنی بڑی سلطنت میں کسی کسی جگہ تمانگی سرکشیان واقع ہوجایا کرتی تھین تاہم بیرونی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری تھا جس طور سے اٹھارھوین صدی کے آخری حصہ اور انیسوین صدی عیسوی کے آغاز مین انگلینڈ ہندوستان مین سرخروئی حاصل کرنے کی خاطر براعظم یورپ و امریکہ مین لڑائیان لڑ رہا تھا ٹھیک تیس عراق عرب و عراق عجم وہ صوبہ تھے جہان کی سرزمین معرکہ آرا اختلافات کے مظاہر دیکھ چکی تھی اور جہان کے شہرون مین سے کوفہ اسلامی تحیکل تمدنی یا شیعون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ یہین سے فرقہ بندی سے کے نت نئے جھگڑے رہ رہ کر اٹھتے رہتے تھے۔ ظاہر ہے اس خطہ کو قابو مین رکھنے کے لیے ایک زبردست شخص کی ضرورت تھی جس کی سخت گیریون کی توہم سے مناقشت نہین ہوسکتی کیونکہ خیال جب حد سے گذر جاتا ہے تو مسئلہ بن جاتا ہے اور اس سے روے زیبا پر بدنمائی آجاتی ہے تاہم کامل بیس برس تک حجاج بن یوسف نے نہایت پُرامن طریقہ پر دونون عراقون پر حکمرانی کی۔ یہی حجاج بن یوسف کا نسبتی برادر یزید ابن مہلب تھا جس کو اُس نے خراسان کا حاکم مقرر کرادیا تھا چندے دونون شیر و شکر ہوکر رہے لیکن یزید کی روز افزون ہر دلعزیزی کی شہرت سن کر حجاج کے کان کھڑے ہوگئے اور اب اُس نے یزید کے خلاف خلیفہ عبدالملک کو متواتر جھوٹی اطلاعین پہنچانی شروع کین کہ یزید روز بروز زور پکڑتا جارہا ہے، درعنقریب اُسکی سرکردگی مین ایک بغاوت عظیم بپا ہونے والی ہے جس سے تخت خلافت کو ضرر پہنچ جانے کا احتمال ہے۔ رقابت بُری شے ہوتی ہے اور اسکی سرکار مین دروغ و افترا سب کی رسائی جائز سمجھی جاتی ہے۔ گو خلیفہ عبدالملک کچے کان کا نہ تھا خصوصاً یزید کی وقعت و توقیر اسکے دل مین کافی تھی کیونکہ وہ ایک ایسے اسلامی جنرل کا بیٹا تھا جس کا رتبہ خالد بن ولید کے بعد سمجھا جاتا ہے۔ مہلب وہ شخص تھا جس نے خارجیون کو تقریباً صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا تھا۔ اگر خال خال کہین بچ بھی گئے تھے تو اُن کا پہاڑیون پر رین بسیرا رہتا تھا۔ یزید بھی شجاعت و جنگجوئی مین اپنے باپ کا سپوت بیٹا تھا۔ دریادلی و سخاوت مزید برآن تھی۔ اسکی سیرچشمی کے قصے عرب نژاد باشندون مین گھر گھر مشہور ہورہے تھے۔ اس کا دربار چھوٹا موٹا دمشقی دربار بنا ہوا تھا۔ شعراء و موسیقی نواز و اہل حاجت کبھی خالی دامن واپس نہونے پاتے تھے۔ پہلے تو خلیفہ نے حجاج کی رپورٹون پر دھیان نہ دیا تاہم کتنا ہی انسان مستقل مزاج ہو جب ایک بات علی التواتر پیش کی جائے گی اثر کر ہی جاتی ہے۔ خاص کر حجاج کی بات جس نے عراق کو قابو مین رکھ کر اپنی انتظامی قابلیت کا سکہ بٹھا رکھا تھا۔ چنانچہ خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو یزید کے معزول کرنے اور اُسکی جگہ قتیبہ ابن مسلم کے تقرر کے احکام روانہ کردیے قتیبہ کا انتخاب بھی بُرا نہ تھا وہ بھی عبدالملکی ایوان کے ہفت بروج مین سے ایک ذی تمکین برج تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس وقت تک سلطنت کی مشنری کا فلائی دھیل اپنی مقررہ رفتار سے چلتا رہتا تھا اُس وقت تک دوسری موشن پلیان (یعنی حکیر دینے والے) بخوبی کام دیتی رہتی تھین۔ کام تو جب ہی بگڑ جاتا تھا جب مرکزی قوت نالائق یا ناکارہ ہوتی تھی۔ اس وقت گورنریون کی بولیان ہوا کرتی تھین جس کو فرمان صوبہ داری مل جاتا وہ اپنے قیام کو حباب آسا تصور کرکے اپنا ہی دامن پُر کرنے کی فکر مین پڑ جاتا تھا لیکن ایسی مثالین ہر اسلامی سلطنت کے ایام انحطاط مین پیدا ہوجاتی تھین۔ اقبال و عروج مین ایسی باتون کا عشر عشیر بھی نہ پایا جاتا تھا۔ ان ہی واقعات سے متمتع ہوکر مغربی مورخین

ہرزہ سرائیان کیا کرتے ہین جو التفات کے قابل نہین ہوتین یزید کی معزولی ۸۵ ہجری مین وقوع مین آئی تھی۔

اب کیا تھا مثل مشہور ہے "اُشتر اشتحنہ مرد ک تام" خلیفہ کی نگاہ پلٹنی تھی کہ غریب یزید کے آب وگل دشمن بن گئے۔ معزولی کے بعد حجاج نے یزید کو بندی خانہ مین ڈلوا دیا اور اپنی بی بی یعنی یزید کی بہن کا مطلق خیال نہ کرکے اُسکو طرح طرح کی اذیتین پہنچانا شروع کین چندے وہ نہایت صبرو استقلال سے برداشت کرتا رہا لیکن جب سختیان حد اعتدال سے متجاوز ہوگیئن تو مزید تکلیفون کی تاب نہ لاکر اپنے محافظون سے ساز باز کرکے ایک روز بندی خانہ سے چلتا ہوا۔ شب و روز ناقہ پر دھاوا مارتا ملک شام مین پہنچکر اپنے چچا وہاب ابن عبدالرحمٰن کے گھر مین پناہ گزین ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ خلیفہ عبدالملک اس عالم سے ملک جاودان کو سدھار چکا تھا اور اُسکی جگہ ولید حکمران تھا۔ خلیفہ ولید کے برادر خرد سلیمان کے حضور مین وہاب کی بڑی رسائی تھی۔ اس نے ایک روز سلیمان سے یزید و حجاج کا پورا قصہ کہہ سُنایا اور مستدعی ہوا کہ یزید کی بریت کے لیے وہ حامی کار ہی بھرے۔ چنانچہ سلیمان نے یزید ابن مہلب کو اپنے خرد سال بیٹے کے ہمراہ ولید کے حضور مین روانہ کیا بیٹے کو سمجھا دیا کہ اپنے چچا خلیفہ ولید کے سامنے جاکر اپنا سر جُھکا دینا اور کہنا کہ یزید کے عوض یہ سر حاضر ہے۔ یزید سراسر بے قصور ہے محض افترا پردازون اور معاندان خاندان مہلب کی ریشہ دوانیون کی بدولت یزید کی یہ نوبت پہنچی ورنہ اُسکے سر مین نہ بغاوت کا سودا تھا اور نہ مسلمانون کے خلیفہ کی اطاعت کیشی سے منحرف ہونے کی اُسکو جرأت ہوئی تھی۔ چنانچہ جس وقت سلیمان کے بیٹے نے ولید کے سامنے یہ گفتگو کی اُسکی معصومانہ تقریر پر اُسکا دل بھر آیا اور اُسکو یقین ہوگیا کہ حقیقتاً یزید بیگناہ ہے خلیفہ نے فوراً معافی دے کر دربار سے رخصت کیا۔

جس طور سے اس وقت ہر آزاد ملک مین اہاکین سلطنت کی دو پارٹیان قائم ہین ایسی ہی عربون مین بھی دو زبردست پارٹیان قائم ہوگئی تھین اور انکی ماتحت پارٹیان بھی بن گئی تھین اس زمانہ کی اور اُس زمانہ کی پارٹیون مین فرق امتیازی یہ کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ زمانہ مین اصول جہانبانی اور طریقۂ حکمرانی کی پالیسیو پر اُن کا دارومدار رہتا ہے اور اُس زمانہ کی پارٹیون مین نسلی اختلافات نا افزوا یہ رسا رہتا تھا۔ یہین یہ اختلافات نئی موضیری روپ بدل لیا تھا کہین قلبی و قیسری سوانگ مین نمودار ہوتا تھا۔ عرب ایک تو یون ہی خلقتاً عوض گیری کے لیے زمانۂ سلف سے مشہور چلے آرہے تھے ابتدا اسلامی تعلیم اخوۃ سے اثر کا شبیہ جب تک باقی رہا اُس وقت تک قلوب پر نسلی اختلافات کا بھوت سوار نہ ہوسکا تھا کچھ تو پیشوائے اُمت ہادی دین متین کے ایام طلائی سے بُعد کی وجہ سے اس جامع تکمیل تلقین کے اثرات قلوب پر عیوب سے محو ہوگئے تھے اس پر شعر و سخن کی دوبارہ طرح جو ڈالی گئی تو اس نے آگ پر تیل کا کام کیا شعرائے دربار خلافت اخطل و نظر نے از خیال رفتہ قصص کی ٹلیان یکجا کرکے طعن و تشنیع کی بنیاد پُرانی نیون پر رکھنی شروع کی چنانچہ اس زمانہ کی دونون پارٹیون کے اختلافات محض اصول ہی تک محدود نہین رہے بلکہ ذاتیات تک نوبت پہنچنے لگی اور رفتہ رفتہ دشمنی کی حد تک یہ اختلافات طول کھینچنے لگے۔ جب ایک پارٹی بر سر اقتدار ہوتی تھی تو اُسکے ارکان کو سب سے اول یہ فکر دامنگیر ہوتی تھی کہ مخالف پارٹی کے لوگون کو محض ذلیل و خوار ہی نہ کیا جائے بلکہ وہ اُنکے وجود ہی کو مٹا دینے کے درپے ہوجاتے تھے۔ ظاہر ہے ایسی کوشش مین سخت گیری ہی تک اکتفا نہین کی جاتی تھی بلکہ کشت و خون اور خفیہ طریق قتل و غارت کو دعوت دیتے تھے۔

انسانون کی ضمیر پہ سختی سے قابو نہین پایا جاتا اور کوئی تحریک زجر و توبیخ سے روکے نہین رکتی۔ ظاہر نظر آتا ہے کہ وہ آگ بجھ گئی ہے۔ حقیقت مین آگ بجھتی ہرگز نہین چنگاریون کی گرمی زائل یا سپید ہو جاتی ہے۔ خفیف سا جھونکا موافق ہوا کا آیا نہین کہ یہ چنگاریان پھر اُڑین۔ چنانچہ ہر جگہ خفیہ سوسائٹیان قائم رہتی تھین۔ در پردہ اُن کے ممبر ریشہ دوانیان کرتے رہتے تھے۔ جب کبھی کوئی لیڈر زبردست نکلیا ایک ہی وقت مین ہزارہا میل تک علم ہائے احتجاج بلند ہو جاتے تھے۔ جہان کہین مقابلہ کی نوبت آجاتی تھی وہان زیادتیان بھی ہو جایا کرتی تھین کیونکہ جنگ مین ہر قسم کی سختی ہر دور کے متمدن عہد مین بھی جائز تصور ہوتی ہے۔ جیون جیون زیادتیان بڑھتی تھین تیون تیون دلون مین گرہین بڑھتی ہی جاتی تھین اور یہی حقیر اختلافات بڑھتے بڑھتے ایک روز خلافت بنی اُمیہ کے خاتمہ کے باعث ہوے۔

خلیفہ ولید کے بعد اُسکا بھائی سلیمان مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ گویا یزید کے بھاگ جاگ اُٹھے۔ خراسان کی گورنری سے قتیبہ کو معزول کرکے اسکی جگہ یزید کو عطا ہوئی۔ خراسان والون نے اپنے ہردلعزیز لیڈر کا خیرمقدم نہایت گرمجوشی سے کیا۔ عربی قبائل کے ممبرون کی دلی تمنا بر آئی گویا مطلع امید سے ہلال عید کا ظہور ہوا جسوقت زمانہ یاوری کرتا ہے تو مٹی چھونے سے سونا بن جاتا ہے۔ آتے ہی قلعہ کرکان کو مسخر کرکے اپنی دھاک یزید نے پھر بٹھا دی۔ داد و دہش کا بازار گرم ہوا۔ ایک ایشیائی تاجدار کے مانند شعرا و ندما و علما و فقہا و موسیقی نواز سب کے لیے دربار مین اذن عام تھا۔ جو یزید سے مس ہو جاتا مالامال ہو جاتا۔ لیکن فلک کجرفتار سے یزید کا جاہ و حشم نہ دیکھا گیا اور اسکی ندیدی نگاہین اس پر ایسی پڑین کہ ایک بار اس کا خاتمہ ہی کرکے اُنھون نے چھوڑا۔ اس کا محسن سلیمان ملک جاودان کو سدھارا اور اُسکی جگہ فاروق ثانی عمر ابن عبدالعزیز نازش اسلام کا ورود بابرکت مسند خلافت پر ہوا۔ یہ انتخاب عین مطابق احکام شریعت مؤکدہ کے ہوا تھا۔ خلیفہ سلیمان نے جملہ اہل اسلام کی رائے لیکر عمر ابن عبدالعزیز کو جائز وارث تخت خلافت قرار دے کر اُنکو اپنا جانشین مقرر کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ اسوقت تمام عالم اسلامی مین عمر ابن عبدالعزیز سے بہتر و موزون تر شخص مسند خلافت کے لیے موجود نہ تھا۔ شان فاروقی انکے چہرہ سے عیان تھی۔ نہایت سادہ مزاج، وضع قطع مین متشرع، زہد و ورع مین یگانہ روزگار، صائم الدہر و قائم اللیل، عالم باعمل، فاضل باکمال، منتظم و مدبر بے بدل، قمری بیت اللہ کہلاتے تھے۔ مسند خلافت پر بیٹھتے ہی تمام نواہی و منکرات کو امر بالمعروف سے انھون نے مزین کر دکھایا۔ ایرانی و عجمی تکلّفات کو بالائے طاق رکھکر اسلام مین وہی پُرانی شان سادگی پیدا کرنے کے حامی و مؤید بنگئے۔ شعرا جو اپنی بھاٹگری سے خلفا کو شان خدائیت تک پہنچا کر اُن کو قہار و جبّار بنا دیتے تھے اُن کو اس دربار فاروقی سے بھاگتے ہی بن پڑا۔ بوقت تسلیم قلعہ کرکان کثیر مال غنیمت لشکر اسلام کے ہاتھ آیا تھا چنانچہ اُسکے پانچوین حصہ کو دربار خلافت کو روانہ کرنے کی اطلاع تو یزید ابن مہلب نے دیدی تھی لیکن ہنوز مال روانہ نہین کیا گیا تھا۔ بدین خیال کہ گئی گذری بات ہو گئی ہے اس لیے خوب چھکے پنجے اُڑا اُڑا لے تھے اور تا این دم اُسکی پرسش بھی نہ ہوئی تھی۔ لیکن جب عمر ابن عبدالعزیز کا دار و گیر کا وقت آیا تو ہر محکمہ کو باضابطہ بنانے کی کوشش شروع ہوئی، محاسبون کے کاغذات کی جانچ پڑتال کی گئی محافظ خانون کے کاغذات کی فائلین تیار کی جانے لگین اول تو یون ہی عمر ابن عبدالعزیز ایسے سخت گیر و سادگی پسند شخص کو یزید بن مہلب سا مسرف، خوش رو، آسان پسند اور ظاہری بناوٹ و کر و فر کا دلدادہ و شان و شوکت کا شیفتہ شخص کیسے پسند خاطر ہو سکتا تھا اسپر طرہ یہ ہوا کہ یزید کا وہ اطلاع نامہ کاغذات مین نکل آیا جس مین اُس نے کرکان کے مال غنیمت کو

پیشکش دربار خلافت کرنے کی اطلاع دی تھی۔ بیت المال و خزانہ عامرہ کے کاغذات جو دیکھے گئے تو اُن میں اُس رقم کی وصولیابی کسی جگہ نہ پائی گئی چنانچہ بعد تفتیش و تنقیح یزید کو تاکیدی احکامات اُس رقم کو ارسال کرنے کے روانہ کیے گئے۔ فرمان پاتے ہی یزید کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ روپیہ کا پتہ اب وہان کہان تھا سب ضیافتون انعام و اکرام اور شعر کے نذر ہوچکا تھا خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز نے روپیہ نہ پہنچنے پر یزید کو معزول کردیا اور دمشق میں حاضر ہونے کا حکم صادر کردیا۔ یزید کے برخاست ہوتے ہی مینی النسل حکام ایک ایک کرکے برطرف کردیے گئے اور انکی جگہ مضیریون نے لی یا یون کہو کہ قلبیون سے قیسی تبدیل ہوگئے۔ یزید سے جواب باصواب نہ پاکر خلیفہ نے یزید کو جیلخانہ میں قید کرادیا یزید ابن مہلب کے کیرکٹر کا اس وقت تک روشن رخ یہ رہا تھا کہ اُس نے کبھی اپنے دماغ کو خلیفۂ وقت سے باغی ہونے کے خیال سے پراگندہ ہونے نہیں دیا تھا چنانچہ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کے حکم قید کو بطیب خاطر منظور کرکے اس نے گردن تسلیم خم کردی اور جیلخانہ مین قیدیون کی طرح رہنے لگا۔ اسکو عمر ثانی کی انصاف پژوہی سے اپنی جان کا ذرہ برابر کھٹکا نہ تھا البتہ ولیعہد یزید ابن عبدالملک سے اسکو اسکا اندیشہ ضرور تھا کہ جب اسکا وقت آئے گا تو وہ اسکی جان کو ہرگز سلامت نہ چھوڑے گا۔ یزید ابن عبدالملک کی زوجہ منکوحہ حجاج بن یوسف کی برادرزادی تھی اور بی بی کی محبت کا تقاضا اس کا مقتضی ضرور تھا کہ وہ حجاج کی پارٹی کا بدلہ یزید بن مہلب سے برسراقتدار ہوکر لیتا۔ ان ایام مین مثل دیگر شخصی سلطنتون کے یہی بڑا قبیح پہلو نکل آیا تھا۔ ایسی حالت مین انسانی کیرکٹر کو کشادگی کا کافی موقع نہ ملنے کے باعث بہت سی روشن و درخشان طبیعتون کے آئینۂ باصفا مکدر ہوکر رذیل و وحشیانہ افعال کے ارتکاب پر نڈھال ہوجاتے تھے۔ خلیفہ وقت کے قلب مصفا کو پارٹی فیلنگ کے زنگ سے آلودہ نہ ہونا چاہیے تھا جیسا کہ فی زمانہ

رائج ہے اور با سوقت بھی اکثر سلاطین ان خوبیون سے آراستہ پائے گئے ہین تاہم اسکے دھبے ضرور اکثر سلاطین اسلام کے دامنون کو آلودکردیتے تھے۔ ولیعہد کا خوف یزید ابن مہلب پر مستولی تو تھا ہی سنہ ہجری مین خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز کو مرض ہلاک لاحق ہوا۔ یزید کو جب یقین کامل ہوگیا کہ اب اس مرض سے خلیفہ کو جانبری نہوگی تو اُس نے اپنی پرانی تدبیر سے رہائی حاصل کرنے کی خاطر عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کیے۔ جیل کے داروغہ کو ملایا پہرہ دارون اور پرتنداذون کی گودین زرو سیم سے بھردین۔ یمنی النسل باشندون کے ذریعہ سے اسل و رسائل کی سلسلہ جنبانی شروع کی اور ایک روز صبح نور کے تڑکے برقندازکا بھیس بدل کر جیلخانہ کے پھاٹک کے باہر ہوگیا۔ قریب ہی ایک صبارفتار سانڈنی کھنچی کھڑی تھی اُسپر سوار ہو یہ جا وہ جا بھاگ کر کوفہ مین پناہ لی۔ جب بصرہ کے گورنر عدی کو یزید کے پہنچنے کی خبر ملی تو اسکو اس واقعہ کے سُننے سے بڑی تشویش ہوئی کیونکہ یزید کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ اسکی سخاوتون کے تمام عربی قبائل زیربار رہ چکے تھے خاص کر یمنی النسل عرب لوگ تو گویا یزید ہی کا دم بھرتے تھے اور اسکی شجاعت و حاتم صفتی کے رطب اللسان تھے ایک ایسے شخص کا جیلخانہ سے چھوٹ کر کوفہ مین جو عرصہ سے پارٹیون کا گھر بن رہا تھا پہنچ جانا خالی از علت نہ تھا بلکہ آئندہ پیدا ہونیوالے خرخشات کا گویا پیش خیمہ تھا۔ عدی سے یزید ابن مہلب کو دلی کاوش تو پہلے سے تھی ہی کیونکہ عدی ہی وہ شخص تھا جس نے حجاج بن یوسف کے زمانہ مین یزید کے دست و بازو کس کر پابہ زنجیر حجاج کے پاس روانہ کیا تھا۔ اسکو اپنی جان کے لالے پڑگئے عوض گیری کی ہوا کو اُس وقت چل ہی رہی تھی وہ سمجھا کہ اب میرا وقت آگیا۔ یزید ابن مہلب کی معقول پسند طبیعت نے ایک نہایت مناسب شکل عدی کے سامنے پیش کی۔ یزید کی یہ

خاص صفت تھی کہ نازک سے نازک موقع پر بھی وہ اپنے سر کو پھرنے نہین دیتا تھا۔ اگر عدی کو ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ معاملہ بڑی خوبی سے طے پا جاتا اور وہ بدنما نتیجہ نہ نکلنے پاتا جس کا ظہور بعد کو ہوا۔

یزید نے رہا ہو کر پہلا کام یہ کیا تھا کہ ایک عریضہ خلیفہ عمر ابن عبد العزیز کی سرکار مین اس مضمون کا روانہ کیا جس کی عبارت یہ تھی "یہ ناچیز ہرگز اس فعل کا مرتکب نہوتا کیونکہ خلیفۂ وقت کے احکامات سے روتابی کرنا اس بندۂ ناچیز کا شعار کبھی نہین رہا البتہ چونکہ ولیعہد یزید ابن عبد الملک سے مجھکو اپنی جان کا خطرہ تھا اس لیے مین نے بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کی وہ بھی اُس وقت جب اس حقیر کو یقین کامل ہو گیا کہ حضور کو اس مرض مہلک سے جانبری نہو گی۔ اس وقت بھی خلافت سے مین منحرف نہین ہوا ہون اور نہ عاصی ہوا ہون" کوفہ پہنچکر اس نے عدی امیر بصرہ کے پاس اس مضمون کا ایک عریضہ روانہ کیا کہ وہ اسکے دونون بھائیون کو رہا کردے اور اسکو اس بات کی اجازت دیدے کہ کوفہ مین رہ کر وہ دربار خلافت سے اپنے قصورون کا معافی نامہ منگوالے۔ بنظر انصاف عدی کا فرض بحیثیت عامل ہونے کے یہی تھا جو اُس نے کیا یعنی یزید کو قید کرکے دمشق روانہ کرنے کی سعی و کوشش کرنا۔ تاہم جو طریقہ اس نے اختیار کیا اسکا نتیجہ برعکس نکلا۔ دور اندیشی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ یزید پر نگرانی قائم کرکے اُس وقت تک کا انتظار کرتا کہ دربار خلافت سے اُس کی عرضداشت کا کوئی جواب ہست نیست آجائے تب کارروائی شروع کرتا۔ لیکن کیا معلوم سچے واقعات کیا تھے اور کیسی شکل پیدا ہو گئی تھی۔ موجودہ زمانہ ریل و تار برقی مین جب بسمارک کے تار کے معنی غلط سمجھا کر ایک جنگ عظیم برپا ہو سکتی ہے تو اس وقت تو بُعد مسافت کا اثر ان واقعات پر پڑنا لازمی ولابدی تھا۔ غرضکہ قرعہ پھینک دیا گیا۔ یزید نے بصرہ پر لشکر کشی کردی۔ مقابلہ مین یمنی النسل قبائل نے عدی کے لشکر کو چھوڑ دیا اور یزید ابن مہلب سے جا ملے۔ اس نئے بگولے کی خاک محض کوفہ و بصرہ ہی کے جوار تک نہین محدود رہی بلکہ ایک ایسا طوفان اُٹھا کہ فارس، مکران، سندھ، واہواز تک اس کا گرد و غبار چھا گیا۔ ہزارہا جان فروش یزید ابن مہلب کے نشان کے نیچے مجتمع ہو گئے۔

اس جوار کی سرخیلی اپنے برادر حقیقی معاویہ کے سپرد کرکے یزید ابن مہلب نے شام کا رخ کیا۔ ممکن تھا اگر اس وقت عمر ابن عبد العزیز مسند خلافت پر ہوتے تو اُن کی سلجھی ہوئی طبیعت اس شعلہ کو مشتعل نہ ہونے دیتی۔ یزید بن عبد الملک سے اس کی توقع کہان تھی۔ دوسرے معاملہ طول کھینچ کر علانیہ بغاوت کے حدود کے اندر داخل ہو چکا تھا جسکو کوئی بھی خلیفہ ہرگز طرح دینا گوارا نہ کرتا چنانچہ خلیفہ یزید ابن عبد الملک نے فوراً ایک لشکر جرار بروز جمعہ تاریخ ۱۴ صفر ۱۰۲ھ ہجری مطابق ۲۴ اگست ۷۲۰ء عیسوی مسلمہ و عباس کے زیر کمان بغرض سرکوبی یزید ابن مہلب روانہ کیا۔ دونون لشکرون کا مقابلہ ہوا یزید ابن مہلب کو شکست ہوئی اور اس کے لشکری منتشر ہو گئے۔ جب اس کی خبر یزید کے بھائی معاویہ کو پہنچی تو وہ واسط چھوڑ کر بصرہ پہنچا اور وہان بھی جب پناہ نہ ملی تو سندھ کے ایک گاؤن کنندبیل مین بھاگ کر چھپ رہا۔ یزید ابن مہلب کے لشکری نہایت سفاکانہ طریق پر قتل کیے گئے جس کے اثر سے مورخون کا خیال ہے کہ خاندان بنی اُمیہ کا چراغ گل ہو گیا جو شدنی تھا وہ ہو کر رہا۔

عزیز آسیونی

داستانِ اُردو

گذشتہ سے پیوستہ

دوسرا دور مرہٹی یا دکھنی

یہان کی مختلف بھاکھا اور زبانون کے ذکر مین مہاراشٹری کا نام آچکا ہے۔ اِس بھاکھا کو اپنے صوبہ مہاراشٹر یعنی دکھن سے نسبت تھی ملک دکھن سلطان علاءالدین خلجی کے عہد اور ملک کافور کی حکمتون سے بارھوین صدی عیسوی مین ہاتھ آیا۔ اور جیسے وہان ایک نئی زبان (فارسی) اور ایک نئی معاشرت کا اثر پڑا تاریخ دکھن کی سیر آخر ان ہی نتایج تک پہنچاتی ہے جو شمال ہند مین ہمارے ربط و اتحاد کے سبب پیدا ہوتے رہے۔ ان ہی اثرات سے وہان بھی ایک انقلاب آیا اور مہاراشٹری بگڑ کر مرہٹی بنی[1] اور نئے تعلقات سے وہ آخر دکھنی کے موزون خطاب سے سرفراز ہوئی!

دکھنی یا اُردو

صاحبو آپ اپنی بھاشا کے اقتدار و افضلیت کا حال سُن چکے ہین اُردو اُس کی قائمقام تھی۔ اسلیے اُسکے سامنے بھی کسی اور زبان کے چراغ کا جلتے رہنا آسان نہ تھا۔ ہند و دکھن کے تعلقات جب بڑھے تو دکھنی اور اُردو بھی گلے ملین ہمایون کی فتح گجرات کے بعد اور سلطان بہادر کے زوال پر شمال و دکھن مین گہرا رشتہ قائم ہوا اور دونون جگہ کی زبانین ملنا اور چھٹنا شروع ہوئین۔ یہ چونکہ مزاجاً دونو تھین آخر ایک ہوئین اور جب اُردو کی سرسری کا وقت آیا تو اپنے پرانے اقتدار کے باعث ملک دکھن کو بھی اُس نے زیر اثر کرکے اِس دکھنی پر قبضہ کرلیا۔ اور یون شمشیر دو زبان بن بیٹھی!

[1] جو مرہٹی اِس وقت رائج ہے وہ پُرانی مرہٹی و دکھنی کی ایک غیر فصیح شکل تھی جسے اب آگے بڑھایا جارہا ہے ۱۲

دکھنی دربار

نقطون کے بعد جب دکھنی ریاستین بیجاپوری، نظام شاہی وغیرہ علحدہ خود مختار ہوئین تو ان کا نظامِ ملکت بھی شاہانِ ہند کے اثر سے آزاد رہ کر ملکی اثرات کو جلد جلد قبول کرتا رہا۔ یوبجی[2] و بھاگ متی[3] فاطمی مرہٹی رانیون اور گنگو برہمن[4] کے سبب شیرنک کی قوت و اقتدار سے نظامِ مملکت مین دو رتبے پیدا ہوئین ملکی زور اتنا بڑھا کہ دفتر تک کی زبان دیسی (دکھنی) ہوگئی۔ اور عادل شاہیون[5] اور نظام شاہیون[6] کے وقت مین گو مؤرخ محمد قاسم فرشتہ اپنا زور لگاتے رہے مگر ملکی زبان روز بروز بڑھتی ہی اور عام ہوتی ہی چلی گئی۔ اور خیالات و جذبات کا ظہور بھی آخر ہی دکھنی مین ہونے لگا!

دکھنی اُردو کی شمالی اُردو پر افضلیت

اُردو کی ہزار سالہ تاریخ اب آپکے پیشِ نظر ہے اور اسکے ملاحظہ کے بعد خیال جاتا ہوگا کہ جس زبان کو بابر نے منھ لگایا اور جو شاہجہان کی چہیتی کہلائی اور تا جو دارِ دلی کے لال قلعہ مین نطع ہوا ہوگا۔ ہونا تو یہی چاہیے تھا۔ مگر ایسا ہوا نہین! بلکہ اس کے برخلاف اس کا جامہ دکھن اور وہان کے ہندولی گھر مین تیار ہوا!

[2] یوبجی سکندر راؤ مرہٹہ کی بہن اور یوسف عادل شاہ کی منکوحہ تھی اس نے دکھن کے پولٹیکل تھیٹر مین بڑے پارٹ لیے ہین [3] بھاگ متی سلطان محمد قلی کی وہ معشوقہ ہے جس کے نام پر بھاگ نگر آباد ہوا جو بعد کو حیدرآباد دکھن بنا [4] گنگو مرہٹی برہمن تھا اور یہ پہلا شخص ہے جو فارسی پڑھکر بہمنی سلطنت کا شیر بنا [5] ابراہیم عادل شاہ کے وقت مین دفتر مرہٹی یا دکھنی ہوگیا اور یوسف عادل شاہ کے زمانہ مین تو ایک قسم کی سلف گورنمنٹ قائم ہوگئی تھی۔ [6] نظام احمد شاہ ۱۵۱۰ء بہمن تھا بہمنی خاندان کا وزیر ہوکے شاہ ہوا اور بعد کو گکر بحری ہوگیا۔ اسمٰعیل

کیا سچ کہا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے! ان اطراف میں ایک عرصہ تک فارسی عام اور حاکم و محکوم دونوں کے قلم کی زبان بنی رہی اسوجہ سے اظہار مطالب کے لیے کسی اور آلہ کی عرصہ تک ضرورت پیدا نہوئی برخلاف اسکے دکھن تھا جہاں عوام کی طرح سرکاری دفتر تک کی زبان ملکی ہو چکی تھی جذبات خیالات عرصہ تک خفت کرا نہیں سکتے وہ راہ ڈھونڈھتے اور کسی نہ کسی شکل میں نکلنا چاہتے ہیں۔ وہاں (دکھن) فارسی مٹ چکی اور ملکی زبان (دکھنی) اسکی جگہ لے چکی تھی۔ اظہار جذبات کی ضرورت جسوقت عام اور ناگزیر ہوئی۔ اسی نئے آلہ (دکھنی اردو) سے وہ ضرورت پوری کی گئی۔ اور اسطرح اس ایجاد نے جنوب کو شمال پر فوقیت دیکر فضلیت کا تاج دکھن اور دکھنی کے سر پر رکھ دیا!

اردو کا پہلا جامہ

صاحبو! دکن کی یہ ریاستیں (بیجاپوری نظام شاہی وغیرہ) ہند سے علٰحدگی و خود مختاری کے بعد اپنی وضع و آئین میں کسی کی پابند رہی تھیں اور جبکہ یوسف عادل شاہ نے مملکت بیجاپور قائم کی تو اپنی مذہب کے مطابق خطبہ میں آئمہ اہلبیت کے مقدس ناموں کو بھی شریک کیا اور انھیں پاک حضرات کے توسل کو اپنا ذریعۂ نجات سمجھتا رہا جب سے اس سلطنت اور پھر نظام شاہیوں اور بعد کو قطب شاہیوں[سلہ] میں مجالس میلاد و مجالس عزا کا دستور ہو گیا!

ان مجالس میں عموماً عربی ملکی زبان اور فارسی شعرا کا کلام اور خصوصاً محتشم کے بند و مراثی پڑھے جاتے تھے۔ مگر اب وہ دونوں زبانیں متروک ہو چکی تھیں اور دکھن اپنی زبان کا مشتاق تھا۔ یہ ضرورت پوری ہوئی اور بہت جلد اس نئی زبان (دکھنی) کے مرثیہ گویوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا جس کا سالار و سرتاج شجاع الدین[سٹہ] نوری نکلا۔

صاحبو! یہ وہی نوری ہے جس نے آپ کی زبان کو روشن و منور کیا اور یہی وہ پہلا خیاط ہے جس نے وہ جامہ قطع کیا جو آپ کی اردو کے قد موزوں پر درست و چست نظر آیا اور اس سے ہم کہ سکتے ہیں کہ اردو کی بنا اخلاق[سعہ] پر ہے اور اس (اردو کی زبان) پھوٹتی ہے تو اس ذکر میں جس ذکر نے عالم میں ایک صحیح و سادہ اخلاق پھیلایا اور ہمیشہ پھیلاتا رہیگا! صاحبو موجودہ زبانوں میں سوا اردو کے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں کہ اسکے نظم و نثر کی بنیاد کسی اخلاق پر رکھی گئی ہو نظم کا حال تو معلوم ہو چکا اب نثر کا قصہ آگے آتا ہے!

ابراہیم عادل شاہ کے وقت تک یہ ذکر عام ہو چکا تھا اور ظہوری نے جہاں اس (ابراہیم) کی نورس پر ایک جید تقریظ و نثر لکھی وہاں ضرورت سے مجبور ہو کر مرثیہ کہنے بھی بیٹھ گیا اور پھر اس رواج نے اتنا زور پکڑا کہ ہاشم علی برہان پوری نے تو اس کے لیے اپنے کو وقف ہی کر دیا یہ شخص آپ کی اردو نظم بلکہ اخلاقی نظم کا وہ دوسرا لائق تجدید بانی ہے جس کی محنت شکر ہے کہ رائگان نہیں گئی اور اڈنبرا (اسکوٹ لینڈ) یونیورسٹی کی مشہور لائبریری میں اُس کے کلام (مراثی) کا ایک اچھا حصہ ابتک موجود و محفوظ ہے!

صاحبو۔ پرانی تحقیقات کے بموجب چونکہ دلی نظم اردو کا باوا آدم

سلہ گولکنڈہ میں ابراہیم قطب شاہ کا لنگر خانہ و ماتم بارہ عرصہ تک مشہور رہا سعہ اس عزا و غم کا چرچا اس نرم دل اقلیم میں علجیدن لی و تغلقوں ہی کے وقت سے ہے اور ایرانیوں اور تورانیوں کے ساتھ ہندیوں نے ملکر اس ذکر کو کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ قائم اور اپنی ملکی شگفتہ زبانوں میں اس نوحہ و ماتم کو جاری رکھا جس کے آثار ابتک باقی ہیں عادل شاہی اسکے موجد نہیں انھوں نے اس پرانی رسم کو باضابطہ کر کے تازہ کر دیا۔ اور بس!۱۲

سٹہ شجاع الدین احمد آبادی نہیں بلکہ اصل بیجاپوری تھا۔ مرزا جان (اکبری) جو کہ خود ایک بڑا شاعر و ادیب تھا نوری کی قدر کرنے لگا اور جب اکبر کے حکم سے وہ گجرات کی طرف گیا تو نوری بھی ساتھ تھا اور احمد آباد میں عرصہ تک رہا (دیکھو تاریخ فتح گجرات از ملا امیر کابلی قلمی) انسائیکلوپیڈیا میں نوری کو ہمعصر فیضی لکھا ہے یہ صحیح ہے مگر اُن کا احمد آبادی ہونا غلط ہے تاہم و کمال نے بھی اپنے تذکروں میں اسے یاد کیا۔ ۲ بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۷۵) پر ملاحظہ ہو

تسلیم کر لیا گیا ہو اس لیے یہ بھی یقین کر لیا گیا ہو کہ غزلون سے اس زبان کی ابتدا ہوئی اور پھر سمجھ لیا گیا کہ محض گل و بلبل سے اس کی آشنائی رہی اور اس وجہ سے ہماری اُردو کا دائرہ تنگ نظرون مین ہمیشہ تنگ ہی نظر آیا۔ تلاش و تحقیقات کے در وازے بند نہین ہین اور آپ نے ذرا توجہ کی تو اسرار اس زبان کے اور بہت سے راز آپ پر کھول دے گی اور اسوقت آپ کو بھی اُردو کی قدامت و سعادت و وسعت و ہمہ گیری معلوم ہو سکے گی !!

دکھنی شاعری اور اُس کا زوال

نوری و ہاشم کے بعد دکھن مین دکھنی اور مرثیہ گوئی نے اور ترقی کی۔ رام راؤ اور سیوا نے بعد کو نام نکالا اور پھر کاظم علی نے مرثیہ گوئی کے ساتھ ساتھ پھر شاہنامہ کا خلاصہ بھی نظم مین کیا پھر تو ادب و انشا کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴) اور گارسن دی تاسی نے تاریخ میں بھی اسے بھولا نہین ہو مگر اس کا کلام کسی نے نقل نہین کیا ہے سواے اُردو کے کہ نئی زبان کی بنیاد اخلاق پر ہمین پڑی اور جملہ موجودہ زبانون پر اُس سے اسکی فضیلت ظاہر ہوتی ہو ہاشم علی برہان پوری تھا اور اس کی نشو و نما نظام شاہیون اور عادل شاہیون کے وقت مین ہوئی اور یہ زمانہ جہانگیر کا ہو اس نے زیادہ تر مرثیے ہی لکھے اور اُسی مین نام نکالا۔ ایک قطعہ مرثیہ اُس کا ملاحظہ ہو۔

مرثیہ

کوئی نہ تھا بیگانہ از بند و خطا	ظلم تھا سب خویش و سب اقوام کا
ختم ہے یو امتحان و یو بلا	ختم ہی جو حق سیتی پیغام کا
تھا بلا و شفیع المذنبین	ظلم بیحد در جہان اتمام کا
زخم اکا مرتضیٰ کے سر اوپر	گر پڑا چون آفتاب اس بام کا
زہر دے لائے حسن کون کرسین	سبز تھا وہ چہرہ گلفام کا
کربلا مین تھا حسین ابن علی ۱۲	آج لگ ہے تکا غین ایام کا

(دیکھو مراثی ہاشم علی لندن برٹش میوزیم لائبریری)

سلہ رام راؤ قطب شاہی ہندو امیر ہی جس نے راماین کا خلاصہ دکھنی نظم مین کیا۔ اس نے مرثیے بھی کہے (تذکرہ قاسم) سکلہ سیوا۔ ایک مشہور دکھنی مرثیہ گو ہو اور اُس نے روضۃ الشہدا فارسی مین سنہ ۱۰۹۸ھ مین عہد

شوق اتنا بڑھا کہ دلی لکھنؤ کی طرح گھر گھر شاعر پیدا ہونے لگے خود دکنی شاہون نے دکھنی کو سرفراز کیا اور سلطان قطب شاہ (ہمعصر شاہجہان) نے اس مین غزلین تک کہین اور اخیر مین ابو الحسن تانا شاہ نے قید خانہ مین بیٹھ کر اپنے جذبات ظلم ہی کے پیرائے مین نکالے۔

آل تیمور نے دانستہ دکھنی پر مدت سے تھے۔ اکبر نے ادھر مہم بھیجی عالمگیر نے دکھنی قانون اسلام رفاری (ایک کتاب) جو اس کی مشہور ہو۔ تذکرۂ تاسی۔ سکلہ کاظم علی نوری و ہاشم کے بعد مرثیہ گوئی مین یہ بھی شہرہ آفاق ہوا اس کے ایک مرثیہ کے چند شعر یہ ہین ؎

ای ما بکاران دین کا چھوڑ کر آیا دما لے آ	دو ہی کی آل کون دیکھ آنا کہان ہوا
رکھنا اماز مین کے تین کل پنج آپ تان	طفلان پیارے کے گلہ ظلم من لانا کہان تھا
جن کو تھا تبے تھے نبی دوش مبارک پر مدام	نیزہ پر انکے سر کے تیئن رکھکر پھرانا کہان ہوا
وہ اصغر معصوم کون حضرت حسین کے ہاتھ پر	پیکان لگا کر ان کو شربت پلانا کہان ہوا

کاظم کے مراثی بھی لندن یونیورسٹی کی لائبریری مین موجود و محفوظ ہین یہ اشعار وہین سے نقل کیے گئے کاظم کی جنگ مہابھارت اور الفتوی کا انگریزی مین بھی مستر اینٹ کسن نے ترجمہ کیا (دیکھو تاسی) سکلہ دکھنی اُردو کے شعرا بے حساب ہین مگر یہ بہت مشہور ہوا ابجدی حسینی دیوان اسکی زبان اسوقت کی شاہجہانی اُردو سے بہت ملتی ہوئی تھی (تاسی) فتح علی صاحب تذکرہ فتح علی شاہ افضل دکھنی افضل الدین خان قصہ مثنوی لطف الکلام و رامائین صاحب بکاؤلی من و طوطی نامہ تصنیف سلطان عبد اللہ قطب شاہ عہد شاہجہان کے نام پر معنون ہوئی قطب شاہ دکھنی صاحب مثنوی رسول اکرم یہ سنہ (زمانہ جہانگیر) مین تصنیف ہوئی ہے ویدار صاحب مثنوی در حالات امام معصوم اگر بچہ ہو مثنوی شمشاد بانو دختر زونگ سکلہ سلطان قطب شاہ والی حیدر آباد (سنہ عہد اکبر) صاحب دیوان تھا اس کا دیوان کتبخانہ ٹیپو سلطان مین موجود تھا (تاسی) سکلہ تانا شاہ کا ایک شعر دکھنی مین ایک شعر مشہور چلا آتا ہی جو اُس نے قید خانہ مین کہا ؎

کس دکھون جاؤن کہان مجھ دل پہ کھل کھجر غم کی سل
اس بات سے ہونگے سجح یاران لاہی بارہ باٹ ہو

(یعنی اپنی حالت آخر کہین تو کس سے کوئی سننے والا نہین اور پھر غم کی سل چھاتی پر اور دل ڈھیلے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ان مین مارا مارا پھرتا ہی)

دیکھو تذکرۂ گلشن ہند از لطف ۱۲

اور پھر خود چڑھا جہانگیر و شاہجہان کے عہد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور عالمگیر نے اِس پُرانے ارادہ کو تکمیل تک پہنچایا۔ ابوالحسن (تانا شاہ) کے ساتھ ہی ملکِ دکھن کا عروج بھی جاتا رہا اور سلطنت گردی و زبان گردی ساتھ ساتھ ہوگئی۔ دکھنی شعرا جن کی سلطنت کے دسترخوان پر جگہ تھی بھوکھون مرنے لگے اور آخر بتر بتر ہوگئے۔ بعض اُن میں کے دلی پہنچے اور بعضون نے بنگالہ کی راہ اختیار کی اور مرشدآباد پہنچکر مسندِ نظامت سے جا لگے!!

اُردو اپنے گھر مین

حق کہا ہے ابن مریم نے کہ پیغمبر ذلیل نہین ہوتا مگر اپنے گھر مین ایسی حال اِس اُردو کا دلی مین ہوا۔ ایک عرصہ سے روزمرہ تو یہی تھا مگر وقت پر وہ لاوارث بچہ کی طرح پس پشت ڈال دی جاتی اور کوئی منھ نہین لگاتا۔ عالمگیر کے بعد مدت تک یہی بے تعلقی رہی مگر خدا بھلا کرے دکھنیون اور بخصوص دکھنی شہزادون کا کہ جب انھین بہادر شاہ کے دربار مین جگہ ملی اور شہر مین پہنچے تو اُن کی بدولت یہان اُردو کے بخت کھل جانے کے۔ دکھنی اپنا ادب ساتھ لائے تھے دلی والے اپنے بچہ کو غیرون کی گود مین اس طرح دیکھکر شرمائے اور پھر متوجہ ہوے تو حق پدری ادا کرنے لگے اور مرزا عبدالقادر بیدل اور میر جعفر زٹل (جنھون نے دکھن کی ہوا بھی کھائی تھی)۔ اور اعظم و معظم کے متوسلین میں سے تھے پُرانی صحبت سے دو قدم آگے بڑھے اور اِس طفل سے مخاطب ہوے! لیکن اب تک جو کچھ ہوا وہ فقط وقت گذاری اور دل بہلاوا تھا اور یہ شرف محمد شاہ ہی کے لیے اُٹھا رکھا گیا تھا کہ یہ نونہال اُسی کے زیر سایہ پلے اور شاہجہان کی یادگارون مین پھولے اور پھلے!!

طفلِ اُردو کا مکتب

بہادر شاہ کے وقت تک اُردو کا ریختہ پختہ نہوا تھا مگر جبکہ بیدل نے ادھر دل دیا تو وہ اُمرا جو اُن کی شاگردی کا دم بھرتے تھے۔

سلہ سکندر عادل شاہ بیجاپوری و قطب شاہ گولکنڈہ کو بہادر شاہ نے اپنون کی طرح رکھا اور ان کے وجود سے دلی پر بہت اثر پڑا۔ امرا و متوسلین دکھن بھی ان سلطانون کے ساتھ آئے اور دلی مین ان کی ایک چھوٹی سی بستی ہی الگ بس گئی۔ اُردو مین بہت سے الفاظ دکھن دکھنیون کے ذریعہ سے آئے وہان یہ قوم بس چکی تھی اور دکھنی اُن کی لفظین قبول کر چکے تھے سلہ بعض تذکرون مین زٹل کو زٹل کر اڑا دیا گیا ہے۔ مگر یہ ان کی کم بینی ہے اُردو کو صرف غزلون کے اندر محدود سمجھنا نادانی ہے زبان کی وسعت تو کچھ اور چاہ رہی ہے اور یہان ابتک غزلون ہی کے کوچے مین پھیرے لگائے جاتے ہین! بہرکیف میر جعفر ہی ہین جنھون نے ان اطراف مین زبان کو وسعت دی۔ اُردو نظم مین شاہنامہ کا خلاصہ کیا اور متعدد قطعات کہے۔ عالمگیر کا اُردو مین بھی ایک مرثیہ کہا اپنے شہر آشوب مین اُس وقت کی حالت اور بھائیون (اعظم و معظم بہادر شاہ) کی جنگ کا نقشہ کھینچا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہون۔ عالمگیر کو یاد کرکے کہتے ہین ؎

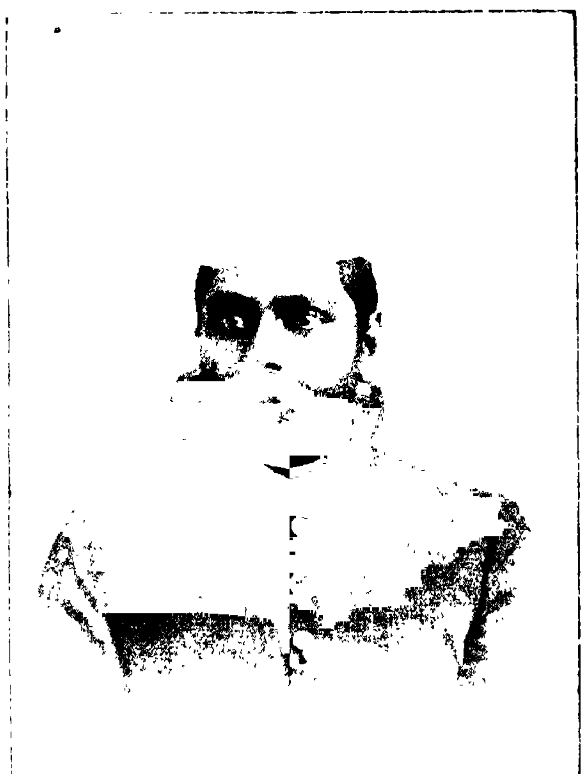
کہان پایئے اب ایسا شاہنشاہ ۔۔۔ مکمل اکمل و کامل دل آگاہ
رات کی آنکھون جگ رہا ہے ۔۔۔ نہ میٹھی نیند کوئی سوتا ہے
فلک رقاص بازی آنچنان کرد ۔۔۔ کہ ہر کس ز خلق نقل مکان کرد
دواد ہر طرف بھاجڑ پڑی ہے ۔۔۔ جدھر دیکھو ادھر بھاگڑ پڑی ہے
ازان سو اعظم وزین سو معظم ۔۔۔ زمین کے واسطے لڑتے ہین باہم
بیا جعفر زبان را مختصر کن ۔۔۔ ز دو رنجلف در دل حذر کن

اُنھون نے فرخ سیر کی تخت نشینی پر ایک تمسخرانہ قطعہ لکھا اور سخت معتوب ہوے۔ سنہ ۱۱۲۵ھ تک جیتے تھے (دیکھو اڈنبرا یونیورسٹی مین زٹل کا سرمایہ)

سلہ مرزا عبدالقادر بیدل وہ صاحب کمال ہین جن کی نظیر دنیا مین جلد نہین ملتی یہ محمد اعظم شاہ کے ساتھ مدتون دکھن مین بھی رہے اور اُس وقت کے کل امرا اُن کا ادب و لحاظ کرتے تھے اور اُنکی شاگردی کا دم بھرتے تھے آخر مین نظام الملک آصف جاہ کے سے امیر نے بکمال خلوص انھین دکھن طلب کیا مگر یہ شعر جواب مین عرض کر بھیجا اور خود نہین گئے ؎

دنیا اگر دہند نہ جنبم ز جائے خویش ۔۔۔ من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش

امیرالامرا سید حسین علی خان کے ساتھ اُنکے ربط و ضبط کی حکایتین مشہور عام ہین اُن کے کمال پر نظر کرکے نوابانِ (بقیہ حاشیہ (۱۷۷) پر ملاحظہ ہو)



جناب راے مرلی دھر صاحب

صدر المهام پیشی و صرف خاص حیدرآباد (دکن)

حال میں بتقریب سالگرہ مبارک بارگاہ خسروی سے آپ کو خطاب

"فتح نواز ونت بہادر" عطا فرمایا گیا ہے

اور انھین بزرگ مانتے تھے اس زبان کو بھی اپنی محفل و مجلس مین جگہ دیکر حق شاگردی ادا کرنے لگے! بیخبر جو چاہین کہین مگر اُردو، بادشاہوں مہاراجون اور بڑے امراء کی گود مین پل کر جوان ہوئی اور قلعوں اور محلون کی ہوا لگکر نکھری ہی اور آج بھی انھین شاہی متوسلین اور پُرانے گھرون کے سوا اس کا صحیح ٹھکانا کہین اور نہین مل سکتا۔

صاحبو! یہ دلی کے امراء ہی تھے کہ جنھون نے اِس چونچال بچہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنی توجہ کا شیر پلا پلا کر اُسے پال نکالا ان ہی امراء دین سے فرخ سیر کے زمانہ مین ایک امیر با تدبیر تھا جسے تاریخی زبان عمدۃ الملک[۱] اور عوام محمد امیر خان کہتی اور انجمن شعرا انجام کے لقب سے یاد کرتی ہے یہ نواب بھی بیدل ہی کا دلدادہ و مقلد تھا اور جس وقت اُستاد اُردو کی طرف مخاطب ہوا تو مؤدب شاگرد بھی ہمہ تن اُدھر متوجہ ہو گیا! ان کی اس توجہ و خیال سے اس زبان کا وہ آوازہ بلند ہوا کہ ساری دلی گونج اُٹھی اور پھر گھر گھر سے اسی کی صدا آنے لگی!

نواب عمدۃ الملک جیسا کہ پرانے تذکرے اور تاریخین شاہد ہین نہ صرف عربی و فارسی کا ماہر و اُستاد تھا بلکہ اصلی سنسکرت بھاشا دانی کا بھی زمانہ قائل تھا ان کے دو ہے اور کبت عرصہ تک دلی کے گلی کوچون مین پڑھے اور گائے جاتے رہے اُردو کیطرف توجہ کی تو نہ صرف خود شاعر بنے بلکہ دنیا کو شاعر بنا چھوڑا۔ اور عالمانہ شوقون کیساتھ نواب نے اس زبان کی ترقی کے لیے اپنی نگرانی مین ایک انجمن بھی قائم کی جسمین وقت کے فضلا و زبان دان شریک ہوتے الفاظ و محاورات پر بحث ہوتی اور بڑے بڑے رگڑے جھگڑے ہوتے اور چھان بین کے بعد اس انجمن کے دفتر مین وہ تحقیق شدہ الفاظ و محاورات درج ہوتے اور پھر سارے ہند مین اُسکی نقل بھیجدی جاتی اور دیگر امراء اسی امیر کی تقلید کو فخر جانتے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۷۶) ایک مرتبہ تین لاکھ روپیہ اُن کے گھر بھجوایا لیکن قناعت کے گھر مین اسکی گنجائش نہ دیکھ کر بصد شکریہ واپس کر دیا ان طرائف باکمالون مین مرزا وہ پہلے ذی کمال ہین جنھون نے اُردو کیطرف بھی توجہ کی اور اسے دکھن اور زمانہ کا اثر کہنا چاہیے فرماتے ہین ؎

مت پوچھ دلکی باتین اب دل کہان ہی ہم مین | اس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہی ہم مین
جب دل کے آستان پر عشق آن کر پکارا | پردے سے یار بولا بیدل کہان ہی ہم مین

مرزا نے ۱۱۳۳ھ مین قضا کی۔

[۱] عمدۃ الملک کی یہ دو غزلین شاہد ہین کہ وہ عہد زبان دان ہی اور کسی کا مقلد کیا سب اُسی کے شاگرد و زلہ خوار ہین ؎

کیون ملایا بھیڑ مین مجھسے یہ نادانی ہوئی | دختر رز بزم مین آ، شرم سے پانی ہوئی
گل محیط عشق کے صحرا تین پائی تھی نجات | کشتی دل جلی کچھ آج طوفانی ہوئی
ہر پری تمثال جون آئینہ تکتا تھا عزیز | ٹوٹتے ہی دل کے مجھکو سخت حیرانی ہوئی
نعش میری دیکھ کے مقتل مین یون کہنے لگے | کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہے پہچانی ہوئی

کیا کہون انجام مین اس عشق کے آغاز کو
در ستمگارون کی محبت دشمن جانی ہوئی

دوم

ملک تو رخصت دے کہ ہولین رخصت اے صیاد ہم | مدتون اس باغ کے سایہ مین تھے آباد ہم
منہ ترکتے ہین سب اقلیم حسن و عشق کے | تو ہی بتلادے کرین کس سے تری فریاد ہم
دل تو ہی داغ غلامی سے تری طاؤس دار | سامنے قمری کے گو ہین سر سان آزاد ہم
اب کسی نے دل جلایا مہربانی سے تو کیا | عمر مانند شرر جب کر چلے برباد ہم

ساتھ اپنے سر کے تھا انجام پاس تمکنت
شکر ہے تڑپے نہ زیر خنجر فولاد ہم

افسوس کہ عمد شاہ کے ہاتھ سے نواب کا انجام بخیر نہوا کہتے ہین کہ شاہی اشارہ سے دیوان خاص مین ۱۱۵۹ھ مین شہید کیے گئے اُنکے گھر کی ضبطی ہوئی اور دیگر اثاث البیت کے ساتھ اُن کا نادر کتب خانہ بھی برباد ہوا اور یون اُنکا کلام بھی تلف ہو گیا۔

[۲] ذرا زبان کو دیکھنا۔ یہ دو سو برس کی اُردو ہے۔ میان ولی کیا کسی ولی نے یہ زبان کی کرامات نہین دکھائی۔

اسی دفتر دا انجمن مین حاتم و ضاحک بھی تھے جن کی زباندانی کے آخر تک نبڑھے!

صاحبو! اسی دفتر دا انجمن کو یاد کر کے میر انیس "اُردو کو اپنے گھر کی زبان کہتے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ ورنہ دلی جب بھی اور انیس کے وقت مین بھی زباندانون سے خالی نہ تھی مگر یہ اُن اس اسکول کا تعلیم یافتہ نہ تھا اور جب دلی کے بعد فیض آباد مین سالار جنگیون کے شوق نے اِس دفتر کو پھر قائم کیا تو ضاحک و میر حسن کو اُس سے خاص تعلق رہا اور یہی سبب ہی کہ حسن کے گھر کے سوا اس زبان کا حسن کہین اور اس طرح جلوہ نہ دے سکا۔

اسی عمدۃ الملکی انجمن کا یہ اثر و آوازہ تھا کہ دلدادگان مذاق و شیفتگان شاعری دور دور سے اسطرف کھنچ آئے اور آخر میان ولی بھی دکھن سے اپنا دیوان بغل مین دبائے کھوٹے کھرے کی شناخت کے لیے اسی ٹکسال گھر سے آ لگے! صاحبو! اس انجمن کا وزن و اعتبار روز بروز بڑھتا چلا اور آخر سلطنت نے بھی اس کا سکہ مانا اور محمد شاہ نے ان ہی محمد امیر خان کو عمدۃ الملک و را اپنا نائب بنا کر اس اُردو کے چلن کو عام گردانا!

شاہ عالم اور اُردو

دلی کے اُجڑنے اور لٹنے پر اُردو بھی لٹی۔ مگر یہ بڑی سخت جان نکلی قلعہ ابھی خالی نہوا تھا اور یہ قلعہ والی سر جھکائے وہان بیٹھی رہی اپنی حیثیت کے ساتھ شاہ عالم نے اُسے بھی سنبھالا اور بزرگون کی اس نشانی کو سینہ سے لگایا۔ بادشاہ شاعر اور اس زمین کا آفتاب تھا ذرے دامن دولت سے لپٹے اور پھر چمکنے لگے ملکی زبان بڑھنے اور رعایا دعا دینے لگی جب سے تخت اور اس کی کرسی ساتھ سجتی اور آخر وہان بدبخت بہادر شاہ اور یہان (لکھنؤ) بدنصیب اختر شاہ تک تخت و کرسی کا یہ جوڑ برابر قائم رہا!

١ه حاتم کا نواب کے یہان تعلق تو مشہور ہی مگر ضاحک کے تعلق کو بہت کم لوگ جانتے ہین یہ روایت سینہ بہ سینہ اور اپنے بزرگون سے ہم تک پہنچی ہی۔ ضاحک سنہ ۱۱۰۰ ھ مین پیدا ہوے اور سنہ ۱۱۹۰ ھ مین مرے (دیکھو تاریخ) اور اس حساب سے وہ محمد شاہ کے عہد مین جوان کیسے ادھیڑ تھے اور عمدۃ الملک کی سرکار مین رہکر پورے زباندان بنے جب نواب کا کارخانہ بگڑا تو سالار جنگیون اور صفدر جنگیون نے اُسے سمیٹا اور دونون فیض آباد مین یہ زباندانی کا اسکول قائم رہا ضاحک اور میر حسن اور خلیق تک کو ان سرکارون سے واسطہ رہا۔ انیس کی عمر کا ایک اچھا حصہ ان ہی محل مین (جو زبان کا ٹکسال گھر تھا) گذرا اور اُس سے اُنکی تیغ زبان مین وہ جوہر نکھرا ہوے جو انہے گھرانون کے سوا اور کہین دکھائی نہین دیسکتے!!

٢ه ولی سنہ جلوس محمد شاہی مین دلی آئے یعنی جبکہ بیدل مرچکے اور زباندانی و شاعری کا چرچہ عام ہوچکا تھا عمدۃ الملک (شاگرد بیدل) بھی شوق سے اپنی زباندانی و شاعری کا سکہ جما چکے تھے۔ پھر دلی ہی کو اُردو کا باوا آدم کہنا اور دکھنی اُردو کو ٹکسالی اُردو کے بالمقابل سمجھنا کسقدر حبکم فہمی و کم علمی کی نشانی ہی! انجام ولی کی زبان شاعری ہی کو ملا کر دیکھو تو صاف نظر آتا ہے کہ کبھی ولی کو ان پر ترجیح نہین دیسکتا۔ ولی کے ایک ہمعصر میان حیدری مرثیہ گو بھی ہین اور یہ عجب خالی نہین کہ اُن کا روزمرہ بھی ولی سے کہین بہتر ہو۔

٣ه شاہ عالم کا تخلص آفتاب تھا غزلون کے چار دیوان بادشاہ نے چھوڑے! غلام قادر کو رنمک نقد نظر بھی لوٹ چکا تو بادشاہ نے عجب دردناک مرثیہ کہا کہتے کہتے ہین سہ

چہ حادثہ برخاست پے خواری ما | داد برباد سر و برگ جہانداری ما
چشم من کند و شد از جور فلک بہتر شد | کہ نہ بینم کہ کند غیر جہانداری ما
داد افغان بچہ شوکت شاہی برباد | کیست جز ذات خدا کہ کند یاری ما
شیر دادیم بہ افعی بچہ پرورد یم | عاقبت گشت بہ جو رپے خواری ما
گل محمد کہ زمرد ان بشرارت کم نیست | چہ قدر کرد و کالت بہ گرفتاری ما
ہم الہ یار و سلیمان و بدل بیگ لعین | ہر سہ بستند کمر بہر دل آزاری ما
ادھو جی سیندھیا فرزند جگر بند من | ہست مصروف تلافی ستمگاری ما
آصف الدولہ و انگریز کہ دلسوز من اند | چہ عجب گر بنمایند مددگاری ما

٤ه واجد علی شاہ اختر کو داقعت دنیا تو عجب طرح سے یاد کرتی ہے مگر جاننے والے ہی اس کی قدر وثنا کرسکتے ہین (بقیہ حاشیہ ۲۹ ء اپر ملاحظہ ہو)

نادر الوجود اتحاد

چتر پت بوٹا بوٹا سال ہالجانے ہو — جانے بجانے تو ہی بجانے باغ تو سارا جانے ہو
باغ ہند کی چار ہزار سالہ تاریخ آج پیش نظر ہو اور دو مختلف قومون
کا اتحاد کی حکایت انھین دو بولون مین جلوہ گر ہو آگے تشریح بے مزہ
اور ذہن و دماغ پر بار ہوگی خالی اتنا تو سُن لو کہ یہان کے اصلی باغبانون
نے اپنے چمن کے اِس گل کو کسطرح دستار بنایا اور اپنی پگڑیون کو کیونکر
اُس سے سجایا! لو سنو! (محمد شاہ کے عہد سے لیکر نئی سلطنت ۱۹۱۷ء
سے سنہ ۱۸۵۷ء تک کا یہ نمونہ مگر نمونہ از خروار ہی)

(۲) آرام - پریم ناتھ - خوشنویس بھی تھے بزرگوا ایسے کا انتخاب کرنے
پر بھی دیوان دو ہزار شعرون پر ختم ہوا ہے

خون آنکھون سے نکلتا ہی رہا — دل کا فوارہ اُچھلتا ہی رہا
کون غمخواری کرے آرام کی — ایک مجنون تھا سو جلتا ہی رہا

آرام - لچھمن لال - انشا سے اُن کا بڑا یارانہ تھا ہے

ہمدم مجھ سے کہتی ہو نہ تو یا اُسے مل — اُسکو سمجھاؤ ذرا یہ کہ نہ غیرون سے مل

اخگر - دیوان خنک چند - مرزا خرم فرزند جہاندار شاہ کے
متوسلین مین سے تھے ہے

کون کہتا ہے کہ ہم نے مے پرستی چھوڑ دی — رات دن پیتے ہین ہم اپنے مے پرستی چھوڑ دی

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۷۸) ان کے علم فضل اور دماغی قابلیت کو دیکھنا
ہو تو اُن کے تصانیف کو دیکھو۔ قریب پچاس کتابون (نظم و نثر) کے لکھ کر
ڈال گئے۔ مرثیے اور غزلین اس کے علاوہ ہین (زبان شاعری کا مذاق
اسی سلسلے سے یہان تک پہنچا جس سلسلے مین بہو بیگم اور آصف الدولہ کے
زباندان موجود تھے اختر کا ایک مطلع ہمین بھولنا نہ چاہئے ہین ہے
ایک حسرت طور پر بھی بہو ملی رہ گئی — ایسا کچھ دیکھا کہ آنکھون کو تمنا رہ گئی
نورتن کے جواب مین سلطان عالم نے اپنے یہان سبع سیارہ قائم کیا تھا اور
اس سے اُن کا مذاق ثابت ہوتا ہے یہ شاید لکھنؤ سے مٹیا برج کلکتہ
تک اپنے اختر کے ساتھ ساتھ رہے اور راجہ گنگا پرشاد کے سے دریائے
معانی بھی اسی ہفت رتن کے ایک گوہر نایاب ہین ۱۲

اسد - راے سنگھ ہے

چشم کو حال سے عاشق کے یہ بیہوشی ہو — دل جو حیران ہو تو یان کس کو خاموشی ہو

امانت - امانت رائے ہے

تشریف یان لاؤ پر نامہ بر تو بھیجو — مت لو خبر ہماری اپنی خبر تو بھیجو

(ب) برق - لالہ بھگوانند ہے

مجھے بھی ہمت ہوئی لیکن دم مٹا نیکن — نہ تیرے کوچے سے ہرگز قدم اُٹھا بیٹھا

بسمل - منا لال ہے

غیر کے کہنے پہ تم مجھ پہ نہ بیداد کرو — بندگی برسون کی اک دم مین نہ برباد کرو

بہادر - بہادر سنگھ ہم عصر شاہ حاتم ہے

ملا دلا نظر آتا ہی کچھ گل رخسار — رہا ہی کس کے گلے کا تو ہار ساری رات
ادھر تو سکی ہر یونی دہر کھلے مین بند — سنجانے کس نے یہ لوٹی بہار ساری رات

بہار - منشی ٹیک چند صاحب بہار عجم مشہور و معروف مصنف
وہی اک ریسمان ہی جس کو ہم تم تار کہتے ہین — کہین تسبیح کا دانہ کہین زنار کہتے ہین

مہتاب - سنتوکھ رائے شاگرد قائم ہے

نہ رہے باغ جہان مین کبھی آرام سے ہم — پھنس گئے قید قفس مین جو چھٹے دام سے ہم
اپنے مذہب مین ہو اک شرط طریق اخلاص — کچھ غرض کفر سے رکھتے ہین نہ اسلام سے ہم

بیجان - شیو سنگھ دہلوی ۱۸۰۴ء مین سرگباشی ہوئے ہے

بیجان مین جان تک بھی دی پر — میرا نہوا وہ شوخ دلبر

بیخود - لالہ نرائن داس - شاگرد درد ہے

شرر یک گرم سے میرے بہا سیلاب آتش کا — بنایا ہو آہی کیا دل مہتاب آتش کا

(پ) پروانہ - راجہ جسونت سنگھ (خلعت مہاراجہ بینی بہادر) نواب شجاع الدولہ
(بنگالہ) کے مصاحبین خاص مین سے تھے ہے

تڑپتے جو دیکھین ہین لاشین لہو دل اب — ترے کوچے کو کربلا جانتا ہو

(ت) تسکین - پنڈت گنگا داس ہے

ناصح یہ نصیحت اب تم کرتے ہو کیا بیٹھے — جو ہونے سو ہو بہتر دل اُس سے لگا بیٹھے

کیا غم ہو ہمیں تسکین آفات زمانہ سے — اب ہم شہر مراد کے دامن تلے آ بیٹھے

قتیل - ٹیکا رام - ساکن اٹاوہ - شاگرد مصحفی سے

میان جو کچھ ترے سج دہج میں مرزائی نکلتی ہے
کہاں مرزا مزاجوں میں یہ رعنائی نکلتی ہے

(ج) جھمن - جھمن لال - امیر الامرا ضابطہ خان کی سرکار سے انھیں
توسل تھا - بہار دانش کو اُردو نظم کا خلعت پہنا گئے ہو سے

دل جو سینہ عشق کی آتش سے جل گیا — اک آہ کھینچتے ہی مرا دم نکل گیا

(ح) حضور - لالہ بال مکند - شاگرد درد سے

جفا کو تم وفا سمجھے ستم کو ہم کرم سمجھے — اُدھر کچھ دل میں تم سمجھے اِدھر کچھ دل میں ہم سمجھے

(د) دل - بینی پرشاد عظیم آبادی سے (ر)

پردہ اُٹھائے تو نے دہر کو گذر کیا — عالم کے دل میں تیری محبت نے گھر کیا

دیوانہ - سرب سنگھ - غزل گوئی میں اُستاد تسلیم کیے گئے (لطف
گلشن ہند میں) لکھتے ہیں کہ مرزا جعفر علی حسرت اور میر حیدر علی حیران
اُن کے تلامذہ میں سے تھے ۱۲۱۰ھ میں قضا کی سوا ہزار اشعار کا
دیوان چھوڑا سے

رباعی

وہ لوگ کہاں کہ یار باشی کیجے — وہ وقت کہاں کہ خوش معاشی کیجے
ایک گوشہ میں بیٹھ کر دیوانہ تنہا — اب ناخن غم سے دل خراشی کیجے

دل - دیبی پرشاد - مرشد آبادی سے

امید وصل اس سے عبث ہے کیا کہ دل — جس سے کہ رسم نامہ و پیغام بھی نہ ہو

دلخوش - بہادر سنگھ امرائے محمد شاہی میں سے تھے سے

ہون ترے ہجر میں جون دیدۂ نرگس حیران — چشم پوشی نہ کر اپنے گنہگار سے مل

(ذ) ذرہ - مرزا راجہ رام ناتھ مصاحب خاص شاہ عالم بادشاہ - شاہ عالم
کے سے آفتاب کے سامنے ذرہ بن کر اپنے خلوص و وفاداری کو چمکایا کیے -
مجالس کے بڑے دلدادہ - تعزیہ رکھتے اور محرم میں سبز پوش رہتے تھے

اللہ رے اُس زمانہ کا ہندو مسلم اتحاد سے

غضب ہے آ کے عاشق کو اٹھا دیتی ہیں لال آنکھیں
چھپا لیتی ہیں میری جان وہ کافر چھپالی آنکھیں

ذرہ - لالہ جینی داس - دلی میں ان کا مکتب مشہور تھا - ہندو مسلمان
سب ساتھ پڑھتے اور دونوں مل کر فیض اُٹھاتے - ابرے خدا رسیدہ
اور مرنج و مرنجان تھے - سچ کہتے ہیں سے

کام عاجزوں کے کرو نیکی کے تخم بو لو — آب رواں جہان ہے کچھ ہاتھ اپنے دھو لو

ذکا - خوب چند (دہلوی) سے

نقش پا خاک گیتی نے بنایا ہم کو — جسکے قدموں سے لگے اُس نے مٹایا ہم کو

راجہ - راجہ بہادر خلف راجہ شتاب رائے دیوان ناظم بنگالہ و صوبہ دار
عظیم آباد پٹنہ سے

یہ زخم دل ہمارے مرہم تک نہ پہنچے — دم ہم تلک نہ پہنچا ہم دم تلک نہ پہنچے

راجہ - راجہ رام پنڈت - ریختی ہمعصر رنگین سے

جن دنوں تم نے محبت کا دیا تھا پیغام — مجکو معلوم جو ہوتا یہ ستانا صاحب
تو تو میں بخت جلی آتی نہ تم پاس کبھو — خیر اسد کو یہ بھی تھا دکھانا صاحب

راجہ - بینی بہادر (بنگال) سے

سیاہی منہ کی گئی دل کی آرزو نہ گئی — ہمارے جامہ کہنہ سے کی بو نہ گئی

رسوا - آفتاب رائے رسوا محمد شاہ کے سلیح خانہ میں نوکر تھے -

رسوا ہوا - خراب ہوا - دربدر رہا — اس عاشقی کے نتیجہ میں جس کا گذر رہا
قدر عافیت ۱۲

رنگین - پورن لال دہلوی سے

رنگین نہیں ہے قطرۂ شبنم یہ باغ میں — باد صبا نے سے بھرا ہے ایاغ گل

(س) سخنور - لالہ دیوان سنگھ خلف لالہ جے سنگھ سے

گریاں رکھے ہی بن ترے یہ چشم تر مجھے — طوفان نوح آئے ہوا اب نظر مجھے
ہوتی عیان ہے صورت ہستی نیستی — جون نقش پا ہمیشہ سر رہگذر مجھے

شرر - لالہ تلوک چند (متقدمین میں سے ہیں) سے

ملا ہوا اس ابروئے خمدار کا سرشار / پانی بھی جو مانگے کبھی ڈوبن پڑا بھٹکے

(ش) شاد۔ رائے لال سنگھ اکبرآبادی۔

اس رنگ چنپئی کا ہے اس جسم میں پر عکس / چنپا کے پھول لگتے ہیں اپنی آنکھ بہار میں

شاداب۔ خوشوقت رائے۔ چاندپوری ہمعصر قائم

جبتک کہ کام مژگاں سے تو ابرو ست چڑھا / تیر کے ہوتے کوئی کھینچے بھی ہے تلوار کو

شعلہ۔ پنڈت امرناتھ۔

تھے نہ سیماب ہوس نہ طلا اکسیر کے ہم / کیا سمجھ کر چرخ نے ہم کو ملایا خاک میں

(ص) صبا۔ کانجھے لال۔ فیروزآبادی صاحب دیوان۔

چلا میں اٹھا کے یہ کہہ کر اس شوخ قاتل کے / یہ درد نظر آتا ہے رنگین خون بسمل سے

(ض) ضمیر۔ گنگا داس۔

میں چاہتا ہوں ضمیر اب تجھے بھی ہو خیال / چشم خواب آلود اس کی فتنہ بیدار ہے

(ع) عاشق۔ رام سنگھ کھتری۔

حیرت زدہ میں کھوں یہی دن اسکو بزم میں / تصویر جیسے دیکھے ہے تصویر کی طرف

عزیز۔ بھاری لال۔

بات اب امتحان پہ آئی ہے / قصہ کوتاہ۔ جان پہ آئی ہے

عزیز۔ مہاراج سنگھ۔

ضعف سے ہر رگ تن جسکی ہے تار بستر / کیونکر بستر سے وہ بیمار اٹھے اور بیٹھے

عیاش۔ سکھیا لی رام۔

جام ہے ہاتھ میں اور شیشہ ہے زیر بغل / نہیں عیاش کو اب بزم خرابات سے چھوٹ

(غ) غافل۔ سمبادر سنگھ۔

بیمار عشق کی نہ دوا ہو طبیب سے / مرجائے یا جیے کوئی اپنے نصیب سے

غلام۔ راجہ گوپال ناتھ خلف مرزا راجہ رام ناتھ۔ ذرہ امیر و معتبرین شاہ عالم میں سے تھے۔ بادشاہ آفتاب تھے مرزا راجہ ذرہ تھے اور انھوں نے غلام بن کر حق نمک ادا کیا!

خط دے تو نے گوش بر آواز ہیں قاصد / مژدہ تو ہمیں یار کے آنے کا سنا دے

(ف) فارغ۔ کمند سنگھ۔ شاگرد شاہ حاتم۔

دور سے دیکھ مجھے چین جبیں ہوتا ہے / تاکہ کچھ کہہ نہ سکوں بل بے کجکلاہی تیری

(ق) قلندر۔ لالہ بدھ سنگھ (ہمعصر خان آرزو)

جی کو سرِ زندگی میں ہے / کیا جی کے کردن کہ جی نہیں ہے

(ک) کامل۔ پنڈت ٹھاکر داس۔

پلٹ کر جو دیکھا سر راہ اس نے / لگا تیر اک بازگشتی جگر پر

(م) مضطر۔ کنور سین۔ انھوں نے واقعہ کربلا کو بھی نظم کیا۔ اور منشی کریم الدین اس کے بڑے معترف ہیں!

غلط انداز وہ ناکوں سا آغاز ہوا / کہ جواب خط مضطر قلم انداز ہوا

سوز جگر کو دیدۂ پرنم کو دیکھئے / ان آنسوؤں کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے

مضطرب۔ درگا پرشاد

ترے وعدہ دن یاب ہے دم شماری / بہت اختر شماری کر چکے ہم

منشی۔ سوال چند۔

خواہش نہیں کہ ہاتھ مرے سیم و زر لگے / یہ آرزو ہے سینہ سے وہ سیم بر لگے

منعم۔ موہن لال۔

کہیں آیا ہے دلا آج قد یار نظر / کچھ قیامت کے سے آثار ہیں جو یار نظر

موزون۔ چھتر سنگھ (نبیرہ منشی مادھو رام صاحب انشائے مادھو رام)

بیت ابرو کو ترے دیکھ کے اے مطلع حسن / جو ترے کوچہ سے نکلا سو غزل خوان نکلا

(ن) نادر۔ گنگا سنگھ۔ شاگرد میر حسن

قاصد تو اس کی کھا نہ سا اس پاس جائیو / یہ کس کا خط ہے مجھکو ذرا پڑھ سنائیو

نسیم۔ مرزا راجہ کدار ناتھ نبیرہ راجہ رام ناتھ سرکار عالم شاہ میں عہد نظارت پر مامور تھے۔

قتل ہاتھوں سے ترے عاشق اگر ہو گیا / درد سر روز کا تھا خوب ہوا دور ہوا

نشاط۔ ایشور سنگھ خلف سندر داس (کھتری)

ہو اجازت تو ذرا لیجیے دم سایہ مین — تری دیوار کے آ پہنچے ہین ہم سایہ مین

نظیر کنیت رائے شاگرد نصیر

کیا رہ رہ مین عشق کے آزار سے آنکھین — ہم چشم ہین اب نرگس بیمار سے آنکھین

ہندوستانی

(۱) منّو لال لاہوری نے علم بیان مین ایک رسالہ لکھا۔ پھر ایک تذکرہ تالیف کیا۔ گلدستۂ نشاط (انتخاب غزلیات) کے جامع بھی یہی ہین

(۲) ماسٹر رام چندر (خلف لسندر لال زبیرہ رائے ٹیکا چند) نے جبر و مقابلہ اصول علم مثلث بالجبر علم ہندسہ تراشہاے مخروطی حساب وجزئیات وکلیات مین رسائل تالیف کر کے ذخیرۂ اردو کو بڑھایا عجائب روزگار بھی اُنھین کی یادگار مین سے ہے۔

(۳) بابو اجودھیا پرشاد نے علم مساحت وقوانین مستعلہ پر رسائل تالیف کیے اور ہر شکل کی ہیئت کو اپنی زبان مین بھی سمجھا گئے!

(۴) بابو ہر دیو سنگھ (خلف بابو بسنتی رام) علم پیمائش و اصول حساب کا دفتر اُردو مین کھول گئے!

(۵) پنڈت رام کشن نے فن ڈاکٹری کی اپنی زبان مین تشریح کی! ان کے متعدد علمی رسائل ہین۔ قانون اسلام و دھرم شاستر کو بھی انھین نے ایک رشتہ مین منسلک کر دیا۔

(۶) بابو شیو نرائن طبعیات پر ایک رسالہ تالیف کر گئے ان کا ایک جغرافیہ ہند مین بھی مشہور رہے۔ ڈیموستھنیز کی لائف بھی اُردو مین بیان کی!

(۷) بابو دھوتی لال اسکے بعد سبسیر کے حالات زندگی لکھکر چھوڑ گئے۔

(۸) بابو دھوم نرائن نے تاریخ انگلستان لکھی اور اس زمانہ مین پولٹیکل اکانومی کے مشکل مسائل کو اُردو مین بھی سلجھا گئے!

(۹) بابو گوبند سنگھ پرانی دنیا کو نئی دنیا (امریکہ) کی خبر دے گئے۔

بنگالی

(۱) مہاراج راج کرشنا بہادر مشہور و معروف مہاراجہ ناواکرشنا بہادر (میر منشی وارن ہیسٹنگز) کے خلف اکبر یہ وہی ناواکرشنا ہین جن کا ذکر تاریخون مین آتا ہے لارڈ کلایو کے ساتھ بھی رہے اور شاہی دربار تک بھی آخر ان کی رسائی ہوئی راج کرشنا اُسی نامور باپ کے بیٹے ہین فارسی کے تو خیر ماہر اور مشہور و بے بدل منشی تھے ہی۔ اُس کے ساتھ اُردو پر بھی اہل زبان کی طرح قدرت دکھا دی! معظم شاہ کا حال نظم (اُردو) مین لکھا اور ایسا لکھا کہ اس وقت وہ مقبول خاص و عام ہوا۔ موسیو گارسن دی تاسی خبر دیتے ہین کہ ان کی یہ نظم ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) اور پیرس کے سرکاری کتب خانہ اور برلن کی یونیورسٹی لائبریری مین موجود تھی۔ انھون نے غزلین بے شمار کہین۔ کلیات پانچ جلدون مین تھا۔ اور ان کے فرزند راجہ کالی کرشنا اُسے جان سے لگائے رہے!

(۲) راجہ کالی کرشنا بہادر (خلف راج کرشنا بہادر) فارسی و اُردو کا شوق انھون نے وراثت مین پایا۔ یہ مشہور و معروف خاندان بنگالہ (کلکتہ) مین ممتاز رہا اور سوا بزار راج فیملی کے نام سے اب تک جیتا ہے کالی کرشنا سنہ ۱۸۰۸ء مین پیدا ہوے مجموعۂ لطائف اُردو انھین کی تالیفات مین سے ہے ابسگے کی (انگریزی) کی ایک نظم کو اُردو مین نظم کر کے حسن الموعظ اُس کا نام رکھا یہ پہلے شاعر ہین جنھون نے انگریزی خزانہ سے اُردو کو بھی فیض پہنچایا۔ ان کا ایک رسالہ ہیئت مین نظام شمسی کے نام سے مشہور ہے!

(۳) راجہ رام موہن رائے بانی فرقۂ برہمو سماج اٹھارھوین صدی کے مجددین مین سے ہین (عظیم آباد پٹنہ) مین انھون نے تعلیم پائی یہی رام موہن رائے ہین جو آخری شاہ ہند کے ایلچی بنکر اُس کی دادرسی کے لیے ولایت گئے۔ اُردو مین بھی اُنکی تصانیف کثرت سے

ہین۔ مسیو گارسن تاسی پیرس مین ان سے ملاقات کہتا ہی کہ آج ہم سے اُردو مین بھی خط و کتابت کرتے تھے اُنھون نے کلکتہ مین ایک اُردو اخبار بھی نکالا اور عرصہ تک اُسکے ایڈیٹر رہے!

صاحبو! اس داستانِ اتحاد کے دو اور برگزیدہ ہیرو ہین جنکے ذکر خیر بغیر ہماری کتاب ختم نہین ہو سکتی۔ ان مین اول ہمارے مرزا جھنولال طرب ہین جو کچھ سوچکر اپنا طرب انگیز دیوان گنگا کی سپرد کر آئے اور رچھ دلگیر بنکر مرثیے کہنے لگے! یہ مرزا جھنولال ہی ہین جنھون نے دو قومون کی زبان کے ساتھ ان کی معاشرت و مراسم کو بھی ایک کر دکھایا! (حضرت) قاسم کے حال مین (حضرت) کبریٰ کی زبان یون کھولتے ہین ؎

مجھ کو چھوڑ کے قاسم جب سہرا باندھکر آیا ۔۔۔ زینب نے کلیجہ پکڑا دل سر کا پھر آیا
کبرا رو رو چلائی اب مجھ پر محشر آیا ۔۔۔ بیتابی کی حالت مین یہ حسین زبان پہ

قاسم مرنے چلا چھوڑ مجھے ناشاد
دادی زہرا پہنچے پوتی کی فریاد

اُس شہ نے ان سب کو تصدق کرکے چھوڑا ۔۔۔ ان سے بھی حرامی آنکھین ڈھلن سے بھی منھ موڑا
تلوار کمر مین کسکر اپنا ڈپٹ کر گھوڑا ۔۔۔ رو بہ صفتون کے آگے جون شیر دلاور آیا

بیری بولے دیکھو مرنے کو اس آن
سر پہ باندھے سہرا آیا ایک جوان

آخر لعینون نے جوانی ماٹی مین ملائی اسکی ۔۔۔ کاٹی پہونچون سے ہی ہری ہری لال کلائی اسکی
گھوڑے سے گرا اور دکھ مین آزجوئی آگئی ۔۔۔ یون رو تا لاش پہ اسکی فرزند پیمبر آیا

قاسم دلہن کو تیری چھوڑ رہو نہ ٹھاؤن
ماٹی مین یون مل گیو بیر حسن کے نائون

گھوڑے پر فتنہ گھاکر اس زخمی تیغ دستانکا ۔۔۔ خیمہ کی جانب رو رو دستگیر گھوڑا ہانکا
سنکر چیخے سید سُم بشیر نے منھ اپنا ڈھانکا ۔۔۔ دولہ کا لاشہ جسدم خیمہ کے اندر آیا

ہاتھ کی چوڑی پھوڑ کے نوچ اپنے کیس

منھ کو دھو رکھیے کے کیا فقیری بھیس

صاحبو! یہ سو ہا چولا اور چوڑی عربی نہین ہندی ہی اور عرب کی غزادیان بیوہ ہونے پر وہ نہین کرتین جیسے مرزا یہان دکھا گئے۔ مگر اب ہمارے اعلیٰ گھرون کا یہی دستور ہی اور اسے سمجھ کر ہم نے اس کو قبول کر لیا اور دلگیر کے نا گردہ اتحاد کو مان لیا!

صاحبو! ہمارا دوسرا ہیرو اور جوان صالح پنڈت شنکر دیال نسیم ہی! جسکے گلزار مین بھی ہولے اتحاد یون ہی چلا کی مسنود ہ کیا کہتا ہی ؎

ہر شاخ مین ہی شگوفہ کاری ۔۔۔ ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زبان سے اکثر ۔۔۔ حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیون مین یہ حرف زن ہی ۔۔۔ یعنے کہ مطیع پنجتن ہے
ختم اس پہ ہوئی سخن پرستی ۔۔۔ کرتا ہی زبان کی پیش دستی

نسیم نے جب حمد نعت لکھی تو اس کا یہ ہر ہر لاکو بھایا اور پیغمبر کی مدح اور پنجتن کی یون اطاعت پر کسی پنڈت نے اُسے مسلمان نہین سمجھا اور ایسے پر آشوب زمانہ اور نزاع کے وقت مین چکبست نے بھی اُسے ترک نہ جانا! صاحبو! یہ وہی نادر الوجود اتحاد ہی جس کی نظیر اس ہند سے باہر تم نہین پا سکتے مگر یہ وہی اتحاد ہی جسے آج نئی تعلیم نے توڑا اور رسنے داغون نے جس کا سر کچلا ہی!

انگریز اور اُردو

کہا گیا ہی کہ در کل قوم وقت! اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہی! اور جب ہمارا وقت بھی پورا ہو چکا تو اس باغ کی پاسبانی کے لیے قدرت نے اُس دور کی بہترین قوم کو چنا۔ یہ قوم تخت کیان کی آرزو مین نہین بلکہ تخت طاؤس کی ہوس مین ادھر آئی اور بہت جلد گھل ملکر اور بے تکلف ہو کر اُس گلزار کی سیر کرنے لگی!

انگریز گھاٹ گھاٹ کا پانی پیکر ادھر آئے اور دنیا کا تجربہ رکھتے تھے

زبان کی وہ دقتین جوان سے قبل کے سیاحون کو پیش آئی تھین وہ اُن کے رستہ مین بھی حائل ہوئین لیکن صدیون سے ایک نظام تام اور درست ہو چکا تھا۔ سمجھ کر اُنھون نے اسی کو ہاتھ مین لیا اور یون اپنے مہا ہمارون کو خوش کرنے اور پرچانے لگے! یہ باغ قدرت نے اُنھین بخشا تھا اور اس کے اس بڑے عطیہ کا لحاظ کرکے اُس کی خدمت پر مستعد ہوگئے! جب سب طرف سے بےفکر ہوکر بیٹھے تو اپنے قیام اور اپنی قوم کے یہان کے استحکام کی سبیل پر غور کرنے لگے۔ سوچنے والے دماغون نے سب سے پہلے اسی زبان کے مسئلہ کو سلجھانا چاہا جس کے حل ہوے بغیر دو مختلف قومین کبھی ایک اور درست نہین بن سکتین!

اِس فرزانہ قوم نے دیکھا کہ یہان کی اصلی اور سرکاری زبان مین ایک فرق اور مغائرت ہے۔ اسے اندیشہ ناک تصور کیا اور خوب سمجھا کہ جبکہ اس زمین پر کئی ہزار برس کی ریاضت پر بھی سنسکرت کا درخت جڑ نہ پکڑ سکا اور پھر صدیون کی محنت پر بھی پالی کے پھول کھل نہ سکے تو پھر فارسی کبتک خزان سے محفوظ رکھی جا سکتی ہے؟ اس لیے وہ اس زمین کی اصلی پیداوار (زبان) کی آبیاری کو اپنا فرض اور اس باغ کی بہترین خدمت سمجھنے لگے!

فورٹ ولیم کالج ۱۸۰۰ء

قلعۂ معلی کے بعد فورٹ ولیم اُردو کا گھر اور عمدۃ الملکی اسکول کا نمونہ بنا۔ برٹش گورنمنٹ مغلون کی جائز نائب تھی جس طرح اگلی سلطنت نے اپنی رعایا کا خیال کرکے آخر اُنھین اُن کی زبان عطا کی اس گورنمنٹ نے بھی اسی طرح رعایا پروری کی مثال قائم کی! سرکاری حکم و خرچ سے فورٹ ولیم (کلکتہ) مین اُردو کالج قائم ہوا اور ڈاکٹر جون گلکرسٹ کی نگرانی مین اُس کا نام و کام چل نکلا۔ بکرماجیت دمہا بلی جی (اکبر) کے سنگاسن مین نورتن جڑے تھے مگر اس نے تخت مین گیارہ رتن لگے اور جگمگانے۔ سید محمد بخش حیدری، میر بہادر علی حسینی، مرزا علی لطف، بابو نہال چند، میر امن، حفیظ الدین، شیر علی افسوس، کاظم حسین جوان، مظہر علی ولا، اکرام علی، اور للو لال کوی کے سے منتخب جواہر اکٹھا کیے گئے اور سلطنت کے اقبال اور ان گیارہ یارون کی مدد سے اُردو بھرنے اور سنورنے لگی!

صدیون کے اتحاد کا زور رہا اور بڑھا۔ جوان نے سکنتلا (ناٹک) اور بکرماجیت کا حال لکھ کر کئی ہیرو کو زندہ کیا۔ پھر دستور ہندی کی ترتیب سے یہان کے رسمون کو جگایا اور بارہ ماسا مین اس باغ کے موسمون اور فصلون کو بتایا۔ ولا نے بیتال پچیسی اور سنگاسن بتیسی کی دلچسپ کہانیان سنائین اور قصہ مادھولال کو اپنی زبان مین دُہرایا۔ سری لال کوی نے پُرانی بھاشا کے ذخیرہ کو اپنی نئی بھاشا (اُردو) کے خزانہ مین جگہ دی۔ پریم ساگر سنانے اور لطائف ہندی کے پھول کھلانے لگے۔ پھر راج نیتی مین کرشن جی کا جنم پتر لکھوا کر اپنے دوسرے بھائیون کو بھی مستفیض کرنے لگے۔ نہال چند خوش خوش دوڑے اور گل بکاؤلی توڑ لائے اور اُردو دانون کی آنکھین بھی کھول دین! نسیم اپنے وقت مین اسی سبقت پر اشارہ کرتے اور رشک کھا کر بے اختیارانہ کہتے ہین ؎

ہر چند سنا گیا ہے اِس کو   اُردو کی زبان مین سخن گو
وہ نثر ہے وادِ نظم دون مین   اس مے کو دو آتشہ کرون مین

صاحبو! یہ تھا اتحاد زبان اور اتحاد خیال اُس عہد کا جسے اِس سلطنت نے بھی فروغ دیا اور ڈاکٹر گلکرسٹ کے ساتھ کپتان ابراہیم لوکٹ اور پروفیسر ٹیلر نے بھی جس مین زور لگایا اور دلی کا اہل (اُردو) بنگالہ لیجا کر وہان کے بازارون مین اسطرح عام کر دیا!

سرکاری زبان

دلی کی سلطنت مٹنے پر کسے معلوم تھا کہ اُردو پھر یون راج رچے گی۔ اس نئی قوم نے واقعی امید سے زیادہ اور ہمارے حوصلون سے بڑھکر ملکی زبان کو بڑھایا ایک فورٹ ولیم کالج ہی پر قناعت و بس نہین کی گئی بلکہ اس زبان کی وسعت و ہمہ گیری پر نظر کر کے اسے سلطنت کی زبان بنا لے اور شاہی اختیارات دینے کی فکر ہونے لگی کورٹ آف ڈائرکٹرز مین یہ مسئلہ پیش ہوکر اسکے ممبرون کو اپنی طرف مخاطب کرنے لگا۔ سرکار کمپنی کے ایک فاضل و رابندان ممبر مسٹر ام۔ کرنو نے اس زبان کے متعلق اُسوقت اپنی یہ راے ظاہر کی؟

"مسلمانون کے قبضۂ ہندوستان سے قبل یہان کا جو حال ہو گیا تھو یہان کی زبانون کی حالت یہ ہے کہ نہ تو اُن کا آخذ صرف سنسکرت ہی کہی جا سکتی ہے اور نہ "وہ زبان صرف اُن کی اصل ہے جو دیوناگری مین لکھی جاتی ہے اور یہی حالت اُن حروف کی ہے جن مین یہ زبانین لکھی پڑھی جاتی ہین! اُردو کی اس وقت یہان حالت بجنسہ "فرینچ" کی سی ہے کہ وہ تمام یورپ مین بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس ایک اُردو کے جان لینے سے ایک حصہ ملک سے دوسرے حصہ ملک تک بے تکلف آؤ جاؤ کسی معاون "اور ترجمان کی ضرورت نہ ہوگی! یہ اُردو عربی، فارسی، ترکی اور سنسکرت کے میل سے بنی ہے اور فارسی خط مین بہ نسبت دیوناگری کے اس کا لکھا جانا زیادہ آسان اور بامعنی ہوتا ہے! (دیکھو مراسلات صدر بورڈ آف ریونیو اور تجویزات مسٹر ام۔ کرنو صفحہ ۸ آخیر کالم)

صاحبو! یہ تھین وہ صاف اور بے لاگ رائین جنھون نے سرکار کمپنی کے خیالات کو اور مضبوط کیا اور آخر ۱۸۳۵ء مین سرکاری دفتر کی زبان اُردو قرار پائی اور رعایا کے دلون سے دعائین نکلین!!

مزید کوشش و ترقی

دلی کی اُردو سوسائٹی۔ سرکاری توجہ و مہربانی سے اُدھر بنگال و کلکتہ مین اس زبان کا زور قائم ہو لیا تو اب اسی خیال نے اس زبان کے اصلی گھر کو یاد کیا اور ۱۸۴۳ء مین ڈاکٹر اسپرنگر کی زیر نگرانی دلی مین ایک اُردو سوسائٹی بنائی گئی اور غدر تک یہ مجلس قائم اور اُردو کو بڑھاتا اور ملک کو فائدہ پہنچاتا رہا۔ منشی کریم الدین پانی پتی کے ساتھ پنڈت رام کشن، پنڈت تاجو دھیا پرشاد، موتی لال، دھرم نرائن، شیو نرائن، دتا رام برہمن اور ہردیو سنگھ و رام چند نے اپنی زبان کی خدمت کی اور ترجمون اور تالیفات و تصنیفات سے اُردو کا خزانہ بھرتے رہے!!

اُس وقت ملک والون مین بھی غیرت باقی تھی اور مسٹر ریڈ کی توجہ سے قمرالدین، حیدر، بنجی لال، بنسی دھر، سری لال اور موہن لال نے اپنی اُردو کو فروغ دینے مین جانین لڑائین اور صاحبو ہمارے مخدوم مالوی جی کے جنم لینے سے بہت قبل یعنی ۱۸۵۱ء تک آپ کے صوبہ مین بھی اس اُردو کا بول بالا اور ہندو مسلم اتحاد کا پرچم چمکتا اور سرکاری التفات بدستور قائم رہا!!

سائنٹفک سوسائٹی

ملکی زبان کی طرف مخاطبت اور ہمارے حکام کی اتنی جد و جہد کا نتیجہ یہ تھا کہ دو مختلف قومون کی مغائرت اس سبیل سے دور کیجائے۔ اُنھون نے اس ملک کی تاریخ پڑھی، اگلی سلطنتون کی دقتون کو جان چکے اور خوب سمجھتے تھے کہ یہ زمین کسی غیر زبان کے بیج کو قبول کرنے والی نہین اور بہ نسبت کروڑ مخلوق کو اپنی زبان (انگریزی) سکھانے کے زیادہ آسان و سہل یہ ہے کہ ہم خود ان کی زبان سیکھین اور اُسے قابو مین کر کے رعایا کے مطالب سمجھین اور پوری دادرسی کر سکین اور یون حاکم و محکوم کا رشتۂ اتحاد ہمیشہ کے لیے مضبوط ہو جائے! سر سید جو ایسے اتحاد کے دل سے حامی اور ہندوستان کے لیے اُسے ایک نعمت سمجھتے تھے

اس مقصد کی انجام کی خاطر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور راجہ جےکشن داس کی اعانت سے غازی پور و علیگڈھ مین انھون نے ایک سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی۔ یہ اکیڈمی ۱۸۶۲ء مین قائم ہوئی اور مسٹر ڈیمس کمشنر میرٹھ اور مسٹر بریلی کالکٹر ضلع کی ہمدردیون اور امداد کی بدولت تین چار برس کے اندر اندر اتنی ترقی کر گئی کہ اسوقت کے کل زباندان اور علم دوست انگریز اِس کے شریک ہوے اور آخر ڈیوک آف آرگائل (وزیر ہند) بھی اس کی طرف مخاطب ہوکر سوسائٹی کے پیٹرن بنے۔ لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ پنجاب نے اس کی حمایت و امداد کی اور گورنمنٹ آف انڈیا نے توجہ و سرگرمی دکھائی۔ تصنیف و تالیف کا رستہ کھلا اُردو مین انگریزی سائنس اور علوم و فنون کے ترجمے شروع ہوگئے منشی ذکاءاللہ ماسٹر پیارے لال اور پنڈت دھرم نرائن کے سے بزرگون کے ہاتھ نے ملکی زبان کو مغربی علوم کے چشمون سے بھی سیراب کرنا اور اس پودے کو بڑھانا شروع کردیا!

صاحبو! اس سوسائٹی کا مقصد محض تصنیف و تالیف ہی نہ تھا بلکہ اُس نے اِس ملک کے مرض کی اصلی دوا اور ہمارے درد کا صحیح درمان بھی ڈھونڈھ نکالا! زمینداران ضلع علیگڈھ تعلیم کی طرف متوجہ کیے گئے اور اُن کی منظوری سے سوسائٹی نے ۱۸۶۶ء مین تعلیمی ٹکیس کے اجرا کا رزولیوشن پاس کرکے اپنی عرضداشت گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت مین بھیجی!

اس تیس چالیس برس کے اندر ملکی زبان سے حکام اتنے واقف ہوچکے تھے کہ ہمارے لٹریچر کو سمجھ سکین اور اِس سمجھ کی وجہ سے وہ ہمارے تمدن و معاشرت سے نابلد نہین رہے تھے زبان کی واقفیت حاکم و محکوم کے رشتۂ اتحاد کو مضبوط کر رہی اور ہماری اُن کی دوستی مستحکم ہوچلی اور وہ ہماری ضروریات کو بہ آسانی سمجھ کر ہمارے ہمدرد ہوتے تھے اور انھین اسباب کا یہ نتیجہ تھا کہ جب کا یسی درخواست حسب قاعدہ مسٹر ہنری لارنس کلکٹر ضلع (علیگڈھ) پاس پہنچی تو انھون نے اُس کی حمایت کی اور اپنی پرزور رلے کے ساتھ اُس گزارش کو گورنمنٹ تک پہنچایا اور آخر حضور وایسرے نے بھی اس کے جواب مین اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی!!

صاحبو۔ اس سوسائٹی کے کارکنون نے اسی پر بس نہین کی بلکہ وہ ایک صحیح مقصد کی طرف آگے بڑھے اور برٹش انڈین ایسوسی ایشن کو اپنا ہم آواز بناکر اس ملک کی اصلی ضرورت کی طرف گورنمنٹ کو اُنھون نے متوجہ کیا۔ اسی سن مین پھر ایک درخواست سرکار مین گئی جسمین اور گزارشون کے ساتھ یہ دو دفعات بھی تھے!!

اول یہ کہ یہان کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک ایسا سررشتہ قائم کیا جائے جسمین دیسی زبان مین تعلیم دی جاسکے! اور دوسرے یہ کہ ایک اُردو فیکلٹی کلکتہ یونیورسٹی مین قائم کی جائے اور ایک جدا یونیورسٹی ملکی زبان مین علحدہ کھڑی کی جائے!

میرے دوستو! اب اس کے بعد کیا ہم کو اپنے اصلی ضروریات اور یہان کے تعلیمی مسائل کو پھر اور بار بار کہنے اور اُس کے سُلجھانے کی ضرورت ہے؟ ملک سے واقف اور ہمارے ضروریات سے آشنا بزرگون نے آج سے پچاس برس قبل ہماری نکبت کو سمجھا اور اُس کے دور کرنے کی فکر کی! یہ وہی طریقۂ تعلیم ہے جس کے اجرا کے بغیر یہ ملک کبھی آگے بڑھ نہین سکتا اور اسی پر نظر کرکے ایک یورپین کلرجی نے ہمارے فاضل بجنوری (ڈاکٹر عبدالرحمن) کو ٹوک کر کہا تھا کہ اپنی مادری زبان مین تعلیم حاصل کیے بغیر سوء کی قسم تم ہزار برس بھی ترقی نہین کرسکتے!

رنگ مین بھنگ

حق کہا ہے امیرالمؤمنین نے کہ ان الزمان مفرق الاحباب اور آخر ہمیں ناہنجار زمانہ نے ہندوؤن اور مسلمانون کے بھائی چارے مین

بھی خلل و افتراق ڈالا! پیارا اُردو جو اُن دو قوموں کی متفقہ کوشش کا نتیجہ اور یہ زبان جو اُن کے اتحاد کا بڑا سبب تھی تفرقہ پردازوں نے اُسے کمزور کرنا چاہا! صدیوں سے آپس میں ایک بے نظیر سمجھوتا ہو چکا تھا اور دونوں اس پر کاربند تھے مسلمانوں نے محبت و خلوص کے برقرار رکھنے اور دوستی کے قائم رہنے کی آرزو میں ایثار کی انتہا کر دی۔ اپنی اصلی زبان عربی، فارسی، ترکی کو ہمیشہ کے لیے انھوں نے بھلایا اور ملکی اور اپنے عزیز بھائیوں کی زبان کو بے تکلف یاد کر لیا! ہندوؤں نے اس کا لاجواب جواب دیا۔ اور آپس کی کشش کے قائم و دائم رہنے اور جذبات سرد نہ ہو جانے کی خاطر بلا پیش و پس انھوں نے اپنے اُن بھائیوں کے وہ حروف اختیار کر لیے جو سامی تھے کہ یادگار اور ایک قدیم قوم کو ایک دوسری پرانی قوم سے ملانے والے اور دونوں کو ایک ہی صف و سطر پر کھڑا کر کے دنیا کو یکجہتی کا سبق دے رہے تھے!

صاحبو یہ حروف نہ صرف مختصر نویسی کا ایک اعلیٰ نمونہ اور زبان کے ارتقاء و ایوولیوشن کی جامع و مختصر تاریخ اور پٹمین[1] کے معلم و ہادی ہی تھے بلکہ تاریخ زبان اُردو کے وہ بے مثل مفسر و شارح بھی تھے کہ بیک نظر اُن کل الفاظ کو معلن کی پوری شکل و شمائل اور صحیح آواز و معنی اور چسپت و درست لب و لہجہ کے عیان و ظاہر کر سکیں جن کی آمیزش سے یہ زبان صدیوں کی کدوکاوش کے بعد آج شرفا و نجبا کے منھ تک آنے کے قابل و لائق بنی اور اپنے گذشتہ زمانوں کو آپ بتا رہی ہے! ہندیوں نے جب ٹوڈرمل کی اسکیم کا استقبال کیا اور فارسی کو اپنا آلہ زبان بنایا اُس وقت یہاں ایک نہیں دس طرح کے حروف رائج اور ہر ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اِن نئے حروف نے پُرانے حروف کی فضول تفریق کو مٹا کر سب کو ایک بنایا اور پھر ایسا سپر میسی قائم کر دی کہ بکھرا ہوا ملک ایک ہی سررشتہ کے تحت میں آ گیا اور جب ملکی زبان (اُردو) اختیار کی گئی تو دونوں جماعتوں نے مل کر اِن ہی حروف کو سراہا اور اُسکے آگے بڑھا دیا!

ہمارے اگلے بزرگ فارسی ان نئے حرفوں کے صدیوں سے عادی ہو رہے تھے اور بقول ہمارے مخدوم بابو نرندر ناتھ لاء کے اُن کا طریقہ تعلیم (اکبر کے وقت میں) یہ تھا کہ بچوں کو پہلے (فارسی) حروف تہجی سکھائے جاتے اسمیں آٹھ دن سے زیادہ نہ لگتا! لڑکا سکھانے پڑھانے میں دس کے آٹھ روز صرف ہوتے بعد جملے اور اخلاقی فقرات بتائے جاتے اور ایک ماہ کی اندر اندر (اس غیر زبان کو) لڑکا خود سب پڑھ لیتا! (دیکھو پروموشن آف لرننگ صفحہ ۱۶۱) اور اس طرح اُن کی دقتیں سہل ہو چکی تھیں اس کے علاوہ وہ اپنی ایک پراگندہ جماعت اور منتشر ملک کو اس آسان سبیل سے ایک و متحد کر دینا چاہتے تھے اور جبکہ وہ ملکی زبان کے مالک ہو رہے تھے تو اس زبان کے ساتھ اُن ہی حروف کو بھی قائم کر گئے جو اُن کی تاریخ بتاتے اور اتنے بڑے اتحاد کو برقرار رکھنے والے تھے

ان دو قوموں کے ساتھ اب ایک تیسری قوم بھی ہماری شریک و ہم سبق ہو چکی تھی اور ان انگریزوں کی ملک دانی، ہوشیاری اور فیاضیوں نے اس اُردو کے نور کو بڑھا کر رعنائی کو گھٹایا اور انھیں بھی ہم سے قریب تر کر دیا تھا ملکی زبان جاننے اور اس آلہ سے رعایا کا دل اپنا کر لینے سے ہمارے اتحاد کی بے نظیر مثال قائم ہو رہی اور اُس سے ان نئے مسافروں کا یہاں گھر بن رہا اور عالم خوش، محکوم بشاش یہ زمین گلزار اور یہ ملک تر و تازہ نظر آ رہا تھا کہ دفعتاً ایک بادِ مخالف ایسی چلی کہ اس کی بہار آخر خزاں ہو کر رہی!

لارڈ مکالے کے مشہور ڈسپیچ نے ہماری قدیم زبانوں پر اثر کیا اور ملک میں ایک نئی قسم کی تعلیم و تربیت جاری کرنے کے لیے انگریزی کے سوا اور کوئی رستہ سجھائی نہ دیا! صاحبو ہم مکالے کی نیت پر کوئی

[1] پٹمین شورٹ ہینڈ (مختصر نویسی) کا موجد سمجھا جاتا ہے ۱۲

حملہ نہیں کرتے ہم اُن کے مزاج اور اُن کے مشہور تلوّن سے بھی
اچھی طرح واقف ہیں اور اکثر پہلو پر نظر کر کے واقعی ہم اُن کے شکرگزار
بھی ہیں مگر اُن کی زباندانی اور اس ملک میں رہ کر یہاں کی زبان
دانی کی واقفیت پر رشک کیے بغیر نہیں رہ سکتے! خیر اسی ڈسپیچ والے
نے خیالات پلٹے انگریزی اُبھری اور ملکی زبان (اردو) دبنا
شروع ہوئی! اور اس ستر برس میں جو کچھ نتیجہ ظاہر ہوا وہ آئینہ اور
تعلیمی اسٹیٹسٹک کے مضمون پر آپ عیاں ہے! اور صاحبو جبکہ
انڈین فیوڈرین صرف کونین اور ہندی معدون کے لیے جبکہ خالی
بیلیین تجویز کردی جائے تو ایسے معالجین کا کیا علاج!!

اس ناقص در بہالے مزاج نے مختلف دولے اثر کو ابھی ایک
پشت بھی نہ گذری تھی کہ معدون کی تبخیر دماغون تک چڑھی۔
انتشار شروع ہوا۔ بزرگون کے قائم کردہ ادب قاعدون کو توڑا گیا
اور گھر ہی کے اندر شکار کھیلا گیا۔ اور افسوس کہ امیرالامرا سید حسین علیخان
کی جاگیر اور مہاراجہ شتاب رائے کی زمین ایسی شکارگاہ بنی! اور پھر
افسوس کہ زمین ہند اور تاریخ ہند میں بہار اور بہاریون کے نام پر
ایسا دھبہ لگ گیا اور اُن کے دامن پر اس خون کا داغ پڑ گیا۔

صاحبو۔ ابھی آپ نے فورٹ ولیم کالج کا حال سنا اور دلی اُردو
سوسائٹی اور سائنٹفک سوسائٹی کی روداد پڑھی اور ان دو
قومون کی متفقہ کوشش کے نتیجہ کو دیکھ کر خوش ہوئے ہون گے مگر
شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ الہ آباد کے نیچے ہمیشہ سے اُلٹی گنگا بہتی
ہے! ایک طرف تو اتفاق و اتحاد کا وہ زور اور یہان گنگا جمنا کے
سنگم پاس افتراق دو دلی کا وہ شور مچایا جائے کہ ترِبینی بھی نہ کر
دہ آواز یورپ اور گھدلیں کو بھی ناس کرے!

اسی زمانہ میں جبکہ علیگڈھ سنٹفک سوسائٹی اور برٹش انڈین
ایسوسی ایشن ملک کی اصلی ضرورت دکھا کر اس فیاض گورنمنٹ سے
ایک اُردو یونیورسٹی مانگ رہی تھیں اور قریب تھا کہ یہ نعمت عطا ہو کر
۵ ۳ کروڑ مخلوق کی تعلیمی ضرورت بہت کم خرچ اور کم مدت میں پوری
ہو کر انھیں انسان بنا دے کہ اسی اکبر کے الہ باس اور خدا بخشے بابو سرودا
پرشاد سنڈیال کے گھر سے مخالفت کا ایک طوفان اُٹھا جو یورپ پر
چھایا ہوا خلیج بنگالہ کے کنارے جا لگا! یہ اُسی طوفان کا زہریلا اثر تھا
کہ ۱۸۷۴ء میں بنگال و بہار کے چند نئے تعلیم یافتون کی کوششون سے
وہان کی گورنمنٹ میں فارسی حروف یعنی اُردو کے اٹھا اور مٹا دینے
کی درخواست پیش ہوئی! پورے چھ برس سمجھ دار حکام نے اس کی
طرف کوئی التفات نہ کی مگر آخر ع شامت اعمال ماصورت نادر گرفت
مشہور میکڈانل صاحب کا قدم مبارک بہار کی نرم اور یوپی زمین پر جا
اور اُن کی توجہ و برکت سے گڑے مُردے اُکھڑے اور اس داخل دفتر
عرضداشت کے حروف زندہ کیے گئے اور آخر ۱۸۸۰ء میں سر ایشلی
ایڈن کے نادری حکم نے وہان سے اُردو کو شہید کر کے بہار اور
بہاریون کو ہزار برس پیچھے ڈھکیل دیا!!

اس حکم پر ایک غلغلہ اُٹھا اور تہلکہ مچ گیا۔ اس کے خلاف عرضیون
پر عرضیان اور میموریل پر میموریل بھیجے گئے مگر راج ہٹ کے آگے
سب ردیان اور ٹوائلٹ پیپر نکلے! لندن میں اس نئے نقصان کے
کے خلاف آوازین بلند اور کمیٹیان قائم ہوئین مرحوم لارڈ اسٹینلی آف
ایڈرلی نے ایوان پارلیمنٹ کو اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہلا ڈالا
اور وزیر ہند سے جواب پر جواب طلب ہوتے رہے اُردو سائنٹفک
سوسائٹی کے پیٹرن ڈیوک آف آرگائل کے جانشین لارڈ نورتھ برک
بوکھلائے اور گھبرائے اور آخر دھیمے سُرون میں ارشاد ہوا تو یہ کہ تبدیلی
بہاریون کے فوائد کے لحاظ سے کی گئی ہے اور اس سے اُنھیں سرکاری
دفاتر کی کارروائی اور اپنے مقدمات کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوگی!
صاحبو! یہ پیاری منطق اگر صحیح تسلیم کرلی جائے تو اس کا نتیجہ یہی

سکے تاکہ بھولی بھالی رعایا دفتروں کی کوٹھریوں تک جاکر بند ہو جاتی ہی اور آگے نہیں بڑھتی ہی یا اگر کسی طرح چھوٹ کر ججون اور کلکٹرون کے اجلاس تک پہنچ گئی تو اُن کی خاطر سے اس وقت اُن ہی کی بولیون اور انھیں کے لفظون مین بحثین ہوتین اور فیصلے لکھے جاتے ہین تاکہ بیاری رعایا بغیر کسی کی مدد معاونت کے اپنی قسمت کا فیصلہ خود سُن اور سمجھ سکے!!

اس تبدیلی نے اُس وقت کی ہمارے گورنمنٹ کی نظر مین جو فائدہ پہنچایا ہو اُس کے دیکھنے کے لیے افسوس ہمارے پاس کوئی آلہ نہیں اور افسوس امریکن ایڈیسن بھی پاس نہیں جس سے ہم کوئی ایسا آلہ بنوا سکین جس کے ذریعہ سے فوائد کے وہ ذرات چمکتے ہوے نظر آ سکین جو ان کمزور آنکھون سے اب تک سجھائی نہ دے سکے!

دوستو ہم نے تو یہی پڑھا اور یہی دیکھا ہو کہ تعلیم یافتہ اور دماغی سود ہنی تربیت پائی ہوئی جماعت کی تقلید و شاگردی ہمیشہ غیر تعلیم یافتہ اور ان پڑھ گروہ نے کی اور اُن سے کرائی گئی ہو اور اسی مین کسی ملک کی بہتری سمجھی اور سمجھائی گئی ہو لیکن یہ عجیب واردات اور اس ملک کی تاریخ مین جلی حرفون سے لکھ رکھنے کی بات ہو کہ ۱۸۳۲ء سے ۱۹۱۶ء تک ایک اعلیٰ طبقہ اپنے سے کم اور ادنیٰ درجہ والون کی غلامی پر اس طرح معذور و مجبور کر دیا گیا ہو۔ اور سچ یون ہو کہ دماغی و ذہنی ترقی کی جس طرح ہمارے یہان توہین و تذلیل کی گئی اُس کی مثال دنیا کی تاریخ اور صفحۂ روزگار پر ڈھونڈھے نہیں مل سکتی!

لیکن صاحبو! اس نئی امت نے اس پرانی زمین (ہمارے ہاں) پر جو چل چلاو دیا ہو مگر امیر الامرا کے یادر کھنے والے اور شتاب رائے کی عزت کرنے والے اُس اتحاد کو مرتے دم تک نہ بھولے جو اس اُردو اور اسکے فارسی حروف کی بدولت ایک عرصہ سے اس ملک مین قائم ہو چکا اور جس کے سایہ کے نیچے یہ دونوں ہمسر دونوں مین ہاتھ ڈالے ہوے مزے سے سو رہی تھین!

مرحوم مہاراجہ درگھنگا راے سکھراج بہادر، رام کشن پانڈے اور راے لتا دین کے سے خاندانی بزرگون نے اپنی زبان اور اپنے حرف کسی حال نہ چھوڑے اور ہزار سال کے ہندو مسلم اتحاد کو اخیر تک نباہتے چلے گئے! اور آج بھی وہان کے خاندانی بزرگوار اپنی اگلی روش پر سلامت اور اپنی پرانی پُنکالت پر ثابت قدم ہین اور اسی قدیم ہمارے ہین آج بھی والٹر ہم صاحب ڈکشنری مینی کا سا شخص موجود ہی جس کی زبان اور جسکا قلم ایک طرح چلا لیکن لغزش نہ کھائی اور وہ وہان بڑے شریف انگریز اور اُن حبیب سو بیٹون نے مبارک عہد گویا دلا رہے ہین جن کی ملت و محبت اور ہماری زبان سے آشنا ہونے کی بدولت ہمارا یہ باغ سرسبز و شاداب نظر آئی دیا!

صاحبو! اس ملک مین بھنک دور اپنے ہزار سالہ اتحاد کے یون پامال ہو جانے کی روداد جب مین نے ایک فرنچ مورخ کی زبان سے سنی تو سچ کہتا ہون کہ میرا قلب بھر آیا! اور آنسو کسی طرح تھم نہ سکے! اُس شیرین زبان نے اس پر جھلا کر جو کچھ کہا اُسے دہراتے تو مجھے شرم آتی ہو مگر اس کا دوسرا خشت فقرہ پاران اسپری اتیو راد نسیو نلی تی!

(Par un esprit etriot Nationaliti

کسی طرح بھولتا نہیں اور ہمارے لیے بڑا سبق آموز ہی!

دوستو یہ آہی نحس سال کی گرہ تھی جو آج تک کھلی نہیں اور نئی قومیت کے الگ قائم کرنے کا یہ وہ تنگ رستہ تھا جو اب تک کشادہ نہ ہو سکا اور جبکہ اُسی یادگار سن ۱۸۸۰ کے کچھ ہی بعد انڈین نیشنل کانگرس کا یہان وجود ہوا تو ایک اچھے اور بڑے طبقہ کو یہ شکایت کرکے اُس سے الگ تھلگ رہنے کا موقع مل گیا کہ جنھون نے صدیون کے ساتھ کے بعد عین سنہ مین ہمین اکیلا اور تنہا چھوڑ کر اپنی دوسری راہ نکالی ہو اُنکی رفتار پر اب آگے کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہی! یہ ہی ہمارے زوال و پامالی کی تاریخ جسے اُس منحوس سن سے پہلے نہیں بلکہ بعد کو تلاش کرنا اور عینک لگا کر اچھی طرح دیکھنا چاہیے!!

حکام وقت کی اتنی بڑی چوک اور دو قومون کے اس طرح ٹکرا جانے سے وہ شعلۂ فساد نکلا اور بلند ہوا کہ اگر وکٹوریہ کی سی مہربان ملکہ اپنے اخلاق و کرم کے آب سرد سے فوراً اُسے نہ بجھا دیتی تو سن ستاون کا غدر پھر تازہ ہو کر ملک مین آگ لگا دیتا۔ صاحبو۔ یہ ہماری پیاری ملکہ ہی تھی جس نے اپنی رعایا کا خیال کر کے اُسی زمانہ مین خود اس اُردو کو سیکھا اور یون اُن کے زخم جگر پر مرہم رکھا اور دلی کے دیوان خاص کے بعد ایوان بکنگھم مین پھر اُس زبان کا طوطی بولنے اور چہکنے لگا اور یہ اُسی نغمہ کا اثر تھا کہ اس ہماری رانی کا بیٹا اور ہمارا موجودہ شاہنشاہ جب یہان قیصر ہند بنکے تشریف لایا تو دلی شہر مین اپنی جان نثار سپاہ سے اُسی ملکی زبان اور شاہجہانی اُردو مین مخاطب ہوا اور یہی شاہی اثر ہو کہ اب بھی لیڈی چیمسفورڈ رعایائے ہند کو اپنی موجودہ ملکہ کا محبت بھرا پیغام اسی رانی جودھا بائی کی زبان مین سنانے کھڑی ہوتی اور اس طرح ہمارے دلون کو موہ لیتی ہین!!!

صاحبو۔ یہ چار ہزار برس کی داستان جو کومیڈی اور ٹریجیڈی دونون کا مرقع تھی آج آپ کے سامنے پیش کر دی گئی ہماری حکایت تمام ہوئی اور اب آنے والے اس وقت کا قصہ چھیڑین گے اور پھر آپ دل لگا کر سنین گے جس دلدہی و صبر کے ساتھ آپ نے اس دکھڑے کو سنا، مین اُس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا اور چلتے چلتے مقدس و برگزیدہ بزرگون کی زبان سے اتنا اور کہے جاتا ہون کہ دھرم کرو دھوم کرو، اُردو کا سنکھ پھونکو اور اُردو کی ڈونڈی پیٹو اور بس!!!

تبصرہ

مشاہیر یونان و روما

انجمن ترقی اُردو نے ابتدائے قیام سے اس وقت تک جس قدر کتابین ترجمہ و تالیف کرائی ہین ان مین بلحاظ افادت و نفع رسانی کتاب زیب عنوان وہی درجہ رکھتی ہو جو نظام شمسی مین سورج کو حاصل ہو۔ انجمن کے دور جدید مین بہت اور قابل تعریف کام ہوا، اور اُردو مین کئی بلند پایہ کتابین اضافہ ہوئین لیکن اگر یہی ایک کتاب یعنی مشاہیر یونان و روما شائع ہوتی تو بھی ہم کو اس اعتراض کا کوئی حق نہ تھا کہ انجمن نے کچھ کام نہ کیا۔ بہت سی کتابون کا ذخیرہ فراہم کر دینا یا ایک مفید اور کام کی کتاب چھاپنا دونون قابل ستایش و تحسین کارنامے کہے جا سکتے ہین لیکن یہ ہر صاحب ذوق سلیم تسلیم کرے گا کہ اول الذکر کارنامے کے مقابلہ مین آخر الذکر کارنامے پر انجمن زیادہ مبارکباد کی مستحق ہو۔

یون تو ہر کتاب کی نسبت کہا جا سکتا ہو اور ہمارے ریویو نگار کہا ہی کرتے ہین کہ "یہ کتاب اُردو مین ایک بیش بہا اضافہ ہو مصنف نے یہ کتاب لکھ کر اُردو کی بہت بڑی کمی پوری کی" وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اصل یہ ہو کہ اس قسم کی تعریف و توصیف اسی قسم کی کتابون پر زیادہ صادق آتی ہو جیسی زیر تبصرہ کتاب ہو۔

یہ کتاب جس پایہ کی ہو اُس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہو کہ یہ بھی منجملہ اُن کتابون کے ہو جنھون نے یورپ کی کایا پلٹ کر دی۔ یہ ایک واقعہ ہو اور اس واقعہ کی تصدیق کتاب کے مطالعہ سے ہو سکتی ہو۔ جو شخص یہ کتاب پڑھے گا اُس کو اس حقیقت پر یقین آ سکتا ہو کہ آیا وہ قوتین کونسی ہین جن سے ایک ترقی پذیر قوم صحیح راستے پر پڑ سکتی ہو ایک سپہ سالار، ایک مقنن، ایک حکمران، ایک اخلاقی ترقی کا خواہشمند

سب کی یہ کتاب رہنما ہو سکتی ہی، اور مصنفین فن حرب، قانون سیاست اخلاق اور علم النفس وغیرہ کے لیے اس کتاب مین کافی مواد موجود ہی غرضکہ تاریخ کے مطالعے سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہین اُن کی یہ کتاب تنہا ضامن ہی خود مصنف خوشگوار طریقہ سے اُن علوم کے سبق ہم کو پڑھا دیتا ہی۔

مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اُردو جن کے انتخاب اور کوشش سے اس بیش بہا جواہر کا اُردو مین اضافہ ہوا، اور سید ہاشمی صاحب جن کی جانکاہی محنت اور عرق ریزی نے اسکو اُردو کا لباس پہنایا، دونون کا شکریہ واجب اور انجمن مبارک باد کی مستحق ہی۔ کاش جس رتبہ کی یہ کتاب ہی اُس کے شایان شان اس کی لکھائی چھپائی مین بھی اہتمام کیا جاتا اور نہایت نفیس کاغذ پر خوشخط اور آب و تاب سے چھاپی جاتی، کتاب کی اصلی قدردانی یہی ہی کہ وہ اعلیٰ پیمانہ پر چھپوائی جائے ہم یہ کہنے سے باز نہین رہ سکتے کہ "مشاہیر یونان و روما" پر معمولی کاغذ پر اور خراب چھپوا کر ظلم کیا گیا ہی۔ اِس سے بھی زیادہ اِس امر کی ضرورت تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ کسی اُردو کے ماہر یا اہل زبان کم از کم صحیح اُردو لکھنے والے سے کرایا جاتا۔

انجمن کی طرف سے اس سے پہلے ایک کتاب "مقدمات الطبیعات" شائع ہوئی ہی اُسے دیکھ کر ہم نے خیال کیا تھا کہ یہ ایک اتفاقی امر ہی لیکن اب یہ "مشاہیر یونان و روما" شائع ہوئی ہی۔ اِسے پڑھ کر تعجب ہوتا ہی کہ انجمن نے کیون موجودہ صورت سے شائع کرنے کو جائز رکھا اگر انجمن کو کوئی صحیح اُردو لکھنے والا اس کے ترجمے کے لیے نہ ملا تھا تو یہ اُس کا فرض تھا کہ چھپنے سے پہلے اُس پر نظرثانی کرتی اور تمام صرفی و نحوی اور روزمرہ و محاورہ کی غلطیان جن سے اس کتاب کا ہر صفحہ ایک خارستان بنا ہوا ہی درست کر دی جاتین۔ مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے قابل قدر مقدمے مین اس ترجمہ کی نسبت لکھا ہی کہ "میری راے مین یہ اُردو ترجمہ بلحاظ طرز بیان، سلاست و سہل مطالب انگریزی ترجمہ پر فوقیت رکھتا ہی" مولوی صاحب موصوف اُردو کے بہت بڑے انشاپرداز اور بہت بڑے نقاد ہین اس لیے مجھے تو یہی شبہ ہی کہ یہ الفاظ اُن کے نہین ہین یا تو یہ جملہ الحاقی ہی یا اگر انھین کی تراوش قلم ہی تو میری راے مین اُنھون نے بلا ترجمہ دیکھے محض مترجم صاحب سے حسن ظن کی بنا پر لکھ دیا ہی۔ اس ترجمہ کی یہ حالت ہی کہ کوئی صفحہ تعقید لفظی اور چار قواعد اور محاورہ کی غلطیون سے خالی نہین ہے ہم نمونۃً چند غلطیان لکھتے ہین اس سے کل کتاب کا اندازہ ہو سکتا ہی

ع "قیاس کن ز گلستان من بہار مرا"

"طرفین بکل گریدان ہین" طرفین سے تو نکلا کرتے ہین لیکن خود طرفین کا نکلنا مترجم صاحب کی ایجاد ہی۔

"آپس مین جدی تھے" حرف جدی کوئی نہین بولتا ایک جدی چاہیے"

"چکر اور چپک پھیریان .... لگانے پڑتے ہین۔ چپک پھیریان مؤنث ہی

"بڑی اونچان پر سے" اونچائی تو سنا تھا اونچان نہ معلوم کیا بلا ہی۔

"سر ارادت رگڑے" سرِ ارادت رگڑنا کہان کا محاورہ ہی۔

"حارج آنے" حارج ہونا محاورہ ہی۔

"حادی آجانا" یہ بھی بالکل غلط ہی حادی ہونا یا حاوی ہو جانا بولتے ہین۔

"گریا باقی رہی" گریا جہلا کی زبان ہی۔

"دماغ لڑانے" دماغ کوئی نہین لڑایا کرتا عقل لڑائی جاتی ہی۔

"لوگون کو گٹھڑے چھوڑ دیا لیکن تو بٹھلے دیئے جاتے ہین"

لیکن مترجم صاحب نے لوگون کو گُٹ چھوڑ دیا۔

"لگے بندھے سے زیادہ اٹھے نہ تھے" مترجم صاحب کو محاورات کے استعمال کا بہت شوق ہے لیکن موقع و محل نہیں جانتے اُن کو یہ بھی نہیں معلوم کہ لگے بندھے کن کو کہتے ہین اور پیسے لگے بندھے نہین ہوا کرتے۔

"خلاف تقدیس سمجھا" خلاف تقدس چاہیئے۔ عربی الفاظ استعمال کرنے کے لیے تھوڑی سی عربی دانی کی ضرورت ہے۔

"مدحیت کرتا تھا" یہ محاورہ بھی مترجم صاحب کی ایجاد ہے کوئی عربی خوان اس ایجاد کی جرأت نہین کر سکتا تھا۔

"بات ور پڑی" بات در رہی محاورہ ہے۔

"معاملات ہاتھ تلے آ گئے" معاملات ہاتھ تلے آنا لغو ہے معاملات کی باگ ہاتھ مین آ گئی لکھنے ہین۔

"بالون بال بچ گئے" محاورہ تو بال بال بچنا ہے بالون بال مترجم صاحب کی ایجاد ہے۔

"جب انھین فی الواقعی بھی علم ہو گیا" اول تو فی الواقعی خود لغو ہے اور صرف کم سوادی بول سکتے ہین۔ اور اگر یہان فی الواقع ہی ہوتا اور ی کا دُم چھلا اضافہ نہ کیا جاتا تو بھی اس لفظ کے اس موقع پر استعمال کے لیے عربی دانی کی ضرورت نہ تھی صرف اُردو دانی کافی تھی۔ جب اُن کو اصل واقعہ کی اطلاع ہوئی یا حقیقت واقعہ کا علم ہوا یا اصل حقیقت یا حقیقت واقعی معلوم ہوئی وغیرہ وغیرہ لکھنا چاہیے تھا۔

"بالکلیۃ" یہ بھی ایک ایسی ہی غلطی ہے جیسی فی الواقعی کسی پڑھے لکھے کا کام نہین کہ وہ کلیۃ کے ساتھ با لگا کر سترگربہ کرے۔

"وہان سے رجوع لائے" رجوع لانا بھی کیا خوب! رجوع کیا جاتا ہے۔

"اِس کو گھسنا نہین ملتا" واہ وا! کیا فصیح اور کیا صحیح زبان ہے! فرمایئے کہ اُس کو گھسنا نہین ملتا۔

"بند توہمات سے رہائی دلائی" یہ بند اور کھلے توہمات کیا بلا تھے جن سے رہائی دلائی۔

"خواہش اوچھتی ہے" یہ بالکل نیا محاورہ ہے ٹکسال باہر بولا جاتا ہوگا اہل زبان نہین بول سکتے۔ ہم سمجھے بھی نہین کہ خواہش پوچھنے کا کیا مطلب ہے۔

"اطلاق نہ پاتا تھا" مترجم صاحب صحیح اُردو لکھنے کی کوشش کرتے ہین تو ایسی ہی دُرفشانی فرماتے ہین۔ اطلاق پانا کوئی محاورہ نہین اطلاق ہونا اور کرنا ہے۔

"بزور و زبردستی غلبہ پایا" ایک اُردو اور ایک فارسی لفظ مین واو عطف سے کیا خوب رشتہ جوڑا ہے۔

"فارغلیس کے تفویض کر دیے" اس جملے مین کے کیا خوبصورت معلوم ہوتا ہے بیچارے کو نے کیا تصور کیا تھا جو اُس کی جگہ چھین لی گئی اور صحیح اُردو کا خون کیا گیا۔

"اس معاملے مین بڑے ربط و ضبط سے کام لیا اور کسی قسم کی ۔ ۔ ۔ شکایت نہین کی" اس جملہ مین ضبط کے ساتھ ربط کی ضرورت تھی۔

"بطوع خاطر تمام قیدی اُس کے حوالے کر دیے گئے" مترجم صاحب جب لغت مین طوع کے معنی دیکھین گے یا کسی سے دریافت فرمائین گے تو اُن کو سخت شرمندگی ہوگی کہ بطیب خاطر مین تصرف کر کے بطوع خاطر کیون لکھا۔

"دشمنا نگیون" اس کی کیا ضرورت تھی کہ دشمنیون کو ترک کر کے جاہل عورتون کی تقلید کی گئی۔

"اوران کی نوآبادیان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ساحلون پر پڑی ہوئی تھین" نوآبادیان پڑی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

"یونانیون کا دیسا ہی چھتہ بن جاتا" مترجم صاحب نے شاید

یونانیون کو شہد کی مکھیان سمجھ لیا جو اُن کے لیے چھتہ بنانے کی ضرورت پڑی۔

"۲ بجے اپنے دار سے" دار کیا بلا ہی اپنی اپنی باری چاہیئے۔

"شخصی فتوی زدہ" ستم زدہ، مصیبت زدہ وغیرہ وغیرہ الفاظ کہے اور بولے جاتے ہین لیکن فتوی زدہ ایجاد بندہ ہی!

"توازن انھین دونون ہاتھون مین تلا رہ سکتا تھا۔ توازن تُلا نہین کرتا قائم رہا کرتا ہی۔

"شاہنشاہیت" مترجم صاحب بتلائین کہ یہ لفظ عربی ہی یا فارسی۔

"اسی وقت سے اُس کا ڈھال شروع ہوتا ہی" مترجم صاحب کو خیال بدرجۂ معلوم نہ ہوگا کہ اس موقع پر محاورہ مین "ڈال" آتا ہی

"ہر ریاست پر حسب حیثیت سے چندہ ڈالا گیا" چندہ ڈالنا کہان کا محاورہ ہی۔

"جدید تحقیقاتون نے" تحقیقات خود جمع ہی۔

"اُنھی کا پلہ غالب رہا" پلہ بھاری رہنا چاہیئے۔

"غالون نے متحد ہو کر لڑائی چھیڑی جس مین اخیر تک فتح رومیون کے ہی پہلو پر رہی" لڑائی چھیڑی بھی غلط اور فتح پہلو پر رہی بھی مہمل اور کے ہی کیا؟ ہی کے جاتے ہی؟

"تمام جزیرہ اُن کے ماتحت آگیا" اُن کے تحت مین آگیا یا ماتحت لکھنا چاہیئے تھا۔

"قدرتی حسن وجمال کو اس کی جلادت وصولت دگنا رہی تھی" جلادت نہ معلوم کیا بلا ہی اور دگنا رہی تھی کیا چیز ہی۔

"ہنی بال ..... سیلاب کی طرح ..... اُترا" سیلاب اُترا نہین کرتا۔

"طرح طرح کے شبہے اور اتہام اُٹھانے لگے" شبہے کرنا اور اتہام لگانا محاورہ ہی۔

"مستقل سکونت بنا کر" سکونت بنانا مہمل ہی۔

"فائدہ مند بحث وتباحث مین" محاورہ بحث ومباحثہ ہی۔

"محسن میزبانون پر حکومت چلانے کا حق طلب کرین" حکومت چلانے کی بھی ایک ہی کہی۔

"اور جن عورتون کے شوہر اُتر جاتے وہ اس عرصہ تک برابر سوگ کا سوگ رکھتی تھی" شوہر اُتر جانے کا کیا مطلب ہی۔

یہ ایسی غلطیان ہین جو کوئی اہل زبان گو وہ معمولی لکھا پڑھا ہی کیون نہو ہرگز نہین کرسکتا۔ ان غلطیون کے علاوہ مترجم صاحب نے کہین کہین اپنی شان اجتہاد بھی دکھائی ہی۔ اور کچھ نئے الفاظ وضع فرمائے ہین جو اس سے پہلے نہ قدیم اُردو مین دیکھے گئے اور نہ جدید اُردو مین اور نہ شہری اُردو مین سُنے گئے نہ دہاتی اُردو مین۔ مثلاً ایک جگہ آپ جہازراں ہون تحریر فرماتے ہین۔ ایک جگہ چمڑسیان (یعنی چمڑے کی پتلی پتلی پٹیان) لکھا ہی اور ایک جگہ تقریبے نیا لفظ ایجاد فرمایا ہے۔ ناظرین کو اگر ان جذبات آفرینون کے دیکھنے کا شوق ہو تو "مشاہیر یونان وروما" ملاحظہ فرمائین۔ سطور بالا پر ایک نظر ڈال لین ان مین بھی کئی جدید محاورے اور الفاظ مترجم صاحب کی قابلیت اجتہاد کی شہادت دین گے۔

ہم نے سرسری طور سے کتاب کی ورق گردانی کرکے غلطیون کے دریا مین سے چند قطرے نمونتاً پیش کیے ہین اور نہ اُردو مین آجتک کوئی کتاب ایسی شائع نہین ہوئی جسمین اسقدر طومار اغلاط موجود ہو جس قدر کہ اس کتاب مین ہی۔ یہ مع مقدمے کے ۵۰۲ صفحے کی کتاب ہی۔ کوئی صفحہ خالی نہین ہی جسمین ایک دو بلکہ اس سے بھی زیادہ غلطیون کا ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے اہتمام نہ کیا گیا ہو۔ انگریزی مین جس نے اس کتاب کا ترجمہ کیا تھا اُس کو سر کا خطاب دیا گیا تھا۔ مترجم صاحب بھی

اِس کے مستحق ہین کہ اِن کو اُستاد اُلمتین کا خطاب دیا جائے

مترجم صاحب جسطرح نئے الفاظ وضع کرنے مین مشاق ہین اسیطرح آپ کو شاعری مین بھی یدطولیٰ حاصل ہے اور خان قادر الکلامی مین نہایت بلند پرواز ہین۔ انگریزی ترجمہ مین جسقدر نظمین اور اشعار تھے مترجم صاحب کی جدت آفرین طبیعت کو کب گوارا تھا کہ اُن کا ترجمہ نظم ہی مین نہ کیا جائے۔ اِس مین بھی آپ کی طبع وقاد نے وہ وہ گل کھلائے ہین جن کو دیکھ کر دنیا کی ہر زبان کے بڑے بڑے شاعرون کی روحین وجد مین آجائین گی۔ گو اُردو کا کوئی مبتدی ان نظمون کو دیکھ کر ضرور چکرائے گا۔ ناظرین کے تفنن طبع کے لیے نمونۃً چند شعر پیش کیے جاتے ہین ؎

کھلنے نہ دے دشراب جلد پیانون کو اے لوگون کے سردار
جب تک کہ تو ہر شخص کو آلیوے ایکبار

اس شعر کا دوسرا مصرعہ اور آلیوے ملاحظہ طلب ہے ؎

وہان نغمہ دیرہ ہین ہم عنان قدم زن ہر گلیون مین اطفال دان
بزرگان دانا کے شورے ہین وہان جوانون کی ہین بے پناہ جھپیان
رقص وطرب جشن کا ہے سمان

نشان زدہ الفاظ ناظرین کی خاص توجہ کے مستحق ہین۔ اگر مترجم صاحب بطور خود اس کتاب کو چھپوا کر شائع کرتے تو ہم کو زیادہ اعتراض کا موقع نہ تھا لیکن یہ کتاب انجمن ترقی اُردو کی طرف سے شائع ہوئی ہے جس کے قواعد وضوابط کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ:-

اصلاح زبان یعنی اُردو زبان مین جو خرابیان پیدا ہوتی جاتی ہین اُنھین رفع کرنا اور غیر مانوس اجنبی الفاظ ومحاورات جو غیر زبانون کے بلا ضرورت زبان مین داخل ہوتے جاتے ہین اُن سے بچنا اور صحیح وفصیح زبان کو رواج دینے کی کوشش کرنا،،

کیا یہی صحیح وفصیح زبان ہے جس کے رواج دینے کی انجمن کوشش کرتی ہے۔ اگر یہی ہے تو اُردو کی فاتحہ پڑھ لینا چاہیئے۔ انجمن کا فرض ہے کہ جو کتاب اُس کی طرف سے شائع ہو اُس کی زبان قابل استناد ہو، اور اگر یہی لیل ونہار ہے تو ہم کو سخت افسوس ہے کہ انجمن اُردو کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچا رہی ہے اور کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی کہ اپنے ضوابط کی پہلی دفعہ کیون پامال کرتی ہے۔ اگر اِس کتاب کے بقیہ حصے ترجمہ نہ ہوے ہون تو میری رائے مین کسی دوسرے کو دیدیے جائین، اور اگر بد قسمتی سے وہ بھی ترجمہ ہو گئے ہون تو چھپنے سے قبل اُن پر نظر ثانی کر لی جائے۔ ہم ایک دوستانہ صلاح یہ بھی دیتے ہین کہ آئندہ ترجمہ کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو مولانا شبلی مرحوم کے عہد مین تھا کہ جس کتاب کا ترجمہ منظور ہوتا تھا اُس کا اخبارات ورسائل مین پہلے اعلان کیا جاتا تھا، اور ترجمے کے نمونے طلب کیے جاتے تھے جس کا ترجمہ اچھا ہوتا اُس سے کل کتاب کا ترجمہ کرایا جاتا تھا۔ یہ طریقہ نہایت موزون اور مناسب تھا۔ اگر کسی خاص مصلحت سے اس طریقہ پر عمل کرنا پسند نہ کیا جائے تو برائے خدا ایسے شخص سے ترجمہ کرایا جائے جو صحیح وفصیح اُردو لکھ سکتا ہو۔ ایسے شخص کو کوئی کتاب ترجمہ کے لیے نہ دی جائے جو اُردو سے بالکل نابلد ہو، لیکن خود کو مجتہد سمجھتا ہو۔

قمر

(رباعی)

وہ لیل ونہار وہ زمانہ نہ رہا — وہ مہر ومحبت کا ترانہ نہ رہا
اپنا نہین کوئی وقت بد مین شاکر — بیگانے سب ہین کوئی یگانہ نہ رہا

فکر انجام

خیال اس بات کا بھی اے انسان ہے ترے دل میں / رہیگا کب تک ٹھہرا ہوا ہستی کی منزل میں
رہیگا کب تلک سرگرم بیادبی خودرائی / من و ملک کے خیالوں میں کہانتک سینہ فرسائی
گذارا تونے اے ناداں مستی میں جوانی کو / ذرا کچھ آپ ہی کر یاد تو اپنی کہانی کو
کئی گھر آتش بیکار سے تونے جلا ڈالے / غرور مال و دولت میں نشان انکے مٹا ڈالے
نہیں سوچا کبھی انجام تونے اپنے کاموں کا / ہمیشہ خلق کو سمجھے رہا تو لا غلاموں کا
جما ہے خودسری کا نقش باطل کیوں خیالوں میں / رہا ہے عمر بھر ناداں تو اسکے جالوں میں

اجل نے چپکے چپکے تجھکو کھینچکر یہ پیری تک لائی / مگر چشم ہوس پر دہ تری اب تک نہ شرمائی
نہیں دیکھا کوئی انساں جفا رعد کے سوا تونے / خدا سے بھی نہیں رکھی کہیں شرم و حیا تونے
کسی کی عصمت و عزت کو چھوڑا تونے مشکل سے / فسانہ زندگی کا اپنی ظالم پوچھ لے دل سے
رہا محو خیال دامن جوش جوانی میں / شرارت سے لگاتا ہی رہا تو آگ پانی میں
کوئی دل اپنے ڈھالے تونے محفل میں نہیں چھوڑا / پیالہ کوئی ساغر ہی جسے تونے نہیں توڑا
گذاری تری عمر ہی پشیماں امیری میں / گذاری عمر لیکن نفس کافر کی اسیری میں

بہت کچھ کر چکا اب دیدۂ عبرت کو بھی وا کر
سنوارا اور بگاڑا تونے کیا کیا ہی یہاں آکر

بڑے دھبے لگائے تونے تشریف خلافت کو / مگر بدلا نہیں اب تک ذرا بھی اپنی عادت کو
زمیں کو آسماں اور آسماں کو تو زمیں سمجھا / سمجھ لے اب بھی کچھ ناداں اگر اب تک نہیں سمجھا
تری شام جوانی کی سحر اب ہونے والی ہے / ترے اعمال کی سب کو خبر اب آنیوالی ہے
خلوص قلب سے تائب جو ہو ترک معاصی کر / نہ دارالامتحان دہر میں یہ آنکھ کوسی کر
قضا چپکے سے بالآخر پہنچ ہی جائیگی آکر / نہ اپنے جوہر عالی کو ناداں اور رسوا کر
رہا ہے اس بھری مجلس میں تو بیہودہ کاکا / خدارا اب تدارک کو اپنے دل مضطر کو آوارہ

تری مستی ہے غفلت اے ستمگر دنیا کے متوالے / یہ ڈھنگ اچھا نہیں ہے دل ناداں کو سمجھالے

نہ وہ آفاق میں حرص و ہوا کا مبتلا بنکر / ہوس تیری مٹادیگی تجھے دست قضا بنکر
مآل کار سے غافل رہا غفلت نہیں اچھی / شرارت کو نمایاں کرکے یہ عادت نہیں اچھی

یہاں کچھ اپنے میں رہنے کا بھی ساماں پیدا کر
بجا بیجا سمجھنے کے لیے احساس پیدا کر

جئے گا کب تک آخر بنکے عاشق خودستائی کا / نتیجہ کیا نہیں دیکھا بھلائی اور برائی کا
خدا کو بھول مت منہ دیکھکر دنیا کی دولت کا / بڑا ہی پرخطر انجام ہے کفران نعمت کا

یہ مانا مثل ہے تیری ریائی و رعنائی / بیگانے بھی ترے عاشق ہیں بیگانے بھی شیدائی
بہت کچھ تیز ہے ہر دم زباں تیری قلم تیرا / بیاں ہوتا ہے ہر جا پر فسانہ دمبدم تیرا
ملی ہیں مشرق و مغرب کی اکثر ڈگریاں تجھ کو / سمجھ رکھا ہے اہل دین نے بھی عزت کا نشاں تجھ کو
مگر کب تک غرور سے تجھکو اپنے نفس کا فریب / بگاڑا تونے باطن کو رہا جاتا ہے ظاہر پہ

کریگا ناز بیجا کب تلک اپنی امارت کا / نہیں ہے مرتبہ بڑھکر بصیرت سے بصارت کا
جہالت سے نہ کر درہم نظام خالق اکبر / کہ اس زمانہ سے مدہ کرسکے ہیں بارہا اکثر
نہ ہلا اپنا دل تو چھیڑ کر مظلوم کے دل کو / تڑپتا دیکھ کر مت ہنس غریب نیم بسمل کو
پسندی تا بکے آخر معلق ہو ہوا مانند / بذوق حرص بیجا غافل از قہر خدا مانند

ترے جیسے کروڑوں اس فلک نے پیس ڈالے ہیں
ہمیشہ اسکو سمجھتے ہیں یہی جو عقل والے ہیں

یہ مانا دل ترا ہے مائل حسن پری رویاں / طبیعت ہے تری مشتاق ناموس سمن بویاں
ہے شہرہ ہر طرف یاروں میں تیری جانبازی کا / ہے چرچا چار سو محفل میں تیری دلبری کا
شہید ناز بننے پر تو اکثر ناز کرتا ہے / زباں سے عشق کا ظاہر ہر اک انداز کرتا ہے
مگر پڑ کر ہوس میں تو کہیں رسوا نہ ہو جانا / خیال بیخودی میں رہ کے تو خودی کھو جانا
کہیں کشت عمل میں اپنی تو کانٹے نہ بو جانا / مآل کار سے اپنے یہاں غافل نہ ہو جانا

اگر سمجھے تو۔ تو خود مظہر شان خدائی ہے
یہاں دل میں ترے نور جمال حق نمائی ہے

تو قطرہ ہے مگر ہے تلزم ذخار کا ہمسر — نشان تیری فضیلت کے ہیں پستی اور بلندی
ہوا تو پست ہمت ذرہ تا چیز بن بنکر — ہوا پامال اپنے قصر کی دہلیز بن بنکر

نہیں تجھکو سکھایا دین برحق نے فنا ہونا — خدا کے واسطے کچھ سیکھ اب بھی با خدا ہونا
ترا منصب ہے عالی اپنے جوہر آشکارا کر — شرف تیرا مسلم ہے تو خود کو عالم آرا کر
خیال ہے سمجھداری میں بڑکر بھی مر رہنا — یہاں ہشیار بن اور سیکھ ہر دم خنجر بنا
فراغ منظر قدرت کو دیکھ اسکا تماشا کر — پڑا ہے پستیوں میں کیوں تو اپنا دل بالا کر
رہ ہستی کا ہر ذرہ تری رفعت کا قائل ہے — تعجب ہے جو تو ہستی میں پستی پہ مائل ہے
تجھے خود غلط لوگوں نے بہکایا ہے نشاں سے — پلایا زہر قاتل تجھکو شربت کے بہانے سے
نیاز و عجز دکھلا اہل سنت آئین خودداری — نہایت عجز بھی ہے فطرت عالی کی ہاری
مگر پیش خدا تو ذرہ کمتر سے بھی کم ہے — مبارک ہے اگر تو بیم حق سے چشم پرنم ہے
ہوئے ہیں اس جہاں میں عاشقان حق الاکھوں — کروڑوں صوفیا و اولیا اور انبیا لاکھوں
سبق سب نے دیا ہے خودی و حق شناسی کا — یہ اک حاصل ہے ان سب کی تعلیم اساسی کا
مگر اخلاق ہیں تیرے تو سب تم ہیچ ہے تیرا — نمود عاجزی بھی اک سر اسر ہیچ ہے تیرا

بیا ترتیب دہ بار دگر سامان ہستی را
بلندی را بورزد دور کن ذلیل و پستی را

قطعہ

کل ملے بازار میں اک حضرت صوفی پیر مرد — جھٹ پٹا سا ہو رہا تھا آخری تھا وقت شام
ہاتھ میں تسبیح پیشانی پہ سجدہ کا نشاں — زیب تن ملبوس نو ہے اور حاجی بیت الحرام
پیر مرشد آ گئے اکبار جب میرے قریب — دوڑ کر چومے قدم جھک کر کیا میں نے سلام
دیر تک دیکھا کئے پہلے تو صورت مری — مجھ سے فرمانے لگے پھر بعد استفسار نام
شاعری تحصیل حاصل ہے جنون ہے آپکو — ہاتھ آئے جس سے زر وہ کیجئے دنیا میں کام
موجب توقیر خود غرضی ہے انسان کے لیے — خاص ہے اب ملت احباب میں یہ رسم عام
شیر مادر ہے کسی کا مال ہاتھ آئے اگر — مفت کی مے بھی نہیں ہاتھ آئے تو ہمیں حرام
دشمنی کی فکر لازم ہے جہاں ہوں چار دوست — وضعداری میں بھی ہے طبع عالم کا انتظام
جو ہر بغض و حسد ہے آبرو ریزی دوست — وقت پر کھینچ جائے جو خود شل تیغ بے نیام
نشہ نفرت کا سوا کیونکہ ہوگا سو بند — پی لیا جب تم نے صہبائے تکلف کا جام
مذہب و ملت کے جھگڑے دین کے اور دائرن — حاصل صحبت کہاں تو دوستی کا انتقام
چاہیے سو سطح یہ خلق ظاہر میں خوب — باہمی نا اتفاقی کا بچھائیں آپ دام
سنکے یہ باتیں مجھے بیساختہ آئی ہنسی — میں یہ سمجھا پیر بخیہ کاری ہے عقل خام
دانتوں میں اپنے سخن سازونکے آئے کیا صمیم — سن چکے جب ہم تو آخر یہ کیا ان سے کلام

بندہ پرور مذہب و ملت ہے اپنا تو یہی
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

(سوز و ساز)

او خیال یار تیری میزبانی کو بہم — فرش رہ رہتے ہیں سینوں میں سدا شادی و غم
سرنہانی ہے تو ہر چند نقش دلنشین — کوئی راز رد نہ کا رہا نمایاں تر نہیں
کیا ہے آخر سر میں یہ ہنگامہ جوش جنون — کیوں دل خون گشتہ ہنستے ہیں قبائے لعل گون
بند غم سے کسطرح ممکن ہو آزادی مجھے — جب تصور ہے کسی کا نغمہ شادی مجھے
سوز غم اے نہاں ہے دلگداز و دلستان — جس سے وصل و فصل کا ہوتا ہے پیدا اک نشان
ایک دنیائے تصور دل میں جو آباد ہے — محفل عشرت ہے اور معمورہ بیداد ہے
غم کے ہاتھوں اشک ہیں آنکھوں سے جاری دمبدم — اور پھر محو تصور کو نہیں پروائے غم
عشق پیچاں کسطرح وابستہ نخل حیات — لذت آزار غم ہے طرفہ راز کائنات
درد و غم جاہ و حشم اور یہ جو جسم و جان ہے — اک خیال روئے جانان پر سبھی قربان ہے

عقل حیران ہے اگر نیرنگ دنیا دیکھ کر
دل ہے بیخود دیدہ نرگس دوئی دا دیکھ کر

(موسم برسات کی صبح)

(ایک بچہ کی نظر میں)

آج جس وقت مجھے تم نے جگایا اماں — اپنے اور نیند کے پہلو سے اٹھایا اماں
آسمان نیلی تھا اوڑھے ہوئے کالی کالی — تازگی اور سفیدی سے فضا تھی خالی
نہ اندھیرا ہی تھا شب کا نہ اجالا دن کا — رات کے گرد نظر آتا تھا ہالا دن کا

اک بلندی کی پکڑ کر پستی کو بہلاتی تھی — دل ہلاتی ہوئی آواز سنی جاتی تھی
صبح ہر جا طرف روتی ہوئی پھرتی تھی — اپنا منھ آنسوؤن سے دھوتی ہوئی پھرتی تھی

جیسے ننھا سا مین بیٹھا ہون بھلا رات آن! — ایسے اک صبح کا بھی لال ہو پیارا آن!
جیسے مین کھیلنے جاتا ہون بہت دور کہین — ایسے ہی شرق مین ہو آج وہ مستور کہین

کھو گیا ہو نظر آتا نہین بچہ اُس کا — ڈھونڈھتی لاکھ ہو پاتا نہین بچہ اُس کا
دیکھو تو صبح کا دل سڑ رہی بے نور ہے آنکھ — اپنے بچہ کے تصور ہی سے معمور ہے آنکھ
مجھ کو جانے دو کہ مین ڈھونڈھ کے لاؤن اُسکو
غمزدہ صبح کے پہلو مین بٹھاؤن اُسکو

مردنا بینا

نابینا بینا دیگر لوگ یا عورت

کسی نے مردنا بینا سے پوچھا — کہ تجھ کو عیش دُنیا کا مزا کیا؟
نظر آتی نہین صورت کسی کی — نہین تجھ سے بُری حالت کسی کی
سدا چلنا رہا دشوار تجھ کو — کہا کرتے ہین سب دیوار تجھ کو
جو ہین میلے تماشے اُن سے محروم — طبیعت رات دن رہتی ہو مغموم
تجھے دشواریان آتی رہین بیش — ترے نزدیک یکسان نوش اور نیش
تجھے ہموار نا ہموار کا خوف — تجھے ہر طرح کے آزار کا خوف
تجھے کہتے ہین بے ایمان ظالم — جلاتے ہین ہمیشہ جان ظالم

کہا اُس نے کہ اے انسان ہمدرد — ہزارون یون تو بھرتے ہین دم سرد
مگر اس کی ضرورت کچھ نہین ہو — کہ ہے دنیا مین اک عبرت بڑی شئے
لبون پر شکر یان رہتا ہو جاری — زبانین ہین یہان اک اک کی عاری
رہا مین عیب بینی سے مبرا — نہین ہے نکتہ چینی میرا شیوا
میرا اسلیے تماشون سے ہو دل سیر — نظر آتے ہین اُن کو لاکھ اندھیر
ہزارون رنگ ہین دنیا مین لیکن — مرے نزدیک یکسان رات اور دن
رہا دل اُن کا ڈانوا ڈول اکثر — مرے دل مین سکون و صبر یکسر
بھٹکتا ہو دل اُن پہ جا دیکھ کر مال — کیا ہے مین نے سب اسباب پامال
ترستی ہین وہان آنکھین کسی کی — یہان تکتے نہین رہین کسی کی
حسینون کی نظر آئی جو صورت — بنے اک آن مین پتھر کی مورت
اگر ترچھی نظر کا تیر کھایا — بھرے گھر کا کیا دم مین صفایا
مرے نزدیک ان باتون مین ہین عورت — نہین چھینے جھپٹنے کی کہین بات
نہین منھ پھیرنے کی مجھ کو حاجت — نہین ہٹنے کی اُن کو کچھ ضرورت
کیا کرتا ہے چوری آنکھ والا — مجھے سب ایک ململ اور دوشالا
جسے پہچان ہو خالی بھرے کی — جسے تمیز ہو کھوٹے کھرے کی
اُسی سے پوچھتے ہین لوگ یہ بھی — کہ دیکھی ہو یہان ٹوپی ہماری
کسی نے آجتک پوچھا نہ مجھ سے — کہ میری چیز بھی دیکھی ہو تو نے
اُنھین خود اپنے نقصانات کا ڈر — بچا دیتے ہین مجھ کو لوگ اکثر
رہے سب وہ تو دقت ہوشیاری — مری ہوتی رہی یان غمگساری
مجھے لالچ نہین نفرت نہین ہو — مرے نزدیک کچھ عزت نہین ہے
نہین کرتا کبھی آداب و تسلیم — نہ کی مین نے کبھی تعظیم و تکریم
مین خود کرتا نہین عزت کسی کی — ہمیشہ اپنی عزت ہوتے دیکھی
نہین مین نے بنایا آجتک جعل — مرے نزدیک یکسان پتھر اور لعل
اُنھین بدصورتون پر نفرت آئے — کوئی تھوکے تو کوئی منھ بنائے
مین ان باتون سے ہون بیزار بالکل — مرے نزدیک یہ بیکار بالکل
چھپا دیتا ہون مین ہر ایک کا عیب — نہین کہتا کسی کا بھی ذرا عیب
بگڑ جائے کوئی میرا اگر کام — تو مین اصلا کسی کو دون نہ الزام
اگر کم تول کر دین مجھ کو کیا غم — اگر تھوڑی ملے مین ہون نہ برہم
بھروسہ مجھ کو سب کے کام پر ہو — مری اللہ پر ہر دم نظر ہو
بہت تکلیف مین ہین آنکھ والے — ہوے ہین زخم اُن کے دل کے آلے

ضرورت ان کو ہر دم دیکھنے کی — ہمیں عادت نہیں غم دیکھنے کی
ہم اتنے پر بھی بے ایمان کہلائیں — تعجب ہے کہ وہ انسان کہلائیں
رہیں یکسو مرے سارے خیالات — پریشانی وہاں ہیہات ہیہات
وہ اتنی ہوشیاری پر بھی نادان — ہیں ان کمزوریوں پر شاد و فرحان
تو لے عقل میں ان کے کمی ہے — اسی باعث سے شاید برہمی ہے
ترقی پر یہاں ذہن رسا ہے
کہ سر پر سایۂ لطف خدا ہے

یاد ایام عیش

کامرانی محبت کامرانی مراد — عالم حیران میں اب تو خواب میں وہ لذتیں
وہ نشاط عیشہائے یاوری بخت اور — وہ مسرتہائے گوناگوں اور وہ عشرتیں
برہمی بزم عشرت سے وہ بیکلی مری — وہ زمانہ جبکہ عنقا تھیں الم کی دہشتیں
وہ نسیم جوشش عشرت کے جھونکے خوشگوار — کیفیتہائے سرور عیش کی وہ شدتیں
وہ مری ہر بات میں آجانا شان اعتلا — نازش بخت رسا اعدا سے وہ وہ نخوتیں
حوصلہ افزائیہائے چشم لطف دوست پر — جوشش طوفان سامان حسرتوں کی کثرتیں
یاد بھی آتا نہ تھا مجھ کو کبھی نام فراق — بیخودی وصل میں تھیں اس غضب کی غفلتیں
فرط جوش شادمانی اور مجھ کو دیکھ کر — دانت میں انگلی دبانا خلق کی وہ حیرتیں
ہائے وہ ایام خوش ہائے وہ دور نشاط — خواب میں دیکھی تھیں جب رنج و غم کی صورتیں
یا وہ دن تھے میں سدا رہتا تھا سرمست طرب — یا ہیں اب قسمت سے ہر دم تازہ تازہ کلفتیں
ہوں گرفتار طلسم ابتلا اور روز و شب — ہیں مصیبتہائے موہومہ کی دلپہ ہیبتیں
چپ لگا سنجی عبث ہے مائل محرم عیش
ساتھ ہیں قسمت کے سارے عیش ساری عشرتیں

رکن

تازہ غزلیں

۱- حکیم محمد عابد علی صاحب کوثر (خیرآبادی)

کیوں یہ آن بن ہے روح سے دل سے — لیلےٰ روٹھی ہوئی ہے محمل سے
پوچھتی ہیں یہ حسرتیں دل سے — کیا نہ چھوٹیں گے قید منزل سے
تیغ مقتل میں کہتی ہے دل سے — سیکھ انداز رقص بسمل سے
وصل میں تنگ ہے ہیں منہ انکا — میرے ارمان گو غنچۂ دل سے
آئی شیشے سے ڈھل کے ساغر میں — یا پری نکلی شیش منزل سے
غازہ ملتی ہے یار کی تلوار — رخ تاباں پہ خون بسمل سے
دل ہوا خون چل بسے ارمان — آج پہرا اٹھا در دل سے
غنچے کمسن ہیں چونک پڑتے ہیں — باغ میں نالۂ عنادل سے
رنگ لایا برنگ برگ حنا — دل مرا پس کے پائے قاتل سے
منہ چھپا کر وہ ذبح کرتے ہیں — پردہ کرتے ہیں چشم بسمل سے
حد ہے کچھ اضطراب مجنوں کی — نکلی پڑتی ہے لیلی محمل سے
تن بیجان ہے خاک پر غلطاں — روح لپٹی ہے تیغ قاتل سے
گدگداتے ہیں ناوک قاتل — دل لگی ہو رہی ہے بسمل سے
گل شرابور ہیں پسینے میں — گرمی صحبت عنادل سے
چٹکیاں لے رہے ہیں دل میں تیر — چھیڑ اچھی نہیں یہ بسمل سے
کس کے آنے کی دھوم ہے شب وصل — نکلی پڑتی ہیں حسرتیں دل سے
حسرت دید ہو برا تیرا — گر گئی تیغ دست قاتل سے
دل کوثر کے حوصلے نکلے
آج مقتل میں تیغ قاتل سے

۲- نواب سید بہادر حسین خانصاحب انجم (نیشاپوری)

عالم میں تشنہ لب کوئی بسمل نہیں رہا — بے آب پھر بھی خنجر قاتل نہیں رہا
زندوں کی شکل میں دل بسمل نہیں رہا — ناکام اب اجل کے بھی قابل نہیں رہا

بیمار جو ہیں نقل مکان کرتے ہیں ضرور   ہے آنکھ میں وہ آنکھ اگر دل نہیں رہا
خود جذبِ دل شریک ہوا ہے یہ قتل میں   اب شکوۂ نزاکتِ قاتل نہیں رہا
عالم ہلاک ہے تری تیغ کی آب سے   کتنا بڑھا یہ بحر کہ ساحل نہیں رہا
تڑپا ہوں میں یوں زیرِ زمیں اُسکی راہ میں   اپنی جگہ پہ جادۂ منزل نہیں رہا
شکوہ تھا کہ شیخ تجھے مرشدوں میں ہے   پیرِ مغاں کے سامنے کامل نہیں رہا
کیوں آیا منہ چھپا کے خراباتیوں میں شیخ   یہ رنگ اعتبار کے قابل نہیں رہا
وعدہ کی شب لیے زہر سے دکھا ہی میرا ہاتھ   بگڑا ہے وہ بھی کام جو مشکل نہیں رہا
عاشق بھی میں ہوا تو رہی التجا سے عار   اُلٹا جو دل تو کاسۂ سائل نہیں رہا
آتا ہے مجھ کو طائرِ رنگِ حنا پہ رشک   قاتل کے ہاتھ میں بھی جو بسمل نہیں رہا
اے تو سہی کہ بات یہ میری ہی سی کہے   کیا تم نے لے لیا تو مرا دل نہیں رہا
کہتا ہے مرغِ قبلہ نما اُس کے عشق میں   عاشق نہیں جو صورتِ بسمل نہیں رہا
قائم ہے جس طرح سے مرے دل میں بزمِ یار   یوں آئنہ میں حلقۂ محفل نہیں رہا
اللہ رے اشتیاق مرا اُنکی راہ میں   اک دم قیام سیکڑوں منزل نہیں رہا
سویا نہ ساتھ خواب میں بھی آکے حیلہ جو   یوں بھی وہ اپنی چال سے غافل نہیں رہا
فریاد اپنی آپ کریں گے وہ حشر میں   اب وہ انھیں کا ہے جو مرا دل نہیں رہا
اللہ رے زلزلہ مرے لوحِ مزار کا   یوں بیقرار سینۂ بسمل نہیں رہا
اب آ رہی ہے خلق زیارت کے واسطے   اچھا ہوا جو ایک مرا دل نہیں رہا
برباد کر دیا ترے قیدی کی موت نے   اک شہر خانہ ہائے سلاسل نہیں رہا

انجم کبھی تو اپنا کلیجہ سنبھال کر
اُن سے کہو تمھاری طرف دل نہیں رہا

۴۳- نواب سید صادق حسین خان صاحب نہال (عظیم آبادی)

دردِ دل کے ساتھ صرفِ نوکِ پیکاں ہو گیا   جنبشِ ابرو کا سر پہ مفت احسان ہو گیا
مردے جی اُٹھے قیامت خیز ساماں ہو گیا   جب کبھی اس راہ سے وہ آفتِ جاں ہو گیا
ہو گئی تاریک دنیا خاک ارماں ہو گیا   دن دہاڑے آفتاب آنکھوں سے پنہاں ہو گیا
قتل کرنے کے لیے پہلے ہی تھا عاشق پہ تیز   اور کھنچ کر وہ ابرو تیغِ برّاں ہو گیا
مشکلوں کی سختیوں سے مشکلیں آساں ہوئیں   درد بڑھ کر اپنے حق میں آپ درماں ہو گیا
کیا ہی اک ہٹ کھنڈا دستِ جنوں کو یاد تھا   تھا جو گردن میں گریباں پھٹ کے داماں ہو گیا
اشتیاقِ تیغ میں گردن ہزاروں کٹ گئیں   ابروئے قاتل ہلالِ عیدِ قرباں ہو گیا
خال سے خط نے اُس صنم کے لب کی مہریں توڑ دیں   کلمہ پڑھ کر دل سا کافر بھی مسلماں ہو گیا
آج رہ رہ کر تجھے دیوانہ دل تنگ سے   کہتی ہے وحشت کہ اب صحرا بھی زنداں ہو گیا
اے جنوں اُڑائے کب تک خاک صحرا ڈھانکتی   تار تارِ پیرہن سے عشق عریاں ہو گیا
جی کے شانہ کاش اُن زلفوں کے عقدے کھولتا   کیوں بنا دل آئنہ ایسا کہ حیراں ہو گیا
دیکھ لیتے دامنِ قاتل پہ خود اپنا لہو   دھار خنجر کی مڑی کیا خون ارماں ہو گیا
تم نے میرے بعد آنسو پوچھ ڈالے بھی تو کیا   پھیل کر آنکھوں کا کاجل رنگِ مژگاں ہو گیا

لوٹتی ہے خاک بلبل ہر روش پر اے نہال
جو چمن آباد تھا کل آج ویراں ہو گیا

۴۴- منشی عبدالخالق صاحب خلیق (دہلوی)

نظر بھر کر تجھے دیکھے کوئی تاب نظر کیا ہے   تجلی رخ پُر نور سو پردوں کا پردا ہے
کہوں کیا اپنے منہ سے میں کہ میرا مدعا کیا ہے   نگاہوں سے سمجھ لیں آپ جو دل کی تمنا ہے
بظاہر خشک حسرت سے حقیقت ایک قطرہ ہے   گہر ہے تا سرِ مژگاں جو بہہ نکلے تو دریا ہے
مکدر دل کسی کا کب کسی سے صاف ہوتا ہے   جلا کیا خاک اکسیر آئے جو آئینہ اندھا ہے
قدِ آدم اک آئینہ ہے یا اُس کا سراپا ہے   یہ قدرت نے پتلا نور کا سانچے میں ڈھالا ہے
اُمنڈ آئی ہے دنیا ایک ہنگامہ سا برپا ہے   تماشا ہے سرِ محشر گنہگاروں کا میلا ہے
نہ محوِ رقصِ بسمل ہو نکل جائے گا دم جلدی سے   ستمگر دیکھتا کیا ہے کوئی یہ بھی تماشا ہے
دمِ آخر ہے اب تو جاتی دنیا دیکھ لو آکر   عیادت کی عیادت ہے تماشے کا تماشا ہے
قیامت ہے ترے حسنِ نظر افروز کا جلوہ   پھر آغازِ جوانی اور سونے میں سہاگا ہے
جوانی ایک عالم مر رہا ہے حسن پر تیرے   تری تیغِ ادا سے موت کا بازار ٹھنڈا ہے
مرقع رنج و راحت کا ہے یہ دنیائے فانی بھی   کوئی پھولوں میں پلتا ہے کوئی کانٹوں میں الجھا ہے
عدوئے نیش زن کو تم اُٹھا دو اپنی محفل سے   یہ وہ کانٹا ہے جو میری نگاہوں میں کھٹکتا ہے
زبان خنجر ہے نظریں تیر ہیں شمشیر ابرو ہیں   جو مرنے والے مرنا چاہیں تو ہر شے مہیا ہے

اُٹھا کر دل کو خُنکی مین کیا پہلے پسند اُس نے　　ہوئی معلوم جب قیمت تو فرمایا کہ مہنگا ہی
تم اپنے وصل کی حسرت کسی بوسے سے پوچھو　　وہی واقف ہی قندِ عیش سی جو غم پیتا ہی
وہ کہتی ہی ہو پردے مین کہتی ہی کھل کھیلو　　حیا کا یہ تقاضہ ہی وہ شوخی کا اشارا ہی
ولا تا ہون جو خوفِ حشر تو ظالم یہ کہتا ہی　　ابھی سے فکر کیا روزِ قیامت کس نے دیکھا ہی
ہزار ارمان سے دیکھا ہی ہم نے من ملادون کا　　بڑی مشکل سے اُن کو آج شیشے مین اُتارا ہی
مرا ٹوٹا ہوا دل بھی نکما ہو نہین سکتا　　شکستہ ہی تو ساغر ہی جو سالم ہی تو شیشا ہی
ہر اک تصویر مین ہی عکس افگن جلوہ معنی　　یہ دنیا سے خیالی کیا ہی اک آئینہ خانا ہی
چلے کس شان سے ہین جان دینے مجرمِ اُلفت　　اجل ہی آگے آگے سر پہ تلوارون کا سایا ہی

خلیق مضطرب بزمِ سخن تک مجھکو دلی سے
جنابِ نجم کا جذبِ محبت کھینچ لایا ہے

۵۔ منشی صفدر علی صاحب صفدر (مرزاپوری)

جن سے اشارے چشمِ فسونگر کے ہو گئے　　وہ دیکھتے ہی دیکھتے پتھر کے ہو گئے
پروا نہین جو سیکڑون بے سر کے ہو گئے　　کچھ امتحان تو تیغِ ستمگر کے ہو گئے
کیا جانے کوئی عاشق و معشوق کی ادا　　شکوے بھی ہو گئے تو برابر کے ہو گئے
ہونٹون کو چوم لیتا ہی اُس مستِ ناز کے　　ساقی یہ حوصلے ترے ساغر کے ہو گئے
اتنا ڈرے کہ جان ہماری نکل گئی　　ناوک کبھی خطا جو ستمگر کے ہو گئے
یہ شوخیان تو ناوکِ مژگان کی دیکھیے　　سو زخم میرے دل مین برابر کے ہو گئے
کچھ بن پڑا جواب نہ میرے سوال کا　　چپ سامنے وہ داورِ محشر کے ہو گئے
بے اُن کے جا ہے ساتھ نہ چھوڑیگا عمر بھر　　نالے مزاج دانِ دلِ مضطر کے ہو گئے
افتادہ مدتون جو رہے لاغر و نحیف　　زنجیر کی طرح وہ ترے در کے ہو گئے
مجھ سخت جان کا کام نہ جب ہو سکا تمام　　ٹکڑے اُنھین کے ہاتھ سی خنجر کے ہو گئے
بس یہ ہوا کہ حشر مین اک گرد سی اُٹھی　　سب فتنے اُن کے ایک ہی ٹھوکر کے ہو گئے
گردش بھی کی تو سوئی ساعت کی طرح سے　　جس گھر سے ہم چلے تھے اُسی گھر کے ہو گئے
پہلی سی ہائے انجمن آرائیان کہان　　کیا کیا نہ دورِ شیشہ و ساغر کے ہو گئے
اب تو مزاجِ آتش تر آگ ہو گیا　　ٹپکے جو اشک آبلے ساغر کے ہو گئے

بزمِ فلک مین جب سے اُنھین بار مل گیا
اب کچھ مزاج اور ہی صفدر کے ہو گئے

۶۔ حافظ محمد یعقوب صاحب اوج (گیاوی)

ہوئین پامال لاکھون تربتین ظالم کی ٹھوکر سے　　قیامت ہو گئی برپا خرامِ نازِ دلبر سے
فراقِ گلرخان مین سوکھ کر مین ہو گیا کانٹا　　نقاہت نے مشابہ کر دیا ہی چین بستر سے
مقدر مین لکھا تھا خون ہونا آرزوون کا　　مرے خط کا جواب اُس نے لکھا خونِ کبوتر سے
برنگِ آسمان گردش مین ہی پیمانہ سے ساقی　　گھٹا گھنگھور چھائی ہی مئے گلگون کا مینھ برسے
نظر لگ جانیکا ہی خوف مجھکو اے قمر طلعت　　نہ نکلو رات کو گھر سے بچو تم چشمِ اختر سے
تڑپتا ہی یہ دل بجلی کی صورت ہجرِ جانان مین　　برستا ہی لہو کا مینھ ہمارے دیدۂ تر سے
نکیلی چتونین تیر و سنان کا کام کرتی ہین　　ہمارے بر دو زخم مین بڑھکر تیغ و خنجر سے
کیا جو خون میری حسرتون کا چرخِ ظالم نے　　شفق بنکر وہی نکلا جبینِ مہرِ خاور سے
ہوس ہی غلط سیماب سے اکسیر کا بننا　　ہمیشہ خاک چھنوائی فلک نے کیمیاگر سے
گئے ہم تشنہ لب جب گر کے پڑتے کوئے قاتل مین　　ترس کھا کر کیا سیراب آبِ تیغ و خنجر سے
امیرِ لکھنوی کا نام روشن ہی زمانے مین　　ق رہا ہی دکو ترد مضطر جلیل و آہ اختر سے

اُسی در کا گدائے بینوا ہی اوج مسکین بھی
ملی صہبائے مینائی مجھے بھی جامِ کوثر سے

۷۔ منشی محمد عبد الحکیم صاحب نشتر (جالندھری)

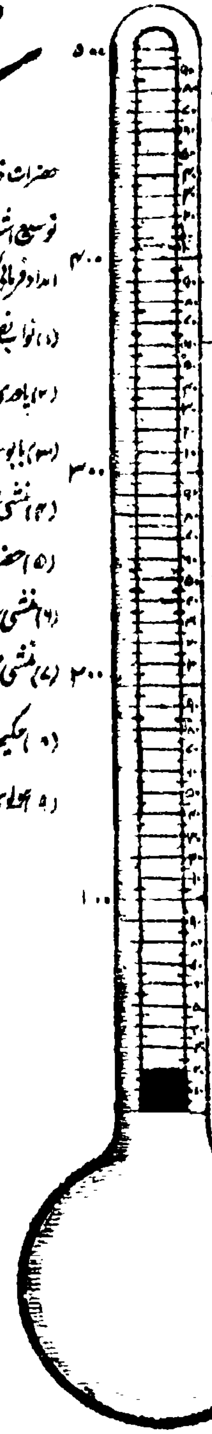
تلاشِ یار مین نکلے چمن سے بو ہو کر　　ہوئے ہم آپ ہی گم محوِ جستجو ہو کر
جنون مین باغ کی دیوار پھاندنا کیا ہی　　ہوا کے دوش پر اُڑ جاؤنگا مین بو ہو کر
ابھی تو اشک کو دامن مین جذب کرتے ہو　　کچھ اور رنگ نہ لائے یہ دل لہو ہو کر
جدھر نگاہ کرو وہ اُدھر ہے جلوہ نما　　نماز پڑھتے ہین کیون لوگ قبلہ رو ہو کر

خیالِ عصمتِ بنت العنب ضرور رہے
پیو شراب جو نشتر تو با وضو ہو کر

قدر شناسان العصر کی خدمت مین

اپیل

معزز معاونین العصر کی خدمت مین ہم ادب سے التماس کرتے ہین کہ اگر آپ فی الحقیقت اس عمدہ اور پاکیزہ رسالے کی قدر کرتے ہین اور اس کو ملک اور قوم کے حق مین مفید تصور فرماتے ہین، تو آپ کا یہ ملکی اور قومی فرض ہے کہ اس کی توسیع اشاعت مین دل سے کوشش فرمایئے کیونکہ اس کی مالی حالت جب خطرے مین نہین رہیگی تو ہم اس کو مفید ترین اور اعلی ترین درجے پر پہنچانے کی کوشش بآسانی کر سکین گے ہم اپنے معزز خریدارون کو اس سے زیادہ تکلیف دینی نہین چاہتے کہ ہر خریدار اسکو اپنا فرض جان لے کہ وہ العصر کے لیے دو خریدار اور پیدا کریگا اور جبتک یہ جدید خریدار پیدا نہو جائین اس فرض سے اپنے تئین سبکدوش خیال نہ کرے ہم امید کرتے ہین کہ العصر کے معزز قدر شناس ہماری اس ناچیز درخواست پر تہ دل سے توجہ مبذول فرمائین گے۔



العصر کی زندگی کا دار و مدار اسپر ہے کہ اس تھرمامیٹر کا پارہ ۵۰۰ ڈگری پر پہنچ جائے۔ ایک ڈگری سے مراد ایک خریدار ہے۔ العصر کو زندہ رکھنے کے لیے سعی و کوشش سے کام لینا آپکا فرض ہے جبتک پانچسو خریدار جدید نہین ملین گے اسوقت تک مشکل ہے کہ العصر زندہ رہ سکے۔ معاونین کرام کو خصوصیت کے ساتھ توجہ فرمانا چاہیے۔

شکریہ

حضرات ذیل کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنھون نے توسیع اشاعت کے ذریعہ سے العصر کی امداد فرمائی۔ دیگر معاونین کی توجہ درکار ہے۔

(۱) نواب نصیر حسین خانصاحب خیال ۸ خریدار
(۲) پادری حمید الدین صاحب سالک ۴ خریدار
(۳) بابو سنت لال صاحب عنبر ۳ خریدار
(۴) منشی ملوک چند صاحب محروم ایک خریدار
(۵) حضرت ماہر کنتوری ″
(۶) منشی بہادر حسین صاحب عرائض نویس ″
(۷) منشی محمد اسمٰعیل صاحب کانپور ″
(۸) حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری ″
(۹) مولوی حسن الشیخ علی محمد صاحب کاملی ″

تصنیفات مولوی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم

الحقوق والفرائض۔ یہ ضخیم کتاب تین جلدون مین ہی۔ جلد اول مین پہلے ایک تمہید ہی اس کے بعد حقوق اللہ یعنی ایمان باللہ، ایمان بالانبیا، ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ، ایمان بالیوم الآخر، ایمان بالقدر، توحید، ممانعت شرک، صلوٰۃ، طہارت، نجاست، حقوق قرآن، اور خدا کی قسم کا ادب، کفار وغیرہ کا بیان ہی۔ جلد دوم مین **حقوق العباد** یعنی حقوق پیغمبر، حقوق النفس، حقوق علما، حقوق اولاد، حقوق والدین، حقوق زوجین، حقوق قرابت و ہمسایہ، حقوق یتامیٰ، حقوق اہل معاملہ، حقوق دشمن وغیرہ کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہی اور جلد سوم مین مضامین **اخلاق و آداب** مطابق حکم شریعت درج ہین۔ مثلاً علو ہمتی، صدق و راستی، عفو درگذر، تواضع، عجز، حفظ لسان، صبر، آداب حاکم و محکوم، آداب ملاقات، آداب مجلس، آداب النظر و الوقت، آداب اللباس، اور آداب السفر وغیرہ وغیرہ کو نہایت صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہی۔

یہ کتاب عمدہ سفید ولایتی کاغذ پر طبع ہوئی ہی۔ قیمت تینون جلدون کی للعہ مجلد ۱۲ ر

اجتہاد۔ اس کتاب مین یہ بات ثابت کی گئی ہی کہ اسلام اور اس کے معتقدات اور اصول اعمال سب فطری ہین یعنی انسان خواہ کسی مذہب کا گرویدہ ہو اگر پورے غور و فکر سے کام لے تو قطع نظر کسی دلیل خارجی کے اُس کی طبیعت کا تقاضا خود بخود اسلام و ارکان اسلام کی معقولیت کو قبول کرنے پر مجبور کرے گا۔ کاغذ سفید ولایتی۔ قیمت علعصر۔ مجلد عیعصر

ادعیۃ القرآن۔ یہ کتاب اُن لوگون کے لیے ہی جنھین تلاوت قرآن کے ساتھ اوراد اور وظائف کا بھی شوق ہی۔ اس مین ایک مختصر مگر نہایت مفید دیباچہ ہی۔ دیباچہ کے بعد چار تمہیدی ابواب ہین جن مین (۱) دعا کے اقسام (فطرتاً) ہین داخل ہونے (۲) حکم دعا اور وعدۂ قبول (۳) خدا کے سوا کسی دوسرے سے دعا کی ممانعت (۴) دعا کی قبولیت کے اسباب و شرائط۔ ان کے بعد رسول عربی سے لیکر آدم تک جسقدر انبیا ہو گذرے ہین، ان کی سب دعائین ترتیب وار درج ہین۔ ہر دعا کے الفاظ عربی خط مین لکھے گئے ہین اور بالمقابل ترجمہ ہی۔ فٹ نوٹ مین ہر دعا کی شانِ نزول ہی اور پیشانی پر جلی حرفون مین ہر دعا کا خاصہ ہی۔ غرض وظیفہ خوان مردون عورتون بچون کے لیے نہایت مفید کتاب ہی۔ قیمت صرف ۶ ر

وہ سورہ فی احسن صورہ۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ پنج سورون کا رواج کب اور کیون ہوا۔ مگر بہت پُرانے پنج سورے دیکھنے مین آئے ہین۔ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ پنج سوروں کا رواج سینکڑون برس پہلے سے چلا آتا ہی۔ سارے قرآن کی تلاوت دیر طلب ہی کسی نے اتفاقی طور پر اپنی رائے سے سورہ یٰسین، الرحمٰن، تبارک الذی، واقعہ، مزمل، پانچ سورتین منتخب کر کے ان کا ورد بنا لیا۔ لوگون کی فرمائش سے مولانا نے متداول پنج سورے مین پانچ اور سورتین بڑھا کر "دہ سورہ" مرتب کیا ہی۔ قیمت ۸ ر

حیاۃ النذیر۔ شمس العلما مولوی حافظ نذیر احمد خان، ایل ایل ڈی، ڈی او ایل، دہلوی کے زندگی کے مفصل حالات اور اُن کی مذہبی، قومی اور علمی خدمات کا مفصل بیان۔ مرتبہ سید افتخار عالم بلگرامی ثم المارہروی۔ بڑی تقطیع کے پونے سات سو صفحہ پر کتاب ختم ہوئی ہے۔

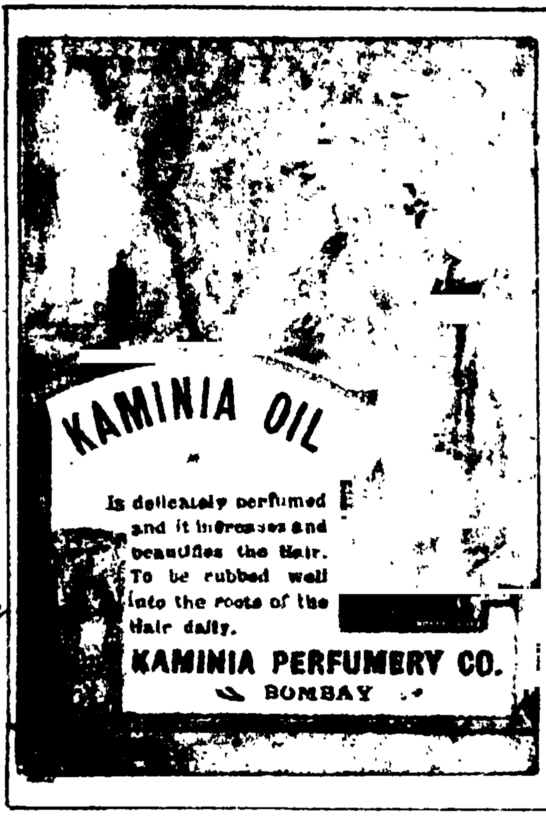
قیمت صرف سے ر مجلد ہیے ر

المشتہر

سکرٹری منروا پبلشنگ کمپنی، منروا پریس لکھنؤ (اودھ)

مرد عورت اور لڑکون کے لیئے سر مین لگانے کا خوشبودار تیل

(رجسٹری شدہ) **کامی نیا آئیل** (رجسٹری شدہ)



یہ تیل نہایت عمدہ اور فائدہ مند ہو ہندوستان کے ہر ایک حصّہ مین سب اسی کا استعمال کرتے ہین کیونکہ یہ مفید اجزا سے مرکب ہو کامی نیا آئیل سر پر لگانے سے ٹھنڈک رہتی ہو اور اسی باعث طالبعلمون وکیلون بیرسٹرون اور دماغی کام کرنے والون اور جن کے سر مین درد رہتا ہو بہت مفید ہو کامی نیا آئیل سر کی ہر ایک قسم کی بیماریون کو دور کرتا ہو اور گرتے ہوے بالون کو بچاتا ہو اور بے وقت بال سفید ہونے نہین دیتا۔ سر کے بال نرم سیاہ و چمکدار ہو جاتے ہین دماغ کی خشکی درد سر و کمزوری وغیرہ کو دور کرتا ہو۔ بالون کو بڑھاتا ہو ضعف دماغ و زیادہ رنج و غم و فکر کی وجہ سے بالون کی جڑین کمزور ہو جاتی ہین اور پھر بال ٹوٹ کر گرنے لگتے ہین اور یہ عارضہ اکثر بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی عورتون کو ہوتا ہو جسکے لئے کامی نیا آئیل نہایت مفید ہو۔ نقلی تیل جو بازار مین لوگ فروخت کرتے ہین دماغ کو نقصان پہنچاتے ہین۔ ایسا ضرر رسان تیل نہ خریدو بلکہ ہمیشہ ہمارا اصلی کامی نیا آئیل طلب کرو جس کی عمدگی کے لیے ہم کو میسور کی گذشتہ نمائش گاہ سے ایک سونے کا تمغا انعام ملا ہو کامی نیا آئیل خریدتے وقت اگر کوئی دوکاندار آپ کو دوسرا تیل دے اور یہ کہے کہ اس سے سستا اور عمدہ ہو تو اس کی خریداری سے اجتناب کرو کیونکہ ہلکا تیل فروخت کرنے والے زیادہ نفع کی لالچ سے خراب مال دینے کی کوشش کرتے ہین۔ اس لئے جب خریدو کامی نیا آئیل کی سر بند بوتل دیکھ لو۔ **قیمت** فی بوتل ۱۲ وی پی خرچ چار آنہ ۳ تین بوتل دو روپیہ دس آنہ وی پی خرچ سات آنے۔

استعمال کرنے کی ترکیب۔ بال اور بالون کی جڑون کو ہر دوسرے تیسرے روز صاف کرکے اُن مین تیل کی مالش کی جائے۔

عطر دل بہار (رجسٹری شدہ) واقعی آپکے مزاج کے مطابق قدرتی پھولون کا کیمیاوی طریقہ سے جوہر نکالا گیا ہو۔ خوشبو کی پائداری اور پاکیزگی مین لاثانی ہو۔ اسکے چند قطرے آپکے رومال پر لگانے سے آپکے گرد مہکتے ہوے پھولون کا باغ ہونے کا شبہ ہوگا۔ اچھی خوشبو کے طلبگار اسمین کفایت کا پہلو تلاش کرین اور اسمین فرلیب کی آمیزش نہین ہو قیمت چھوٹی شیشی ۸ درمیانی ۱۲ بڑی عہ محصولڈاک علاوہ اسکی بڑھتی ہوئی فروخت دیکھ کر حریفین نے نقل بنانا شروع کی ہو (

ہر ایک شیشی پر لفظ "عطر دل بہار" رجسٹرڈ دیکھ کر خریدیں۔

سول ایجنٹس انگلو انڈین ڈرگ اینڈ کیمیکل کمپنی جامع مسجد مارکیٹ بمبئی

لکھنؤ کے لیئے ایجنٹ: سرکار کمپنی۔ سوداگران و دواسازان قیصر باغ۔ لکھنؤ

مئی سنہ ۱۹۱۷ء

رجسٹرڈ نمبر ا ے ۶۰۹

ادب اُردو کا ماہوار با تصویر رسالہ

ادیب

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

छोटे बच्चों के लिये

डोंगरे का बालामृत

چھوٹے بچّون کی طاقت بڑھانے والی دوا۔ ڈونگرے کا بالامرت

ڈونگرے کا بالامرت مزیدار میٹھا ہونیکی وجہ سے چھوٹے بچے بہت خوشی سے پیتے ہین۔ یہ دوا بچون کو مضبوط طاقتور بنانے مین یکتا ثابت ہوئی ہے۔ چھوٹے بچون کی کھانسی، بخار، بدہضمی، دست وغیرہ امراض جو اکثر ناطاقتی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین وہ اس دوا کے استعمال سے رفع ہو جاتے ہین۔ اور اس سے بچون کا بدن تھوڑے ہی عرصہ مین گوشت سے بھر کر وزن دار بنتا ہے اور غذا بہت جلد تحلیل ہو کر جسم مین طاقت بڑھتی ہے۔ جن لڑکون کو دودھ ہضم نہین ہوتا ان کو دودھ مین بالامرت ملا کر دیا جائے تو وہ اچھی طرح ہضم ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ محصولڈاک ۴ تین شیشی کی قیمت عہ محصولڈاک ۱۰

کے۔ ٹی۔ ڈونگرے کمپنی لمیٹڈ سے واڑی گرگام (بمبئی)



طاقت بڑھانے والا پھل

کولا نام افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہو گیا ہو تو اس کو استعمال کیجیے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے اس لیے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت ناچ گانا، پڑھنا پڑھانا وغیرہ کامون مین پہلے اس کو استعمال کرنے سے دم نہین پھولتا۔ ہول دل دھڑکن روکتا ہے رات کو جاگنا ہو تو اس کو پینے سے تکان نہین ہوگا۔ یہ شراب و افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھیے۔

قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

محمڈن یونین ایجنسی لکھنؤ

حضرات! یہ ایجنسی محض آپکی سہولت و آسانی کے لیے قائم کی گئی ہے جو آپکی ضروریات کی جملہ چیزیں نہایت ہی
بل منافع پر مہیا کرتی ہے -

یہ ایجنسی عام طور پر ہر ایک فرمایش کی باحسن وجوہ تعمیل کرتی ہے خاصکر - ہر علم و فن کی انگریزی، اُردو - عربی
سی ناگری کتابیں لکھنے پڑھنے کا جملہ سامان لکھنؤ کی چکن - کامدانی - گوٹہ پٹھا - بیل - بنت - گوکھرو - ٹوپی وغیرہ
علیٰ قسم کے زیورات نقرئی و طلائی لکھنؤ کی فردین - لحاف - پلنگ پوش - تمباکو خوردنی -
دہ - قوام - گولیاں - روغن خوشبودار و عطریات ہر قسم - ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں - اچار چٹنی - مربے نیز دیگر
نیلے ساخت لکھنؤ - فرمایش آنے پر بکفایت و عمدگی روانہ کیجاتی ہیں -

فرمایش دیکر ہماری خوش معاملگی کا امتحان کیجیے - ہمارا دعویٰ ہے کہ صرف ایک مرتبہ فرمایش دینے
سے ہماری خوش معاملگی ہمیشہ کے لیے آپ کو ہمارا خریدار بنا دیگی -

فرمائشات کی تعمیل نقد قیمت آنے پر یا ویلوپی ایبل پارسل کے ذریعہ سے ہوگی - ویلو پی ایبل
منگانے کی حالت میں بقدر محصول پیشگی رقم آنا ضروری ہے -

المشتہر منیجر محمڈن یونین ایجنسی - محلہ لاٹ کلن لکھنؤ

العصر
مئی ۱۹۱۷ء

جلد ۶ — نمبر ۵

فہرست مضامین

شکریہ

گزشتہ نمبر کی اشاعت کے بعد اب تک حضرات ذیل نے توسیع اشاعت کے ذریعہ سے العصر کی امداد فرمائی ہے جن کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے دیگر معاونین و قدر شناسان العصر کو بھی جلد توجہ فرمانا چاہیئے:۔ (۱) پادری حمید الدین صاحب سالک۔ دو خریدار (۲) نواب نصیر حسین خان صاحب خیال۔ ایک خریدار (۳) مسٹر ایس ڈبلیو بٹلر ایک خریدار (۴) مولوی عبد الجبار صاحب حیدرآباد (دکن) ایک خریدار

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر مہینے کی آخری تاریخ نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔
(۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے اور ممالک غیر سے عہ مع محصول ہے اس میں کمی ناممکن ہے۔
(۳) نمونہ کے لیے ۸ آنہ آنا چاہیئے مفت نہیں ملے گا۔
(۴) خریداری کے لیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے اور بعد کا حساب نہیں
(۵) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔
(۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔
(۷) ترسیل زر و درخواست خریداری اور جملہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام منیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیئے
(۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ نیز ریویو کے لیے کتابیں تبادلہ کے اخبارات و رسائل بنام منشی پیارے لال صاحب شاکر ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں۔
(۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالٹکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا۔ تمام مضامین بھی نہ لیے جائیں گے۔
(۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا مگر اس میں اور تخیل مضامین کی تخصیص ہے۔

برکات عثمانیہ

المعروف بہ

مخزن ادویہ جدیدہ

یعنے

ڈاکٹری نئی ادویہ کا مبسوط و مکمل مخزن

عالیجناب سید عبد الرزاق صاحب ایم ایس سی آئی (لندن) و ممبر برٹش فارماسیوٹیکل کنفرنس نے سالہا سال کی محنت اور ڈاکٹری انگریزی کتب کے وسیع مطالعہ سے ایک بہترین مجموعہ **برکات عثمانیہ** المعروف بہ **مخزن ادویہ جدیدہ** تالیف کیا جس مین کیمیائی، نباتی، جمادی، حیوانی ایجنٹ ادویہ ساختہ حکماے یورپ اور ان کے ترکیبی اجزا افعال و خواص طریق استعمال مقدار خوراک کا مفصل بیان ہے اور آخر مین ایک فرہنگ بطور ضمیمہ جسمین ڈاکٹری اصطلاحات کے ساتھ موقع بموقع یونانی طبی مترادفات سے صحیح تطبیق کی گئی ہے اور علاوہ ازین بعض کثیر الاستعمال ادویہ کی طبی تاریخ نہایت تشریح و بسط کے ساتھ درج ہے غرض ادویہ جدیدہ کی ایک جامع و مانع بے نظیر اور اپنے رنگ کی پہلی کتاب ہے اطبا یونانی اردو دان ڈاکٹر کمپونڈر وغیرہ سب کے لیے ازبس مفید ہے ادویات کے نام انگریزی حروف اور ان کا تلفظ اردو مین دیا گیا ہے اسماء ادویہ کی ترتیب دیباچہ العینی ان کو اردو حروف تہجی کے لحاظ سے لکھا گیا ہے بنظر سہولت اور استفادہ ناظرین کتاب ادویہ مندرجہ کی فہرست بلحاظ افعال و خواص شامل ہے عبارت زبان سلیس و آسان مطالب عام فہم بہرحال اسکی خوبیان دیکھنے سے تعلق رکھتی ہین کاغذ دبیز چکنا لکھائی چھپائی عمدہ تعداد صفحات (۱۲۵۶) باوجود ان تمام خوبیون کے مولف نے محض عوام الناس کے فوائد پر نظر رکھکر قیمت بہت کم رکھی ہے یعنے بلا جلد معہ ادویہ کلر ار و مجلد سے روپیہ

فرمائش کنندہ حضرات اپنا نام و پتہ صاف تحریر فرمائین۔

محصول ڈاک ذمہ خریدار ہوگا

منیجر سید عبد الرزاق اینڈ کو چارکمان حیدرآباد (دکن)

سرمایۂ عمر چودھری دیبی پرشاد بلگرامی

نام ادویات	قیمت	نام ادویات	قیمت
معجون کایا پلٹ مقوی باہ		بار بار پیشاب ارادہ بپیشاب سے بچاتا ہے	۲ر
بال سیاہ کرے جسم موٹا کرے بھوک بڑھائے		لعوق خشخاش رنگ چشم و چہرہ	
مستی خون خواہش نفسانی زیادہ کرے		صاف کرے فی تولہ	۸ر
جسم کو موٹا اور تھکن دور کرنے والی		لعوق بھوانی مفید سل حلق سے	
قوت بینائی زیادہ کرے سمجھادر کم کرے فی تولہ	۸ر	خون آنا فی چھٹانک	عہ
مرہم کنٹھ مالا فی ڈبی	عار	لعوق دیبی محافظ صحت پیرون کی	
مرہم چھاجن ڈبی کلان ۱ر خورد	۵ر	دافع بدہضمی معدہ مقوی معدہ سیلان	
طلا ثریائی جو عضو پیدائشی ہو گیا ہو		آب ہضم خوراک ۳ ماشہ فی تولہ	۲ر
مین بباعث زیادتی یا کمی صحبت یا سستی		لعوق کھٹن کھٹن مقوی دماغ	
غلط کاری کے بالفعل سدہ ہو گیا ہو شیشی	سے	ادوران سر دشنی چشم مقوی دل و دماغ	
نامرادون کو مراد دینے والا		کو طاقت دے رنگ چہرہ جسم مبنائی	
ہولاس قیمت فی پکیٹ	۲ر	زیادہ کرے معاون حافظہ و طاقت	
بال بلا تکلیف تین منٹ مین تمام عمر کو		ضعیفان طالب علمان پہلوانان دماغی	
رفع ہون پکیٹ	۳ر	کام کرنے والے کی غذا خوراک ۳ تولہ فی سیر	سے
آئینہ سلیمانی سرمہ ترکیب بلا خط کیجئے فیشیشی	۸ر	پلیگ کیور بکس	سے
گولی مرچ سفید تخم سفیدہ بدہضمی		قوت باہ ایک ہفتے کے استعمال سے	
ریح زکام نزلہ قولنج بالش درد شکم سوء		کثرت ہوتی ہے فی چھٹانک	۸ر
سمار ہیضہ ہچکی دکار جلن سینہ منہ مین		کرشمہ حب تین ماشہ ہر روز کھانے سے	
پانی بھرنا ضعف ہاضمہ دست کھانسی نیمصید	عسر	اگر ایک مرتبہ سابقہ ہو گیا تو پیچھا چھوڑنا	
منجن دندان ہلتے دانتون کو جمادے		دشوار ہو گا فی چھٹانک	۸ر
ورم بہنا خون آنا کرم گندہ دہنی دور کرے		سفوف فتق آبی خواہ مخواہ پکیٹ	۳ر
ہیضی کو رفع کرنے انکو خلل تی کے جلائے تو لیے	۴ر	روغن فتق فی شیشی	عمر
ورم و درد جو باعث رطوبت یا غلطی		ڈھلا سینہ ایستادہ کرے پکیٹ	ار
سے ہو پکیٹ	۲ر	روغن کٹھیا فی شیشی	۸ر

کیون جناب؟ مدت چالیس سال تمام تجربہ ادویات شہرۂ آفاق ہو گیا ہے صرف ضرور یادداشت ہے نصف آنہ کا ٹکٹ برائے فہرست پرچہ تشخیص ترکیب طلب کرسکتے ہین

چودھری دیبی پرشاد بلگرامی سنگار پرشاد روڈ کوٹھی لال برہ لکھنؤ

زبان اُردو کا نادر و نایاب ذخیرۂ کتب

علوم طبعیہ کی تاریخ۔ علوم طبعیہ کی اُن تمام دریافتون اور ایجادون کی تشریح جو ساتوین صدی قبل مسیح سے لیکر انیسوین تک وقتاً فوقتاً عمل مین آتی رہی ہین۔ مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہو کہ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتون اور ایجادون مین کیا کیا حصہ لیا۔ نہایت مفید اور ضخیم کتاب ہو مضامین کی وضاحت کے لیے صدہا تصویرین دی گئی ہین۔ قیمت ہر دو جلد عہ۔ مجلد عہ

عجیب و غریب صدی۔ دی ونڈرفل سنچری مصنفہ الفریڈ رسل ویلس کا اُردو ترجمہ اس کتاب کو عجائبات روزگار کا میوزیم و عجائب گھر کہنا چاہیے اس مین وہ تمام باتین بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہین جو انیسوین صدی مین حکمت نے ایجاد یا تحقیق نے ظاہر کی ہین۔ حرارت روشنی اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دنیا مین کیے ہین وہ عالمانہ طور پر کتاب ہٰذا مین مندرج ہین۔ علاوہ ازین آتش فشان پہاڑون اجرام فلکی علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائے گئے ہین حجم ۲۰۰ صفحات قیمت ۹ر مجلد ۱۳ر

سورج چاند ستارے۔ اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ و مفید کتاب ہو جسمین چاند سورج، ستارون، سیارون و مدار تارون ٹوٹنے والے تارون کی زمین سے دوری ان کی وسعت جسامت باہمی تعلقات گردش کیفیت اثرات روشنی حرارت برودت وغیرہ معمولی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتین بیان کی گئی ہین جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہین زمین پر رہ کر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائین حجم ۲۰۰ صفحات قیمت صرف ۱۰ر مجلد ۱۲ر

حیاتِ شمع جسمین شمع کی لو روشنی شمع کے لیے ہوا کی ضرورت شمع کے جلنے سے کون کون اشیا پیدا ہوتی ہین شمع کے جلنے اور عمل تنفس کی مشابہت کوئلہ کوئلہ کی گیس کاربونک ایسڈ ہیڈروجن نائٹروجن آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص درد زن و ماہیت وغیرہ کے حالات درج ہین قیمت ۶ر

پھولون کی کہانی جسمین پھول کے اعضا، افعال و خواص بناوٹ اصطلاحی نام درجہ بندی تولید شادی بیاہ کرنے کھانے پینے رہنے سہنے وغیرہ کے مفصل اور بالتصویر حالات درج ہین قیمت ۸ر

مشرق کی نابود شدہ تہذیب سکتاب کیا ہو ایک سرعبرت کا دفتر ہو یا یون کہو کہ مشرق کی نابود شدہ تہذیب کا ہو بہو مرقع جسمین یہان کی نہایت قدیم قومون کے عروج و زوال کی تصویر صاف صاف نظر آتی ہو۔ نہایت قدیم اقوام مثلاً فنیکی حتی، بابلی خالدی اسوری عرب ایرانی مصری یہودی وغیرہ کے وہ تمام عجیب اور تاریخی حالات قلمبند کیے گئے ہین جو تہذیب و شائستگی کا مسلمہ معیار سمجھے جاتے ہین قیمت ۶ر

اصول پالیٹکس۔ تعریف نام سے ظاہر ہو جو لوگ پالیٹکس سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہین مناسب ہو کہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھین قیمت ۱۰ر مجلد عہ

فلسفۂ الوہیت یعنی سریمد بھاگوت گیتا مع ترجمہ و تشریح مولفہ بابو پنڈت جانکی ناتھ صاحب مدن دہلوی حجم ۴۰۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ دبیز۔ توضیح مطالب کے لیے متعدد رنگین نقشے بھی شامل کیے گئے ہین۔ طبع چہارم۔ مجلد قیمت عہ

اپنشدون کی تعلیم۔ اس کتاب مین اپنشدون کا مذہب یعنی خدا انسان دنیا کی پیدائش قائمی اور انتہا انسان کی موجودہ اور آئندہ حالت اور بندھ اور موکش کا بیان ہو قیمت عہ مجلد عہ

ویدون کی تعلیم۔ انگریزی کی مشہور و معروف کتاب ٹیچنگ آف دی ویداز کا ترجمہ قیمت مجلد ۱۴ر

خدا کی ہستی۔ انگلستان اور امریکہ کے مشہور عالمان علم الٰہی کی نادر اور مستند تصنیفات کا انتخاذ عبارت نہایت سلیس اور عام فہم قیمت مجلد ۱۲ر

حدیقۃ الاخلاق۔ اکانومی آف ہیومن لائف کا اُردو ترجمہ اس کتاب کی نصائح موتیون مین تولنے کے قابل ہین۔ تقریباً تمام مہذب زبانون مین اس کا ترجمہ ہو چکا ہو۔ ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہو نوعمر لڑکون اور لڑکیون کے لیے یہ ایک اچھا انعام ہو قیمت ۱۲ر مجلد عہ

ہوائی کرہ کے عجائبات۔ اس کتاب مین ہوا کی وہ پر راز باتین جہان

دلچسپی کے ساتھ بیان کی گئی ہین جنکا جاننا نہایت ضروری ہی قیمت ۲ر

تاریخ مذہب۔ اِس مین مذہب کی ابتدا و ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی اور اسوریہ مصر او ر چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہی قیمت ۸ر مجلد ۱۰ر

قدامائی حکمت۔ لارڈ ایولین کی مشہور و معروف کتاب ورژدم آف دی انشینٹ کا ترجمہ۔ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ ہی قیمت ۶ر

مشاہیر عالم۔ دنیا مین جو مشہور ہستیاں گذرے ہین اس کتاب مین انھین کا تذکرہ درج ہی یہ مجموعہ بہت ہی مفید او ر تعلیم بخش ہی اس کے مطالعہ سے نوجوانون مین ہمت و رفاہ عام کے کامون کی تحریک و تشویق پیدا ہوگی قیمت ۸ر

طالبان حق۔ اِس کتاب مین روم کے تین مشہور و معروف فلاسفرون یعنی (۱) سنیکا (۲) ایک ٹیٹس اور (۳) مارکس اوریلیس کے حالات زندگی اور نصیحت آمیز اقوال درج ہین نہایت دلچسپ و رسبق آموز کتاب ہی قیمت مجلد ۱۲ر

جان ہیلیفکس جنٹلمین۔ اس کتاب مین ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہین کہ کیونکر وہ ادنی حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے باعث ترقی کر کے دولتمند ہو گیا۔ نوجوانون کے لیے نہایت مفید ہی قیمت ہر دو جلد ۱۴ر مجلد ۱۴ر

مصر کی کایا پلٹ۔ سر آکلنڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ۔ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہی۔ حجم ۲۲۴ صفحہ۔ قیمت مجلد ۱۴ر

عطر سخن یا جذبات مسلم دور جدید کے مشہور شعرا یعنی مولانا حالی۔ ڈاکٹر اقبال مولانا شبلی۔ مولوی ظفر علی خان۔ وغیرہ کی قومی اور مذہبی نظمون کا نہایت دلکش و دلپسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتب خانہ مین رہنا ضروری ہی۔ اگر یہ نظمین بچون کو حفظ کرا دی جائین تو اُن کے دلون مین قومیت کے جذبات خوب راسخ ہو جائینگے قیمت ۱۴ر

حیات داغ۔ حضور نظام دکن کے اُستاد ملک الشعرا حضرت مرزا داغ فصیح الملک کے باتصویر حالات اور کلام کا انتخاب قیمت ۱ر

اکسیر سخن۔ مہا کوی کالیداس کی موسمی نظمون (رتو سنگھار) کا اُردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع مین ملک کے مشہور افسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہی جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر بالقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہی اور آپکی تصویر بھی شامل ہی نیز ان نظمون کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی تصویر بھی کتاب کے شروع مین لگائی گئی ہی یہ کتاب اس قابل ہی کہ ہاتھون ہاتھ خریدی جائے بہت کم نسخے اب باقی ہین قیمت ۶ر

قاسم و زہرہ یعنی احمد علی صاحب شوق قدوائی اِس منظوم ڈرامے کے مصنف ہین شروع سے آخر تک زبان شستہ۔ خیالات پاکیزہ۔ طرز ادا انتہا کا دلآویز۔ شوخی اور رنگین کوٹ کوٹ کے بھر دیا ہی نیز جسب لطیفے برجستہ باایں ہمہ ذکی حکیمانہ مذاق سے خالی نہین معاشرت کے مین مطابق فطرت دکھائے ہین نیچرل کیفیات و جذبات مین سراپا ڈرامہ ڈوبا ہوا ہی قیمت ۸ر

عالم خیال۔ حضرت شوق قدوائی کی ایک اضافت نے بدل اُردو نظم جو پبلک سے بہت قبول حاصل کر چکی ہی۔ چار رنگون کے ساتھ چار عالمانہ ریویو بھی شامل ہین نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہی شروع مین ایک محو خیال عورت کی نادر تصویر چسپان کی گئی ہی جو سیر کے لیے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہی قیمت ۱۲ر

برکات سلطانی یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرۂ تصانیف۔ شروع مین سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چسپان کی گئی ہی۔ لڑکیون او ر مستورات کے پڑھنے کے قابل ہی قیمت ۶ر

کلام محروم یعنی منشی تلوک چند صاحب محروم کی اخلاقی ادبی او ر نیچرل نظمون کا قابل قدر مجموعہ۔ شاعرانہ تخیل کی رنگینی انداز بیان کی شیرینی مظاہر قدرت اور واقعات عالم مین نگاہ و نتائج جو کی باریک بینی ہر جگہ قابل داد و تحسین ہی۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس کتاب کی اشاعت پر دو سو روپے انعام مصنف کو عطا فرمایا ہی اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دو سو نسخے خرید فرمائے ہین۔ آپ بھی ایک نسخہ منگا کر ملاحظہ فرمائین۔ قیمت ۱۲ر مجلد ۱۴ر

غایت شعاری ڈاکٹر اسمائلز کی پاکیزہ اور قیمتی تصنیف تھرفٹ کا سلیس اُردو ترجمہ جسمین کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا گیا ہی اور متعلقہ بحث کی گئی ہی۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب۔ آپکے کتب خانہ مین اگر اس کتاب کی کمی ہو تو فوراً طلب فرمالیے قیمت ۸ر

العصر

مملکت آصفیہ کے فرمانروا خاندان

ہندوؤن کی قدیم سلطنتین

وہ ملک جو فی الحال سرکار نظام کے قبضہ مین ہی ہندوستان جنوبی کے عین وسط مین واقع ہوا ہی۔ اس کو شمال کی طرف سے ملک برار مشرق کی طرف سے اضلاع متوسط جنوب کی طرف سے صوبۂ مدراس مغرب کی طرف سے صوبہ بمبئی احاطہ کیے ہوے ہی۔ اور اس کا رقبہ بیاشی ہزار چھ سو اٹھانوے مربع میل ہی۔

زمانہ سابق مین قلمرو نظام کا رقبہ نہایت وسیع تھا۔ اس مین خاندیس احمد نگر ارکاٹ اور اڑیسہ وغیرہ کے بہت سے علاقے شامل تھے جو عرصہ ہوا کہ سرکار عالی کے قبضہ سے نکل کر انگریزی عملداری مین داخل ہوگئے۔ برار جو سرکار عالی کا ملک ہی ایک فوجی سالہ کے اخراجات کے لیے گورنمنٹ انگریزی کے پاس امانت تھا لیکن سنہ ۱۹۰۲ء مین ایک کمیشن کے فیصلہ کے بموجب ہمیشہ کے لیے انگریزی حکومت مین داخل کر دیا گیا۔

آغاز تاریخ سے صدیون پہلے اس ملک مین دراوڑ قوم آباد تھی۔ رامائن سے ظاہر ہوتا ہی کہ آریون نے رام کی سپہ سالاری مین دکن پر حملہ کیا تو ان کا سب سے پہلے ناگ قوم سے سامنا ہوا۔ ناگ سے در اصل وہ دراوڑا قوام مراد ہین جو بندھیاچل کے نیچے جنوب مین دور تک بود و باش رکھتی تھین اور انھون نے اس علاقہ مین بڑی بڑی حکومتین قائم کر لی تھین۔

سنہ ق م

اس زمانہ مین قلمرو نظام کے جنوب مشرقی علاقون مین ناگ قوم کا وہ فرقہ آباد تھا جو تلنگون کے نام سے مشہور ہی۔ رام کو ان تلنگون سے بھی معرکہ آرائی کرنے کا اتفاق ہوا ہی چنانچہ اس کی یادگار مین دریاے کرشنا کے کنارے ایک مقام اب تک موجود ہی جسے رام کشکندا کہتے ہین اور اس کا محل وقوع بیجانگر کے قریب بتایا جاتا ہی۔

اس امر کا تحقیق کرنا سخت مشکل ہی کہ آیا یہ قوم نے دکن کو کس زمانہ مین تسخیر کیا تھا، لیکن یہ بات درجہ یقین کو پہنچ گئی ہی کہ قلمرو نظام کا بہت بڑا حصہ راجہ اشوک کے زیر حکومت تھا (سنہ ۲۳۰ ق م) اشوک نے اپنے کتبون مین مفتوحہ اقوام کی جو فہرست کندہ کرائی تھی اُس مین پیتی نیکا قوم کا نام بھی موجود ہی یہ قوم گوداوری کے نیچے پیٹن مین رہا کرتی تھی جو موجودہ جغرافیہ کے لحاظ سے ضلع اورنگ آباد مین شامل ہی۔

(۱) اندھرا خاندان

سنہ ۲۳۰ ق م - سنہ ۲۲۶ء

راجہ اشوک کے بعض کتبون مین اندھرا قوم کا نام آیا ہی لیکن اُس زمانہ مین اُس کو کوئی تاریخی حیثیت حاصل نہین تھی۔ اشوک کے بعد جب اُس کی عظیم الشان سلطنت منقرض ہوگئی تو اس قوم کو عروج ہونے لگا۔ ابتداً اُن کی حکومت تلنگانہ مین تھی چنانچہ اسی مناسبت سے اُس ملک کا نام آجتک اندھرا دیش چلا آتا ہی۔ پھر اُنھون نے اپنے حدود کو بتدریج وسعت دی اور ایک ایسی وسیع مملکت کے مالک بن بیٹھے جو تلنگانہ، اوڈیسہ اور مہاراشٹر کے قریب قریب تمام علاقون پر مشتمل تھی۔ ان لوگون نے تقریباً چھ صدی تک حکومت کی اور اس عرصہ مین گجرات و کرناٹک کے راجگان یونچ پلاداسے کئی بار معرکہ آرائیون کا اتفاق ہوا اور یہی لڑائیاں آگے چل کر ان کے زوال سلطنت کا باعث ہوئین چنانچہ پانچوین صدی کے شروع ایام مین یہ خاندان تباہ ہوگیا اور سنہ ۲۲۶ء کرناٹک کے پلادا خاندان نے اُنکے ملک پر قبضہ کرلیا۔

راجگان اندھرا

۱	سیراکا	سنہ ۲۳[illegible] ق م	سنہ [illegible]ء
۲	کرشنا	سنہ [illegible] ق م	سنہ ۱[illegible]ء
۳	ساتوکرنی اوّل	سنہ ۱۰ ق م	سنہ ۲۸ء
۴	پرنوتساںگا	سنہ ۱۸ء	سنہ ۵۶ء
۵	سیواسوای	سنہ ۵۶ء	سنہ ۶۴ء
۶	ساتوکرنی	سنہ ۶۴ء	سنہ ۱۲۰ء
۷	لمبودرا	سنہ ۱۲۰ء	سنہ ۱۲۸ء
۸	اپیتاکا	سنہ ۱۲۸ء	سنہ ۱۵۰ء
۹	سنگھا	سنہ ۱۵۰ء	سنہ ۱۶۸ء
۱۰	ساتوکرنی	سنہ ۱۶۸ء	سنہ ۱۸۶ء
۱۱	سکنداسواتی	سنہ ۱۸۶ء	سنہ ۱۹۳ء
۱۲	سیرکمینڈرا	سنہ ۱۹۳ء	سنہ ۱۹۶ء
۱۳	کنتلاسوامی	سنہ ۱۹۶ء	سنہ ۲۰۴ء
۱۴	سیواتی کرنا	سنہ ۲۰۴ء	سنہ ۲۰۵ء
۱۵	پالاداوتی	سنہ ۲۰۵ء	سنہ ۲۱۴ء
۱۶	گورکنادسری	سنہ ۲۱۴ء	سنہ ۲۶۶ء
۱۷	منڈلاکا	سنہ ۲۶۶ء	سنہ ۲۷۶ء
۱۸	پورندراسینا	سنہ ۲۷۶ء	سنہ ۲۸۱ء
۱۹	سندرا	سنہ ۲۸۱ء	سنہ ۲۸۴ء
۲۰	سوسواتی	سنہ ۲۸۴ء	سنہ ۳۱۲ء
۲۱	گوتمی پترا	سنہ ۳۱۲ء	سنہ ۳۳۳ء
۲۲	واستی پترا	سنہ ۳۳۳ء	سنہ ۳۳۵ء
۲۳	پالوات	سنہ ۳۳۵ء	سنہ ۳۶۳ء
۲۴	سیواسری	سنہ ۳۶۳ء	سنہ ۳۷۰ء
۲۵	سکنداسوتی	سنہ ۳۷۰ء	سنہ ۳۷۷ء
۲۶	یاجناسری	سنہ ۳۷۷ء	سنہ ۴۰۶ء
۲۷	دجایاسری	سنہ ۴۰۶ء	سنہ ۴۱۲ء

۲۸	چندراسری	سنہ ۲۱۲	سنہ ۲۲۲
۲۹	پلوماٹ دوم	سنہ ۲۲۲	سنہ ۲۲۶

راجگان یادوا خاندان

۱	چند ادرما	} چوتھی صدی سے پانچوین صدی تک ان راجاؤن نے حکومت کی ہے (دیکھو تاریخ بیجانگر)	
۲	نندی ورما		
۳	سکندادرما		
۴	بودادرما		
۵	سیواسکندادرما	سنہ ۶۲۰ء	سنہ ۶۷۰ء
	وقفہ	سنہ ۶۷۰ء/۵	سنہ ۸۰۴ء/۱۸۹
۶	نندی ورما	سنہ ۸۰۴ء/۱۸۹	سنہ ۸۱۰ء/۱۹۵
	وقفہ	سنہ ۸۱۰ء/۱۹۵	سنہ ۸۴۴ء/۲۲۹
۷	انگانالا	سنہ ۸۴۴ء/۲۲۹	سنہ ۹۷۴ء/۳۶۴
۸	انی نالبا	سنہ ۹۷۵ء/۳۶۵	سنہ ۹۷۷ء/۳۱۷

(۲) چلوکیا خاندان

سنہ قدیم — سنہ ۱۲۰۰ء/۵۵۷

اندھرا قوم کے بعد چلوکیا خاندان کو عروج ہونے لگا۔ انکی حکومت نربدا سے لیکر کرشنا کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی اور کلیان اُن کا پایہ تخت تھا جو مہاراشٹر مین واقع ہے۔ پلکیشی اس خاندان مین بڑے جاہ و جلال کا راجہ گذرا ہے۔ اسی کے زمانہ مین مشہور چینی سیاح ہون تسانگ کلیان مین آیا تھا۔ چلوکی راجہ اپنے زمانہ عروج مین یادو خاندان کے ساتھ برابر لڑائی جھگڑے کرتے رہے اور ساتوین صدی کے آخر ایام تک اپنی قوت و اقتدار کو برقرار رکھا لیکن سنہ ۷۵۴ء/۱۴۰ مین ملکھیڑ کی راشٹرکوٹا قوم نے اُن پر غلبہ حاصل کر لیا اور تقریباً دو صدی تک ملک کے کم و بیش تمام حصون پر حکمران رہے سنہ ۹۷۳ء/۳۹۴ مین تیلپا نام ایک چلوکی راجہ نے راشٹراکوٹا قوم کو ملک سے بے دخل کر دیا۔ اس زمانہ سے اِس خاندان کو پھر ترقی شروع ہوئی۔ دوارا سمدرم کے ہوئسالا راجاؤن نے ان کو تباہ کرنے کی بارہا کوشش کی فریقین مین عرصہ تک لڑائیان ہوتی رہین۔ لیکن بارہوین صدی کے اخیر ایام تک ان کی حکومت برابر قائم رہی سنہ ۱۱۸۹ء/۵۸۸ مین یادو خاندان نے ان کو شکست دے کر ملک پر قبضہ کر لیا۔

راجگان چلوکیا

۱	جے سمہا	×	×
۲	رانا راگا	×	×
۳	وجایارانا	سنہ ۴۷۲ء	سنہ ۵۰۵ء
۴	پولکیشی اوّل	سنہ ۵۰۵ء	سنہ ۵۶۷ء
۵	کیرتی ورما اوّل	سنہ ۵۶۷ء	سنہ ۵۹۱ء
۶	منگلیشا	سنہ ۵۹۱ء	سنہ ۶۱۰ء
۷	پولکیشی دوم	سنہ ۶۱۰ء	سنہ ۶۳۴ء/۳
۸	وکرمادیتہ اوّل	سنہ ۶۳۴ء/۳	سنہ ۶۶۹ء/۷۰
۹	دینایادیتہ	سنہ ۶۶۹ء/۷۰	سنہ ۶۹۶ء/۷۷
۱۰	وجایادیتہ	سنہ ۶۹۶ء/۷۷	سنہ ۷۳۳ء/۱۱۵
۱۱	وکرمادیتہ دوم	سنہ ۷۳۳ء/۱۱۵	سنہ ۷۴۷ء/۱۳۰
۱۲	کیرتی ورما	سنہ ۷۴۷ء/۱۳۰	سنہ ۷۵۴ء/۱۴۰
۱۳	تیلاپا	سنہ ۹۹۰ء/۳۸۷	سنہ ۹۹۷ء/۳۸۷
۱۴	ساتی سرا	سنہ ۹۹۷ء/۳۸۸	سنہ ۱۰۰۸ء/۳۹۹
۱۵	وکرمادیتہ سوم	سنہ ۱۰۰۸ء/۳۹۹	سنہ ۱۰۱۸ء/۴۰۹
۱۶	جے سمہا دوم	سنہ ۱۰۱۸ء/۴۰۹	سنہ ۱۰۴۰ء/۴۳۲
۱۷	سوامی سوارا اول	سنہ ۱۰۴۰ء/۴۳۲	سنہ ۱۰۶۹ء/۴۶۲
۱۸	سوامیسوارا دوم	سنہ ۱۰۶۹ء/۴۶۲	سنہ ۱۰۷۶ء/۴۶۹
۱۹	وکرمادیتہ چہارم	سنہ ۱۰۷۶ء/۴۶۹	سنہ ۱۱۲۶ء/۵۲۰

۲۰	سومیشوارا سوم	۱۱۲۶ء/۵۲۰	۱۱۳۸ء/۵۳۳
۲۱	جگدیکا مالا	۱۱۳۸ء/۵۳۳	۱۱۵۰ء/۵۴۵
۲۰	تیلپا دوم	۱۱۵۰ء/۵۴۵	۱۱۶۵ء/۵۶۱
۲۳	سومیشوارا چہارم	۱۱۸۳ء/۵۷۹	۱۱۸۹ء/۵۸۵

وشنوردھنا پلکیشی دوم کا بھائی تھا۔ اس ہی نے ساحل سمندر پر ایک سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا اور راجمندری کو اپنا صدر مقام قرار دیا۔ یہ مشرقی خاندان تخمیناً تین سو برس تک قائم رہا اور اسمین یکے بعد دیگرے چھبیس راجہ برسر حکومت ہوئے۔ ۱۰۲۲ء میں چولا خاندان کے راجہ راجندر نے انھیں شکست دے کر ملک پر قبضہ کر لیا۔

اس خاندان کے راجاؤں کی فہرست درج ذیل ہے

۱	وشنوردھنا	۶۱۵ء	۶۳۳ء/۱۲
۲	جےسمہا	۶۳۳ء/۱۲	۶۶۳ء/۴۲
۳	اندرا بہتارا کا	۶۶۳ء	ء
۴	وشنوردھنا دوم	۶۶۳ء/۴۲	۶۷۲ء/۵۲
۵	منگی یوراجا	۶۷۲ء/۵۲	۶۹۶ء/۷۷
۶	جےسمہا دوم	۶۹۶ء/۷۷	۷۰۹ء/۹۱
۷	کوکلی	۷۰۹ء/۹۱	×
۸	وشنوردھنا سوم	۷۰۹ء/۹۱	۷۴۶ء/۱۲۹
۹	وجیادتیہ بہتارکا	۷۴۶ء/۱۲۹	۷۶۴ء/۱۴۴
۱۰	وشنوردھنا چہارم	۷۶۴ء/۱۴۴	۷۹۹ء/۱۸۳
۱۱	وجیادتیہ نارایندرا مرکا راجا	۷۹۹ء/۱۸۳	۸۴۳ء/۲۲۹
۱۲	کالی وشنوردھنا پنجم	۸۴۳ء/۲۲۹	۸۴۴ء/۲۳۰
۱۳	وجیادتیہ سوم	۸۴۴ء/۲۳۰	۸۸۸ء/۲۷۵
۱۴	بہیما چلوکیا اول	۸۸۸ء/۲۷۵	۹۱۸ء/۳۰۶
۱۵	وجیادتیہ کولا بھگنڈا چہارم	۹۱۸ء/۳۰۶	×
۱۶	اما وشنوردھنا اول	۹۱۸ء	۹۲۵ء/۳۱۳
۱۷	وجیادتیہ پنجم	۹۲۵ء/۳۱۳	×
۱۸	تادپا	۹۲۵ء/۳۱۳	×
۱۹	وکرمادتیہ	۹۲۶ء/۳۱۴	×
۲۰	بھیما دوم	۹۲۷ء/۳۱۵	×
۲۱	یودھامالا	۹۲۷ء/۳۱۵	۹۳۴ء/۳۲۳
۲۲	بھیما چلوکیا سوم	۹۳۴ء/۳۲۳	۹۴۵ء/۳۳۴
۲۳	اما دوم عرف نجیا دیتہ پنجم	۹۴۵ء/۳۳۴	۹۷۰ء/۳۶۰
۲۴	دھانرنادا	۹۷۰ء/۳۶۰	۹۷۳ء/۳۶۲
	وقفہ	۹۷۳ء/۳۶۲	۱۰۰۳ء/۳۹۴
۲۵	سکتی ورما	۱۰۰۳ء/۳۹۴	۱۰۱۵ء/۴۰۶
۲۶	ویملادیتہ	۱۰۱۵ء/۴۰۶	۱۰۲۲ء/۴۱۳

(۳) یادو خاندان

۱۱۹۸ء/۵۹۴ — ۱۳۱۸ء/۷۱۸

دار الحکومت دیوگیری

یادو خاندان مہاراشٹر میں قائم ہوا۔ ابتدا میں چلوکیوں کا باج گزار تھا لیکن بھلّما نے اپنے قوت بازو سے آزادی حاصل کی اور دیوگیری کو بسا کر اُسے اپنا تخت گاہ بنایا۔ یہ خاندان چودھویں صدی تک قائم رہا۔ ۱۳۱۸ء میں جب مسلمانوں نے دیوگیری کو فتح کر لیا تو اُس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اس خاندان کے راجاؤں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱	بھلّما	۱۱۸۷ء/۵۸۳	۱۱۹۱ء/۵۸۷
۲	جیترا پالا اول	۱۱۹۱ء/۵۸۷	۱۲۱۰ء/۶۰۷
۳	سنگھنا	۱۲۱۰ء/۶۰۷	۱۲۴۷ء/۶۴۵

۴	سومیشنا	سنہ ۱۲۴۷ء / ۶۴۵	سنہ ۱۲۶۰ء / ۶۵۹
۵	نرسنگھ دیو	سنہ ۱۲۶۰ء / ۶۵۹	سنہ ۱۲۷۱ء / ۶۷۰
۶	رام چندر یا رام دیو	سنہ ۱۲۷۱ء / ۶۷۰	سنہ ۱۳۰۹ء / ۷۰۹
۷	سنکر	سنہ ۱۳۰۹ء / ۷۰۹	سنہ ۱۳۱۲ء / ۷۱۲
۸	ہرپال	سنہ ۱۳۱۲ء / ۷۱۲	سنہ ۱۳۱۸ء / ۷۱۸

(۴) گنپتی خاندان

سنہ ۱۱۱۰ء / ۵۰۴ — سنہ ۱۳۲۳ء / ۷۲۴

دار الحکومت ورنگل

یہ خاندان تلنگانہ میں حکمران تھا، اور ورنگل اُن کا دارالسلطنت تھی۔ بارھوین صدی سے ان کو عروج ہونا شروع ہوا تھوڑے ہی عرصہ مین گوداوری کے بہت سے علاقے فتح کر لیے اور راڈ رسیہ کے بلال خاندان کو شکست دیکر اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا سنہ ۱۳۲۳ء / ۷۲۴ مین مسلمانون نے ورنگل فتح کر لیا تو یہ خاندان تباہ و تاراج ہو گیا اسکے بعد ایک شخص نے جو راجہ کی اولاد سے تھا گولکنڈہ مین اکر چھوٹی سی حکومت قایم کر لی جو قطب شاہ کے زمانے تک موجود رہی۔

اس خاندان کے راجاؤن کی فہرست ذیل مین درج ہے۔

۱	بیتالا راجہ	سنہ ۱۱۱۰ء / ۵۴۵	سنہ ۱۱۶۳ء / ۵۵۹
۲	پرتاب رودرا اول	سنہ ۱۱۶۳ء / ۵۵۹	سنہ ۱۲۳۱ء / ۶۲۹
۳	گنپتی دیو	سنہ ۱۲۳۱ء / ۶۲۹	سنہ ۱۲۵۷ء / ۶۵۵
۴	رودرا دیوی	سنہ ۱۲۵۷ء / ۶۵۵	سنہ ۱۲۹۴ء / ۶۹۴
۵	پرتاب رودرا	سنہ ۱۲۹۴ء / ۶۹۴	سنہ ۱۳۲۵ء / ۷۲۶
۶	کرشنا دیو	سنہ ۱۳۲۵ء / ۷۲۶	سنہ ۱۳۴۴ء / ۷۴۵

(۵) سلطنت بیجانگر

سنہ ۱۳۳۶ء / ۷۳۶ — سنہ ۱۵۶۵ء / ۹۷۲

جس زمانہ مین سلطنت بہمنیہ قائم ہوئی ہے قریب قریب اُسی زمانہ مین ہندوؤن نے محمد تغلق کی بدنظمیون سے فائدہ اُٹھا کر دکن مین ایک جدید سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اُس کے بانی ہری ہر اور بکا نامی دو بھائی تھے جو ملک کافور کی لشکرکشی کے وقت ورنگل سے بھاگ کر آئے اور سنہ ۱۳۳۶ء مین دریائے تنگبھدرا کے کنارے شہر بیجانگر بسا کر اُسے اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ اس سلطنت کو تھوڑے ہی عرصہ مین خوب ترقی ہوگئی۔ کرشنا سے لیکر کیپ کامرن تک تمام ملک اُس کے حیطۂ تصرف مین آگیا۔ انتہائے جنوب مین بہت سے چھوٹے چھوٹے رئیسون کی حکومت تھی۔ یہ لوگ نائک کہلاتے تھے اور راجگان بیجانگر کو خراج دیا کرتے تھے۔ ان مین سے میسور کا نائک سب سے بڑا تھا۔ بیجانگر اور اُس کے مضافات مین بڑے بڑے مندرون، عالیشان محلون اور مستحکم قلعون کے جو کھنڈر موجود ہین اُن کے دیکھنے سے اُس کی گذشتہ شان و شوکت کا نقشہ آنکھون مین پھر جاتا ہے۔

سنہ ۱۵۶۵ء / ۹۷۲ مین دکن کے چار بادشاہون نے اتفاق کرکے اُس سلطنت پر حملہ کیا۔ دریائے کرشنا کے کنارے مقام تالیکوٹہ پر عظیم الشان لڑائی ہوئی جس مین رام راج مارا گیا اور سلطنت بیجانگر تباہ و تاراج ہوگئی جو جنوب مین جسقدر نائک حکمران تھے وہ سب اپنے اپنے علاقون مین خود مختار ہو گئے۔ رام راج کے بھائی نے چندرا گری مین جا کر کچھ علاقہ پر قبضہ کر لیا جس پر اُس کی اولاد تخمیناً سو برس حکمران رہی۔ جب مرہٹون کو عروج ہوا تو انھون نے اس چھوٹی سی حکومت کو نیست و نابود کر دیا۔ اسی چندرا گری کے راجہ سری رنگا راج ششم نے سنہ ۱۶۳۹ء / ۱۰۴۹ مین ساحل سمندر پر انگریزون کو وہ علاقہ عطا کیا جہان اس وقت مدراس آباد ہے۔

مسٹر ٹامس منرو کی بعض تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ راجگان بیجانگر کا ایک خاندان ناگمنڈی مین مدت سے برسر حکومت تھا جس کو ٹیپو سلطان نے سنہ ۱۷۸۶ء / ۱۲۰۰ مین فتح کر لیا اس کے تیرہ برس بعد ٹیپو سلطان

نے سرنگاپٹم میں شہادت پائی اور اناگندی کا وہ علاقہ جو تنگ بھدرا کے شمال میں ہے سرکار نظام کے سپرد ہوا اور جنوبی حصہ انگریزوں کے قبضہ میں رہا اس کے معاوضے میں برٹش گورنمنٹ نے وہاں کے راجہ کی پنشن مقرر کر دی جو اب تک اس کی اولاد میں اس وقت تک بحال ہے۔

سلطنت بیجانگر کے راجاؤں کی فہرست ذیل میں درج ہے۔

خاندان اول

نمبر	نام	آغاز	اختتام
۱	ہری ہر اول	۱۳۳۶ء / ۷۳۷	۱۳۴۳ء / ۷۴۴
۲	بکا راے اول	۱۳۴۳ء / ۷۴۴	۱۳۷۹ء / ۷۸۱

بکا راے کے دو بھائی اور تھے۔ بکا جب تخت نشین ہوا تو اس کے بھائی کمپا نے بغاوت کی جسے کچھ عرصہ اپنا [illegible] اور اس کے بعد اس کا بیٹا سنگا ۱۳۵۵ء / ۷۵۶ تک حکمران رہا۔ یہ دونوں خود مختار راجہ اپنے آپ کو بیجانگر کا والی سمجھا کرتے تھے۔ اسی بنا پر بعض معاصر کتبوں میں جو معافیات کی ہیں انہوں نے اپنے آپ کو راجہ بیجانگر لکھا ہے۔

نمبر	نام	آغاز	اختتام
۳	ہری ہر دوم	۱۳۷۹ء / ۷۸۱	۱۳۹۹ء / ۸۰۲
۴	دیو راے اول	۱۳۹۹ء / ۸۰۲	۱۴۱۲ء / ۸۱۵
۵	وجیا راے	۱۴۱۲ء / ۸۱۵	۱۴۱۹ء / ۸۲۲
۶	دیو راے دوم	۱۴۱۹ء / ۸۲۲	۱۴۴۹ء / ۸۵۳
۷	مالکارجن	۱۴۴۹ء / ۸۵۳	۱۴۶۵ء / ۸۷۰
۸	ویروپاکشا	۱۴۶۵ء / ۸۷۰	۱۴۷۸ء / ۸۸۳

۱۴۷۸ء / ۸۸۳ سے ۱۴۹۰ء / ۸۹۶ تک تاریخ بیجانگر میں جو حالات گذرے ہیں اُن پر سخت تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر ہولٹش نے ایپیگرافیا انڈیکا میں اُس زمانہ کے بہت سے کتبے نقل کیے ہیں جنہیں متعدد راجاؤں کے نام درج ہیں۔ اگر ہر ایک راجہ کے سنین حکومت جمع کیے جائیں تو ایک کا زمانہ دوسرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس لیے قیاس چاہتا ہے کہ تاریخ بیجانگر کے یہ بارہ سال طوائف الملوکی کے زیر فرمان گزرے اور اُس زمانہ میں چند شہزادوں نے مختلف قطعات پر قبضہ کر کے خود مختارانہ حکومت شروع کر دی تھی یہاں تک کہ دوسرے خاندان کا آغاز ہوا۔

خاندان دوم

نمبر	نام	آغاز	اختتام
۹	نرسمہ یا نرسنگھ	۱۴۹۰ء / ۸۹۶	۱۵۰۹ء / ۹۱۵
۱۰	کرشن دیو راے	۱۵۰۹ء / ۹۱۵	۱۵۳۰ء / ۹۳۷
۱۱	اچیتا راے	۱۵۳۰ء / ۹۳۷	۱۵۴۲ء / ۹۴۹
۱۲	سداشیو راے ([illegible])	۱۵۴۲ء / ۹۴۹	۱۵۶۷ء / ۹۷۵

خاندان سوم

نمبر	نام	آغاز	اختتام
۱۳	رام راج	۱۵۴۲ء / ۹۴۹	۱۵۶۵ء / ۹۷۲

راجگان پنکنڈہ و چندراگری

نمبر	نام	آغاز	اختتام
۱۴	ترمل راج (بحیثیت نائب السلطنت حکمران رہا)	۱۵۶۵ء / ۹۷۲	۱۵۶۷ء / ۹۷۵

تالی کوٹہ کی لڑائی میں جب رام راج مارا گیا تو ترمل راج اپنا تمام مال و متاع اور راجہ سداشیو کو لیکر جانب جنوب پنکنڈہ میں چلا گیا۔ سداشیو دو سال حالت قید میں رہا گو وہی راجہ کہلایا جاتا تھا ترمل راج نے ۱۵۶۷ء / ۹۷۵ میں اسے قتل کرا دیا۔ اور خود ملک پر متصرف ہو کر ۱۵۶۷ء سے ۱۵۷۵ء / ۹۸۳ تک آزادانہ حکومت کرتا رہا۔

نمبر	نام	آغاز	اختتام
۱۵	رنگا دوم	۱۵۷۵ء / ۹۸۳	۱۵۸۶ء / ۹۹۵
۱۶	وینکٹ پتی اول	۱۵۸۶ء / ۹۹۵	۱۶۱۴ء / ۱۰۲۳
۱۷	وینکٹ پتی دوم	۱۶۱۴ء / ۱۰۲۳	۱۶۳۶ء / ۱۰۴۶
۱۸	رنگا ششم	۱۶۳۶ء / ۱۰۴۶	۱۶۴۴ء / ۱۰۵۴

مختلف کتبات سے اخذ کرنے پر رنگا ششم کے بعد ذیل کے اور بھی نام دستیاب ہوئے ہیں۔ مگر ان کے دور حکومت کا صحیح صحیح اندازہ کرنا سخت مشکل ہے ناموں کے مقابل وہ سنین درج ہیں جو کتبوں پر کندہ ہیں۔

نمبر	نام	آغاز	اختتام
۱۹	وینکٹ پتی	۱۶۷۸ء / ۱۰۸۹	۱۶۸۰ء / ۱۰۹۱
۲۰	رنگا	۱۶۶۲ء / ۱۰۷۳	×

۲۱	ونکٹ پتی	سنہ ۱۱۰۶ء / ۱۱۱۸	
۲۲	رنگا	سنہ ۱۱۱۶ء / ۱۱۲۹	
۲۳	مہادیو	سنہ ۱۱۲۴ء / ۱۱۳۷	
۲۴	رنگا	سنہ ۱۱۲۹ء / ۱۱۴۲	
۲۵	ونکٹ	سنہ ۱۱۳۲ء / ۱۱۴۵	
۲۶	راما	سنہ ۱۱۳۹ء / ۱۱۵۲	
۲۷	بنکیا	سنہ ۱۱۴۴ء / ۱۱۵۷	سنہ ۱۱۴۹ء / ۱۱۶۳
۲۸	ونکیا	سنہ ۱۱۹۱ء / ۱۱۶۵ - سنہ ۹۲ء / ۱۱۶۶ - سنہ ۹۳ء / ۱۱۶۷ - سنہ ۹۴ء / ۱۱۶۸	

عہدِ اسلام

(۶) جنوبی ہندوستان پر مسلمانون کا تسلط

نوین صدی کے اخیر ایام مین خلافتِ بغداد کو انحطاط شروع ہوا اور مشرق کی اس عظیم الشان سلطنت کے بہت جلد حصے بکھرے ہونے لگے خلیفہ المعتمد باللہ کے عہد خلافت مین مصر خود مختار ہوگیا اسکے کچھ مدت بعد وسطِ ایشیا مین سلطنتِ سامانیہ کی بنیاد پڑی۔ اس خاندان کے دوسرے فرمانروا اسمٰعیل سامانی کے زمانہ مین اس کے ایک ترکی غلام الپتگین نے بغاوت کرکے افغانستان مین اپنی حکومت قائم کرلی جسکے مرنے پر اسکے غلام سبکتگین کو بادشاہت مل گئی۔ اس نے ہندوستان پر دو مرتبہ فوج کشی کی جس سے دریاے انڈس تک تمام ملک اسلامی تصرف مین آگیا۔ اس کے بعد سلطان محمود بر سرِ حکومت ہوا۔ اس نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اور تمام پنجاب اپنے قبضہ مین کرلیا۔

محمود کے بعد پنجاب اس کی اولاد کے قبضہ مین رہا سنہ ۱۱۶۲ء / ۵۵۷ مین غوریون نے جب غزنین پر قبضہ کرلیا تو پنجاب بھی ان کی حکومت کا ایک صوبہ ہوگیا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے سنہ ۱۱۷۵ء / ۵۷۱ سے سنہ ۱۱۹۳ء / ۵۸۹ تک ہندوستان پر متعدد حملے کئے اور راجہ پرتھی راج کو تھانیسر کے میدان مین شکست دے کر دہلی اور اجمیر کا مالک ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۱۹۴ء / ۵۹۰ مین ایک اور حملہ کیا جسمین قنوج و بنارس بھی فتح ہوگئے اور بہار تک اسلامی قبضہ ہوگیا۔ محمد غوری کے مرنے پر سنہ ۱۲۰۵ء / ۶۰۲ مین اس کا ترکی غلام قطب الدین ایبک ہندوستان مین جانشین قرار پایا۔ اس نے پہلے گجرات پر یورش کی۔ پھر بنگالہ کے دارالسلطنت لکھنوتی کو فتح کیا۔ بغرض شمالی ہندوستان کا قریب قریب تمام ملک دریاے انڈس سے لیکر گنگا کے دہانے تک مفتوح ہوچکا یا بہت جلد مفتوح ہونے کے قریب ہوگیا تھا۔ سنہ ۱۲۱۰ء مین قطب الدین کا انتقال ہوگیا جسکے بعد اُس کے خاندان نے اسی برس تک حکومت کی۔ سنہ ۱۲۹۰ء مین شاہان ملوک کا خاتمہ ہوا اور سلطنت خاندان خلجی مین منتقل ہوگئی۔

دکن پر سب سے پہلے علاء الدین خلجی نے لشکر کشی کی۔ اُس کے فتح مند سپہ سالار ملک کافور نے سنہ ۱۲۹۶ء / ۶۹۷ سے سنہ ۱۳۱۲ء / ۷۱۲ تک یکے بعد دیگرے تین حملے کیے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوگری و ورنگل وکرناٹک کے بڑے بڑے راج تباہ ہوگئے اور نربدا کے جنوب مین ساحل سمندر تک اسلامی قبضہ ہوگیا۔ دکن نصف صدی تک تختِ دہلی کے ماتحت رہا۔ سنہ ۱۳۲۵ء / ۷۲۵ مین جب محمد تغلق بر سرِ حکومت ہوا تو اسکی جبر و زیادتی سے تنگ آکر امراے دکن نے بغاوت برپا کردی اور متواتر تین ماہ تک معرکہ آرائی کرکے اپنی آزادی کا اعلان کردیا۔ اس انقلاب سے دکن مین ایک نئی سلطنت بہمنیہ قائم ہوگئی، جو دو صدی تک شاہان دہلی کی مدِمقابل بنی رہی۔

شاہان خلجی و تغلق کی فہرست ذیل مین درج ہے۔

شاہان خلجی

۱	جلال الدین خلجی	سنہ ۱۲۹۰ء / ۶۸۹	سنہ ۱۲۹۶ء / ۶۹۴
۲	ابراہیم خلجی (رکن الدین)	سنہ ۱۲۹۶ء / ۶۹۴	
۳	علاء الدین خلجی	سنہ ۱۲۹۶ء / ۶۹۴	سنہ ۱۳۱۶ء / ۷۱۶

۴	شہاب الدین عمر	۱۳۱۶ء (۷۱۶)	
۵	قطب الدین مبارک	۱۳۱۶ء (۷۱۶)	۱۳۲۰ء (۷۲۰)
۶	ناصر الدین خسرو خان	۱۳۲۰ء (۷۲۰)	ـــ ء

شاہان تغلق

۱	غیاث الدین تغلق	۱۳۲۰ء (۷۲۰)	۱۳۲۵ء (۷۲۶)
۲	محمد تغلق	۱۳۲۵ء (۷۲۶)	۱۳۵۱ء (۷۵۲)
۳	فیروز شاہ	۱۳۵۱ء (۷۵۲)	۱۳۸۸ء (۷۹۰)
۴	تغلق شاہ	۱۳۸۸ء (۷۹۰)	۱۳۸۹ء (۷۹۱)
۵	سلطان ابوبکر	۱۳۸۹ء	۱۳۸۹ء
۶	ناصر الدین محمد شاہ	۱۳۸۹ء	۱۳۹۴ء (۷۹۶)
۷	علاء الدین سکندر شاہ	۱۳۹۴ء	۱۳۹۴ء
۸	محمود شاہ	۱۳۹۴ء	۱۳۹۵ء (۷۹۸)

(۷) سلطنت بہمنیہ

۱۳۴۷ء (۷۴۸) — ۱۵۲۶ء (۹۳۴)

دار الحکومت احسن آباد گلبرگہ

اس سلطنت کا مورثِ اعلیٰ سلطان علاء الدین حسن محمد تغلق کے منجم گنگو برہمن کا ملازم تھا اور اس کی زمین کاشت کیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حسن حسب معمول کھیت میں ہل چلا رہا تھا کہ یکایک ہل کھیت میں رک گیا۔ اُس نے زمین جو کھودی تو اشرفیوں کا دفینہ نکلا جسے لیجا کر حسن نے اپنے آقا کے حوالہ کر دیا۔ برہمن اس غیر معمولی دیانت سے بہت خوش ہوا اور دوسرے روز جب دربار میں پہنچا تو محمد تغلق سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ بادشاہ کو بے حد تعجب ہوا اور حسن کو بلا کر امیران صدہ میں شامل کر لیا۔

۱۳۴۴ء میں جب محمد تغلق نے کرناٹک پر حملہ کیا، تو اس کے ساتھ علاء الدین حسن بھی دکن میں چلا آیا۔ بادشاہ نے اُسے گنجی اور رایباغ کے چند پرگنات جاگیر میں دیئے اور وہ وہیں رہنے لگا۔ اسی اثنا میں امرائے دکن نے بغاوت برپا کی اور امیر ناصر الدین شاہ کو بادشاہ بنا کر محمد تغلق سے برسرپیکار ہوئے جب دکن تخت دہلی کی حکومت سے آزاد ہو گیا تو ناصر الدین نے ضعف پیری کا عذر کر کے سلطنت کے کاروبار سے سبکدوش ہونا چاہا۔ اُس وقت تمام امرا نے اتفاق کر کے حسن کو منتخب کیا اور ۳ اگست ۱۳۴۷ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۷۴۸ھ کو اس کے سر پر تاج شاہی رکھا۔

علاء الدین حسن نے جب اپنے مقبوضہ ملک کا خوب استحکام کر لیا تو دیگر فتوحات کی جانب متوجہ ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تلنگانہ، اور کرناٹک کے بہت سے علاقے فتح کر لیے۔ اور اس مہم سے فراغت پا کر سارے ہندوستان کو تسخیر کرنا چاہا لیکن اجل نے اُسے مہلت نہ دی۔ دفعتاً بیمار ہوا اور ۱۰ جنوری ۱۳۵۸ء مطابق یکم ربیع الاول ۷۵۹ھ کو فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اُسکا بیٹا محمد شاہ مالک تاج و تخت قرار پایا۔ پھر اُسکے بعد یکے بعد دیگرے ۱۶ بادشاہ تقریباً دو صدی تک دکن کے شمالی حصہ پر فرمانروا رہے۔ ان کی سلطنت برار سے لیکر دریائے کرشنا تک پھیلی ہوئی تھی باوجود جغرافیہ کے لحاظ سے صوبہ بمبئی کے جنوبی علاقے اور ممالک محروسہ سرکار نظام کے بہت بڑے حصے پر مشتمل تھی۔ اس کے جنوب میں بیجانگر کا علاقہ تھا۔ مغرب میں تلنگوں کی عملداری تھی۔ شاہان بہمنی ان راجاؤں کے ساتھ ہمیشہ برسرپیکار رہا کرتے تھے اور ہندؤں کو مجبوراً سالانہ خراج ادا کرنا پڑتا تھا۔ علاء الدین احمد شاہ کے عہد میں کوکن مفتوح ہوا۔ اسی زمانہ کے قریب قریب شاہان خاندیس و گجرات نے بہمنیوں سے ہزیمت اُٹھائی۔ ۱۴۷۸ء میں محمد شاہ نے اڑیسہ پر حملہ کیا اور کانچی درم کو فتح کر کے جنوب کی طرف دور تک چلا گیا، اور راجہ بلکام کو شکست دی۔ ان فتوحات سے بہمنی سلطنت کو اور بھی وسعت حاصل ہو گئی۔ اسکی سرحد ایک سمندر سے شروع ہو کر دوسرے سمندر سے جا ملی اور اُس میں

میسور کا تقریباً تمام شمالی حصہ داخل ہوگیا۔

محمود شاہ کے زمانہ سے اس عظیم الشان سلطنت کو انحطاط ہونے لگا۔ اُس کے جانشینون نے ضعف و کم قوتی سے فائدہ اٹھا کر بڑے بڑے گورنرون نے خود سری شروع کر دی اور ملک کو آپس مین تقسیم کرکے پانچ چھوٹی چھوٹی حکومتین قائم کرلین یعنی:۔

۱	برار	مین	عماد شاہی سلطنت	سنہ ۱۴۸۹ء / ۸۹۵	سنہ ۱۵۷۵ء / ۹۸۲
۲	بیدر	مین	برید شاہی سلطنت	سنہ ۱۴۸۷ء / ۸۹۳	سنہ ۱۶۲۴ء / ۱۰۳۴
۳	احمدنگر	مین	نظام شاہی سلطنت	سنہ ۱۴۹۰ء / ۸۹۶	سنہ ۱۶۳۲ء / ۱۰۴۲
۴	بیجاپور	مین	عادل شاہی سلطنت	سنہ ۱۴۸۹ء / ۸۹۵	سنہ ۱۶۸۶ء / ۱۰۹۸
۵	گولکنڈہ	مین	قطب شاہی سلطنت	سنہ ۱۵۱۲ء / ۹۱۸	سنہ ۱۶۸۷ء / ۱۰۹۹

یہ طوائف الملوکی دو صدی سے کچھ زائد عرصہ تک قائم رہی پھر مغلون نے اس کو فتح کرکے ملک کو اپنی سلطنت مین ملحق کرلیا۔

بہمنی بادشاہونکی فہرست ذیل مین درج ہے۔

۱	علاء الدین حسن بہمنی	سنہ ۱۳۴۷ء / ۷۴۸	سنہ ۱۳۵۸ء / ۷۶۰
۲	محمد شاہ اول	سنہ ۱۳۵۸ء / ۷۶۰	سنہ ۱۳۷۵ء / ۷۷۶
۳	مجاہد شاہ	سنہ ۱۳۷۵ء / ۷۷۶	سنہ ۱۳۷۸ء / ۷۷۹
۴	داؤد شاہ	سنہ ۱۳۷۸ء / ۷۷۹	سنہ ×ء
۵	محمود شاہ	سنہ ۱۳۷۸ء / ۷۸۰	سنہ ۱۳۹۷ء / ۸۰۰
۶	غیاث الدین	سنہ ۱۳۹۷ء / ۸۰۰	سنہ ×ء
۷	شمس الدین	سنہ ۱۳۹۷ء / ۸۰۰	سنہ ×ء
۸	فیروز شاہ (تاج الدین)	سنہ ۱۳۹۷ء / ۸۰۰	سنہ ۱۴۲۲ء / ۸۲۶
۹	احمد شاہ ولی (شہاب الدین)	سنہ ۱۴۲۲ء / ۸۲۶	سنہ ۱۴۳۵ء / ۸۳۹
۱۰	علاء الدین احمد شاہ	سنہ ۱۴۳۵ء / ۸۳۹	سنہ ۱۴۵۸ء / ۸۶۲
۱۱	ہمایون شاہ ظالم	سنہ ۱۴۵۸ء / ۸۶۲	سنہ ۱۴۶۱ء / ۸۶۶
۱۲	نظام شاہ	سنہ ۱۴۶۱ء / ۸۶۶	سنہ ۱۴۶۳ء / ۸۶۸
۱۳	محمد شاہ ثانی	سنہ ۱۴۶۳ء / ۸۶۷	سنہ ۱۴۸۲ء / ۸۸۷
۱۴	محمود شاہ ثانی	سنہ ۱۴۸۲ء / ۸۸۷	سنہ ۱۵۱۸ء / ۹۲۴
۱۵	احمد شاہ ثالث	سنہ ۱۵۱۸ء / ۹۲۴	سنہ ۱۵۱۹ء / ۹۲۵
۱۶	علاء الدین ثالث	سنہ ۱۵۱۹ء / ۹۲۵	سنہ ۱۵۲۲ء / ۹۳۰
۱۷	ولی اللہ	سنہ ۱۵۲۲ء / ۹۳۰	سنہ ۱۵۲۵ء / ۹۳۲
۱۸	کلیم اللہ	سنہ ۱۵۲۵ء / ۹۳۲	سنہ ۱۵۲۷ء / ۹۳۴

(باقی آئندہ)

حکیم سید شمس اللہ قادری

حسن (از سرور جہان آبادی مرحوم)

کاش اے حسن! تو دنیا مین نہ آیا ہوتا — دام تسخیر نہ عالم مین بچھایا ہوتا
بھونہ سکتی تھی بن آئے جو تری دنیا مین — بن کے ہنگامۂ محشر تو نہ آیا ہوتا
اور اگر آیا تھا ہنگامۂ محشر بنکر — تو نہ ان خاک کے پتلون مین سمایا ہوتا
تجھ کو ہونا تھا حسینون سے جو ظالم مانوس — شیوۂ جور و ستم تو نہ سکھایا ہوتا
اور سکھائی بھی جو تھین ان کو جفا کی رسمین — دلستانی کا طریقہ نہ بتایا ہوتا
نرم و نازک اگر اعضا تھے بنائے ان کے — دل حسینون کا نہ پتھر کا بنایا ہوتا
کاش! کچھ درد محبت بھی انھین تو دیتا — دل کے بدلے اثر نالۂ دل جو دیتا

قوانین عامہ

ہم دو ضابطوں کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہین۔

(الف) ضابطۂ قدرت۔

(ب) ضابطۂ انسانی۔

قدرت کے ضابطہ مین کوئی ایسی دفعہ نہین جو ہماری بنائی ہوئی یا ہماری ترتیب دادہ ہو۔ اُسمین ہمارا کوئی دخل نہین۔ ہان انسانی ضابطہ کی دفعات مین بہت سی ایسی دفعات ہین جن کا مضمون ہم نے ضابطۂ قدرت ہی سے لیا ہی اگرچہ ضابطۂ قدرت اِس کائنات اور ہمارے واسطے بنایا گیا ہی لیکن اِس کی تدوین اور تالیف مین نہ تو ہم سے کوئی صلاح لی گئی ہی اور نہ ہم سے کچھ پوچھا گیا ہی نہ اُس کا قبل اشاعت کوئی گزٹ ہوا اور نہ ہمارے پاس اُس کی کاپیان اور اُس کے مسودات بھیجے گئے

اگر اِس ضابطہ مین ہماری سمجھ کے موافق کوئی لغزشین بھی ہون تو ہم اُن کے ذمہ دار نہین ہوسکتے اور نہ ہم اُن کی تصحیح کے قابل ہین۔

قدرتی ضابطہ کی نافرمانی سے ہمین سزا تو ملتی ہی لیکن ہمارا جواب نہین سنا جاتا۔ ایک بچہ نافہمی کی حالت مین آگ پر ہاتھ رکھ دیتا ہی۔ تو آگ کا شعلہ اُسے کبھی صاف نہین کرتا اور کبھی یہ نہین دیکھتا کہ ایک نافہم ہستی کسطرح اُس کے جان سوز ضابطے سے واقف ہوسکتی تھی۔ یہ قانون ایسا سخت ہی کہ کوئی مقدس سے مقدس جان بھی اس سے بچ نہین سکتی۔ بچہ کی آہ و زاری پر بھی آتش رحم نہین کھاتی اور نہ ضابطہ مین کوئی ایسی دفعہ دیکھتے ہین جن مین ایسے جرم اور ایسے ارتکاب سے کوئی رہائی اور معافی کی صورت نکلسکتی ہو۔ کبھی کبھی ہم ضابطہ قدرت کی بعض دفعات کی سزاؤن سے بچ بھی جاتے ہین لیکن ایسا بچنا پہلے سے بھی زیادہ گرفت کا موقع دیتا ہی کبھی کبھی ہم ضابطہ قدرت کی دفعات سمجھ کر ارتکاب کرتے ہین لیکن کبھی کبھی ہماری جبلی جلد بازی اور ارادو کی کم اندیشی ہمین ضابطہ قدرت کی نافرمانی پر تیار کردیتی ہی۔ دونون صورتون مین ضابطہ قدرت ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہین کرتا۔

جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ "جو شخص آگ مین ہاتھ ڈالتا ہی وہ جل جاتا ہی" "جو شخص فراز سے نشیب کو آتا ہی وہ فراز چھوڑتا ہی" "پانی ہمیشہ نشیب ہی کو جاتا ہی" "کسی عضو کا معطل چھوڑنا اُس کی قوت کو کھو دیتا ہی"، "سمندر مین اگر بغیر کسی تیراک پیش بینی کے ہم جا ٹھہرین تو ڈوب جائینگے"۔

ایسی تمام باتون سے ہمین خیال ہوتا ہی کہ قدرت کے یہ قوانین عامہ ہین۔ قوانین عامہ کیا ہین؟ جو اکثر حالات مین ایک ہی اثر اور ایک ہی نتیجہ رکھتے ہون، جن کا وقوع ایک ہی کیفیت رکھے۔ ہم ضابطہ قدرت کی دفعات کے قواعد کو اسی واسطے قوانین عامہ کہتے ہین کہ ان کا وقوع بجز کسی موقعہ استثنا کے ایک ہی صورت اور ایک ہی شکل مین ہوتا ہی آگ ہمیشہ دبشرطیکہ آگ کی حیثیت اور کیفیت نہ چھوڑ چکی ہو) جلاتی ہی۔ پانی ہمیشہ نشیب کو جاتا ہی۔ ہوا ہمیشہ اپنا احساس کراتی ہی بشرطیکہ چلے اور کسی روک مین نہ آجاوے۔

چونکہ ہم ایک بڑی مدت تک پیدا ہونے کے ساتھ ہی قدرت کے قوانین عامہ دیکھنے کے عادی ہوچکے تھے اس واسطے رفتہ رفتہ ہمارا رجحان بھی اسطرف ہوتا گیا کہ ہم خود اپنے رنگ مین بھی قوانین عامہ بنائین۔ اگرچہ ایسے قوانین ضابطۂ قدرت یا قوانین قدرت کی ہوبہو نقل اور خاکہ نہون مگر اُن کی اکثر دفعات مین ان کی جھلک بھی پائی جائے

نصرف جھلک ہی پائی جائے بلکہ ہم نے ایک حد تک یہ بھی کر دکھایا کہ ہم کیونکر قوانین قدرت یا ضابطۂ قدرت کی زد سے بچ سکتے ہین گو اس کارسازی سے خود ہمین ہی نقصان اور تکلیف اُٹھانی پڑی لیکن بعض اوقات کی چند روزہ سہولت ہماری بعض مشکلات اور جوابدہی کا ایک حد تک جواب یا معاوضہ ہوتی ہی۔

اگر ہم اِس ضابطہ اور اس کارسازی مین نہ پڑتے تو شاید بہت سی مشکلات موجود سے ہمین دوچار ہونے کا موقع نہ ملتا اور ہم ایک سادہ اور بے لاگ زندگی کے مالک ہوتے اور جو الزامات قدرت اس وقت ہم پر لگا رہی ہی اُن مین بہت کچھ کمی ہوتی۔ کو قدرت کے قوانین سمجھنے مین ہمین بعض وقت دھوکا بھی ہو جاتا ہی اور بعض وقت ہم یہ بھی سمجھتے ہین کہ خود قدرت ہی ہمین فریب اور مغالطہ دے رہی ہی۔ اگرچہ قدرت کی شان مین ہمارا ایسا گمان ایک بے ادبی اور گستاخی ہی لیکن ہم جبکہ اُسکی بعض چالون اور روشون کو سمجھنے سے عاری ہین تو ہماری ایسی بدگمانی معافی کے قابل ہی۔ اگر ہم ایک طرف ضابطۂ قدرت کو ایک ترتیب سے چلتا ہوا پاتے ہین تو دوسری طرف اپنے تجربہ اپنے مشاہدہ اور اپنے نقطۂ خیال سے اُس مین ایک بے ترتیبی بے ضابطگی اور ایک نا انصافی بھی دیکھتے ہین اسمین کچھ شک نہین کہ ایسا خیال کرنا بھی ہم پر ایک الزام ہی ہوگا اور ہم اُس کے جوابدہی مین پکڑے جائین گے لیکن اگر قدرت ہماری لاعلمی اور کم معلومات پر خیال کرے گی تو ہم اپنی جوابدہی مین شاید سرخرو بھی ہو جائین کیونکہ کسی قانون سے ناواقفیت بھی بعض حالات مین ایک جواب ہو سکتا ہی اگرچہ ایسا جواب اپنے اندر کوئی وثوق نہین رکھتا کیونکہ ہمارا دوسری طرف یہ فرض بھی ہوگا کہ ہم قانون فہمی کی لیاقت بہم پہنچائین۔ قانون بنانے والے کا فرض قانون بنانا اور قانون کی تبلیغ ہی اور ہمارا فرض بجائے خود کسی قانون کو سمجھنا اور دیکھنا بھی ہی۔

اِن جوابدہیون اور مغالطون سے نکلنے کی خاطر ہم نے اپنے واسطے خود ہی ایک ضابطہ تیار کر لیا ہی جس پر ہماری زندگی کے بہت سے کام اور بہت سی مہمات کا انحصار ہی۔ وہ ضابطہ جو ہم نے تیار کیا ہی اس کا نام مجموعۂ قوانین عامہ ہی جن خود ساختہ ضابطہ پر ہم اسوقت چل رہے ہین اور جسکے ماتحت ہماری زندگانی نشو و نما پاتی ہین وہ قوانین عامہ کا ایک ضابطہ ہی۔ اُس ضابطہ کے دو حصے ہین:-

(الف) حصۂ مذہبیہ

(ب) حصۂ غیر مذہبیہ

دوسرا حصہ وہ ہی جو قوانین سیاسی کے نام سے شہرت پذیر ہے گو اسمین بھی وہی قوانین شامل ہوتے ہین جو ایک انسانی حکومت یا ایک متعدد انسانی جماعت کے ترتیب دادہ ہوتے ہین لیکن چونکہ ان کا بہت سا حصہ سیاست اور حکومت کے نقطۂ خیال کے تحت مین ہوتا ہی اسواسطے ہمیشہ اُسے پہلے حصہ سے غیر اور باہر سمجھا جاتا ہی اور اُس حصۂ دوم کی بہت سی دفعات اور بہت سے مضامین قوانین عامہ کی تعریف اور تحت مین نہین آسکتے۔

قوانین عامہ وہ ہین جو ایک عام غرض کے ماتحت ہون اور قوانین سیاسیہ مین عموماً یہ بات نہین ہوتی جہان شخصی حکومت ہے وہان صرف ایک شخص ہی سے اُن کا تعلق ہوتا ہی اور جہان جمہوری حکومت ہی وہان بھی اُن لوگون سے ان کا تعلق ہوتا ہی جو باوجود جمہوری حالت کے بھی ایک خصوصیت رکھتے ہین ایک یہ فرق ہی کہ قوانین عامہ کی نافرمانی سے انسان عام انسانون کو جوابدہ ہوتا ہی اور قوانین سیاسی کے انحراف سے صرف حکومت جواب لیتی ہی۔ بایں وجوہ ہم اپنی اس بحث سے قوانین سیاسیہ کو باوجودیکہ کہ وہ بھی ایک صورت قوانین عامہ ہی کی رکھتے ہین نکال دیتے ہین گو اُن کا تعلق بھی تمام انسانی جماعتون سے پڑتا ہی مگر اسی حالت مین جب کوئی فرد انسانی

اسطرف رجوع لائے یا اُن سے منحرف ہوا۔ پہلے حصہ کے قوانین عامہ بغیر کسی شرط اور تقیید کے اپنا نفاذ چاہتے ہین۔

قوانین عامہ کے اُس حصہ کی تقسیم جسے ہم ایک دوسرے نام قوانین مرضیہ سے بھی تعبیر کرتے ہین ایک پیچیدہ تقسیم ہونے کے ساتھ ہی نوعی صورت بھی رکھتی ہی اور پھر اُسکے دو حصے ہوجاتے ہین:-

(الف) مرضیہ متفقہ۔

(ب) مرضیہ غیر متفقہ۔

بہت سے قوانین عامہ ایسے ہین کہ جو کل انسانی جماعتون مین بلا دنی تغیر ایک ہی روش اور ایک ہی رسم کے تابع معمول ہین اور بہت سے ایسے بھی ہین کہ اُن مین یا تو رفتہ رفتہ اختلاف ہونے کی وجہ سے اُن کی نوعیت اور طریق تعمیل بدل گیا ہی اور یا اُن کی نوعیت کچھ مختلف سی ہوگئی ہی۔ پہلی قسم کی مثالین یہ دی جاسکتی ہین۔

صدق محبت۔ فرض معاہدہ اور اتباع وغیرہ وغیرہ یہ اس قسم کے فرائض ہین جن کی ہستی بطور ایک قانون عامہ کے تسلیم کی جاتی ہی لیکن دنیا کی قومون مین یہ طے کردیا گیا ہی کہ ایسے فرائض کا پورا کرنا ضروری ہی نہین بلکہ لازمی بھی ہی۔

اس کے مقابلہ مین بعض ایسی صورتین بھی ہوتی ہین کہ اُن کا اثر اور جذب کل اقوام کے نزدیک ایک مسلمہ نہین ہوتا بعض اقوام اور بعض گروہون مین اُن کی تقدیس اور تعظیم کی جاتی ہی۔ اور بعض مین اُن کی ہستی کوئی اثر اور کوئی جذب نہین رکھتی۔ اس قسم کی باتین صدہا ہین جنھین دنیا کی بعض قومون اور بعض حصون مین ایک خصوصیت سے وقعت دی جاتی ہی اور اُن سے انحراف ایک قانونی انحراف سمجھا جاتا ہی۔ اور ٹھیک ایک قانون عامہ کے رنگ مین اس کی تصدیق اور تائید کی جاتی ہی۔

مثلاً بعض قومی رسوم اور قومی پابندیان اس قسم کی ہین کہ ایک قوم کے مقابلہ مین تو وہ ایک قانون عامہ کا حکم رکھتی ہین مگر دوسری اقوام مین اُن کی تعظیم بحیثیت ایک قانون عامہ کے نہین کی جاتی۔

کیا ہم ایسی باتون یا ایسی صداقتون اور ایسے مسلمات کو قانون عامہ کے ذیل مین لاسکتے ہین۔ اگرچہ ان کا رنگ تو کسی قدر ایسا ہی ہوتا کہ انھین ہم قانون عامہ کی ذیل مین رکھین مگر جب ہم اُنکی وسعت پر نظر کرتے ہین تو ہمین کہنا پڑتا ہی کہ وہ قانون عامہ کی ذیل مین براہ راست داخل نہین ہین۔

قانون عامہ وہ ہی جو کسی قوم سے مخصوص نہو۔ مثلاً صداقت اور محبت ایک ایسا قانون عامہ ہی کہ اس کی وسعت کسی خاص قوم پر ختم اور محدود نہین ہوجاتی۔

صداقت اور محبت ہر قوم مین ایکسا ہی ضرورت اور ایک ہی قیمت رکھے گی گو اُسپر بھی بعض وقت صداقت اور محبت مین بعض مشروط اور بعض قیود لگائے جاتے ہین جو چند ایرو ابستگیون کا موجب ہوتا ہی مگر پھر بھی یہ ایک ایسا سکہ ہی جو ہر ملک اور ہر قوم کے بازار مین بسہولت چل جاتا ہی یا چل سکتا ہی۔

اگرچہ ایسے قوانین عامہ کے منوانے کے واسطے کوئی جبر یا جندان تحکم نہین ہوتا کیونکہ ہر شخص بطور خود ہی ان کا حامی ہوتا ہی مگر پھر بھی رفتہ رفتہ اُن کے متعلق بھی ایک قسم کا تحکم اور مجبوری پیدا ہوجاتی ہی غالباً یہ اس واسطے کہ انسان کی طبیعت ہی باوجود ادعاے آزادی کے کچھ ایسی واقع ہوئی ہی کہ وہ بغیر جبر کے آرام بھی نہین لیتی۔ جب تک وہ جبر کا منھ اور سہارا نہ دیکھ لے تب تک اُس کی طبیعت بھی درست نہین رہتی۔ آزادی کی خواہش اور تلاش مین رہ کر بھی جو ہستی اپنے ہی ہاتھون پابند اور مجبور ہو اُسکی آزادی کی قیمت معلوم ہے

گرچہ در خشکی ہزاران رنگ ہاست ماہیان را با یبوست جنگہاست

قانون عامہ مرضیہ یا قانون عامہ سیاسیہ یا مرضیہ متفقہ اور مرضیہ غیر متفقہ رواج اور اشاعت ہی اُس وقت پاتا ہے جب اُس کے ساتھ کسی نہ کسی قسم کی پابندی اور مجبوری شامل ہو اگر یہ نہین ہے تو ایسا قانون اثر پذیر بھی نہین ہو سکتا۔

قانون اخلاق جو ایک بڑی حد تک قانون عامہ ہے باوجود اس وسعت اور کشادگی کے بھی بوجہ چند شرطا اور قیود کے ایک جبری صورت رکھتا ہے جتنا ایک فطری یا طبعی فعل ہے اس پر کسی کا کیا اجارہ ہو سکتا ہے لیکن قانون اخلاق اس کی بابت بھی جو قیود لگاتا ہے کیا اُن کے ہوتے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اُس مین مختلف قسم کی پابندیان جیسی ہین غور کرو گے تو مان لینا پڑے گا کہ انسان آزادی کا خواہشمند اور مشتاق ہو کر اپنے ہی ہاتھ سے سو سو قسم کی پابندیان اپنی ذات پر عاید کرنے کا عادی ہے۔

جسے تہذیب کہتے ہو یہ ہے کیا؟ بیسیون قسم کی پابندیون اور شرطون و قیود کا بکھیڑا ذرا کسی مہذب مجلس مین بیٹھ کر دیکھو کس کس قسم کی پابندیان ہر چہار طرف سے نرغہ کرتی ہین۔ یہ سب کہنے کی باتین ہین کہ انسان آزادی کا دلدادہ ہے۔ یون کہیے کہ انسان آزادی کا مشتاق اور دلدادہ ہو کر بھی سوائے ایک قسم کی پابندی اور تقید کے بخوش اسلوبی زندگی بسر نہین کر سکتا ؎

حیلہ کرد انسان و حیلہ اش دام بود
آن کہ جان پنداشت خون آشام بود

قوانین عامہ کی یہ ایک بڑی خصوصیت ہے کہ ان کا اقتدار کسی قوم یا کسی فرد کی کدورت کا باعث نہین ہوتا۔ ہر قوم صدق کی پرستار ہے یا کم از کم ایسا دعوی کرتی ہے جب اُس سے کوئی قوم بھی نفرت نہین رکھتی تو پھر اسکی وجہ سے کیا کچھ کدورت پیدا ہو سکتی ہے دنیا مین جو کچھ اس وقت باہمی نفرت اور کدورت پائی جاتی ہے یہ کسی قانون عامہ کا اثر نہین ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ساری دنیا قوانین عامہ کی پرستار ہو سکے؟ بین الاعتبار تو یہ ہو سکتا ہے یا قرین قیاس ہے کہ دنیا کی ساری قومین ایسے قوانین عامہ کا اعتماد کرین اور اُن کے دلون مین گونہ اُن کی عظمت ہو لیکن یہ ممکن نہین کہ کوئی قوم سوائے قانون خاصہ کے طبقہ دنیا پر کسی عزت اور احترام کے ساتھ رہ سکے۔ قوانین اپنے اپنے دائرہ مین اُسی صورت مین باقی اور قائم رہ سکتے ہین جب اُن کے واسطے کوئی قانون خاص ہی ہو کیونکہ ہر ملک اور ہر قوم کی چند خصوصیات ایسی ہوتی ہین جن پر اُن کی زندگی اور اثبات کا انحصار ہوتا ہے۔ اگر ہم قانون قدرت پر غور کرین گے تو ہمین اس سے بھی کوئی نہ کوئی ایسی دفعہ مل جائے گی جو ہمین یہ سکھاتی اور سمجھاتی ہو کہ ہر قوم اپنے ہی دائرہ کے اندر رہ کر باقی رہ سکتی ہے۔

اگر ساری قومین ایک ہی قوم کی صورت مین ہو کر زندہ اور قائم رہنا چاہتی ہین تو اُن کا فرض اولین یہ ہوگا کہ قوانین عامہ کے سایہ مین آجائین۔ اگرچہ اس صورت مین بھی اُن کے درمیان گونہ تباین ہوگا مگر وہ تباین نہین ہوگا جو ایک خاص کلفت اور رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ کدورت اور کاوش کی زیادہ تر نوعیت اُس صورت مین ہوتی ہے جب ہم قوانین عامہ کو قوانین خاصہ کی حمایت مین توڑتے ہین۔ جب ہم کسی دوسری قوم مین واقعی ایک صداقت و عمدگی پاتے ہین تو ہم باوجود اس کو سمجھنے کے بھی محض اس واسطے اُس سے انکار کرتے ہین کہ وہ ہمارے فرق کی مسلمہ نہین ہے یہی نقص دنیا مین زیادہ تر بے چینی کا موجب ہوا ہے کہ ہم قوانین خاصہ کی خاطر قوانین عامہ کو توڑ ڈالتے ہین حالانکہ قوانین خاصہ مین چند دفعات ایسی بھی ہوتی ہین جو صداقت کا خیر مقدم کرتی ہین۔ قوانین خاصہ مین قوانین عامہ کی رنج ہوتی ہے یا بہت سے اور قوانین عامہ کی

حمایت مین ہوتے ہین لیکن قوانین خاصہ کی بیجا حمایت سے اُس فرد کی قدر و منزلت نہین کی جاتی۔

قوانین عامہ اور قوانین خاصہ دو جدا جدا چیزین ہین لازم ہے کہ ہم اُنھین اپنی اپنی جگہ پر رکھین اور اُن مین جو امور مشترک ہین اُنکا خیر مقدم کرین اور جہان جہان تطبیق ہو سکتی ہو وہ کرتے جائین اور اُن امور مین کشادہ دلی سے کام لین مثلاً اگر بعض امور کسی دوسری قوم یا کسی دوسری ملت مین ایسے ہین کہ اُن کی تصدیق اور تائید کوئی معصیت اور کوئی دائمی بے حرمتی نہین رکھتی تو اُن کا تسلیم کرنا کوئی نقص نہین پیدا کر سکتا لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ مختلف قومون اور مختلف گروہون مین آشتی پیدا ہوتی جائیگی اور ایک قوم یا ایک ملت دوسری قوم کے یا دوسری ملت کے قریب تر ہوتی جائیگی جبتک ہم قوانین خاصہ کی وجہ سے قوانین عامہ کے توڑنے اور مقابلہ سے نفرت گزین نہین ہونگے تب تک وہ صلاحیت اور وہ آسائش جن کا انسان کبھی بھی خواہشمند ہوتا ہے نصیب نہین ہو سکتی۔ قوانین عامہ دنیا مین امن قائم کرتے ہین اور اُنھین کسی سے بھی کدورت نہین لیکن قوانین خاصہ باوجود اس کے کہ اُن مین قوانین عامہ کی تصدیق ہوتی ہے مخالفت کرتے ہین۔

جبتک ہم قوانین عامہ کی قدر و منزلت کے عادی نہین ہونگے اور قوانین عامہ کا حصہ اُنھین نہین ملیگا تب تک باوجود متعدد تہذیب اور تعلیم کے بھی ہم اُس صلاحیت اور اُس آسائش کے وارث نہین ہو سکتے جو مرسوم ہے یا جو ہماری آسائش کی چیدہ اور فائدہ بخش صورت ہے۔ اگرچہ دنیا والون نے صداقتون مین امتیاز اور فرق کر چھوڑا ہے لیکن آخر صداقت صداقت ہے خواہ کسی جگہ سے ملے اور کتنی موٹی ہے خواہ کسی درجے مین ہو۔

تم دنیا کی مختلف صورتون اور کوائف کا ورق الٹ کر دیکھو بعض صداقتین اب ساری دنیا مین بالاتفاق مانی جاتی ہین حالانکہ ایک وہ وقت بھی تھا کہ اُن کی تائید مین گونہ اختلاف تھا۔ مگر رفتہ رفتہ لوگ سمجھ گئے کہ صداقت صداقت ہی ہے اگرچہ اُس کا منبع کچھ ہی ہو۔

عطیات قدرت سے ہر کوئی مستفیض ہوتا ہے حالانکہ ان مین گونہ اختلاف بھی ہوتا ہے۔ ہر شخص خدا ہی سے دعا کرتا ہے۔ حالانکہ بہت سے اشخاص مین باہمی کدورت اور اختلاف بھی ہوتا ہے چونکہ عطیات قدرت اور خدائے قدیر ایک صداقت ہے اسواسطے قوانین عامہ کے تحت اُسے سب کوئی مانتا ہے۔ ایسی ہی دوسری صداقتون کا بھی انجام ہونا چاہیئے۔ اس کے واسطے کشادہ دلی کی ضرورت ہے اور ایسی کشادہ دلی نصیب نہین ہو سکتی جبتک قوانین عامہ سے کام نہ لیا جائے۔

سلطان احمد

کوئی ہے دلفروش۔ کوئی ہے جگر فروش
اک مین ہون ترے چاہنے والون مین سرفروش

دیکھین جو اور کو بھی تجھے دیکھنے کے بعد
اے حسن یار ہم وہ نہین ہین نظر فروش

ناحق عتاب یار ہے کیون ہیبت آفرین
ہم خوگر ستم ہین یا نہ ہون گے خطر فروش

مایوسی فراق نے دل سرد کر دیا
نالے ہین اب نہ گرم نہ آہین شرر فروش

پھر میرے زخم دل پہ چھڑکتے ہین کیون نمک
مشہور خلق جبکہ وہ لب ہین شکر فروش

عنقا ہوا اہل ذوق تو قدر سخن کہان
حسرت لقب ہے ٹھیک تمھارا ہنر فروش

حسرت موہانی

دودِ مُضمَر

۱

مین بالقوہ وہی ہون جو تم بالفعل ہو میری حرکات غیر ارادی ہین مین دیکھتا ہون مگر نہین جانتا کہ دیکھتا ہون - نہ مجھ کو یہ علم ہے کہ جو کچھ نظر آتا ہے وہ کچھ چیز ہے اور محسوس ہے یا نہین ہے - مین سنتا ہون لیکن تفریق اصوات پر قدرت نہین رکھتا ، بلکہ یہ بھی مجھے نہین معلوم کہ جو سنائی دیتا ہے وہ آواز ہے - میرے اندر کوئی شے ہے جو مجھے رلاتی ہے مگر اُس کی تعیین میرے امکان سے باہر ہے - رو دیتا ہون لیکن یہ اضطرار محض ہے - حواس لامسہ وشامہ و ذائقہ مجھ مین سب موجود ہین - پر میرے احساس کو تم نہین سمجھ سکتے اور ادراک تو مجھ مین ہے ہی نہین تمھارے لغات میری کیفیات کے بیان مین بالکل قاصر ہین -

۲

مین محسوسات مین صرف اتنا امتیاز کرتا ہون کہ اس سے آرام پہنچتا ہے اور وہ باعث تکلیف ہے لیکن یہ احساس آرام و تکلیف تمھارے احساس سے متغایر ہے اور شاید کتے بلی کے احساس سے زیادہ مشابہ ہے - مجھے اپنی ماں کا چہرہ پیارا معلوم ہوتا ہے کیونکہ رفع تکلیف اور اُس کے مابین کوئی نسبت ہے جب میری ماں مجھے دیکھ کر مسکراتی ہے تو مین بھی خوش ہوتا ہون اور اُس کی باتون کے جواب مین جو فی الحقیقت میرے فہم سے بالاتر ہین کچھ آواز بھی نکالتا ہون لیکن یہ بھی ایک راز سربستہ ہے - مجھے احساس کے علاوہ اعلام و ادراک بھی ہوتا ہے مگر تمھارے اعلام و ادراک کی طرح مشخص نہین - میرا حافظہ بہت کمزور ہے ، اور استدلال میرے حیطۂ امکان سے باہر ہے البتہ متخیلہ سے اکثر کام لیتا ہون - ارادہ ضرور مجھ مین ہے پر کامل و مستقل نہین -

---

۳

کسی مقام معین مین دیر تک بیٹھنے سے مجھے نفرت ہے اور اپنے برابر والون کے ساتھ کھیلنا بہت پسند ہے - میرے والدین خصوصاً میری ماں سے طاقتور کوئی نہین اس کا تسلط کل عالم پر ہے - بھلا اگر کوئی مجھ کو مارے ، خواہ وہ بادشاہ ہی کیون نہ ہو تو مین اُس کو اپنی والدہ سے سزا دلا سکتا ہون - مجھے شیرینی بہت مرغوب ہے اور سفید و سیاہ وغیرہ کے مقابلہ مین سرخ رنگ زیادہ پسند کرتا ہون - مین اشیاے مختلفہ مین بخوبی امتیاز کر سکتا ہون اور تمھاری زبان کے سیکڑون الفاظ مین نے سیکھ لیے ہین ، حالانکہ اُن کا مفہوم میرے لیے ہو بہو وہی نہین ہے جو تمھارے لیے ہے - جو کچھ تم میرے سامنے کرو مین بالطبع اُس کی نقل کرنے پر مائل ہوتا ہون -

۴

حرکت جسمانی مین مجھے بڑا لطف آتا ہے اور کھیل کود سے میری طبیعت کو مناسبت ہے - مین ادراک پر قادر ہون لیکن معقولات کے مقابلہ مین محسوسات کو جلد اور بآسانی سمجھ سکتا ہون - مجھے تجربات اشیاء کا بہت شوق ہے اور استدلال بھی کرتا ہون مگر بجاے استخراج کے استقراء بلکہ تمثیل ہی اکثر میرا طریق استدلال ہوتا ہے - تمھارے چہرے سے مین خوشنودی و ناخوشی رنج و راحت ملال و غصہ وغیرہ کو بخوبی استنباط کر سکتا ہون - تم بے شک مجھے خود غرض جانتے ہو لیکن مین معذور ہون کیونکہ مجھے تو بالطبع اپنے ہی مزہ اور خوشی سے دلچسپی ہے - تمھارے لفظ ایثار کا مفہوم میرے ادراک سے خارج ہے -

۵

مجھے لہو و لعب مین بہت لطف آتا ہے بالخصوص اُن کھیلون مین جن مین

مقابلہ ہوتا ہی مین جھوٹ اور سچ کا مطلب خوب سمجھتا ہون، اور برائی بھلائی مین اچھی طرح امتیاز کرتا ہون۔ اپنی مادری زبان کے بہت سے محاورات مجھے ایسے معلوم ہین کہ اگر کوئی غیر زبان والا سیکھے تو برسون مین آئین۔ میرے دل مین جنس ثانی کی جانب ایک ہلکی سی کشش ہی جس کی توجیہ مجھ سے ممکن نہین۔ اِس خواہش کی تولید ابھی حال مین ہوئی ہی شاید اسی باعث مین ہنوز اِس کو بخوبی سمجھتا بھی نہین ہون۔ میرے قوائے دماغی روز بروز مضبوط ہوتے جاتے ہین جیسے جیسے جسم بالیدگی مین ترقی کرتا ہی اور تجربات کے ذریعہ سے ہستی کے بھید کھلتے جاتے ہین عقل بھی روشن ہوتی جاتی ہی۔ اسوقت میرا حافظہ گوناگون معلومات کا ذخیرہ ہی اور چونکہ تخیل زور پر ہے اِس لیئے قصے کہانیون سے بہت محظوظ ہوتا ہون۔

۶

جنس ثانی کی طرف بہت کشش دل مین پاتا ہون۔ کچھ اِس وجہ سے اور کچھ جسمانی طاقت کے ترقی پا جانے سے ایک طور کی وحشت میرے مزاج مین آتی جاتی ہی۔ چنانچہ مختلف مقامات کی سیر کا مجھے بہت شوق ہی اور اُن لوگون کی سرگذشتون کے سُننے یا پڑھنے مین بیحد لطف آتا ہی جنھون نے طرح طرح کے خطرون مین پڑکر اپنی چالاکی اور ہمت اور کوشش سے رہائی حاصل کی۔ نیز خود اپنی جسمانی قوت کے اظہار سے بھی دل بہت خوش ہوتا ہی مین ایسے واقع کی قدر کرتا ہون اور اُن کا منتظر رہتا ہون۔ فی الحال استدلال ریاضی میری سمجھ مین خوب آتا ہی۔ ادلۂ منطقیہ سے بھی قدرے حظ حاصل ہوتا ہی خصوصاً مغالطاتِ صوری و معنوی جن کے ذریعے سے حریف کو شکست دی جائے، میرے لیئے زیادہ باعثِ دلچسپی ہوتے ہین۔ اگر اسوقت میرے بزرگ مجھ کو حرکات نامناسب و افعالِ مضر سے نہ روکین تو میری صحتِ دماغی کے بگڑ جانے کا بڑا خطرہ ہی۔

۷

میرے اعضا، اور قوا مکمل اور نشو و نما یافتہ ہین نیز مین اب راسخ العادات ہون۔ تمام جسمانی اور دماغی طاقتین مین نے اپنے بزرگون سے ورثہ مین پائی ہین، اور میرے اخلاق اُس تعلیم اور صحبت کا نتیجہ ہین جو زمانۂ طفلی سے اب تک مجکو ملین۔ میرے اعضا اور قوا کی تکمیل کے یہ معنے نہین ہین کہ اب مجھ مین تغیر نہین ہو سکتا کیونکہ تمام عالم کے ساتھ ساتھ مین بھی ہر اعتبار سے بدلتا چلا جاؤنگا۔ میرے معتقدات اور خیالات کا تنوع حیرت انگیز ہی اور اُنمین برابر ترمیم و تبدیل ہوتی رہتی ہی۔ نعم مختلفہ سے مین خود بھی لذت یاب ہوتا ہون اور دوسرون کو بھی فائدہ پہنچاتا ہون۔ اکثر میری کوشش یہ ہوتی ہی کہ دوسرون کو اپنا ہم خیال بناؤن۔ میری گفتگو مین اسم افعل التفضیل کی بھرمار ہوتی ہی۔ مین پسند نہین کرتا کہ لوگ میری حرف گیری یا نکتہ چینی کرین۔

۸

افسوس میری اکثر طاقتین رو بانحطاط ہین گو اب بھی جسم اور دماغ مین بہتیری قوت ہی، لیکن کچھ نہ کچھ کمی ضرور واقع ہوئی ہی اور ہوتی جا رہی ہی۔ اب نہ ہاتھ سے اتنا کام ہوتا ہی اور نہ پانون اسقدر دوڑ سکتے ہین متخیلہ بھی قدرے ضعیف ہو گیا ہی اور غالباً اسی وجہ سے وہ پہلا سا جوش بھی جاتا رہا۔ البتہ ایک قوت یعنی ترجیع[1] نے ترقی کی ہی مین قائل کے فقط قول ہی کو نہین سمجھتا بلکہ یہ بھی جاننے کی خواہش رکھتا ہون کہ کیون کہا اور کیونکر کہا چنانچہ لوگون کی گفتگو کے اغراض کو قیاس کرتا ہون اور اُن کے اقوال کو معلول جانکر علت تک پہنچنے کی کوشش

---

[1] یعنی Reflection یہ لفظ لاطینی ہی معنی مڑنا۔ ترجیع کے بھی یہی معنی ہین۔ مجبوراً عام کو خاص معنی مین یعنی بطور اصطلاح منقول یا خاص استعمال کیا گیا ہی عبارت مابعد سے اِس کے معنی کی تشریح ہوتی ہی ۱۲

کرتا ہون۔ یون میرے دلمین ہر وقت عمل تنقید جاری رہتا ہی اور اِس تنقید کے زیر عمل میرے اپنے خیالات و تصورات بھی آتے ہین بعض اوقات مین گرد و پیش، قوم، ملک یا سلطنت، جہان یا کل عالم کو ایک حکم مین جمع کرتا ہون یعنی بجاے منفرد سمجھنے کے موجودات کو بحد امکان ایک سلسلۂ لا متناہی مین منسلک خیال کرتا ہون۔

۹

قواے جسمانی تو زائل ہو ہی رہے ہین مگر قواے دماغی بھی بہت کمزور ہو گئے۔ جسم ایک بار ہی جو مجھ کو مجبوراً اُٹھانا پڑتا ہی۔ بلند و بالا طاق ہی۔ دنیا کی چیزین بھیانک صورت اختیار کر لی جاتی ہین حافظہ نہایت ضعیف ہو گیا۔ ہان واہمہ برسر ترقی ہی۔ اگر تجربات گزشتہ کا سہارا نہ ہوتا تو ایسے ضعف کی حالت مین زندگی متعذر ہو جاتی۔ بعض اوقات مین اپنی دل کی تسلی کے لیے کہتا ہون کہ بلا سے اعضا کمزور ہو گئے تو کیا، مین نے اُس کا عوض افزونی عقل مین پا لیا۔ شاید یہ بھی واہمہ کی ترقی کا ثبوت ہو۔

۱۰

اب تو زندگی بالکل بے لطف بلکہ وبال جان ہی۔ کُل حواس ظاہری و باطنی جواب دیتے جاتے ہین۔ جس طرح ایام طفلی مین میری حرکات سے خود غرضی ظاہر ہوتی تھی وہی کیفیت اب بھی ہی۔ رجعت قہقری کرکے مین پھر اُسی پرانے معیار پر آ رہا۔ اِس پر اضافہ یہ ہی کہ اب ہر شخص مجھ کو اپنا دشمن دکھائی دیتا ہی۔ یقین و اطمینان کی جگہ شک و گمان نے لے لی۔ واقعات خواب و خیال ہوتے جاتے ہین۔ اوروں کا تو کیا ذکر مین خود اپنے خیالات کو تحلیل نہین کر سکتا۔ آفتاب سر کوہ ہون۔ ہر دم موت کی آمد کا خوف دامنگیر ہی۔ میری ہستی دو نیستیون کے درمیان تھی دائرہ کے جس نقطہ سے مین نے چلنا شروع کیا تھا اب اُسی پر آ گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ایس۔ ڈبلیو۔ بٹلر

تعلیم پر چند خیالات

علاوہ اُن تمام فوائد کے جو اِس بیسوین صدی مین ہمکو حاصل ہین، سب سے افضل و کار آمد حصول تعلیم کی سہولتین ہین۔ ہم ایک ایسے عہد مین زندگی بسر کر رہے ہین جس مین کتابین ارزان، کتبخانے مُفت مئنے لاتعداد، اور اخبارات دلخوش کن اور مسرت افزا ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ تعلیم سے انسان کو بہت بڑی مسرت حاصل ہوتی ہی لیکن اکثر لوگ جو اِس بات کو غلط تصور کرتے ہین، اُن کا یہ خیال لغو اور مہمل ہی۔ ضرور اسمین صداقت ہی۔ کیونکہ تعلیم محض سکھانے پڑھانے کا نام نہین، جس سے لازمی طور پر انسان گھبرا کر تھک جاتا ہی، بلکہ یہ ایک نہایت اشرف و اعلیٰ شے ہی جو تزکیۂ نفس و روح کرتی ہی اور یہی نوع انسان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی اور فضیلت بخشتی ہی۔ علم ایک بہت بڑی طاقت ہی، نہ صرف طاقت بلکہ ایک ارفع و اعلیٰ طاقت، لیکن سوال یہ باقی رہتا ہی کہ اُس اعلیٰ طاقت تک کسطرح رسائی ہو سکتی ہی؟ اِس کا جواب انگریزی زبان کے ملک الشعرا ٹینی سن اسطرح دیتا ہی: "خودی، خود شناسی، اور نفس کُشی، صرف یہ تین چیزین، ہماری زندگی کو اُس اعلیٰ طاقت کیطرف رہنمائی کرتی ہین"

تعلیم سے انسان کے مختلف قویٰ کی نشو و نما، اور علم الانسان سے واقفیت حاصل کرنا مقصود ہے۔ ہمین اپنی تعلیم کو مکمل کرنے کے لیے اس کو تین عنوانات مین تقسیم کر دینا چاہیے:-

(۱) دماغی تعلیم
(۲) اخلاقی تعلیم

(۳) جسمانی تعلیم

جبتک ان تینون پہلوؤن پر پورے طور سے توجہ نہ کی جائے گی اُس وقت تک تعلیم ہنوز اپنی ابتدائی حالت مین ہوگی اور پھر تعلیم کا جو نصب العین ہے وہان تک پہنچنا بہت دشوار ہوگا۔

(۱)

تعلیم ایک قسم کی دل، دماغ اور جسم و روح کی تربیت ہے ہمارے دماغون کی تربیت کے لیے ہمین اشیا کا جو ہمارے گرد و پیش نظر آ رہی ہین، مطالعہ کرنا چاہیے، اور چاہیے کہ اُس پر سے ہم اپنے زمانہ کی حرکات کا ایک صحیح خاکہ قائم کرین۔ صرف تحصیل علم سے تعلیم مراد نہین اور نہ اس سے دماغ کو علم سے پُر کر دینا مقصود ہے کیونکہ "وہ عالم جو علم سے بھرے ہوے دماغ کے ساتھ کچھ غور و فکر، اور ادراک و فہم نہین رکھتا اُس گدھے کے مانند ہے جس کی پشت پر کتابین لدی ہون" اس لیے چاہیے کہ ہم غور و فکر کی عادت ڈالین اور ہر بات مین تفکر و تدبر سے کام لین، اور جب یہ عادت ہم مین پیدا ہوگئی تو سمجھ لینا چاہیے کہ ہماری نصف تعلیم مکمل ہو چکی۔

غلطی سے مدارس کے ساتھ ہی تعلیم کا اختتام سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ تعلیم ہماری زندگی کے ساتھ ختم ہونیوالی ہے کیونکہ زندگی سے مراد ہے کثرت ایام سے، اور ہر یوم تحصیل علم کا ایک مخزن ہے پس تعلیم کو زندگی بھر جاری رکھنے کے لیے علم کا ایسا شوق پیدا کرنا چاہیے جو کبھی اس دنیا مین پورا ہی نہو، اور ہمین اس کی تکمیل پر مطمئن نہ بنا دے، تعلیم کو کسی وجہ سے خود غرضانہ عیش و تنعم کا ذریعہ نہ بنانا چاہیے، گو عیش و تنعم قابل رشک چیز ہے کیونکہ یہ خدائی جلال و عظمت کا ایک زرین سرمدی خزانہ اور شرف بخش حیات ہے۔

تعلیم کا مقصد خشک صوفیون، مہمل فلسفیون اور طامع و حریص اقتصادیون کا پیدا کرنا نہین ہے بلکہ ایک ایسے نیک شہریون کی نسل کا جو خالق و مخلوق کی نسبت اپنے فرائض سے باخبر ہون، جو دنیا مین صداقت و راستی سے چلنا چاہتے ہون اور جو اپنے اوقات کا صحیح استعمال کرتے ہون لیکن مدارس کی تعلیم اس اعلیٰ سطح نظر تک پہنچانے مین قاصر رہتی ہے کیونکہ "مدارس اور دار العلوم" جیسا کہ لاگ کا خیال ہے "ہم کو بہ نسبت دنیوی امورات کا اہل بننے کے یونیورسٹی کا اہل بنا دیتے ہین" ہم صرف یہ چاہتے ہین کہ ہمارے طلبا نقد و بحث کرنا سیکھین اور آزادانہ طور پر اپنے خیالات و آرا کو منتظم کرین لہذا مدارس کو ٹکسال نہ بنا دینا چاہیے جہان سے بطور سکہ جات ہزارون طلبا بلا طوع و رغبت اور طبعی ذوق و شوق کے تیار ہو جاتے ہین ہر دار العلوم (اکیڈمی) کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ نفوس کی تربیت کرے اور اُن کو معلومات کے ایک معقول ذخیرہ سے مالامال کر دے، جو ایسی بنا پر مبنی ہون جس پر اُن کی آئندہ زندگی کی عمارت تعمیر کی جا سکے!

زمانہ قدیم کا ایک فلسفی کہتا ہے:- اُن تمام باتون کے علاوہ جو تو نے حاصل کی ہین ادراک و فہم حاصل کر "فی الواقع بغیر قوت ادراک اور صحیح عقل و فہم کے تعلیم اس کمرہ کی طرح ہے جو بغیر فرنیچر (سامان آرائش) کے ہو" عموماً لوگ عقل و بصیرت کی قدر و قیمت نہین جانتے اُن کا شعار صرف کتابین پڑھ لینا ہے۔ پس وہ محض سطحی اور ناپائدار زمین پر قدم فرسائی کر رہے ہین۔ وہ اپنی قوت حافظہ کو زور دے کر دماغ کے قواے لطیف کی خرابی اور بربادی کر رہے ہین اور آخر کار بجاے صحیح معنون مین طالب علم ہونے کے صرف پیشہ ور متعلم بنجاتے ہین۔ اُن کے نزدیک صرف اُن چیزون کی تحصیل ضروری ہے جو زندگی مین اُن کے لیے عملی طور پر بکار آمد ہون۔ حالانکہ وہ اُس عظیم الشان ذخیرۂ علوم سے کچھ فائدہ نہین اُٹھاتے جس کو اُنھون نے بغیر اپنی دماغی ضروریات کی مناسبت کے اصطلاح بے دردی سے جمع

کر لیا ہو، اور یہی سبب ہو کہ سلسلۂ تعلیم کو مکمل کر چکنے کے بعد حصول علم مین اُن کے لیے کوئی مزید دلچسپی باقی نہین رہتی۔

ہر علم و فن مین سے کچھ نہ کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اگرچہ کسی علم و فن کی بجلۂ تحصیل نہایت مفید نتائج اپنے اندر رکھتی ہو علیٰ ہذا تعلیم مین پورے طور سے کامیاب ہونے کے لیے ہمین ایک عالمو دماغی کی آب و ہوا (Intellectual atmosphere) مین رہنا چاہیئے جہان اُس مسرت و نشاط کا بخوبی لطف اُٹھایا جا سکتا ہو جو تبادلۂ خیالات کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہو، جہان پر مغز علمی بحث و مباحث سے ہم مستفیض ہوتے ہین۔ وہ بحث و مباحثت جو مختلف اقسام علوم کے ماہر اور مدینۃ العلم کے راستون کے سرگرم اور ستعد رہرو کیا کرتے ہین۔

(۲)

کسی قسم کی تعلیم فی زماننا یا زمانۂ آیندہ مین بغیر اعلیٰ وصف اخلاق کے ذریعۂ مسرت و کامرانی نہین ہو سکتی۔ ہر مذہب کا ماحصل "اخلاق" کی تعلیم دینا اور صداقت و اُلفت کی دعوت کرنا ہو اور شاید یہ کہنا کہ "انسان بغیر مذہب کے ایک جسم ہو جسمین روح نہ ہو" مبالغہ سے خالی نہوگا، تاہم اس مین صداقت کی ایک جھلک ضرور پائی جاتی ہو، کیونکہ انتہائی درجہ پر مذہب کی پیروی انسان کو الوہیت تک پہنچا دیتی ہو، مذہب ہم کو فراخ دلی کے ساتھ صبر و تحمل کی تلقین کرتا اور ہمارے خیالات کو وسعت دیتا ہو۔ یہ ہمکو اس دنیا کے علاوہ ایک دوسری دنیا کے لیے فکر کرنا سکھاتا ہو، مذہب ہمارے سامنے خدا کا ایک مقدس خیال پیش کرتا ہو جو تمام حکمتون کا سرچشمہ اور تمام علمون کا منبع ہو۔

ایک تعلیم یافتہ آدمی بغیر عمدہ اخلاقی کیرکٹر کے، اپنی خود غرضانہ حرص و طمع مین مبتلا رہتا ہو۔ پس صرف کتابین پڑھ لینے سے لفظ تعلیم اپنے صحیح مفہوم مین نہین ادا ہو سکتا، اس لیے کہ اخلاق تعلیم کا جزو اعظم ہو جس کے بغیر وہ ہرگز مکمل نہین کہی جا سکتی، ہر شہر و ملک اور ہر عہد کے تمام ادبیات مین "اچھی تربیت" سب آدمیون کے نزدیک خواہ وہ ادنیٰ ہون یا اعلیٰ قابل تعریف رہی ہو۔ شریفانہ ضبط و تحمل اور خصائل محمودہ ہر سوسائٹی کی مابہ الامتیاز خصوصیتین رہی ہین اور خصلتون کا بہت بڑا زیور سمجھی گئی ہین۔ لیکن وہ نسل انسانی کا درخشان ستارہ باوجود حکمت کے عظیم الشان ذخیرہ اور علم کے زبردست خزانے کے اس موزون اور عمدہ ترین لقب "Ideally educated man" کا مستحق نہین ہو سکتا محض اس لیے کہ اُس کا اخلاقی پہلو بالکل تاریک اور نا تربیت یافتہ تھا۔ تاریخ کے پارینہ اوراق کو اُلٹتے وقت ہماری نظر بہت سے مشہور فلاسفہ، ادبا، مورخین، مقررین، سیاست دانون اور مقننین کی مثالون پر پڑتی ہو جو صرف اپنے دامن اخلاق پر دھبہ ہونے کی وجہ سے صحیح طور تربیت یافتہ لوگون کی صف مین کھڑے ہونے کے مجاز نہین ہین۔ گو یہ اُن کے لیے ایک بہت بڑی بدقسمتی ہو تاہم اصطلاح تعلیم صحیح کے اعتبار سے کوئی بیجا اور نامناسب نہین۔

سچ پوچھیے تو تعلیم گھر ہی سے شروع ہوتی ہو، جہان عورت یا بیوی دیگران ہی معلمہ ہوتی ہو۔ پس اگر ہم اپنی تعلیم کو آئیڈیل بنانا چاہتے ہین تو ہم کو علم و ادب کی تمام شاخون مین اپنی سوسائٹی کی نصف بہتر کو ضرور تعلیم دینا چاہیے۔

(۳)

ایک حکیمانہ مقولہ ہو: "وہ لوگ جو جسمانی ورزش کرنے کے لیے وقت نہین پاتے وہ بیمار ہو جانے کا وقت بہت جلد پا لیتے ہین۔" بمقتضائے فطرت انسانی کوئی شخص بھی بیماری کی تکالیف برداشت کرنا پسند نہ کرے گا۔ لہذا جسمانی تکالیف و آلام سے محفوظ رہنے کے لئے ہم کو اپنے وقت کا ایک خاص حصہ جسمانی ورزش کے لیے وقف

کردینا چاہیئے۔

اس مشہور و معروف ضرب المثل "تندرست جسم مین صحیح دماغ" کا مصداق ہونا اُس وقت ممکن ہو جبکہ ہم راحت وتعب اور مسرت و الم مین ان وغیرہ، فرحات قلب و دماغ سے صحیح طور پر حظ اُٹھا سکین جو ایک بہت بڑے پیمانہ پر تربیت جسمانی کا نتیجہ ہین یہ ہمارے اعصاب کو تقویت بخشتی اور ہمارے قوا کو مضبوط و مستحکم بناتی ہو لہٰذا ہم کو کافی ورزش کرنی چاہیئے جس سے ہم ہر کام آسانی سے کرسکین یہی ورزش اور کثرت ہمارے تخیلات پر ایک صحت اثر پیدا کرتی ہو لیکن کس قدر افسوس کی بات ہو کہ مدارس مین طلبا کھیلون کی کچھ قدر نہین کرتے۔

مختصر یہ کہ ہماری تعلیم آزادانہ ہونی چاہیئے تعلیم کا آئیڈیل ہماری سوسائٹی مین ایسے افراد پیدا کرنا ہونا چاہیئے جو خوف خدا بھی رکھین اور بنی نوع انسان کی تعظیم و تکریم کرین علاوہ ازین ہمکو اپنے پہلو مین ایک محبت بھرا ہوا دل رکھنا چاہیئے تاکہ ہم تمام نسل انسانی کو مستفیض کرنے اور مدد کرنیکے قابل ہوسکین۔ الغرض تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جس سے ہمارے ابنا جنس کے ساتھ اتفاق و یگانگت اور ہمدردی کا احساس ہمارے دلمین جگہ پکڑلے، اور تمام علوم و فنون اُس غرض سے سکھائے جائین کہ ہم مین بڑے دانشمند عقلا، اور محبان وطن پیدا ہون جو نسل انسانی کی فلاح و بہبود مین سرگرم رہین۔

اختر جوناگڑھی

(جھانسی کی رانی)

جھانسی وسط ہند (بندیلکھنڈ) مین واقع ہو یہان زمانۂ قدیم مین بندیلا راجپوتون کی حکومت کا جھنڈا لہرا رہا تھا گر زمانۂ مغلیہ مین ان کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔

مدتون یہان گوساوی راجاؤن نے حکومت کی پھر ان کی حالت کمزور ہوجانے پر بوندیلا راجہ بیر سنگھ جو زبردست تھا گوساوی پر غالب آگیا اور سلطنت پر اپنا قبضہ کرلیا۔ یہ بیر سنگھ وہی ہو جس نے شہزادۂ سلیم کی تحریک سے ابوالفضل کا خون کیا تھا۔ گر جب اکبر نے اس کی گرفتاری کا حکم نافذ فرمایا تو یہ شخص اسطرح فرار ہوگیا کہ کسی کو پتہ بھی نہ لگا کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان اور جب تک کہ اکبر کا دور حکومت رہا بیر سنگھ اُس محفوظ قیام سے باہر نہ نکلا جہان اُس نے بھاگ کر پناہ لی تھی۔ گر جہانگیر کے تخت نشین ہوتے ہی اُس نے پھر دوسرا جنم لیا اور جہانگیر کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنی درد انگیز مصیبت کی داستان سنائی۔ کیونکہ یہ ساری آفتین بیر سنگھ نے جہانگیر ہی کے لیے جھیلی تھین۔ بادشاہ نے اُسکے حسن خدمات کا اندازہ کرکے پھر اسے اُس کا راج واپس دیدیا۔ گر شاہ جہان کا زمانہ اسے راس نہ آیا اور یکایک ایسا انقلاب ہوا کہ اسکا راج پھر چھین لیا گیا اور ۱۷۰۷ء تک جھانسی مغلیہ سلطنت کا ایک چھوٹا سا صوبہ ہی رہا۔

جب بہادر شاہ کے ہاتھ مین عنان حکومت آئی تو اُس نے جھانسی اپنے ایک خدمتگار یا جان نثار راجہ چھتر سال کو بطور جاگیر بخش دی۔ چھتر سال نے جب تک مغلیہ سلطنت کا زوال شروع نہ ہوا تھا آرام سے راج کیا لیکن ادھر مغلیہ حکومت کا آفتاب غروب ہونے لگا اور اُدھر سرکشون نے چھتر سال کا ناکون دم کردیا خصوصاً مالوہ کا مسلمان سردار اور الہ آباد کے نواب نے تو اسے سونا تک حرام کر دیا تھا چھتر سال سخت پریشانی کی حالت مین مبتلا تھا آخر مجبوراً اسے باجی راؤ پیشوا سے امداد طلب کرنا پڑی۔ مرہٹہ فوج نے چھتر سال کے دشمنون کا کھلے میدانون مین مقابلہ کیا اور اسطرح چھتر سال کو آرام نصیب ہوا۔

چھتر سال کی عمر زیادہ ہوچکی تھی اور بدقسمتی سے اُسکے کوئی اولاد بھی نہ تھی لہٰذا اُس نے اپنے مربی اور محسن باجی راؤ پیشوا ہی کو تخت کا

وارث قرار دیا۔ اس طرح سے جھانسی مرہٹہ حکومت مین داخل ہو گئی اور یہان اُس وقت سے ایک مرہٹہ حاکم مقرر ہونے لگا۔

جھانسی کے پُرانے حقدار گوساوی راجہ یہ دیکھ کر بل گئے اور بطرف سے مرہٹہ حاکم کو ستانا شروع کیا مگر باجی راؤ پیشوا نے ان کی سرکوبی کے لیے ایک زبردست لشکر رگھوناتھ راؤ نیمبھالکر کے زیر کمان روانہ کیا جس نے غنیم کو جھانسی کی حدود سے بھگا دیا۔ یہ کامیابی اور فتح دیکھ کر باجی راؤ اپنے لایق اور جان نثار افسر رگھوناتھ راؤ نیمبھالکر سے از حد خوش ہوا اور قدر دانی کے طور سے اسے آیندہ کی حکومت بطور خاندانی حقوق کے عطا فرمائی۔ جب رگھوناتھ راؤ بھی ضعیف ہو گیا تو اسکے بھی کوئی اولاد نہ تھی آخر اُس نے اپنے بھائی شیو راؤ بھاؤ کو یہان کی صوبہ داری مرحمت کی۔

باجی راؤ کی کمزور طبیعت اور پست حوصلون کی وجہ سے جو اُس کی سلطنت کا حال ہوا ہے وہ تو ظاہر ہی ہے کیونکہ اُسکے کل ماتحت حاکمون نے علم بغاوت بلند کر کے آزادی کا جھنڈا لہرانا شروع کر دیا تھا جنمین ایک شیو راؤ بھاؤ بھی تھا۔

انگریزی جنرل ولیزلی اور لیک نے پیشوائی کشتی کو ڈوبنے سے بچایا کیونکہ سندھیہ، ہولکر اور ناگپور کا راجہ مرہٹہ سلطنت کی بنیاد کو اکھیڑ ڈالنا چاہتے تھے مگر انگریزون کی وجہ سے اُن کو یہ موقع نہ نصیب ہوا۔ شیو راؤ بھاؤ انگریزون کے ساتھ تھا اور اُس نے اپنی حیثیت کے موافق اچھی خاصی انگریزون کو مدد دی۔

شیو راؤ کی بھی عمر زیادہ ہو جانے سے اُس نے زمام سلطنت اپنے نواسے رام چندر راؤ کے ہاتھ مین دیدی اور آپ اپنی عمر کے آخری حصے برہمہ ورت کی پاک زمین یعنے بٹھور مین گذارنے کے لیے چلا گیا۔

سنہ ۱۸۱۷ء مین انگریز اور رام چندر راؤ مین ایک معاہدہ ہوا جسمین انگریزون نے رام چندر راؤ کو جھانسی کا خاندانی حاکم قبول کیا اور یہ بھی قرار پایا کہ بوقت ضرورت رام چندر راؤ انگریزون کا ساتھ دے۔ سنہ ۱۸۳۲ء مین رام چندر راؤ کو راجہ کا خطاب دیا گیا اور اس نے اپنی خوشی سے نشان یونین جیک جھانسی کے قلعہ پر لگا دیا۔

رام چندر راؤ کی وفات کے بعد اُس کی بیوہ بیوی نے اپنے بھانجے کرشنا راؤ کو جھانسی کا راج دیا کیونکہ رام چندر راؤ بھی لاولد تھا۔ مگر انگریزی حکومت نے اسے قبول نہ کیا کیونکہ کرشنا راؤ کا گدی پر کوئی حق ہی نہ پہنچ سکتا تھا۔ چنانچہ رام چندر راؤ کے چچیرے بھائی رگھوناتھ راؤ سوم کو انگریزون نے گدی پر بٹھایا مگر یہ انتخاب بھی نہ تھا۔ چند ہی روز مین اس گدی نشین نے خوب ہاتھ پانون نکالے عیش پسندی اور فضول خرچیون نے ریاست کا خاتمہ کر دیا۔ نوبت باینجا رسید کہ ریاست کے جواہرات و قیمتی چیزین بھی رہن رکھی جانے لگین اور مہاجنون سے قرض بھی لیا جانے لگا۔

ریاست کی یہ نازک حالت دیکھ کر برٹش گورمنٹ نے اُسے اپنے ہاتھ مین لیا اور راجہ کے لیے ایک معقول وظیفہ مقرر کر دیا۔ اسی حالت مین راجہ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اُن کے بعد بہت سے حقدار گدی کے لیے کھڑے ہو گئے مگر انمین گنگادھر راؤ ابن شیو راؤ کو جو اسی خاندان کا ایک رکن تھا سرکار انگریزی نے گدی کے لیے تجویز کیا۔ کیونکہ گنگادھر راؤ کا حق سب سے زیادہ پایا گیا۔ مگر گدی پر بٹھاتے وقت سرکار نے یہ وعدہ لے لیا کہ جب تک ریاست قرض کے بوجھ سے سبکدوش نہ ہو گی عنان ریاست انگریز سرکار ہی کے ہاتھ مین رہیگی چنانچہ سنہ ۱۸۴۳ء تک ایک انگریزی افسر اس کام کے لیے مقرر کیا گیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ مین ریاست کو اس بار گران سے سبکدوش کروا دیا اور محاصل وغیرہ بھی برابر ہو گئے۔ مگر ۲،۲۲،۵۴ روپے سالانہ انگریزی محافظ فوج کے خرچ کے لیے دینے تک گنگادھر راؤ کو پورے اختیارات نہ دیے گئے چنانچہ مذکورۂ بالا رقم کا اُس نے سالانہ

انتظام کردیا اور گنگا دھر راؤ اب جھانسی کا راجہ بن گیا جو ہمارے مضمون کی ہیروئن کا شوہر ہے۔

پونہ کے جنوب میں کوئی پچیس کوس پر کرشنا ندی کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں وائی نامی واقع ہے۔ وہاں کرشنا راؤ نامی ایک کرہاڑا برہمن پیشوائی سرکار کا وظیفہ خوار معاملت اور اعتبار دار رہا کرتا تھا۔ اس کا ایک بڑا منجھلا لڑکا تھا جس کا نام بلونت تھا۔ اس کو شیر میں منت پیشوا نے اپنے ملازمت میں رکھا تھا۔ بلونت کے بھی دو لڑکے مورونت اور سدا شیو نامی تھے۔ مورونت تو پیشوا کے پاس یونہی رہ کر گزر کرتا تھا اور دوسرا یعنی سدا شیو چماجی آپا باجی راؤ دوم کے بھائی کا منظور نظر تھا یعنی چہیتا نوکر بن گیا تھا۔

سنہ ۱۸۱۸ء میں جب باجی راؤ دوم آخری پیشوا نے اپنا راج انگریزوں کے ہاتھ میں دیا اور آپ بٹھور کو آٹھ لاکھ روپیے کا سالانہ وظیفہ لیکر آیا۔ جو تو اس وقت آپا صاحب بندیل کھنڈ ملک میں اقامت گزین تھا۔ چونکہ انگریزی رزیڈنٹ نے آپا صاحب کو سات ہزار پنشن لاکھ کی سوا لاکھ بھی دینے کو کہا اس شرط پر کہ آپا صاحب بندیل کی جاگیر کا خود انتظام کریں مگر آپا صاحب نے قبول کیا اور سرکار انگریزی سے درخواست کی کہ میں اپنی زندگی کا بقیہ حصہ خدا کی یاد میں گزارنا چاہتا ہوں لہذا مجھے کاشی باشی ہونے کی اجازت دی جائے۔ سرکار انگریزی نے یہ درخواست منظور کی۔ کوئی چند مہینے بعد باجی راؤ دوم بھی یہیں بس آگیا مگر کچھ دنوں کے بعد بٹھور چلا گیا اور وہیں رہنے لگا۔ مورونت بھی باجی راؤ دوم کے ہمراہ چلا آیا اور پچاس روپیے ماہوار پر آپا صاحب کا دیوان مقرر ہوا۔ جس وقت مورونت کاشی میں تھا تو بھاگیرتھی دیوی یعنی مورونت کی بیوی کے ایک لڑکی ۱۹ نومبر ۱۸۳۵ء کو پیدا ہوئی جس کا نام منو کاشی بائی رکھا گیا مگر بچپن کا پیارا نام منو بائی تھا اور یہی حسن کی دیوی آخر میں جھانسی کی مشہور بہادر اور دلیر رانی ہونے والی تھی۔

منو بائی کی عمر ابھی چار سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کے سر سے اس کی مہربان اور شفیق ماں کا سایہ اٹھ گیا۔ اس کے بعد آپا صاحب کا بھی انتقال ہوگیا جس کی وجہ سے منو بائی کے والد مورونت کو کاشی چھوڑ کر بٹھور آنا پڑا۔ باجی راؤ پیشوا نے اس کی حالت پر ترس کھا کر اپنے ہی پاس رکھ لیا اور اپنے مکان کے قریب ہی ایک مکان رہنے کو عنایت کیا۔ مکان کا سارا کام کاج مورونت ہی کے سر پڑ گیا اور منو بائی کو بھی اپنے بچپن کا زمانہ مردوں ہی میں گزارنا پڑا۔ منو بائی کی باتوں نے پیشوا کے تمام گھر والوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ یہ بچی ہمیشہ میرے ہی پاس رہے۔ منو بائی کو پیار سے ہر شخص "مینا" کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ باجی راؤ پیشوا کے کمسن گود لیے لڑکے بھی تھے جن کے ساتھ منو بائی کھیلا کرتی بلکہ اپنے ہمسن بچوں سے مار پیٹ میں بھی وہ کبھی نہیں جھجکتی تھی۔

منو بائی کی سوتیلی ماں چیما بائی کہتی ہے کہ منو بائی جب بالکل کمسن تھی تو لڑکوں کے دیکھا دیکھی پتنگ بھی اڑایا کرتی تھی۔ ہمیشہ اگر لڑکیوں میں کھیلنے لگتی تو خود رانی بن جاتی۔ کچھ لڑکیوں کو اپنی خادمہ بنا لیتی انعامات بھی دیا کرتی اور سزا بھی دیا کرتی۔ الغرض وہ ساری باتیں کیا کرتی تھی جو ایک ہونہار رانی کے شایان شان ہو سکتی ہیں۔

جب کبھی صبح کے وقت پیشوا کے لڑکوں کا اتالیق آجاتا تو یہ لڑکی بھی ساتھ بیٹھ جاتی اور پڑھنے میں شریک ہوجاتی بلکہ بعض اوقات تو سواری تلوار کی مشق وغیرہ میں بھی حصہ لیا کرتی تھی اور دیکھنے والے خوش بھی ہوتے اور لڑکوں سے اسے بازی لیجاتے ہوئے دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے تھے۔

الغرض منو بائی نے پیشوا کے لڑکوں کے ساتھ رہ کر لکھنا پڑھنا، سواری، نیزہ بازی، تیر اندازی اور تلوار کی مشق خوب اچھی طرح سیکھ لی۔

منو بائی کی عمر جب شادی کے قابل ہوگئی تو اُس کے باپ موروپنت کو فکر ہوئی کہ اب کیا کیا جائے۔ اِس لڑکی کو کہان بیاہوں اور کوئی اچھا ساور اُس کے لیے ڈھونڈھنے لگا۔

حُسنِ اتفاق سے ایک روز پیشوا کے پاس تانیا دکشت مشہور نجومی ملاقات کے لیے آیا تو موقع پاکر موروپنت نے بھی اپنی لڑکی کی جنم پتری دکھلائی اور آئندہ کے لیے کچھ سوالات کیے نجومی نے جب منو بائی کا زائچہ دیکھا تو ششدر رہ گیا اور موروپنت سے کہنے لگا کہ وہ زمانہ بہت قریب ہے کہ منو بائی رانی کے لقب سے یاد کی جائے گی مگر نجومیون کی پیشین گوئیان ہوا کرتی ہین وہ سُن کر خاموش ہو رہا اور اپنے نیاوی کام کاج مین مشغول ہوگیا مگر شب و روز کسی طرح چین نہ پڑتی تھی کیونکہ برہمنان دکن وغیرہ مین یہ بھی ایک دستور ہے کہ لڑکی سن بلوغ سے پیشتر بیاہی جائے اور اِس طور سے موروپنت کی فکر بھی بجا تھی۔ خیر

تانیا دکشت نے منو بائی کے رانی ہونے کی پیشینگوئی تو کر دی مگر لڑکی کا خداداد حُسن اور خداداد لیاقت دیکھکر خود بھی متعجب ہوگیا۔ اب منو بائی کی قسمت تو دیکھیے باتفاق سے راجہ جھانسی کی بی بی کا انتقال ہوچکا تھا اور دکشت کی وہان تک رسائی بھی تھی جس وقت دکشت شریمنت گنگا دھر راؤ راجہ جھانسی کے پاس گیا ہے تو اِس نجومی نے منو بائی کے حُسن خداداد اور اُسکے لیاقت وغیرہ کی اتنی تعریف کی کہ راجہ بھی سُن کے متحیر سا ہوگیا۔ مگر یقین کیسے آوے با اپنے آدمی بٹھور کو بھیجدیے کہ منو بائی کو دیکھ آئین جب گنگا دھر راؤ کے آدمی منو بائی کو اچھی طرح دیکھ کر جھانسی کو واپس آگئے اور منو بائی کی خداداد لیاقت اور حسن خوبصورتی کی سچی تعریف کی ہے تو راجہ جھانسی بھی دل جان سے شادی کرنے کے لیے راضی ہوگیا۔

منو بائی جھانسی لائی گئی اور شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ شادی ہوگئی اور رانی لکشمی بائی کے لقب سے پکاری جانے لگی۔

شادی کے سال بھر کے بعد نخل امید بھی بار ور ہوا مگر تین مہینہ کے بعد باد سموم کے جھونکون سے یہ پھول مُرجھا کر دس دن پر داغِ مفارقت دے گیا جس کی وجہ سے رانی لکشمی اور راجہ گنگا دھر راؤ بہت ہی مغموم رہنے لگے۔ اپنے لخت جگر کے غم مین راجہ سخت بیمار ہوا۔ راجہ کے کوئی اور لڑکا تو تھا ہی نہیں لہذا اپنے ایک قریبی رشتہ دار واسودیو نیونبھالکر نامی کا لڑکا آنند راؤ گود لیا۔ اور تخت و تاج کا وارث مقرر کیا رسوم ولیعہدی بڑی دھوم دھام کے ساتھ ادا ہوئے اور دامودھر راؤ گنگا دھر راؤ نام رکھا گیا۔ معمول کے موافق راجہ نے بندیلکھنڈ کے پولیٹکل ایجنٹ کے ذریعہ سے اِس کارروائی کی سرکار ہند کو خبر بھی کر دی اور آپ کوئی دس سال کی حکومت کے بعد راہی ملک بقا ہوا۔

اب یہان سے جھانسی کی قسمت نے پلٹا کھایا۔ راجہ کے مرنے کے بعد ایجنٹ کو تبنی مقرر کرنے کے بارے مین شکوک پیدا ہوگئے اور سارا کچا چٹھا سرکار ہند یعنی وائسرائے کو شملہ لکھ بھیجا اور اپنی رائے بھی ظاہر کی کہ سرکار ہند کو اب اختیار ہے کہ جھانسی کی حکومت مین اپنا انتظام کرے اور رانی کو ماہانہ پانچ ہزار روپیے وظیفہ مقرر کر دیا جائے چونکہ لارڈ ڈلہوزی وائسرائے ہند دورے پر تھے لہذا جواب آنے مین چھ مہینے کی دیر ہوئی اِس عرصہ مین رانی لکشمی بائی نے یہ سمجھ لیا کہ گورنمنٹ ہند نے اِس گدی نشینی کو منظور کر لیا اور امور مملکت مین بھی کسی قسم کی دقت واقع نہ ہوئی۔

[illegible]۸۵۴ء مین جب لارڈ ڈلہوزی اپنے دورے سے واپس آئے تو فارن سکریٹری نے سارے کاغذات پیش کر دیے اور جھانسی کو حکومت سرکار مین داخل کر لینے کے وجوہ بھی دکھائے اور حضور وائسرائے نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ چونکہ ریاست جھانسی کوئی آزاد سلطنت نہ تھی بلکہ انگریز سرکار کی ماتحت تھی راجہ کو بغیر منظوری حکومت اعلیٰ متبنیٰ لینے کا کوئی اختیار نہ تھا لہذا ریاست جھانسی حکومت انگلشیہ مین داخل کی جاتی ہے کیونکہ

راجہ کے کوئی وارث بھی نہین ہو سکتے۔

مذکورۂ بالا فیصلہ بعض مورخین خلاف ٹھیرے اور گئے ناراض ہین کیونکہ ان دونون کا قول ہے کہ انگلیشیہ سرکار کو جھانسی کی حکومت چھیننی نہ چاہیے تھی۔ مگر اس وقت اس سے ہمین بحث نہین۔

میجر ایلس وایسرائے کا فرمان لیکر رانی کے محل مین پہنچے اور رانی کو پردہ کے پیچھے بٹھا کر وایسرائے کا فرمان سُنایا گیا کہ جھانسی حکومت انگلیشیہ مین داخل کر لی گئی اور اُن کو معقول وظیفہ ملنے کے علاوہ اُنکی پوری پوری عزت بھی برقرار رہے گی مگر یہ شاہی فرمان سنتے ہی رانی کے ہاتھون کے طوطے اُڑ گئے۔ دنیا آنکھون تلے اندھیر ہو گئی آنکھون سے آنسو کا دریا اُمڈ آیا۔ میجر ایلس نے رانی کی بہت کچھ تسلی وتشفی کی لیکن رانی ایسے غم وغصہ کے آپے سے باہر تھی کیا کیا جائے عقل کچھ کام نہ کرتی تھی آخر میجر ملکم رخصت ہونے لگا تو رانی کے مُنھ سے اتنا تو ضرور نکل گیا کہ "مین تو اپنی جھانسی نہ دونگی"۔

جھانسی کے الحاق کے بعد پولٹیکل ایجنٹ بندیلکھنڈ مسٹر جان مالکم نے رانی کے لیے چند باتون کی سفارش سرکار ہند سے کی جو حسب ذیل ہین۔

(۱) رانی کو تادم زیست پانچ ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے۔

(۲) شاہی محل جسمین رانی رہا کرتی ہے وہ اسکا خاص سمجھا جائے۔

(۳) راجہ گنگا دھر راؤ کی رائے سے ریاست کے کل جواہرات اور تحویل رانی کو مرحمت کیے جائین اور رانی کے متعلقین وغیرہ کو وظیفہ دیا جائے اُنکی ایک فہرست بنائی جائے۔

مذکورۂ بالا دونون باتین لارڈ ڈلہاوزی نے فوراً منظور کر لین مگر تیسری بات ریاست کے جواہرات وغیرہ کی منظوری نہ دی کیونکہ راجہ کا اُن پر کوئی حق ہی نہ پہنچ سکتا تھا لہذا مسٹر مالکم نے کل جواہرات اور تحویل کا نقد روپیہ رانی کے حوالہ کر دیا۔

مذکورۂ بالا وظیفہ پر رانی راضی نہوئی اور اپنی حکومت حاصل کرنیکی کوشش کرنے لگی انگلنڈ کو اپنے وکیل بھی روانہ کیے کہ کورٹ آف ڈائرکٹر کے سامنے ساری حقیقت بیان کرین مگر آخر کو کچھ حاصل نہوا کیونکہ عرضی جو اس معاملہ کے لیے لکھی گئی تھی وہ اسقدر بیہودہ اور واہیات الفاظ سے پُر تھی کہ کورٹ نے بھی سرکار ہند کے فیصلہ سے اتفاق کیا۔ عرضی کا مضمون یہ تھا "ریاست جھانسی کچھ انگریزون نے نہین دی تھی۔ پیشوائی حکومت مین ہمارے بزرگون کو اُن کی حق خدمت کے صلے مین ملی تھی۔ انگریزون کو جھانسی کو اپنی حکومت مین الحاق کرنے کا کوئی حق نہین ہے۔ وغیرہ والغرض ہزار ہا روپیہ برباد کیا گیا مگر نتیجہ کچھ بھی نہوا اور رانی کو مجبوراً وظیفہ قبول کرنے پر راضی ہونا پڑا۔

کچھ دنون کے بعد اپنے گود لیے لڑکے کی رسم "اپنین" یعنی رسم جنیو بڑی دھوم دھام سے ادا کی تقریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا یہ روپیہ سرکار ہند کی اجازت سے اُسی فنڈ سے لیا گیا جو دامودر راؤ کے لیے بلوغت کو پہنچنے تک رکھا گیا تھا۔ رانی کو اس شرط پر لاکھ روپیہ دیا گیا راجہ کے اپنی عمر بلوغت کو پہنچنے کے آگے واپس کر دیا جائے جس کے لیے دو چار معزز اشخاص بھی بطور ضمانت لیے گئے۔ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ مین غدر شروع ہو گیا اور اُس کے شعلے سارے شمالی اور درمیانی ہند مین پھیل گئے۔ پلٹنون کی پلٹنین انگریزون سے باغی ہو گئین اور بازار قتل وخون گرم ہو گیا۔ باغیون نے دہلی آکر بہادر شاہ خاندان مغلیہ کے آخری فرمانروا کو دہلی کے تخت پر بٹھا دیا۔

کانپور مین نانا صاحب باجی راؤ دوم کے متبنی بیٹے نے بھی علم بغاوت بلند کرنا شروع کیا اور بٹھور مین یکم جولائی ۱۸۵۷ء کو پیشوا بن بیٹھا اصل مین بغاوت کے بانی نانا صاحب اور اُس کا چچیرہ بھائی تانتیا ٹوپی ہی تھے جو ظلم اُنھون نے کیا ہے اُسکے لکھنے سے قلم قاصر ہے لکھنؤ مین باغیون کے ہاتھون برجیس قدر جو واجد علی شاہ کا لڑکا تھا نواب اودھ بنایا گیا اور یہ شعلے

بھڑکتے بھڑکتے جھانسی تک بھی پہنچے!

کپتان الگزانڈر اسکین کمشنر جھانسی کو یقین تھا کہ یہان کی سپاہ ہرگز ایسی حرکت بیہودہ نہ کریگی چنانچہ ابتدائے غدر سے ۳ جون ۱۸۵۷ء تک کپتان مذکور کا یہی خیال تھا۔ مگر دوسرے ہی روز جب دو انگریزون کے بنگلون کو آگ لگا دی گئی تو حضرت کے کان کھڑے ہوے اور آنکھین کھلین چنانچہ یہان پر بھی کھلا کھلا بغاوت شروع ہوگئی۔ یہ دیکھکر فوراً سارے انگریز قلعہ مین جاکر پناہ گزین ہوگئے!

کپتان ڈنلپ اور دوسرے انگریز افسرون نے حتی الامکان فساد روکنے کی کوشش کی مگر اب کیا ہو سکتا تھا یہان تو اور بھی دوسری آگ بھڑک گئی جو مدتون سے دبی ہوئی تھی۔ ساری سپاہ اور رعایا انگریزون کے خلاف ہوگئے۔ الغرض یہان کے بھی انگریزون کا وہی حال ہوا جو اور جگہون کے انگریزون کا ہوا ہی۔ باغیون کی جیت ہوئی اور اُن کا پورا قبضہ ہوگیا۔

اب باغیون کو اپنا ایک حاکم یا سردار مقرر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ مسلمان نواب حسین علی خان کو حاکم مقرر کرنا چاہتے اور ہندو کسی ہندو کو یہ عہدہ دینا چاہتے تھے۔ دونون مین خوب جتا جتنی ہوئی چونکہ ہندوٗن کی تعداد زیادہ تھی لہذا یہ قرار پایا کہ رانی لکشمی بائی کو اپنا سردار بنایا جائے ساری فوج اور باغی محل کو گئے اور رانی صاحبہ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ رانی صاحبہ یہ سُن کر از حد متعجب ہوئین کہ ہند مین بغاوت پھیل چکی ہی۔ تو اپنے محل مین تنہا اپنے بھگوان کی یاد مین پڑی رہتی تھی نہ دنیا سے کچھ کام تھا اور نہ اہل دنیا سے کسی طرح کا تعلق تھا۔ رانی لکشمی بائی کے لیے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا کیونکہ رانی سے کہدیا گیا تھا کہ اگر آپ نے منظور نہ کیا تو ہم نے سداسیو راؤ کو راجہ بنانے کے لیے جھانسی بلایا ہی پھر بڑی مشکل آن پڑی کیونکہ سداسیو راؤ کا آنا رانی لکشمی بائی کے لیے گویا موت کا پیغام تھا۔ اگر کہین وہ آجاتا تو یا رانی یہان سے نکالدی جاتی یا قتل کی جاتی لہذا مجبوراً رانی نے سرداری قبول کرلی۔

ساری سپاہ نے حلفاً اقرار کیا کہ جب تک دم مین دم ہی ہم رانی کے ساتھ رہین گے اور انگریزون کو ملک سے نکال کے دم لین گے۔ اس سے رانی کی اور بھی ہمت افزائی ہوئی اور ۱۰ جون ۱۸۵۷ء کو منادی کردی گئی کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ کا اور راج رانی لکشمی بائی کا۔

جھانسی کی حکومت پاتے ہی رانی صاحبہ نے امورات سلطنت کیطرف خیال رجوع کیا ہر ایک محکمہ کے لیے عہدہ دار مقرر کیے۔ فوج کی آراستگی کا انتظام کیا۔ شہر کی خاص مورچہ بندی کی اور ڈھونڈو پنت نانا صاحب کی طرف کمک کے لیے آدمی روانہ کیے۔ چونکہ شمال مغرب کی طرف سے انگریزون کے حملہ کا خوف لگا ہوا تھا لہذا رانی نے اپنی مورچہ بندی کا خاص انتظام کرلیا اور مقام کالپی مین ایک فوج رکھدی مگر ایک ماہ تک کوئی حملہ نہ ہوا اور ساری فوج جھانسی آگئی۔

جھانسی کے نکل جانے اور رانی کے تخت پر بیٹھنے سے انگریزون مین ایک کھلبلی سی پڑگئی تھی مگر کیا کرتے مجبور تھے فوج اتنی کافی تھی جو مقابلہ کرتے۔ سارے ہندوستان کی ہوا بگڑ چکی تھی۔ مگر اس مین کچھ شک نہین کہ یہ ہمت کے بڑے پکے ہین۔ الغرض مارچ ۱۸۵۸ء تک انگریزون نے اپنی بگڑی ہوئی طاقت کو سنبھالا اور کچھ فوج جمع کرلی

ماہ مذکور کے ابتدا ہی مین خبر مشہور ہوگئی کہ جنرل سرہیوروز ایک زبردست فوج لیکر جھانسی کو پھر فتح کرنے آرہا ہی مگر رانی مطلق نہ گھبرائی بلکہ اپنی بہادر اور جان نثار سہیلی رانی گنگا بائی دیوہ راجہ گنگا دھر راؤ کے ساتھ ملکر اپنی منتشرہ فوج کو جمع کیا اور شہر کی سخت مورچہ بندی وغیرہ کی۔

رانی لکشمی بائی یہ جانتی تھی کہ یہ بیل کبھی منڈھے نہین چڑھے گی اور نہ ایک روز شکست فاش کا منحوس منہ دیکھنا ہی پڑے گا مگر کیا کرتی آخر عورت ذات سارا ملک باغی ہو چکا تھا اور لوگ بالکل ہاتھ مین تھے

لیکن اس پر بھی رانی صاحبہ نے بہت سے بارسوخ باغیوں کو اپنا کر کے انگریزوں سے صلح کرنے پر راضی کر لیا چنانچہ کچھ ہوشیار آدمیوں کی ایک جماعت صلح کی شرطوں کے ساتھ جنرل سر ہیو روز کی طرف روانہ بھی کی گئی مگر بدقسمتی تو دیکھیے! ابھی رانی کے وکیل جنرل موصوف کے پاس پہنچے بھی نہ تھے کہ سر ہیو روز بیٹوا ندی پر آن پہنچے اور چاندیری پر انگریزی حملہ ہو چکا۔ چونکہ یہاں رانی کی کافی فوج نہ تھی لہذا انگریزوں کو فتح ہوئی اور رانی کی فوج بھاگ آئی۔

چاندیری ایک مشہور مقام اکبری عہد میں تھا۔ یہاں کی عمارات اور دوسری چیزیں از حد مشہور تھیں بغلیہ دور میں خصوصاً اکبر کے زمانہ میں تو ایک ضرب المثل ہو گئی تھی کہ "اگر کسی شہر میں محل ہی محل دیکھنا ہوں تو چاندیری دیکھو" چنانچہ یہاں پر رانی کی فوج تھی مگر ناکافی اور یہی وجہ تھی جو یہ پہلی شکست رانی کو ہوئی۔

رانی کے بھیجے ہوئے وکیل جب انگریزی لشکر میں سر ہیو روز کے روبرو صلح کے لیے گئے ہیں تو انھیں جاسوس سمجھ کر فوراً قتل کر دیا گیا اور کچھ بھی دریافت نہ کیا کہ یہ کیوں آئے تھے۔

۲۰ مارچ ۱۸۵۸ء کو انگریزی فوج کے ہراول کے بڑے حصہ نے جھانسی پر حملہ کیا جس میں خود قلب فوج کا حصہ بھی آملا۔ تیرہ روز تک سخت جنگ رہی۔ اس جنگ میں رانی لکشمی بائی اور اس کی بہادر سہیلی گنگا بائی نے جو ایک حساب سے اس کی بہو بھی ہوتی تھی خوب داد جوانمردی دی اور بہادری کے جوہر دکھانے اپنے سپاہیوں کا خوب دل بڑھایا خوب ہی حوصلے دلا دلا کر آگے کیا اور ایسا بھی شہر کا بچاؤ کیا کہ دیکھنے والوں کے چھکے چھوٹ گئے!

ایک مورخ (مسٹر ڈے) لکھتا ہے کہ "رانی لکشمی بائی اور رانی گنگا بائی کی ہمت دیکھ کر قلعہ کی دوسری عورتوں کو بھی ہمت آگئی اور انھوں نے سپاہیوں کو کارتوس وغیرہ لا لا کر دینا شروع کیا اور ہر گز گولیوں کی بھی پرواہ نہ کی۔

جب تانتیا ٹوپی نے سنا کہ جھانسی پر انگریزوں نے حملہ کر دیا ہے تو فوراً اپنی فوج کے ساتھ جھانسی کی طرف کوچ کیا۔ اس کے ساتھ راجہ بانپور بھی شامل ہو گیا۔ تانتیا ٹوپی کے آنے کی خبر سن کر جنرل ہیو روز کو البتہ ذرا پریشانی ہوئی کیونکہ اس کے پاس اس وقت سب سے زیادہ زبردست بوالیوں کی فوج جمع ہو چکی تھی لہذا جنرل موصوف نے ایک منتخب سپاہیوں کی جماعت بیٹوا ندی کی طرف روانہ کی کہ تانتیا ٹوپی اور راجہ بانپور کو روکے کیونکہ رانی کے ساتھ ان دونوں کا ملنا انگریزوں کے لیے اچھا نہ تھا۔

تانتیا ٹوپی جس وقت ندی کنارے پہنچا ہے تو اس نے اپنی آمد کی خبر دینے کے لیے کئی سو مشعلیں اپنی فوج میں روشن کر دیں جنکو دیکھ کر جھانسی کی رانی کی فوج کی جان میں جان آگئی اور مارے خوشی کے بندوقیں سر کرنی شروع کیں اس سے انگریزی فوج واقعی پست ہمت ہو گئی اور ایک سخت پریشانی کی حالت میں تھی کہ اب کیا کیا جائے۔ مگر سر ہیو روز کی دور اندیشی اور ہمت نے شکستہ فوج کو سنبھالا اور فوج کا کچھ حصہ تانتیا ٹوپی کو روکنے کے لیے روانہ کیا گیا۔

اگرچہ تانتیا ٹوپی کو رانی لکشمی بائی نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا مگر اسکے آنے سے رانی کو ذرا ہمت سی آگئی اور قدم جم گئے۔ دوسری طرف ندی کنارے تانتیا اور انگریزوں میں جنگ چھڑ گئی یہ جنگ کوئی معمولی جنگ نہ تھی کشتوں کے پشتے لگ گئے مگر تانتیا کا طرز جنگ وہی پرانے طرز کا تھا جو سر ہیو روز کے آگے چل نہ سکا اور زیادہ نقصان ہونے سے سپاہ بھی شکستہ ہونے لگی اور سپاہ دل ہار کر بھاگنے لگی۔ اگرچہ تانتیا نے جہاں تک ہو سکا اپنی سپاہ کو روکا اور دل بڑھا بڑھا کر آگے کرنے کی سخت کوشش کی مگر انگریزی باقاعدہ فوج کے سامنے نہ ٹھہر سکی!

تانتیا کے آنے سے واقعی رانی اور ساری جھانسی کو ایک قسم کی

خوشی حاصل ہوگئی تھی مگر اب جبکہ اُن کے کانون مین تلمنتیا کی شکست کی خبر پہنچی تو البتہ رانی اور فوج شکستہ تو ہوگئی مگر لیپے کام مین اتنی بہت قدمی سے تبی رہی جیسی کہ پیشتر تھی اور جہانتک ممکن تھا اپنے بچاؤ کا رانی نے پورا انتظام کرلیا۔

سر ہیو روز ۲۲ مارچ سے ۵ اپریل تک رانی سے لڑتے رہے مگر اتنی مدت مین بھی شہر مین داخل ہونے کا موقع نہ ملا۔ رانی کی بہادری اور جنگی لیاقت دیکھ کر سر ہیو روز از حد متعجب تھا بلکہ کہتا بھی تھا کہ "ایک عورت نے کرا نا کون دم کر رکھا ہے۔ ایسی بہادر عورت مین نے کبھی نہین دیکھی" آخر جنرل ہیو روز نے ایک زبردست جماعت کوئی سو سے زیادہ بہادر اور تجربہ کار سپاہیون کی بنائی اور شہر کی مغربی سمت سے حملہ کرنے کی تاکید کردی اس وقت افسوس ہے کہ رانی حاضر نہ تھی۔ وہ پوجا مین مصروف تھی۔ اِس طرف ساری فوج اُمنڈ پڑی اور دوسری طرف سر ہیو روز نے سخت گولہ باری شروع کرکے کچھ بہادر انگریزی سو لجرون کو سیڑھیون کے ذریعہ سے شمالی دیوار کی طرف سے شہر مین اُتار دیا اور اب جنگ کا کچھ نیا ہی رنگ ہوگیا۔ کیونکہ انگریزون کے حملے اب دو طرف سے ہو رہے تھے۔ اور باقاعدہ فوج کی گولہ باری اہلِ جھانسی کے لیے کچھ اچھی نہ تھی۔

رانی لکشمی بائی انگریزون کے شہر مین داخل ہونے کی خبر ملتے ہی مع اپنی مددگار رانی گنگا بائی کے فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر باہر نکل آئی اور جنگ مین شریک ہوگئی دن بھر جنگ ہوتی رہی اور شام کو انگریزی سپاہ محل تک پہنچ گئی۔ رات بھر بھی رانی نے اپنے سپاہیون کو بڑی بہادری اور لیاقت کے ساتھ لڑایا مگر انگریزی فوج کا زور زیادہ ہونے سے رانی کو پیچھے ہٹنا ہی پڑا یہان تک کہ انگریز محل کے اصطبل تک پہنچ گئے یہان پر بھی ۶ اپریل کو دن بھر جنگ رہی اور رانی کی سپاہ نے اپنا خوب ہی بچاؤ کیا۔ رانی کا اندرکم دیکھ کر رانی کے باپ نے رائے دی کہ اب یہان ٹھہرنا اچھا نہین بلکہ کہین نکل جانا چاہیئے مگر رانی نے اِسے قبول نہ کیا لیکن آخر گنگا بائی کی تحریک سے اپنے کچھ سپاہی ساتھ لیے اور کچھ محل کی حفاظت یا بچاؤ کے لیے چھوڑ کر رات کے وقت کالپی کی طرف نکل گئی تاکہ تانتیا ٹوپی سے مل کر کوئی دوسرا انتظام کرے۔

۵ اپریل ۱۸۵۸ء کو جنرل سر ہیو روز نے قلعہ جھانسی پر اپنا قبضہ کرلیا جھانسی اور بیٹوا کی لڑائیون مین انگریزون کے ایک سو سینتالیس سپاہی کام آئے جن مین چھتیس افسر تھے۔ اہل جھانسی کا کوئی پانچ ہزار کا نقصان بتلایا جاتا ہے صرف جھانسی مین کوئی ہزار آدمی جلائے یا گاڑے گئے۔

دوسرے دن یعنی ۶ اپریل کو رانی لکشمی بائی اپنے ہمراہیون کے ساتھ کالپی پہنچی جہان تانتیا ٹوپی نانا صاحب کے چچازاد بھائی کا صدر مقام تھا۔ یہان پر تانتیا کا زبردست توپ خانہ اور سامان جنگی اشیاء کا ذخیرہ تھا۔ رانی لکشمی بائی کے لیے یہ پہلا ہی وقت تھا جو تانتیا ٹوپی سے ملاقات ہوئی۔ رانی کی خوب آؤ بھگت کی گئی۔ رانی گنگا بائی کا باپ نارائن ترمبک شاستری بھی یہان موجود تھا جو تانتیا کا رہنما اور صلاح کار تھا۔ ترمبک شاستری سرکار انگلیشیہ کا ملازم تھا اور اب وظیفہ خوار تھا۔

۶ سے ۱۶ اپریل تک رانی تانتیا ٹوپی کے ساتھ صلاح و مشورہ کرتی رہی کہ کیونکر پھر انگریزون پر حملہ کیا جائے اِس میعاد مین انگریزون نے جھانسی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ جتنے بلوائی ملے تہِ تیغ کیے اسی مین رانی لکشمی بائی کا بوڑھا باپ بھی تلوارون کی نذر ہوا۔ الغرض خوب کشت و خون ہوا جیسا کہ مسٹر مارٹن کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کم از کم پانچ ہزار آدمی فقط جھانسی مین مارے گئے۔

کالپی پر تانتیا نے حملہ کیا اور یہان بھی سر ہیو روز سے اچھی جنگ ہوئی مگر ہفتون کی جنگ کے بعد دونون طرف کچھ خاموشی سی چھا گئی۔ جو فطرتی بات ہے کیونکہ ایک تو گرمی قیامت کی پڑ رہی تھی جو انگریزی فوج کی

پریشان کر رہی تھی اور ہندی سپاہ کو کئی ہفتون تک آرام نہین ملا کالپی کے بچاؤ کے لیے تانتیا نے رانی لکشمی بائی کو چپکے سے چھوڑا اور خود فوج جمع کرنے کے لیے گوالیار چلا گیا۔ لکشمی بائی کا نچا سے کالپی چلی آئی جو کوئی چار کوس کے فاصلہ پر تھا۔ رانی لکشمی بائی یہان ۲۰ مئی سے ۲۳ مئی تک رہی چنانچہ آخری روز یعنی ۲۲ مئی کو جنگ شروع ہوئی اور پھر بازار موت گرم ہو گیا۔

بدقسمتی سے راجہ بانپور تانتیا ٹوپی اور رانی لکشمی کے سپاہیون مین نا اتفاقی ہو گئی۔ اگر یہ نا اتفاقی نہ ہوتی تو یقیناً جنگ کا رنگ بدل جاتا۔ یہ ہم نے مانا کہ سر ہیو روز کی فوج کتنی ہی بڑھ چڑھ کر تھی مگر رانی لکشمی ضرور کچھ اپنی جوانمردی کے جوہر دکھلاتی مگر یہ خدا ہی کو منظور نہ تھا چنانچہ آخری دن یعنی ۲۳ مئی کو رانی کی فوج انگریزی رسالے اور توپ خانہ سے مغلوب ہو گئی اور ایک سراسیمگی کی حالت مین بھاگنے لگی یہان تک کہ رانی کو بھی اسی حالت مین اپنی فوج کے ساتھ بھاگنا پڑا۔ اور جب رات کو راستہ پر مقام ہوا ہے تو رانی لکشمی بائی کو ایک درخت کے نیچے بستر کے بغیر سونا پڑا!

اس جنگ کا حال ڈاکٹر لو نے جو اس وقت حاضر تھا لکھا ہے کہ "ایک سخت جنگ کے بعد آخر ہمین دشمنون پر فتح ہوئی جنکا نمبر ہم سے دس گنا زیادہ تھا"

رانی لکشمی بائی گوالیار کی طرف اپنی فوج لیکر بھاگ گئی۔ چونکہ اب جنگ کی امید نہ رہی تھی لہذا سر ہیو روز نے طبیعت علیل ہو جانے کی وجہ سے سرکار ہند سے رخصت مانگی اور یہ بھی لکھا کہ چونکہ گرمی شدت سے پڑ رہی ہے لہذا گورون کو اپنے اپنے صدر مقامون کو روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ جنرل صاحب کو حسب منشا رخصت مل گئی اور گورون کے لیے بھی ویسا ہی حکم ہو گیا جیسا کہ جنرل نے لکھ دیا تھا۔

مگر جنرل موصوف نے ذرا سمجھنے مین غلطی کی کیونکہ رانی لکشمی بائی کا یہ پختہ ارادہ ہو چکا تھا کہ جب تک دم مین دم ہے ماردون گی یا مرون گی؛ چنانچہ رانی گوالیار کی طرف چلی گئی تاکہ اپنی فوج کو انگریزون کے مقابل لڑنے کے قابل بنائے اور تانتیا جو رنگروٹ وغیرہ لانے گیا تھا وہ سب حاصل کرے

سندھیہ اور ہولکر یہ دونون مرہٹہ سردار ایام بغاوت مین انگریزون کے ساتھ رہے تھے اور انھون نے بالکل باغیون کا ساتھ نہ دیا تھا۔ اب یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ جس وقت رانی لکشمی بائی حدود سندھیہ مین داخل ہوئی ہے تو سندھیہ کے سپاہیون نے اس پر حملے کرنے شروع کیے اور آپ بھی اپنی فوج کے ساتھ تھا۔

جس وقت رانی نے سندھیہ کی خبر سُنی فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور اپنی جان نثار اور بہادر ساتھی گنگا بائی کو ہمراہ لیکر سندھیہ کی ملاقات کو آگے بڑھی مگر انکی یہ دلیرانہ ہمت اور بے دھڑک اپنی فوج مین آتے دیکھ کر تو سندھیہ بالکل ہی متعجب ہو گیا۔ حملہ کرنے کو تو نہین کہا مگر ان دونون عورتون کو گرفتار کرنے کے لیے حکم دیا مگر تعجب ہے کہ سندھیہ کے سپاہیون نے رانی لکشمی بائی اور گنگا بائی کو گرفتار کرنیکی ہمت نہ کی! اور لکشمی بائی نے ایک حقارت آمیز اور تمسخرانہ لہجہ مین کہا کہ "مہاراج! جب مین آپ تابع نہین ہو سکتی ہون تو پھر مجھے کون تابع کر سکتا ہے! مین آپکو اپنا لباس نذر کرنے آئی ہون جو آپ ایسے اور اندوری امیر پہنا کرتے ہین لہذا آپ اپنا لباس مجھے عنایت کیجیے اور میرا لباس اور زیور آپ پہن لین!!!

یہ سُن کر سندھیہ از حد شرمندہ ہوا اور رانی لکشمی بائی کے سامنے ایک منٹ بھی نہ ٹھہر سکا بلکہ چپکے سے اپنے پایہ تخت کو چلا گیا اور پھر وہان سے خدا جانے کیون آگرہ کو بھاگ گیا۔

مہاراجہ سندھیہ کے نکل جاتے ہی رانی لکشمی بائی داخل گوالیار ہوئی اور پھول باغ محل مین رہنے لگی۔ نانا صاحب پیشوا بنایا گیا اور راؤ اس کا لڑکا حاکم گوالیار۔ سندھیہ کے خزانہ مین جو کچھ روپیہ ملا اُسے رانی لکشمی بائی

نے اپنے سپاہیوں میں تقسیم کر دیا اور رام راؤ گوبند کو وزیر اعظم مقرر کیا چار مرہٹہ سردار جن کو سندھیہ نے بغاوت کے جرم پر مقید کر رکھا تھا رہا کیے گئے اور انھیں خلعت وغیرہ دیکر نئے سپاہی بھرتی کرنے کے لیے روانہ کر دیا گیا کیونکہ یقین تھا کہ انگریز بہت جلد چمبل سے پار آجائیں گے شہر کے باہر کی فوج کی کمانڈ مہارانی لکشمی بائی کو دی گئی۔ شہر کے اندر کی فوج کی سرداری تانتیا ٹوپی کو مرحمت ہوئی اور کل باغی راجاؤں کو خصوصاً راجہ بانپور اور شاہ گڑھ کو خطوط روانہ کر دیے گئے کہ گوالیار کی نئی حکومت میں آکر شامل ہو جائیں۔

مگر جب گورنر جنرل کو یہ خبر ملی کہ رانی لکشمی بائی نے گوالیار میں نئی حکومت قائم کی ہے تو فوراً جنرل سر ہیو روز کو حکم دیا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو اپنے سپاہیوں کے ساتھ جاؤ اور رانی کا مقابلہ کرو چنانچہ ۱۰ رجون کو جنرل موصوف ایک لشکر جرار کے ساتھ گوالیار پہنچے اور جاتے ہی ایک زبردست حملہ کر دیا جس سے باغیوں کے پاؤں اکھڑ گئے مرار میں بھی جنگ ہوئی مگر جنرل ہی فتحمند رہا۔ بھاگتے ہوئے باغیوں کا پیچھا ذرا سختی سے کیا گیا جس سے باغیوں کا ازحد نقصان ہوا۔

سر ہیو روز کے حکم سے بریگیڈیر اسمتھ ۱۱ رجون کو انتری سے کوچ کر کے ۱۷ رجون کو کوٹے کی سرائے میں پہنچا جو گوالیار سے کوئی پانچ کوس پر واقع ہے۔ یہاں پر جنگ ہوئی اور اسمتھ نے اپنے رسالہ کو باغیوں پر حملہ کرنے کا حکم دیدیا جس میں رانی بھی پھنس گئی اور گھوڑے کو ایسی ٹھوکر لگی کہ آپ بھی زمین پر آرہی۔ اتنے میں ایک انگریز سوار نے رانی پر حملہ کر کے اُسے مار ڈالا۔

رانی کے مارے جانے کی ایک اور بھی روایت بیان کی جاتی ہے کہ ۱۷ رجون ۱۸۵۸ء کو رانی دوپہر کے وقت گنگا بائی کے ہمراہ پھول باغ سے باہر آرہی تھی۔ ہزار رسالہ کی ایک جماعت جھاڑیوں میں چھپی بیٹھی تھی اُن کو آتے دیکھ کر بندوقوں کی بوچھاڑ برسانی شروع کی جس سے رانی لکشمی بائی اور گنگا بائی کے سینے چھلنی ہو گئے۔

رانی کے محافظین نے اس خیال سے کہ شاید کہیں رانی کی لاش انگریزوں کے ہاتھ نہ آجائے اس لیے نارائن ترمبک شاستری کے ذریعہ پھول باغ ہی میں جلا دی۔

رانی کے یہ حالات بتلا رہے ہیں کہ رانی کا کوئی بُرا ارادہ نہ تھا اور نہ اُس کی خواہش تھی کہ انگریزوں کے خلاف کوئی بغاوت کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اُسے انگریزوں سے اور خصوصاً گورنر جنرل سے ایک قسم کا غصہ تھا جو کہ فطرتاً ہونا چاہیے تھا کیونکہ بیٹھے بٹھائے اُس کا راج لے لیا گیا تھا۔ جس وقت جھانسی میں باغیوں نے اسے آکر اپنا سردار بننے کے لیے کہا ہے تو اس کا ارادہ صاف انکار کر دینے کا تھا مگر وہ مصلحت نہ تھی کیونکہ اگر رانی ایسا کرتی تو سداشیو راؤ جھانسی کا مالک بننے ہی پر تھا جسکو یہ پسند نہ کرتی تھی۔ اگر رانی باغی بھی ہوئی ہے تو صرف مجبوراً اگر ایسے وقت یہ باغیوں کا ساتھ نہ دیتی تو یہ اتنے روز جینے بھی نہ پاتی۔

بارہا رانی کا ارادہ ہوا کہ انگریزوں سے صلح کر لے مگر اپنے جاہل ساتھیوں کی وجہ سے بیچاری ایسا نہ کر سکی اور خواہ مخواہ جنگ وجدل کرنا ہی پڑا۔ رانی یہ جانتی تھی کہ ایک نہ ایک دن ناکامی اور شکست کا منحوس منھ مجھے دیکھنا پڑے گا مگر افسوس ہے کہ وہ بالکل مجبور تھی۔

یہ حالات صرف رانی کے ذاتی اوصاف بتلانے کے لیے لکھے گئے ہیں کہ ایک عورت نے کس خوبی اور جوانمردی سے مشہور تجربہ کار جنرل کا مقابلہ کیا اور کس خوبی سے اپنی سپاہ کو لڑایا۔ مبارک ہے وہ زمین جس میں ایسی عورتیں پیدا ہوں اور خوش قسمت ہیں وہ والدین جو ایسے باہمت اور بہادر بچے پیدا کریں۔ جبتک ہندوستان کی تواریخ کے صفحے دنیا میں ناموافق ہوا کے تھپیڑوں سے محفوظ ہیں اُس وقت تک رانی درگاوتی ملکہ رضیہ بیگم اور چاند سلطانہ کے ناموں کی طرح رانی لکشمی بائی کا نام بھی صفحۂ دنیا پر ایک قابل قدر یادگار رہیگا۔

قطب الدین خان راقی

پارس

(۱)

زمانۂ قدیم میں ایک راجہ نہایت خوشحال اور زر و جواہرات سے مالا مال تھا اُس کا نام **مایا داس** تھا۔ اُس کے ہاں ایک لڑکی تھی عمر کی چھوٹی صورت کی نہایت مقبول بولی ایسی پیاری کہ سننے والے کا دل باغ باغ ہو جائے۔ دل چاہے کہ دنیا کے سارے فکر اور عالم اسباب کے تمام دھندے چھوڑ کر اُسی سے باتیں کیا کرے۔ اُس لڑکی کا نام ہمیں یاد نہیں آپ اُسکا نام **مایا دیوی** سمجھ لیجئے!

مایا داس اسم با مسمیٰ یعنے زر کا بندہ تھا۔ زر کو دنیا کی ہر شے سے برتر اور افضل مانتا تھا۔ دنیا میں اُسے زر سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہ تھی۔ اپنے تاج کی بھی قدر کرتا تھا تو محض اس وجہ سے کہ وہ سونے کا تھا **مایا داس** کو سونے کے برابر یا اُس سے ذرا کم اگر کوئی چیز عزیز تھی تو وہ موہنی مورت بیٹی تھی۔ بیٹی اِدھر اُدھر کھیلتی پھرا کرتی تھی۔ **مایا داس** اُسکے راگ سُن سُن کر اور تماشے دیکھ دیکھ کر پھولا نہیں سماتا تھا۔ لیکن عجیب معاملہ تھا بیٹی کو جس قدر پیار کرتا تھا اُسی قدر سونے کی طمع اور زر کی ہوس بڑھتی جاتی تھی۔ اصل معاملہ یہ تھا کہ اس احمق کے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی کہ مرتے وقت جسقدر زیادہ سونا لڑکی کے لیے چھوڑ جاؤنگا اُتنا ہی بہتر ہو۔ یہ بھی کیا یاد کرے گی کہ باپ نے کچھ میراث چھوڑی تھی۔

مایا داس ہر وقت اِسی دُھن میں لگا رہتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو سونا ہاتھ آئے کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، بیٹھتے اُٹھتے چلتے پھرتے اُسکے سوا کچھ فکر ہی نہ تھا کہ جائز ناجائز کسی طریقے سے بھی ہو لا تعداد اور لاتحصیٰ سونا جمع ہو جائے۔ شام کی خوشنما شفق میں کوئی سُنہرا بادل نظر آتا تو اُسکے جی میں فوراً یہ اُمنگ اُٹھتی کہ کاش! یہ فی الواقع سونے کے پترے ہوتے اور تہ کر کے میں اُنکو اپنے صندوقچے میں رکھ لیتا **مایا دیوی** کبھی گیندے کا خوبصورت پھول اپنے نرم و نازک ہاتھ میں لیکر باپ کے پاس آتی اور اُس کی تازگی شگفتگی اور خوبصورتی کی داد چاہتی تو یہ منھ بنا کر کہتا "واہ! بیٹی واہ! ان کا سُنہرا پن تو جھوٹا ہو۔ تھوڑی سی دیر میں اُڑ جائیگا ہاں اگر واقعی سونے کے ہوتے تو ان کے لانے کا بھی کچھ مضائقہ نہ تھا۔"

یہ وہی **مایا داس** ہو کہ سونے کی بھڑک اُٹھنے سے پیشتر نوعمری میں پھولوں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اُس نے ایک باغ لگایا تھا جس میں طرح طرح کے خوشرنگ اور خوشبودار پھول کھلتے تھے۔ یہ گھنٹوں نہیں پہروں یہاں گلگشت کیا کرتا اور پھولوں کے مہکنے سے باصرہ کو سیر اور سونگھنے سے دماغ کو معطر کیا کرتا تھا۔ لیکن اب اس کا حال کچھ اور ہی تھا۔ باغ سے نفرت تھا اور اگر کبھی وہاں جا کر پھولوں کی طرف دیکھتا بھی تو فوراً یہ فکر پڑ جاتی کہ اگر ہر پھول کی ہر پنکھڑی سونے کی ہو جائے تو کل باغ میں کتنا سونا ہوگا۔ **مایا داس** کو کسی زمانہ میں موسیقی کا بھی شوق تھا مگر اب اُس کو مُہر اور اشرفیوں کی جھنکار کے سوا اور کوئی سُر نہیں بھاتا تھا۔

انسان ضعیف البنیان کی طبیعت کا خاصہ ہو کہ اگر عقل نے ترقی کی تو خیر ورنہ بیوقوفی کا طوفان طغیانی کرتا ہو۔ مایا داس کی عقل تو پہلے ہی ہرن ہو چکی تھی لیکن اب رہا سہا کام بھی بگڑ گیا۔ سونے کے سوا کسی اور شے کو نہ آنکھ بھر کے دیکھتا تھا نہ ہاتھ بڑھا کر چھوتا تھا۔ دن رات کا بیشتر حصہ محل کے ایک تنگ و تاریک تہخانے میں گذرنے لگا۔ کیونکہ اس کا سب دھن دولت اسی بے چراغ جگہ میں رہتا تھا جب چاہتا دل خوش کرنے کو یہیں آ بیٹھتا۔ اوّل اندر کی طرف سے تہخانے کا قفل لگاتا پھر اشرفیوں کے توڑے، سونے کے تھال، سونے کی موٹی موٹی سلاخیں اور سونے کی ریگ سے بھرے ہوئے بڑے بڑے برتن اِدھر اُدھر سے

نکال کر تہ خانے کے دروازے کے قریب وہاں لاکر رکھتا جہاں آفتاب کی کوئی کوئی شعاع پڑتی تھی۔ اگر آفتاب کی شعاع اچھی معلوم ہوتی تھی تو صرف اسی وجہ سے کہ اُسکی مدد سے سونے مہاراج کا درشن اور دولت کی دیوی کی زیارت ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد اشرفیون کو گنتا، سلاخون کو چھیعے کی طرح اچھالتا اور پھر لپکتا، کبھی سونے کی ریگ کی مٹھیان بھر کر مٹھی کھول دیتا وہ انگلیونکے بیچ مین سے ریت کی مانند نیچے برتن مین گرتی رہتی، کبھی سونے کے تھال مین اپنا منھ دیکھتا اور کہتا واہ رے۔ مایا داس تو بھی کیسا دھن وان اچھا ہوا اور کیا ہی خوش زندگانی ہے تیری!

مایا داس اپنی زندگی کو خوش کہتا تھا لیکن دل شہادت دیتا تھا کہ یہ زندگی ابھی ایسی خوش نہین ہے جیسی ہونی چاہیے۔ زندگی کا لطف اور دولت کی معراج پوری پوری اس وقت حاصل ہوگی جب کل روئے زمین میرا تہ خانہ بن جائے اور سونے سے کھچا کھچ بھر جائے اور مین بلا شرکت غیرے اس کا مالک ہون۔

ایک روز حسب معمول مایا داس اپنے تہ خانے مین سونے سے کھیل رہا تھا کہ ایک پرچھائین سی نظر آئی۔ نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہے کہ روشنی کی شعاع کے سامنے ایک اجنبی کھڑا ہے۔ جوان اور طرحدار، رنگ سرخ، کشادہ پیشانی، چہرے پر تبسم ایسا نورانی کہ سونے کی دمک اور چاندی کی چمک کو دور بٹھائے۔ مایا داس بخوبی جانتا تھا کہ یہ انسان نہین کیونکہ وہ تہ خانہ کا قفل بند کر چکا تھا اور اس قفل کا توڑنا اور پھر تہ خانے مین داخل ہونا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس کے علاوہ اجنبی کی صورت سے نیکی فیض رسانی اور روحانیت کے آثار نمایان ہین پھر کوئی وجہ نہین کہ مایا داس اُس کی جانب سے خائف ہو، شاید وہ مایا داس کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے آیا ہو۔

اجنبی نے اول تو کمرے کی ہر شے کو بغور دیکھا پھر مایا داس سے مخاطب ہو کر بولا:۔

ا۔ تم تو بڑے مالدار آدمی ہو۔ دوست! روئے زمین پر کسی ایک چہار دیواری کے اندر اتنا مال و دولت شاید ہی ہوگا جتنا تمھارے اس ایک تہ خانے مین موجود ہے۔

م۔ (کچھ ناخوش سا ہوکر) ہان! ہان اچھا ہے۔ لیکن اس ذرا سے اثاثے کے فراہم اور جمع کرنے مین میری ساری عمر صرف ہوئی ہے اس لحاظ سے کچھ بھی نہین ہے۔ آدمی کے لیے کم از کم ہزار یا دو ہزار سال کی عمر تجویز کیجاتی تو البتہ دولتمند ہونے کے لیے کچھ وقت ملتا اور سونا جمع کرنے سے کچھ دل خوش ہوتا!

ا۔ (نہایت متعجب ہوکر) ہین! تو کیا ابھی تمھاری سیری نہین ہوئی!

م۔ (سر ہلا کر) نہین! اور بھلا تم ہی سوچو کہ اس تھوڑے سے ڈھیر سے کیا خاک سیری ہو سکتی ہے۔

ا۔ تو پھر کس چیز سے سیر ہوگے اور کب؟ بتاؤ تو سہی یار! ہمین تو اس بات کے معلوم کرنے کا بڑا اشتیاق پیدا ہو گیا۔

مایا داس۔ اب ذرا چپ ہوا اور سوچنے لگا "اس شخص کا نورانی تبسم فائدہ سے خالی نہین اس کے یہان آنے کا منشا یہی ہے کہ میری دیرینہ آرزو برلائے اور مدتون کی مراد پوری کرے اور اس کو مقدرت بھی ہے کہ میری مراد پوری کرے اب وقت آگیا ہے۔ ممکن اور ناممکن کا کیا سوچنا! اب مانگ جو مانگیگا سو لیگا" اب حیرانی ہے تو صرف یہ کہ کیا مانگے؟ "سونے کا پہاڑ، سونے کے دس پہاڑ، بیس پہاڑ، سو پہاڑ؟ یہ تو کچھ نہین! پہاڑ کے اوپر پہاڑ جاؤنگا تب بھی فضائے آسمان مین خلا باقی رہیگا۔ پھر کیا مانگون؟" آخر یہ حیرانی دور ہوئی، چہرے پر بشاشت آئی، فکر کے نشان دور ہوئے، دل مین گدگدی اور لبون پر تبسم پیدا ہوا۔ سر اُٹھایا اور اجنبی کی طرف دیکھا۔

ا۔ راجہ مایا داس! معلوم ہوتا ہے کہ تم کو اپنی سیری کا وسیلہ سوجھ گیا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟

م۔ میں دولت کو سمیٹتا سمیٹتا ہار گیا اور زچ ہو گیا ہوں۔ یہ ذرا سا سونا اب میری مراد یہ ہے کہ جس چیز کو ہاتھ لگاؤں وہی باون تولے پاؤ رتی کی ہو جائے۔

ا۔ اجنبی کے تبسم کا یہ حال تھا کہ کل روشنی اس کے سامنے ماند تھی سونے کے تھال وغیرہ تہ خانہ کی سب چیزیں اس سے مجلّی ہو گئیں۔ ہا ہا ہا! تم پارس بننا چاہتے ہو! بھئی واہ! قربان اس عالمگیری کے! لیکن دست کیا تمھیں اطمینان ہے کہ پارس بنکر تمھیں سیری حاصل ہو جائے گی۔

م۔ پھر کسر ہی کیا رہ جائے گی؟

ا۔ پارس بنکر پچھتاؤگے تو نہیں؟

م۔ پچھتانے کی بات ہی کیا ہے؟ میری خوشی کا پیالہ لبریز ہونے کے لیے صرف یہی درکار ہے۔

ا (ہاتھ اٹھا کر) بہت اچھا۔ تم جانو۔ ہم نے تمھاری مراد بخشی۔ کل آفتاب کے طلوع ہوتے ہی تم پارس ہو۔

یہ کہنا تھا کہ اجنبی کے جلال میں افزائش ہوئی۔ مایا داس اس کی تاب نہ لا سکا۔ آنکھیں بند کر لیں۔ اتنے ہی میں اجنبی غائب تھا۔ مایا داس نے آنکھیں کھولیں تو لپنے پرانے طلائی انبار کے سوا کچھ نہ پایا۔

(۳)

خدا جانے مایا داس کو اس رات کو نیند بھی آئی یا نہیں۔ بہرحال ابھی جھٹپٹا ہی تھا کہ بستر سے اٹھ بیٹھا اور پارس ہونے کا امتحان کرنے لگا۔ پاس ہی ایک چوکی پڑی تھی اوّل اسی کو ہاتھ لگایا۔ پھر کئی اور چیزوں کو چھوا۔ مگر کسی کا رنگ نہ بدلا۔ نہ کسی کے وزن میں فرق آیا۔ بڑی مایوسی ہوئی سوچنے لگا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ وہ اجنبی خواب و خیال تھا یا جیتا جاگتا منھ بولتا۔ کیا وہ مجھے دھوکا دیکر چلا گیا؟ کیا پہلے کی طرح ذرا ذرا سے سونے کے لیے پھر وہی جدوجہد کرنی پڑے گی؟ کیا عمر بھر اسی طرح پاپڑ بیل کرنا کام نا تمام جاؤنگا۔

ابھی تک پو پھٹی تھی اور مایا داس مایوسی کی حالت میں اسی طرح پڑا دھیڑ بن میں مصروف تھا کہ یکایک آفتاب کی ایک شعاع کمرے میں داخل ہوئی۔ شعاع کا اندر آنا تھا کہ کل کمرہ جگمگ جگمگ کرنے لگا۔ دیکھتا کیا ہے کہ بستر کا بستر طلائی ہے۔ چوکی خالص سونے کی غرض جس جس چیز کو اس نے چھوا تھا۔ سب باون تولے پاؤ رتی کی ہو گئیں۔ اطمینان ہوا کہ اجنبی جھوٹا نہ تھا اور میں سچ مچ پارس بنگیا۔ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ اوّل پلنگ کی پٹی سیروں اور پایوں کو چھوا تو فوراً ان کو سونے کے ستون پایا۔ ایک دریچے کے سامنے سے پردہ جو ہٹایا تو نرم ریشمی پردہ سراسر سونے کی چادر ہو گیا۔ چوکی پر ایک کتاب رکھی تھی ہاتھ جو لگایا تو اٹھانا مشکل ہو گیا۔ ورق اور جلد سب سونے کے۔ چاہا کہ کچھ پڑھے لیکن حرف نہیں چلتے۔ نقرے نہیں بنتے کتاب رکھ کر کپڑے اٹھائے تو سب سونے کے نظر آئے۔ نرم اور ملائم اتنے کہ ان کے پہننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی لیکن وزن کہاں جاتا۔ کہاں روئی اور ریشم کا ہلکاپن اور کہاں سونے کا بوجھ شانے جھکے جاتے تھے۔ مایا دیوی نے دو روز پہلے پھلکاری کا ایک خوبصورت رومال بناکر باپ کو دیا تھا۔ مایا داس جیب سے نکال کر دیکھتا ہے تو یہ بھی سونے کا ہے۔ اس کی ترپائی اور کڑھائی میں خالص سونا لگا ہوا ہے۔ اس پر مایا داس کی طبیعت ذرا ملول ہوئی۔ اس کے سونا بننے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ تو مایا دیوی نے جیسا اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے بناکر مجھے دیا تھا ویسا ہی بہت اچھا تھا۔ مگر خیر، یہ ایک خفیف سی بات تھی جلد ہی اس کا خیال جاتا رہا مایا داس دور کی چیز نہیں دیکھ سکتا تھا عام آدمیوں کو اس زمانہ میں عینک نصیب نہ تھی لیکن اس نے بڑے جتن سے ایک جوڑا تیار کرا لیا تھا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا عینک نکال کر جو ناک پر رکھتا ہے تو بجائے بصارت میں صفائی اور تابانی آنے کے بالکل ہی اندھا ہو گیا سبب کیا کہ پہلے جو شفاف شیشے یا بلور کے ٹکڑے تھے اب غیر شفاف مگر نہایت چمکدار سونے کے ڈھیر بن گئے تھے۔ اس بات سے تو خوش ہوا کہ کانچ کا کچن

بن گیا مگر جب یہ خیال آیا کہ اب عمر بھر عینک نصیب نہ ہوگی تو بہت گھبرایا۔

بے حیائی دور ملا تھوڑی ہی دیر میں یہ خیال باطل بھی دل سے دور ہوا اور سنجیدہ و حکیمانہ لہجے میں بولا کہ جہاں گل ہے وہاں خار بھی ہے۔ پارس بننا کوئی چھوٹی سی بات اور ہنسی مذاق نہیں ہے عینک تو عینک اسکے لیے خود آنکھیں بھی جائیں تو میں راحت ہے۔ اول تو ابتک خود میری ہی آنکھیں صحیح و سلامت رہیں لیکن اگر یہ بھی سونے کے عشق میں پھوٹ جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ اب **مایا دیوی** بڑی ہوئی جاتی ہے میں نہ پڑھ سکونگا تو یہ پڑھ پڑھ کر مجھے سنایا کرے گی۔

عقل کے ملجا و ماوی اور حکمت کے دستگاہ راجہ **مایا داس** پارس ہوکر ایسے پھولے کہ محل میں بھی نہ سمائے اور یہ ترنگ اٹھی کہ چل باہر دور پلٹ رنگ دنیا کا۔ خوشی میں پھولے اور مسرت کے نشہ میں مست جھومتے جھامتے زینے کے کٹہرے پر ہاتھ رکھ کر سیڑھی سیڑھی نیچے اتر رہے تھے کہ کل زینہ مع کٹہرے کے باون تولہ اور سوا پاؤ رتی کا ہوگیا۔ شگفتگی بنا کر دروازہ کھولا تو چوکھٹا، کواڑ، کیل، کنڈا، زنجیر اور زرنا دگی سب سونے کے ہوگئے۔ کچھ سیر کا وقت، صبح کا سماں، کچھ فرط خوشی، فوراً باغ میں جا داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ شبنم سے ہر گل غنچہ تر ہے۔ ہر برگ بشاخ نسیم سحری سے ہاتھ ملائے نشۂ تر و تازگی میں جھوم رہی ہے۔ بلبلیں ہیں کہ کامنی کی مثال لہرا رہی ہیں۔ ہر کیاری اپنے رنگ میں مست اور ہر روش گلاب، کیوڑے، چنبیلی، چمپا، جوہی وغیرہ کی خوشبو سے مجموعہ کے عطر کی نہر۔ باغ کیا روضۂ رضوان کا نمونہ تھا لیکن **مایا داس** کا مقصود اصلی روضۂ رضوان نہ تھا۔ باغ کی تر و تازگی اور شگفتگی سے قطع نظر کرکے اس کی قدر افزائی میں سعی فرمائی۔ ہر ہر پھول، بیل اور پتے، کلی، بوٹے اور قلم کو ہاتھ سے چھو کر سب کو سونا بنا دیا۔ یہاں کچھ ہوا لگی کچھ سونا بنانے کی دوڑ دھوپ کی ورزش ہوئی۔ کچھ رسوئی کا وقت آیا ان سب باتوں نے **مایا داس** کو محل کی طرف پھیرا۔

اس روز راجہ کی رسوئی میں کھیر تھی، باٹی تھی، اور دکی دال، آلو کی بھاجی، پودینے کی چٹنی۔ لڑکی کے لیے [illegible] راجہ رسوئی پر بیٹھا لڑکی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ آجائے تو بھوگ لگائیں۔ یہاں یہ کہنا لازم آتا ہے کہ **مایا داس** اپنی لڑکی کو نہایت عزیز رکھتا تھا اور چونکہ آج عمر بھر کی مرادیں پائی تھیں اس لیے اور بھی خوش تھا اور اپنی خوشی کے شریک کا منتظر تھا۔ **مایا داس** کو انتظار نہ کرنا پڑا اور چند ہی منٹ بعد لڑکی کے آنے کی آہٹ سنائی دی لیکن ساتھ ہی اس کے رونے کی آواز بھی۔ ہیں! **مایا دیوی** کیوں روتی ہے؟ یہ تو کبھی سوتے میں بھی نہیں روتی۔ آج اس کو کس بات کی کمی ہے کہ یہ روتی اور چیخیں مارتی ہے؟ اچھا آج ہم اس کو اور بھی خوش کریں گے۔ ذرا ہاتھ بڑھا کر اس تھال کو چھو دیا جس میں لڑکی کے لیے کھانا پروسا ہوا رکھا تھا۔ تھال اصل میں کانسی کا تھا مگر پارس مجسم کی نظر عنایت ہوتے ہی فوراً خالص و کھرا چمکتا سونے کا بن گیا۔

اتنے میں **مایا دیوی** بھی آ پہنچی۔ ہچکی بندھی ہوئی تھی اور آنسوؤں سے سارا رومال تر ہو رہا تھا۔

باپ۔ کیوں بیٹی؟ کیا بات ہے؟ کیسا اچھا دن ہے اور پھر بھی تم روتی ہو۔ کیا سبب؟

مایا دیوی نے آنکھوں کے آگے سے رومال ہٹایا۔ مگر مٹھی میں ایک گلاب کا پھول لے رہی تھی جس کو [illegible] تھوڑی ہی دیر قبل سونا بنا چکے تھے۔ مٹھی کھول کر پھول باپ کے سامنے کیا۔

باپ۔ بیٹا دیکھو تو کیا خوبصورت پھول ہے [illegible] خالص سونا [illegible] کا نام نہیں اس کو دیکھ کر کیوں روتی ہو۔

بیٹی۔ (ہچکیاں روک کر) نہیں پیارے ابا [illegible] ہے۔ اس سے بدصورت پھول تو آج تک کہیں پیدا ہی نہیں ہوا ہوگا۔ کپڑے

چلتے ہی میں باغ میں گئی کہ آپ کے لیے بہت سے پھول لاؤں۔ آپ میرے لائے ہوئے پھولوں کو خاص کر پسند کیا کرتے ہیں لیکن باغ میں جاتے ہی کیا دیکھتی ہوں کہ نہ تازگی ہے، نہ شگفتگی ہے، نہ رنگ ہے، نہ بو ہے، سارے باغ کو زردی مار گئی ہے۔ سب پھول پیلے ہو گئے ہیں اور مہک کو نام کو بھی نہیں رہی۔ نمونہ آپ کے سامنے موجود ہے۔ یہ ہوا تو کیا ہوا۔

باپ۔ اری دیوانی بھولی بیٹی! بس اسی لیے روتی تھی۔ چل بیٹھ رو نہیں۔ دکھا۔ دیکھوں تو سہی یہ تو سونے کا پھول ہے۔ وہ پھول گھڑی کا، یہ ہمیشہ کا۔ اس کو جب تک تیرا جی چاہے رکھ چھوڑ اور اُسکے عوض جتنے مانگے اتنے ہی تازے رنگین پھول مل سکتے ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اُس بیچارے نے یہ نہیں کہا کہ یہ قصور میرا ہے۔)

بیٹی۔ (پھول کو جھنجھلا کر پھینک دیا اور کہنے لگی) مجھکو ایسے پھولوں کی پروا نہیں۔ اس میں تازگی ہے نہ شگفتگی، نہ بو۔

یہ کہکر لڑکی تھال کے پاس بیٹھ گئی اور پھولوں پر زردی چھا جانے کے رنج اور اُنمیں تازگی اور شگفتگی نہ رہنے کے غم میں ایسی غلطاں پیچاں ہوئی کہ تھال کی تبدیلی سے بھی آگاہ نہ ہوئی۔ گویا یہ بھی اُس کے حق میں بہتر ہی ہوا۔

(۳)

مایا داس نے کھیر کا تھال، دال کا کٹورا، پانی کا لوٹا، گلاس وغیرہ جو اپنی طرف سرکایا تو کیا دیکھتا ہے کہ سب کے سب خالص سونے کے ہیں۔ سونے کے برتنوں میں کھانا پینا ایک ایسے مہاراجہ کے لیے جو خود پارس کا حکم رکھتا ہے۔ چنداں غیر موزوں تو نہیں ہے لیکن یہ خیال ضرور آیا کہ اُن کی حفاظت مشکل ہوگی کہاروں اور رسوئیوں کی تحویل میں اُن کا چھوڑنا مناسب نہیں۔

اسی سوچ بچار میں تھا کہ ہاتھ سے اٹھا کر کھیر کا ایک چمچہ منھ میں ڈالا۔ زبان اور لبوں سے چھوتے ہی کھیر بھی سونا بن گئی۔ اول پگھلا ہوا اور گرم لیکن --فوراً سی دیر میں سخت ٹھنڈا پڑ گیا۔ **مایا داس** نہایت پریشان ہوا اور بیساختہ زبان سے نکلا کہ "ہیں! یہ کیا ہوا؟"

لڑکی چونک پڑی۔ ابھی اس کا رونا تھما نہ تھا۔ کہنے لگی کہ "کیا ہے؟"

مایا داس نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ دیکھو تمھاری کھیر ٹھنڈی ہوئی جاتی ہے پھر اس کا سواد نہ رہیگا جلد کھا لو۔

پھر ایک نہایت سُرخ سِکی ہوئی اور پھول کی طرح کھلی ہوئی پوری اُٹھائی۔

رام! رام! رام! ارے یہ کیا غضب ہوا۔ یہ تو سونے کی ڈھیری ہے توڑوں کیا اور کھاؤں کیا۔

دال، بھاجی، چٹنی جسمیں ہاتھ ڈالا اُسی نے جواب دیا۔ لڑکی ہے کہ رونا دھونا بھول گئی ہے اور کنول سے منھ میں چھوٹے چھوٹے لقمے کھا رہی ہے۔ پرمیشور کی دی ہوئی نعمتوں کا لطف لے رہی ہے اور دنیا سے بیخبر کھانے میں مشغول ہے۔ باپ سونے کی کھیر، سونے کی پوری، سونے کی روٹی، سونے کی دال، سونے کی بھاجی، سونے کی چٹنی سونے کے برتنوں میں دیکھ دیکھ کر ترس رہا ہے۔ ہے پرمیشور! اب میں کیا کروں؟ اچھا اب یوں کروں کہ ایک رکابی میں تھوڑے سے آلو لوں اور ایک ایک آلو کا ٹکڑا منھ کے اندر بہ قصد پھرتی جلدی اور صفائی سے ڈال جاؤں کہ وہ فوراً حلق سے نیچے اُتر جائے اور ہاتھ کا اثر اُس پر کچھ نہو۔

چنانچہ ایک رکابی میں آلو لیے۔ ایک ٹکڑا اُٹھا کر نہایت جلدی سے منھ میں ڈال کر نگلنا چاہا لیکن حلق سے چھوتے ہی ٹکڑا چپٹا سا اور پگھلا ہوا تھا، حلق اور تالو جل گیا اور چونکہ ٹکڑا گول نہ تھا اُس کے گوشے زبان تالو اور حلق میں ایسے چُبھے کہ خون نکل آیا۔ کیوں؟ وہ ہاتھ لگتے ہی خالص سونا ہو گیا تھا۔ لڑکی بھی چونک پڑی رو کر کہنے لگی کہ "کیا ہوا؟ آلو گرم تھا، منھ جلگیا"۔ باپ نے جواب دیا "بیٹی! لو بس اب تو ہو لیا۔ پرمیشور جانے پھر کیا حال ہوگا۔"

واقعی عبرت کا مقام ہے۔ کسی نے ایسا حال کسی آدمی کا کبھی اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ بیش قیمتی سے قیمتی کھانے سامنے رکھے ہیں اور مایا داس اُن کو

اُنگلی نہین لگا سکتا! افسوس نہین حسرت کا مقام ہی۔ غریب سے غریب مزدور بلکہ فقیر موٹی جھوٹی روٹی کھا کر پانی کا پیالہ پیتا اور پروردگار کا شکر بجا لاتا ہی۔ اُس کے مقابلہ مین **مایا داس** لاتعداد سونے کا مالک ہی لیکن اس کے حصہ کا دانہ پانی جہان سے یک قلم اُٹھ گیا۔ اس سے زیادہ طالع کی شامت کیا ہوگی؟ اور پھر یہ امید نہین کہ ایک وقت فاقہ گذر کر دوسرے وقت ٹکڑا نصیب ہو جائے گا۔ کیونکہ دنیا مین سامانِ غذا اور پانی کی کمی تو نہین کمی تو عقل کی ہی نصیب کی ہی کہ دولت کی طمع مین اپنے دستِ مبارک کیا کل جسم اطہر کو زہر کا سرچشمہ بنا لیا۔ جو حال صبح ہوا ہی وہی شام کو ہوگا۔ وہی کل ہوگا۔ وہی دس برس پیچھے ہوگا۔ وہی ہمیشہ ہوتا رہیگا۔ ہاتھ او مُنھ سے چھوتے ہی کھانے کی غذائیت اور پانی کی تاثیر کافور ہوگی۔ بجائے اسکے سونے کے ڈلے اور پگھلے ہوے سونے کی دھار نظر آئے گی۔ اس صورت مین **مایا داس** کا بیٹی سے یہ کہنا کہ "تو اب مین مر لیا" کوئی تعجب کی بات نہین ہی جب جسم کو کھانا اور پانی ہی نہ ملے گا تو جیئے گا کیا خاک۔

مایا داس کو اب یہ خیال آنے لگا کہ دولت شاید اسقدر دلبستگی کی مستحق نہین ہی لیکن جلد ہی بھول جاتا اور پھر دولت کی عظمت کے خیال سے مغلوب ہونے لگتا۔ پھر بھی بھوک بڑی بری بلا ہی۔ آنتین قل ہو اللہ پڑھ رہی تھین بیاختہ زبان سے ہاے کا نعرہ نکلا اور اس غم والم کے ساتھ کہ **مایا دیوی** سے نہ رہا گیا۔ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور باپ کے پاس آن کر اُس کی گود مین بیٹھ گئی۔ اور بھولے بھولے منھ سے اُس کی دلجوئی کرنے لگی۔ باپ کے دل مین محبت پدری کا جوش آیا۔ بیٹی کو چھاتی سے لگایا۔ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولا۔ مایا دیوی دنیا کی تمام دولت سے عزیز مجھے تو ہے۔

مایا دیوی۔ خاموش ہی۔ ہاے افسوس! ہاے افسوس! پارس ہوسے یا اپنی جان سے دشمن اور اپنے لخت جگر کے قاتل! کہان ہو وہ بھولے بھولے بالون والی لڑکی کہ آنسو پونچھتی ہوئی باپ کی تسکین خاطر کے لیے آکر اُس کی گود مین بیٹھی تھی اور گلاب کی پنکھڑیون سے لب کھول کر اُس سے کچھ کہا چاہتی تھی؟ لڑکی ہی ہو بہو وہی ہی وہی جسم ہی وہی چہرہ ہی۔ بال بال اور خال خال وہی ہی۔ رخسارون پر آنسوؤن کے نشان بھی موجود ہین مگر بجاے گوشت اور پوست کے سراپا سونے کا چلتا دکھتا اور صاف وشفاف بت ہی۔ **مایا داس** بت کو گود سے ہٹا کر روتا ہوا اور سر پیٹتا ہی۔ پارس ہونے سے پہلے پیار مین آکر کبھی کبھی بیٹی سے کہا کرتا تھا کہ تو تو سونے کی مورت ہی لیکن وہ محض پیار کی بات تھی اب وہ فی الواقع سونے کی ہی پارس بننے کے پیچھے **مایا داس** مہاراج نہایت اچھے سمجھتے تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ انسان کی سیری کے لیے سونے سے بڑھ کر کوئی اور چیز ہی۔ روتا تھا اور دُعا مانگتا تھا کہ میری تمام دولت چلی جائے اور سارا خزانہ خالی ہو جائے مگر میری بیٹی پھر ویسی ہی ہو جائے جیسی پہلے تھی۔

(۴)

مایا داس اس حالت زار مین سر دُھن رہا تھا کہ دروازہ کے پاس ایک اجنبی کھڑا نظر آیا۔ پہچان گیا کہ یہی تو تھا جو مجھے کل پارس بنا گیا تھا۔ شرم کے مارے آنکھین نیچی ہو گئین اور زمین مین گڑ گئین۔ اجنبی کے چہرہ پر اب بھی وہی نورانی تبسم تھا جس کا جلوہ قرب وجوار کی ہر چیز سے عیان تھا۔

ا۔ کہو دوست **مایا داس** با مراد ہوا پارس بنکر خوش ہو۔

م۔ دس ہلا کر۔ دنیا مین مجھ جیسا بدبخت کوئی نہ ہوگا۔

ا۔ بدبخت؟ کیون؟ کیا میری دعا سچی نہوئی؟ کیا تمھاری مراد پوری نہین ہوئی۔

م۔ آہ سرد کھینچکر۔ مہاراج سونے سے ساری مرادین پوری نہین ہوتین میری بہبودی کے لیے جو سامان ضروری ہی وہ سب جاتا رہا۔

ا۔ اوہو! تو معلوم ہوتا ہی کہ کل کی ملاقات کے بعد تم نے کچھ عقل پیدا کی؟

اچھا پھر یوں ہی سہی بتا! یہ ایک ٹھنڈے پانی کا آبخورہ اچھا یا پارس کی عظمت۔

م۔ جل بھن کر سونا ہو رہے۔ افسوس! اب مجھے پانی کہاں نصیب۔

ا۔ روٹی کا ٹکڑا بہتر یا پارس ہونے کا فخر اچھا؟

م۔ کیا بات ہے روٹی کی! ایک طرف روٹی اور ایک طرف دنیا کی ساری دولت۔

ا۔ پارس بننا چاہتے ہو یا اپنی ہنستی بولتی بیٹی **مایا دیوی**، جیسی وہ تمھاری گود میں بیٹھنے سے پہلے تھی؟

م۔ لعنت پارس پر ہزار لعنت، لاکھ بار لعنت۔ تمام عالم سونے کا بن جائے ساری دنیا میں سونا ہی سونا نظر آئے تو اس کے ایک بال کی بھی برابری نہیں کر سکتا۔

ا۔ سنجیدگی سے، **مایا داس** تم کل کی نسبت آج ہوش کی باتیں کرتے ہو۔ انسان کچھ کھو کر ہی سیکھتا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابھی تمھارا دل سونے کا نہیں ہوا ہے ورنہ تمھارا درد لاعلاج ہو جاتا۔ اب تم سمجھ سکتے ہو کہ لوگ دولت جوڑنے اور اس کو آنکھیں بند کر کے اور ہاتھ پھیلا کر سمیٹنے کے پیچھے پاگل ہو رہے ہیں لیکن روزمرہ کی وہ نعمتیں جو خلاق عالم نے سب کو دی ہیں زیادہ قدر کے قابل ہیں۔ پس اگر تم پارس بنا رہنا نہیں چاہتے تو مجھ سے کہو۔ لیکن دیکھو دیکھو سچے دل سے اور پکے دل سے کیونکہ ہر بار مرادیں نہیں ملا کرتیں۔

م۔ پارس کو میں پتھر سمجھتا ہوں اور پتھر بھی بیکار بالکل نکما کوڑی کام کا نہیں رہ کہہ ہی رہا تھا کہ ناک پر ایک مکھی بیٹھی اور فوراً سونے کی ڈلی بن کر زمین پر گر پڑی۔ **مایا داس** اس ماجرے کو دیکھ کر کانپ اٹھا۔

ا۔ اچھا جا۔ تیرے باغ کے نیچے جو دریا بہتا ہے اس میں غوطہ لگا۔ وہاں سے ایک گھڑا پانی اپنے ہاتھ سے لا۔ جس چیز پر یہ پانی چھڑکے گا وہی اپنی اصلی حالت پر آ جائے گی سچے اعتقاد سے سیر کیا کرے گا تو جو بگاڑ لالچ کے سبب تیرا ہوا ہے پرمیشور سب ٹھیک کر دے گا۔

مایا داس نے زمین پر گر کر ساشٹانگ ڈنڈوت کیا اور جب اٹھا تو اجنبی کو نہ پایا۔ **مایا داس** نے لپک کر ایک مٹی کا گھڑا اٹھایا۔ مٹی کا؟ نہیں نہیں۔ وہ تو ہاتھ لگتے ہی خالص سونے کا بن گیا تھا۔ گھڑا لیکر جھپٹا ہوا دریا کی طرف چلا جاتا تھا۔ بیچ میں ایک جھاڑی آ گئی اس سے جو جسم چھوا تو بیر اور پتے وغیرہ سب سنہرے۔ خیر **مایا داس** نے [illegible] جوتا اتارنا بھی بھول گیا۔ اور دھم سے دریا میں جا کودا۔ پہلے غوطہ کے بعد جو اوپر ابھرا تو ہلکا پھول ہو گیا گویا سینے میں کوئی سو من کا پتھر دھرا تھا اور اب وہ پانی میں گھل کر سانس کی راہ سے نکل گیا ہے۔ پر اتنا میں تو کھٹکی ہو گیا تھا کہ کلنک تو اب مٹا ہی۔ پھر ایک غوطہ اور لگایا۔ پھر گھڑا لیکر پانی میں ڈبویا اسی وقت اس کا رنگ بدل گیا۔ ویسا ہی ہلکا پھلکا مٹی کا گھڑا ہو گیا جیسا پہلے تھا جی خوش ہوا دریا کے کنارے آکھ کا پیڑ تھا۔ اس پر پھول کھلے ہوئے تھے **مایا داس** نے ایک پھول توڑا تو وہ سنہری نہ ہوا۔ اب اطمینان ہو گیا کہ پارس پن کا کلنک اب مجھ سے بالکل دور ہو گیا۔ گھر کی طرف پانی کا گھڑا کندھے پر رکھے چلا آتا تھا۔ نوکر چاکر دیکھ دیکھ کے حیران ہوتے کہ راجہ صاحب خود پانی بھر کے لائے اور ہم میں سے کسی کو یہ خدمت سپرد نہ کی۔ **مایا داس** نے آتے ہی لپ بھر بھر کے **مایا دیوی** کے اوپر پانی چھڑکنا شروع کیا۔ جوں جوں پانی پڑتا تھا۔ لڑکی کا رنگ روپ چمکتا آتا تھا لڑکی نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ پتا! پتا! میرے کپڑے کیوں تر کیے دیتے ہو۔ آج صبح ہی تو میں نے بدلے تھے اور تم نے خراب کر دیے۔ لڑکی کو یہ خبر ہی نہیں کہ سونے کی مورت ہو چکی تھی اور اب اتنی دیر کے بعد اپنے اصلی قالب میں آئی ہے۔ **مایا داس** نے بھی اس حال کا لڑکی سے کہنا مناسب نہ جانا بلکہ اس کو ساتھ لیا اور گھڑا اٹھا کر باغ میں لے گیا وہاں جس بیل پھول پتے وغیرہ پر پانی پڑا وہی ہرا بھرا اور سرسبز و شاداب ہو گیا۔ سب کا رنگ بدستور اور سب کی بو حسب معمول۔ لڑکی فرط طرب سے

تالیاں بجا بجا کر ناچنے لگی۔ البتہ پارس کا اثر دو جگہ باقی رہ گیا۔ اول تو دریا کی ریتی جہاں مایا داس کے قدم مبارک پڑے تھے سنہری ہوگئی اور ہمیشہ اسی رنگ میں رہی۔ دوم مایا دیوی کے بال جو پیلے ہوئے تھے اب سنہری ہوگئے انکی سنہری جھلک بڑی سہانی معلوم ہوتی تھی۔

بڑھاپے کے ایام میں مایا داس اپنی بیٹی مایا دیوی کے بچوں کو گود میں بٹھا کر کھلاتا انکے سنہری بالوں میں ہاتھ پھیر کر بڑا خوش ہوتا۔ انھیں یہ تمام قصہ ہو بہو سناتا اور کہتا کہ تمھارے بال بھی ایسے ہی ہیں جیسے مایا دیوی کے فقط

شیخ محمد اسمعیل

(حمد)

ہموارہ ورد ہو اگر اسم اِلٰہ کا — دل ہو ورود گاہ سدا مہر و ماہ کا
ہر دل کو اسم داورِ عادل کا ورد ہو — ہر اک کو اک سرور ہو حمدِ اِلٰہ کا
ہر اک الگ الگ ہو عسرِ وداعِ روح — والا اک آہ کا ہوا اک واہ واہ کا
عالم الگ ہو کہ گوارا ہر اک طرح — اللہ داد رس ہو گم کردہ راہ کا
مولا وہ رسم وطور ہمارا مدام ہو — سودا ہو سر کو دل کو ہو کام آہ آہ کا
معدوم ولولہ دل مہموم کا ہوا — درک و حواس گم ہوا گم کردہ راہ کا
ہو اسم ردِ سحر اگر کار دل مدام — مسدود سلسلہ ہو ہر اک سحر گاہ کا
ہم کو کرم کا اور ہوا آسرا دلا — حاصل ہوا سرور اگر گاہ گاہ کا
عالم کو کارگر عملِ عمدہ کار ہا — ہل ہل رہا مدام صلہ داد واہ کا
احساس اسم داورِ دادار اگر رہا — ہر اک الم رسا ہوا ہمطور ماہ کا
عسرِ سوادِ حمد اگر ورد واہ ہو — آسودہ دل ہو دم ہو گم راہ راہ کا
ہمطور مہر ہر دل آوارہ گرد ہو — سرگرم مدعا ہوا گرد ودِ آہ کا
حاصل ہر اک مراد ہو صدمہ ہو دور دور — اکرام ور رسم ہو اگر ہمدم الٰہ کا

گم کردہ عوا اس عدد ہو کلام **آشک**
ہر کوہ کو اس کو سدا کاہ کاہ کا

آشک [illegible]

غمزۂ حسن

آگئے سر کے لئے چشم شیر دیکھ کر تو ہے کس گلے نے لیے آب دم خنجر تو ہے
کون سی تیغ ہی جس تیغ کا جوہر تو ہے کون سا زخم ہی جس زخم کا نشتر تو ہے

کون سا درد ہی جس درد کا درمان ہی تو
کس کے سینے میں شرار غم پنہان ہی تو

کشور دل کا ہی غارتگر ایمان تو ہی رخنہ انداز ملت بگڑی بنیان تو ہی
بن گیا ہی شر ہستی انسان تو ہی برق خرمن ہی تو ہی شعلۂ سوزان تو ہی

آگ پانی میں لگاتا ہی شرارہ تیرا
سحر غمزہ ترا جادو ہی اشارہ تیرا

ساحری فن ہی تری چشم فسونساز ترا چشم بد دور ترا غمزۂ غماز اے حسن!
دلنوازی پہ تری عشق کو بھی ناز اے حسن ناز بیجا پہ ہی زیبندہ یہ انداز اے حسن!

ہم قربان تری عصمت دوشیزہ پہ
ہر ادا محو حیا صورت پاکیزہ پہ

اسلحے اور ہین جن سے تو کیا کرتا ہی وار نئے آلات فن جنگ کیے ہین تیار
دوہری تلوارین ہین ابروے خمیدہ ہین نار لیس ہی تیر کمان سے صف مژگان کی قطار

سر فروشون کا ہی گاہک دم پیکار تو ہی
اس نزاکت پہ ہی باندھے ہوئے تلوار تو ہی

تیرے حربے نہین ہوتے کبھی آلودہ زنگ یعنی صیقل کے ہین محتاج نہ ہے کوشش سنگ
جتنے دنیا مین ہین زینت و تاج و اورنگ رنگ کا تیری ہی ان سب سے جدا اور ہی رنگ

لب رنگین سے کبھی تو نے مین جیت لیا
زلف مشکین سے کبھی دشت ختن جیت لیا

خضر

خزینۃ الخیال

کون ہی غیر از خدا مظلوم کا فریاد رس کیا کسی کا آسرا اللہ بس باقی ہوس
کب نکلتی ہی کسی سے اہل دنیا کی ہوس اک خدا ہی کا سہارا ہی خدا والون کو بس

اہل دنیا جسطرح دنیا ہی سجن مومنین مومنون کی روح کو ہی جسم بھی مثل قفس
تو پڑا سوتا ہی اب تک قافلہ چلنے کو ہے کیا سنائی کچھ نہین دیتی تجھے بانگ جرس
اپنے بھائی کی تباہی جو چاہے اپنا نفع ٹوٹ پڑے ان پر فلک یا قہر خدا ان پر برس
دم غنیمت ہی دم ہی دم پر تو غنیمت تو سمجھ کیا بھروسا دم کا ہی بود ابھی تا رنفس
رنج ذلت سے کبھی مقصد نہ پہنچیگا تو کیون نہین جاتی ہی تیرے لیے دنیا کی ہوس
ناک جو اپنے کو سمجھے وہ ہی آلایش سے پاک نفس سے کھیلے جو خود ہی وہ دکھائے مثل خس
پائون پھیلا خوان نعمت کے مزے بار بار ہاتھ پھیلا اور پھر ایک ایک لقمہ کو ترس

ہو بری نیت تو فتنہ کا سبب رہتے ذہین
نیک نیت کیلئے زر دافع شر ہے ذہین

سر مین ہو تو ان کا ہو داد ہین تو حق کا جوش ہون اگر آنکھین تو حق بین گوش ہون تو حق نیوش
کیسا ہی اتنی تکرم بھرا ہی یہان تیرا قیام بحر عالم مین حباب سا ہی تو خانہ بدوش
ہو جزا نیکی کی نیکی اور بدی کی ہی بدی کان تو کھول اپنے غافل سن تو آواز سروش
غیر کو ابد او را اپنے آپ کو پہلے سنبھال حال دنیا آئنہ عبرت کا ہو دیکھ اہل ہوش
سچ کہا اکثر لوگ ہین گندم نما جو فروش دوستی کرنے سے پہلے آزما لے دوست کو
دیکھ بدکارون کی حالت سیکھ نیکون کا شعار چل طریق راستی پر ہی اگر کچھ عقل و ہوش
ان بھٹے لیڑون ہی مین ہوتے ہین مردان خدا دیکھ عزت کی نظر سے ان کو جو ہین خستہ پوش
عوض سن گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو اے اہل ہوش
فکر تربت کر کہ دائم ہی تجھے رہنے کا گھر موت ہی گر بہ پڑاے انسان کو تو ہی مثل ہوش

جسمین ہمدردی ہو وہ ہی لائق حرمت ذہین عیب
خود غرض جو ہو وہ کب ہو قابل الفت ذہین

پیکر حسن

نصیب طائر خوش رنگ ہی پہ پرواز نیا ہی کبک دری کی بھی چال کا انداز
فضائے دشت میں حنابل دکھلاتی ہین رنگ خرگوش طرب فزا ہی سمندر مین مچھلیون کا جوش
فرس مین تیز روی شان شاخ آہو مین مثل ہی شیر و جوانمرد زور بازو مین
نہ پائی انہین سے عورت نے ایک بھی طاقت

عطا ہوئی مگر اُس کو وہ حسن کی دولت

غزال دشت بھی دیکھے تو رام ہو جائے — ہزار جان سے ضیغم غلام ہو جائے

دلا وری پہ جوانمرد لاکھ ہوں مغرور — یہ بیٹھے جلوۂ جانان ہیں بیخود و مجبور

سفیر طاقت نظارۂ جمال کہاں

دگر نہ حسن بتان میں ہے جلوۂ یزدان

(سفیر کاکوروی)

(افسانۂ درد)

دل پژمردہ کو یارائے مسرت نہ رہا — سر شوریدہ کو سودائے محبت نہ رہا

قیس اب دشت میں آوارۂ وحشت نہ رہا — عشق لیلیٰ میں وہ پابستۂ الفت نہ رہا

خود ہی لیلیٰ نہ رہی چاہنے والا نہ رہا

جل بجھی شمع تو پروانہ شیدا نہ رہا

خم و مینا نہ رہے بادۂ گلگون نہ رہا — ملکے ٹوٹے ہوے شیشے میں بجز خون نہ رہا

بادۂ عشق کا اب کوئی بھی مفتون نہ رہا — چشم مخمور میں اب عشق کا افسون نہ رہا

جام جم چور ہوا جام سفالین ٹکڑے

خم و مینا کے پڑے ہیں سر بالین ٹکڑے

نغمے اُٹھتے نہیں خاموش ہیں تار رباب — کوئی دھیمی سی صُری بھی صدا ہے نایاب

دیکھکر عالم خاموشی نطق احباب — روتی ہے حال پہ موسیقی کے ہر دم مضراب

وسعت طرب ہوے زخمی مگر آواز نہیں

جس سے نغمے اُٹھیں باقی ہی وہ اب ساز نہیں

لذت درد سے معمور ہے افسانہ مرا — ہے اندوہ سے لبریز ہے پیمانہ مرا

محو فریاد ہے ہمدوم دل دیوانہ مرا — غم و آلام سے آباد ہے ویرانہ مرا

حسرتیں کتنی تڑپتی ہیں مرے سینے میں

مضطرب کتنے ہیں جوہر مرے آئینے میں

یاس و حرمان کا ہے ہر وقت اب لب پہ ہجوم — وقف ناکامی جاوید ہے قلب مغموم

مزرع عیش پہ کچھ ایسی چلی باد سموم — برق خرمن نے کیا گلشن ہستی معدوم

غنچۂ دل صفت لالۂ صحرائی ہے

دود آہ دل پرسوز سے سودائی ہے

نلہ بیتاب ہیں سینے سے نکلنے کے لیے — اشک طوفان اُٹھاتے ہیں اُبلنے کے لیے

دل پرشور ہے بیتاب مچلنے کے لیے — درد اُٹھتا ہے کلیجہ مرا ملنے کے لیے

ترجمۂ این قصۂ جانسوز نہ گفتن تا کے

سوختم سوختم این راز نہفتن تا کے

(محمد اکرم حیدری)

تازہ غزلیں

۱۔ نواب سید محمد اصغر حسین صاحب واقف رئیس شمس آباد (فرخ آباد)

جلوہ پہ کر غرور نہ جلوہ کئے بغیر — میں دیکھ لوں نہ تجھ کو نظارہ کئے بغیر

گھٹتا ہے دم فراق میں نالہ کئے بغیر — مرتا ہوں اپنے حال پہ نوحہ کئے بغیر

وہ نقش سنگ در ہے ترا قابل سجود — جھکے جبین گیا ہو جو سجدہ کئے بغیر

ملتی ہے انجمن میں عدو سے جب اسکی آنکھ — بن جاتی ہے زبان اشارہ کئے بغیر

حیلہ ہے اجتناب تو مرضی کہاں رہی — تجھ کو ستائے کاش وہ حیلہ کئے بغیر

ساقی کی چشم مست کا ذوق نظر غلط — دل کو حریف لذت بادہ کئے بغیر

آب اُس کی تیغ میں نہ رہی ہے رواں رہے — چمکا نہ حسن ظلم کو شیوہ کئے بغیر

دل کو ترے جفا کا چھپانا محال تھا — سینہ کو داغ ہجر کا پردہ کئے بغیر

ہے کون انتظار کی راتیں جو کاٹ لے — آنکھوں کو اپنی چشم ستارہ کئے بغیر

الزام کیوں اُٹھائے جفا ماوہ چشم شوخ — کرتے جو دل کا خون ارادہ کئے بغیر

سینہ نہیں ہے در خور افرایش آرزو — کیونکر جیوں کا دل سے کنارہ کئے بغیر

کرنی پڑی مژہ کی بھی عزت نگہ کے ساتھ — چھوٹی نہ جان دل سے کنارہ کئے بغیر

ہے اور کون آئینۂ التفات دوست — بنتی نہیں عدو کا نظارہ کئے بغیر

واقف کتاکش غم دل سے کہاں فراغ

جان حزین کو نذر زمانہ کئے بغیر

۲۔ سید علی رضا صاحب ماہر (کنتوری)

کہتے ہیں اُٹھ اُٹھ کے فتنے اُس بت طناز سے — کتنے گھر ویران ہوے ہیں اس خرام ناز سے

تار بھی جلنے لگے اُس سوز کی آواز سے ساز یہ نغمون سے کہتا ہے تو نغمہ ساز سے
دل کرشمون نے لیا ہو دل کس انداز سے ناز نے چھینا ادا نے اور ادا نے ناز سے
اپنی بازی دیکھیے پھر اُن کی آنکھیں دیکھیے مدتِ زخم وسعت مین نیم نگاہ ناز سے
بات مین جیسا نہ کہا کہتے ہیں دو دل چپکے چپکے کچھ کہا اور کچھ بلند آواز سے
پیشِ ملت دیکھ کر ارمان کا خون ہو گیا حسرتین کہتی ہین طبل کے پر پرواز سے
ضبطِ اُلفت اس کو کہتے ہین کہ دیدہ اپنی جان آشنا ہو سکے لب بھی ہون نہ اُس راز سے
کر رہی ہو باغبان کی کیون شکایت عندلیب آفت آئی ہین سب تجھ پر تری آواز سے
قتل آنکھیں کر رہی ہین اب پڑ جاتی ہو دنیا یہ وہ ناوک ہی تو کہ جاتی ہو جانباز سے
زلفِ دنیا نے سکھا مین اتر ن چالین نئی کس کا آلودہ دامن ہے دہن آواز سے
ختم شب ہین کس لیے محفل مین طعنہ اُس کا ہے
ہر کمان ماہر ہو دہ آپ کی آواز سے

۳- منشی عبدالخالق صاحب خلیق (دہلوی)

نزاکت مین تو گل بھی اُنکے لب سے کم نکلتے ہین زبان لالہ رو دل کے مگر پتھر نکلتے ہین
تجلی کی سراپا اوڑھ کر چادر نکلتے ہین تصور مین بھی کب دلکے وہ باہر نکلتے ہین
بس مردن دمیری لاش پر کیا خاک لیٹیگے جو جیتے جی مرے سایہ سے بھی بچکر نکلتے ہین
تمنا کی خلش دیتی ہے کوئی اُن ارمان دیتے یہ حسرت ہو کہ ہین ارمان دل کیونکر نکلتے ہین
پہنچتے ہین عدم سب گور کی منزل کو طے کرکے اسی رستے سے ہے راہ اہل زر نکلتے ہین
ذرا تیغ دو دم کھینچو ابھی کھل جائیگا تم پر کہ دشمن سرخرو ہوتا ہی یا ہم سر نکلتے ہین
اِدھر ہم رشک کے مارے لہو کے گھونٹ پیتے ہین اُدھر بزم عدو مین شیشہ و ساغر نکلتے ہین
مری قسمت کی یہ شام ہجران رنگ لائی ہے کہ تارے بھی فلک پر داغ دل بنکر نکلتے ہین
زمانے سے نئی طرز جفا ایجاد ہو کوئی مزا کیا اُس ستم کا جسکے ہم خوگر نکلتے ہین
سوال وصل سنکر پڑ گئے ہین بل تو چتون مین بس اب تو کوئی دم کی دیر ہی خنجر نکلتے ہین
اُنھیں اب گردش چرخ بریں در در پھراتی ہے جو اپنے گھر سے دو قدم کبھی باہر نکلتے ہین
جلانے کو مرے تقدیر چمکانے رقیبون کی وہ اکثر رات کو بنکر مہ انور نکلتے ہین
خلش نوک مژہ کی کیا مٹے گی ساتھ ہی دم کے بھلا دل سے کہین چبھتے ہوئے نشتر نکلتے ہین
طبیعت جب کبھی غواص بحر فکر ہوتی ہے
خلیق اشعار بنکر بے بہا گوہر نکلتے ہین

۴- مولوی فخرالدین احمد صاحب سفیر (کاکوروی)

ترے ہاتھون سے دم جنکے تہ خنجر نکلتے ہین وہ لے رنگین ادا بنکر پھول بن بنکر نکلتے ہین
ہمیشہ یون ہی اپنے اشک حسرت تر نکلتے ہین کہ دامان صدف سے جس طرح گوہر نکلتے ہین
شب فرقت جو دھیان آیا تری زلف چلیپا کا نکلنے کیلیے ہر سمت سے اژدر نکلتے ہین
جو ان کے عشق مین سیکھا ہمنے دین و دل کھو کر کہ جو آرام جان ہوتے ہین غارتگر نکلتے ہین
بھروسہ دوستی کا سخت مشکل ہے زمانے مین بہت یون دوست بنتے ہین مگر کمتر نکلتے ہین
چھپا رکھے تھے دل مین جو شرر آغاز اُلفت سے شب وصل آسمان پر بن کے وہ اختر نکلتے ہین
بہار آئی چمن مین پھول کلیون نے جھولے ڈالے ہین خوشی کا دور ہے تقدیر کے جوہر نکلتے ہین
گھٹائین جھومتی ہین بجلیان بیتاب ہوتی ہین نہا کر جب وہ کوٹھے پر برہنہ سر نکلتے ہین
بپا ہوتے ہین فتنے سیکڑون ایک اُنکی ہستی سے کھلے سر جب وہ زیر چرخ نیلوفر نکلتے ہین
تہ و بالا نظر آتا ہے عالم اُن کے جلوے سے قیامت ہے وہ بن ٹھنکر سر محشر نکلتے ہین
ذرا بچا ان لینا حضرتِ واعظ کو رندون مین بڑے صوفی بنے ہین جب میخانہ سے باہر نکلتے ہین
نمایان ہو یہ نقشہ جذب حسن آفرینش کا لب دریا لیے نقش شجر پتھر نکلتے ہین
سفیر اس خاکدان مین جب کوئی ٹھکرا کے چلتا ہے
لیے عبرت سر دارا و اسکندر نکلتے ہین

رباعی شاکر (میرٹھی)

بیہوش مجھے بنا گیا ہے کوئی جلوہ کی جھلک دکھا گیا ہے کوئی
حیرت کی ہین تپلیان نگاہین شاکر آنکھون مین مری سما گیا ہے کوئی

قدرشناسان العصر کی خدمت مین

اپیل

معزز معاونین العصر کی خدمت مین ہم ادب سے التماس کرتے ہین کہ اگر آپ فی الحقیقت اس عمدہ اور پاکیزہ رسالے کی قدر کرتے ہین اور اس کو ملک اور قوم کے حق مین مفید تصور فراتے ہین، تو آپ کا ملکی اور قومی فرض ہے کہ اس کی توسیع اشاعت مین دل سے کوشش فرمائیے کیونکہ اس کی مالی حالت جب خطرے مین نہین رہیگی تو ہم اس کو مفید ترین اور اعلی ترین درجے پر پہنچانے کی کوشش بآسانی کرسکین گے ہم اپنے معزز خریدارون کو اس سے زیادہ تکلیف دینی نہین چاہتے کہ ہر خریدار اسکو اپنا فرض جان لے کہ وہ العصر کے لیے دو خریدار ادر پیدا کریگا اور جبتک یہ جدید خریدار پیدا نہو جائین اس فرض سے اپنے تئین سبکدوش خیال نکرے ہم امید کرتے ہین کہ العصر کے معزز قدرشناس ہماری اس ناچیز درخواست پر تہ دل سے توجہ مبذول فرمائین گے۔

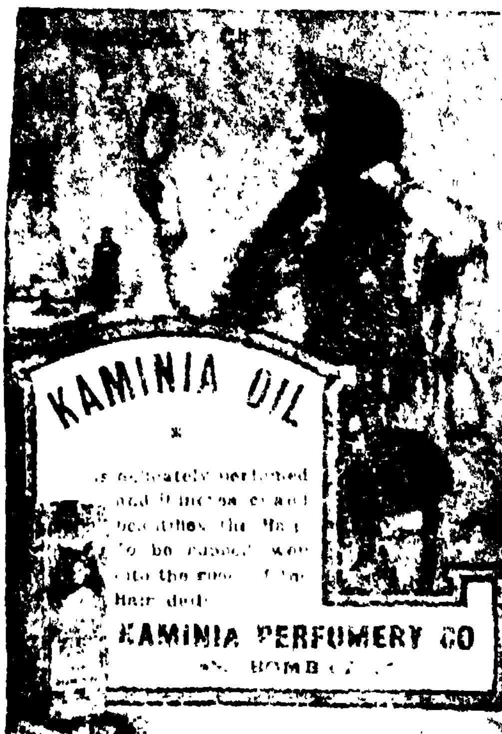
اطلاع

اکثر حضرات کئی کئی ماہ بعد پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع دیتے ہین ایسے حضرات سے گذارش ہے کہ ہر مہینے کے پرچے کے لیے اسی ماہ کی آخری تاریخ تک اطلاع دیجیے بعد کو پرچہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے تعمیل ارشاد نہین ہوسکتی اس اطلاع پر خصوصیت کے ساتھ عمل کرنا چاہیے ورنہ بعد کو قیمت لیجائے گی۔

منیجر العصر لکھنؤ

مرد عورت اور لڑکوں کے لیے سر میں لگانے کا خوشبودار تیل

(رجسٹری شدہ) **کامی نیا آئیل** (رجسٹری شدہ)



یہ تیل نہایت عمدہ اور زمانہ قدیم سے ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں سب اسی کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ یہ مفید اجزاء سے مرکب ہے کامی نیا آئیل سر پر لگانے سے دماغ کو تر رکھتی ہے اور اسی باعث طالب العلموں، وکیلوں، بیرسٹروں اور دماغی کام کرنے والوں اور جن کے سر میں درد رہتا ہے بہت مفید ہے کامی نیا آئیل سر کی ہر ایک قسم کی بیماریوں کو دور کرتا ہے اور گرتے ہوئے بالوں کو بچاتا ہے بے وقت بال سفید ہونے نہیں دیتا۔ سر کے بال نرم سیاہ و چمکدار ہو جاتے ہیں دماغ کی خشکی درد سر کمزوری وغیرہ کو دور کرتا ہے بالوں کو بڑھاتا ہے ضعف دماغ و زیادہ رنج و فکر کی وجہ سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں اور پھر بال ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں اور یہ عارضہ اکثر بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی عورتوں کو ہوتا ہے جس کے لیے کامی نیا آئیل نہایت مفید ہے نقلی تیل جو بازار میں لوگ فروخت کرتے ہیں دماغ کو نقصان پہنچاتے ہیں ایسا ضرر رسان تیل نہ خرید بلکہ ہمیشہ ہمارا اصلی کامی نیا آئیل طلب کر جس کی عمدگی کے لیے ہم کو سوکی گذشتہ نمائش گاہ سے ایک سونے کا تمغہ انعام ملا ہے۔ کامی نیا آئیل خریدتے وقت اگر کوئی دوکاندار آپ کو دوسرا تیل دے اور یہ کہے کہ اس سے سستا اور عمدہ ہے تو اس کی خریداری سے اجتناب کرو کیونکہ نقلی تیل فروخت کرنے والے زیادہ نفع کی لالچ سے خراب مال دینے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے جب خرید کامی نیا آئیل کی سر بند بوتل دیکھ لو قیمت فی بوتل عصہ سوا روپیہ خرچہ چار آنہ تین بوتل دو روپیہ دس آنہ وی پی خرچہ سات آنے۔

استعمال کرنے کی ترکیب بال اور بالوں کی جڑوں کو ہر دوسرے تیسرے روز صاف کرکے ان میں تیل کی مالش کی جائے۔

آٹو دل بہار (رجسٹری شدہ) واقعی آپ کے مزاج کے مطابق قدرتی پھولوں کا کیمیاوی طریقہ سے جوہر نکالا گیا ہے خوشبو کی پائداری اور دلربائی میں لاثانی ہے اس کے چند قطرے آپ کے رومال پر لگانے سے آپ کے گرد مہکتے ہوئے پھولوں کا باغ ہونے کا ثبوت دیں گے اچھی خوشبو کے طلبگار اس میں کفایت کا پہلو تلاش کریں اور اس میں شراب کی آمیزش نہیں ہے قیمت چھوٹی شیشی ۸ روپیہ درمیانی ۱۲ بڑی عہ محصول ڈاک علاوہ مانگ بڑھتی ہوئی فروخت دیکھ کر حریفوں نے نقل بنانا شروع کی ہے۔

ہر ایک شیشی پر لفظ "آٹو دل بہار" رجسٹرڈ دیکھ کر خریدا کریں

سول ایجنٹس اینگلو انڈین ڈرگ اینڈ کیمیکل کمپنی جامع مسجد مارکیٹ بمبئی

لکھنؤ کے لیے ایجنٹ:۔ سرکار کمپنی۔ سوداگران و دواسازان قیصر باغ۔ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ۔ ۶۰۹ [illegible]

ادب اُردو کا ماہوار باتصویر رسالہ

العصر

مرتبۂ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

قیمت سالانہ للعہ مع محصول | (جملہ حقوق محفوظ) | قیمت فی پرچہ ۸/

نولکشور پریس لکھنؤ میں منوہر لال بھارگو بی۔ اے کے اہتمام سے چھپا

لکھنؤ کی مشہور چکن و کامدانی

نام جنس	قیمت		نام جنس	قیمت	
تھان کامدانی بوٹی دار سچا	عہ سے	صہ	ٹوپی گول چکن	۴ر سے	عار
تھان کامدانی بیلدار	عہ سے	ـہ	ٹوپی پچ گوشیہ چکن	۴ر سے	عار
تھان کامدانی بیل بوٹے دار	وعہ سے	۸ار	رومال کلاں چکن	۸ر سے	عہ
ڈوپٹہ کامدانی بوٹے دار	عہ سے	عہ	رومال دستی چکن	۴ر سے	ے
ڈوپٹہ بیل بوٹے دار	۸ہ سے	صہ	پائجامہ غرارہ دار چکن	۸ر سے	عار
ساری کامدانی بیل بوٹے دار	وعہ سے	صہ	ٹوپی زردوزی دوپلی / پارچہ ادمی وساٹن	۸ر سے	صہ ر
تھان چکن وکامدانی	ے سے	عہ			
تھان چکن کامدانی بیل بوٹے دار	عہ سے	عہ	ٹوپی زردوزی گول کشتی نما / پارچہ مخمل مختلف رنگ	ے سے	وعہ
تھان چکن بوٹی دار	صہ سے	صہ			
تھان چکن بیل بوٹے دار	صہ سے	صہ	**لکھنؤ کی پختہ فردین و لحاف**		
ٹکڑا چکن بقدر ۳ گز	ٹ سے	وعہ	لحاف مختلف قسم ووضع	للعہ سے	وعہ
ساری چکن	عار سے	عہ	فردرضائی مختلف قسم ووضع	ہے سے	وعہ
ڈوپٹہ چکن زنانہ ومردانہ	۸ سے	صہ	پلنگ پوش مختلف قسم ووضع	۸ر سے	صہ
ڈوپٹہ چکن وکامدانی زنانہ ومردانہ	عار سے	صہ	چادر چاندنی سے چھپی ہوئی ہر رنگ	صہ سے	صہ
کرتے چکن پان کنٹھے کے	عہ سے	عا	نوٹ - تھان کا عرض عموماً ایک گز سے ۱/۴ اگز تک اور		
کرتے چکن پرتتن	۸ر سے	ے	طول ۱۰ گز ہوتا ہے - ساریاں ۱/۴ اگز عریض اور ۵ و		
ٹوپی دوپلی کامدانی	۸ر سے	للعہ	۶ گز طویل ہوتی ہیں - ڈوپٹہ مردانہ ۱/۴ ۲ گز زنانہ ۳ گز		
ٹوپی دوپلی چکن	۲ر سے	عار	کے ہوتے ہیں - محصول و پیکنگ ذمہ خریدار		

جملہ خط وکتابت بنام منیجر محمد دین یونین ایجنسی (محلہ لاٹ کلن) لکھنؤ ہونا چاہیے -

	عطریات و روغن خوشبودار					تمباکو خوردنی خوشبودار
نام عطر	قسم اول	قسم دوم	قسم سوم	قسم چہارم	قسم پنجم	تمباکو مشکی قسم اول فی سیر ـہ
روح گلاب	سہ	سہ	•	•	•	تمباکو مشکی قسم دوم فی سیر ـہ
عطر گلاب	عـہ	عـہ	صہ/	۲ـہ/	عـہ	تمباکو مشکی قسم سوم فی سیر ـ
روح خس	صہ/	للعہ/	•	•	•	تمباکو مشکی قسم چہارم فی سیر للعہ/
عطر خس	۲ـہ/	عـہ/	عہ/	•	•	تمباکو قسم پنجم فی سیر ...
عطر حنا	للعہ/	ہے/	۲ـہ/	عـہ/	عہ/	تمباکو قسم ششم فی سیر ...
عطر موتیا	للو/	ہے/	۲ـہ/	۲ـہ/	عہ/	(تمباکو آٹھ دس سیر سے کم روانہ نہوگا)
عطر شمامة العنبر	صہ/	•	•	•	•	گولی طلائی فی تولہ ...
عطر چنبیلی	ہے	صہ/	للعہ/	ہے/	۲ـہ/	گولی نقرئی فی تولہ ...
عطر جوہی	۲ـہ/	عـہ/	عہ/	•	•	گولی بلاورق فی تولہ ...
عطر کیوڑہ	للعہ/	ہے/	۲ـہ/	عـہ/	عہ/	قوام مشکی فی تولہ ...
عطر اگر	سہ/	صہ/	للعہ/	ہے/	•	قوام زعفرانی فی تولہ ...
عطر باسٹری	ہے/	۲ـہ/	عـہ/	عہ/	•	کنبہ خوشبودار قسم اول
عطر برگ حنا	۲ـہ/	•	•	•	•	فی سیر ...
عطر عروس	۲ـہ/	عـہ/	•	•	•	کنبہ خوشبودار قسم دوم
عطر شہناز	۲ـہ/	عـہ/	•	•	•	فی سیر
عطر چمپا	۲ـہ/	عـہ/	عہ/	•	•	چکنی ڈلی فی سیر ...
عطر ناگکیسر کمند	صہ/	ہے/	•	•	•	سستی کی لاچی فی صدی ...
عطر سونا	۲ـہ/	عـہ/	عہ/	•	•	کنگھی پھنگ زنانہ و مردانہ
عطر زعفران	ہے/	۲ـہ/	•	•	•	فی ...

جملہ فرمائشات بنام منیجر محمڈن یونین ایجنسی لکھنؤ (محلہ لاٹ کلن) آنی چاہیے۔

نام عطر	قسم اوّل	قسم دوم	قسم سوم	قسم چہارم	قسم پنجم	تمباکو کشیدنی خوشبودار
عطر بیلا	ے ر	عہ ر	عہ ر	عہ ر	.	تمباکو خمیرہ قسم اول فی سیر عہ ر
عطر [illegible]	للعہ ر	ے ر	عہ ر	عہ ر	.	تمباکو خمیرہ قسم دوم فی سیر عہ ر
عطر ہار سنگھار	عہ ر	عہ ر	عہ ر			تمباکو خمیرہ قسم سوم فی سیر ۸ ر
عطر مجموعہ	عہ ر	عہ ر	عہ ر	.	.	تمباکو خمیرہ قسم چہارم فی سیر ۶ ر
عطر گل	عہ ر	عہ ر	.	.	.	تمباکو خمیرہ قسم پنجم فی سیر ۴ ر
عطر فتنہ	ے ر	عہ ر	عہ ر	۲	.	یہ تمباکو آدھ سیر سے کم نہ روانہ ہوگا
عطر سہاگ	عہ ر	عہ ر	عہ ر	.	.	انگشتری سادے کاری فی ۲ سے
عطر نرگس	للعہ ر	ے ر	عہ ر	عہ ر	عہ ر	۴ تک۔
روغن بیلا فی سیر	عہ ر	للعہ	ے	عہ ر	.	ٹک کی کیل طلائی فی عہ
روغن چنبیلی فی سیر	ے ر	سہ ر	للعہ	ے	عہ ر	سے عہ تک
روغن حنائی سیر	ے ر	للعہ	عہ ر	.	.	لونگ طلائی فی ۲ ر سے عہ
روغن کیوڑہ فی سیر	ے ر	للعہ	عہ ر	.	-	خلال چاندی کے نہایت
روغن گیسو دراز فی شیشی	۱۲ ر					خوبصورت ۸ ر سے عہ ر
عرق بید مشک فی بوتل	۱۰ ر	عہ ر				علاوہ اسکے ہر قسم کے
عرق کیوڑہ فی بوتل	ے ر	عہ	عہ ر			زیورات نقرئی و طلائی
عرق الائچی خورد	عہ ر					نیز گوٹہ و ٹھپہ وغیرہ ہمارے
عرق گلاب فی بوتل	ے ر	عہ ر	عہ ر			ذریعہ سے بکفایت ملسکتے
عرق بہار	عہ ر					ہیں۔ کم سے کم چہارم قیمت
محصول و پیکنگ ذمہ خریدار						پیشگی آنا چاہیے۔

ہر فرمائش کے ساتھ چہارم قیمت پیشگی آنا ضروری ہے۔ بقیہ کا ویلو کیا جائیگا۔

جملہ خط و کتابت بنام منیجر محمڈن یونین ایجنسی (محلہ لاٹ کلن) لکھنؤ ہونا چاہیے۔

قواعد وضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر مہینہ کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔
(۲) اس سالکی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے اور ممالک غیر سے ؎ہ ۸/ مع محصول ہر ۶ مہینہ کی نا ممکن ہے۔
(۳) نمونہ کے لیے ۸/ آنا چاہیئے مفت نہیں ملے گا۔
(۴) خریداری کے لیے تفکی قیمت آنا ضروری ہے مابعد کو حساب نہیں۔
(۵) خط وکتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضروری دینا چاہیئے۔
(۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔
(۷) ترسیل زر درخواست خریداری اور جملہ انتظامی امور کے متعلق خط وکتابت بنام منیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیئے
(۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ ریویو کے لیے کتابیں بمبادلہ کے لیے اخبارات و رسائل بنام منشی پیارے لال صاحب شاکر ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں۔
(۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالٹکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا۔ ناتمام مضامین بھی نہ لیے جائیں گے۔
(۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا مگر اس میں اعلیٰ تکمیل مضامین کی تخصیص ہے۔

منیجر پبلشنگ کمپنی منیرو ایسیس لکھنؤ (۱۰/۵)

العصر

جون سنہ ۱۹۱۷ء

جلد ۶ — نمبر ۶

فہرست مضامین

تصاویر (۱) اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ (۲) مہاراجہ صاحب بیکانیر دام اقبالہ (۳) اعتبار الملک جناب مضطر (خیر آبادی)

شکریہ - حضرات ذیل کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنہوں کے توسیع اشاعت کے ذریعہ سے العصر کی امداد فرمائی دیگر معاونین کی توجہ درکار ہے۔

نواب نصیر حسین خانصاحب خیال - - - ۳- خریدار
پروفیسر ایل صادق - - - ۱ خریدار
حکیم حبیب الرحمن صاحب - - - ۱- خریدار

سرمایۂ عمر چودھری دیبی پرشاد بلگرامی

نام ادویات	قیمت	نام ادویات	قیمت
معجون کایا پلٹ مقوی باہ		اگر بار بار یہ ا اور زیادہ پیشاب ہو فی پکیٹ	۲ر
بال سیاہ کرے جسم موٹا کرے بھوک چمکے		لعوق خشخاش ڈنگ چشم و چہرہ	
ہضمی خون خواہش نفسانی زیادہ کرے		صاف کرے۔ فی تولہ	۸ر
جسم کو موٹا اور شکن دور کرے سنگار کھے		لعوق بھوانی مفید سل وق ہے	
قوت بینائی زیادہ کرے بجا دم کرنے فی تولہ	۸	خون آنا فی چھٹانک	۱عمہ
مرہم کشتہ ملا سی فی ڈبی	عہ	لعوق دیبی محافظ صحت بچون کی	
مرہم چھاجن فی ڈبی سلان (ہ) خود	۵ر	واقع برودت معدہ مقوی معدہ سیلان	
طلاتریاقی جو شخص پیدائشی نامرد ہیں یا		آب دہن ہاضم خوراک سو ماشہ فی تولہ	۲ر
مین باعث زیادتی یا کمی صحت یاس		لعوق کھٹن کھن مقوی دماغ	
غلط کاری سے بالفعل وہ ہو گیا ہو شرتی	سے	ودوران سر روغنی چشم مقوی و درد کمر	
نامرادون کو اولاد دینے والا		کو طاقت دے، رنگ چہرہ جسم مٹائی	
ہو اس قیمت فی پکیٹ	۲ر	زیادہ کرے معاون حافظہ و طاقت	
بال لما سلیت مین منٹ مین تمام عمر کو		ضعیفان طالب علمان پہلوانان کو مفی	
رفع ہو فی پکیٹ	۲ر	تمام سکنے والے کو مفید خوراک تو فی سیر	سے
آئینہ سلیمانی پرچہ ترکیب ملاحظہ کیجئے فی عدد	۸ر	بلیک کیور پکس	سے
گولی مرچ سفید تخمہ سفید بدہضمی		قوت باہ ایک ہفتہ کے استعمال سے	
قبض نکالنا مثلا قولنج بادش درد شکم سو		بکثرت ہوتی ہے فی چھٹانک	۸ر
بخار ہیضہ پیش کھٹی ڈکار جلن سینہ منہ میں		کرشمہ حب تین ماشہ ہر روز کھانے سے	
پانی بھر آنا ضعف ہاضمہ سست کھانسی نصیبا	عمہ	اگر ایک مرتبہ سابقہ ہو گیا تو پیچھا چھٹ لینا	
منجن دندان ہلتے دانتون کو جمادے		دشوار ہوگا فی چھٹانک	۸ر
و دندان خون آنا کرم گندہ دہنی منائی تیم		سفوف فتق آلی خواہ مخبی پکیٹ	۴ر
ہر قسمی کو رفع کرے اونکو مثل موتی کے چمکا دیتا ہے	۴ر	روغن فتق فی شیشی	عہ
ورم رحم جو باعث رطوبت یا بند لی		و ڈھلا بینہ ایستادہ کرے پکیٹ	۱ر
سے ہو پکیٹ	۲ر	روغن کنھیا فی شیشی	۸ر

کیون جناب یہ انسٹھ السر سال تمام و تجربہ ادویات شہرۂ آفاق ہو گیا ہے صرف ضرورت یاد دہانی ہے ضعف ٹکٹ پہ فہرست مع تشخیص ترکیب طلب کر سکتے ہیں

چودھری دیبی پرشاد بلگرامی سگنگا پرشاد روڈ کوٹھی لال پڑہ لکھنؤ

برکات عثمانیہ

المعروف بہ

مخزن ادویہ جدیدہ

یعنی

ڈاکٹری نئی ادویہ کا مبسوط و مکمل مخزن

عالیجناب سید عبدالرزاق صاحب ایم ایس سی آئی (لندن) ممبر برٹش فارماسیوٹیکل کانفرنس نے سالہا سال کی محنت اور ڈاکٹری انگریزی کتب کے وسیع مطالعہ سے ایک بہترین مجموعہ برکات عثمانیہ المعروف بہ مخزن ادویہ جدیدہ تالیف کیا جس مین کیمیائی، نباتی، جمادی، حیوانی، ایجینٹ ادویہ ساختہ حکمائے یورپ اور اُن کے ترکیبی اجزا افعال وخواص طریق استعمال مقدار خوراک کا مفصل بیان ہے اور آخر مین ایک فرہنگ بطور ضمیمہ جسمین ڈاکٹری اصطلاحات کے ساتھ موقع بہ موقع یونانی طبی مترادفات سے صحیح تطبیق کی گئی ہے اور علاوہ ازین بعض کثیر الاستعمال ادویہ کی طبی تاریخ نہایت شرح وبسط کے ساتھ درج ہے غرض ادویہ جدیدہ کی ایک جامع ومانع بے نظیر اور اپنے ڈھنگ کی پہلی کتاب ہے۔ اطبا یونانی اردو دان ڈاکٹر کمپونڈر وغیرہ سب کے لیے ازبس مفید ہے ادویات کے نام انگریزی حروف اور اُن کا تلفظ اُردو مین دیا گیا ہے اسماء ادویہ کی ترتیب بدیع الزمنی ان کو اُردو حروف تہجی کے لحاظ سے لکھا گیا ہے بنظر سہولت اور استفادہ ناظرین کتاب ادویہ مندرجہ کی فہرست بلحاظ افعال وخواص شامل ہے طرز بیان سلیس و آسان مطالب عام فہم بہرحال اسکی خوبیان دیکھنے سے تعلق رکھتی ہین کاغذ دبیز چکنا، لکھائی چھپائی عمدہ تعداد صفحات (۱۴۰۶) باوجود ان تمام خوبیون کے مولف نے محض عوام الناس کے فوائد پر نظر رکھکر قیمت بہت کم رکھی ہے یعنے بلا جلد عمہ روپیہ سکہ کلدار اور مجلد سے روپیہ

فرمائش کنندہ حضرات اپنا نام مع پتہ صاف تحریر فرمائین۔

محصول ڈاک ذمہ خریدار ہوگا

منیجر سید عبدالرزاق اینڈ کو چارکمان حیدرآباد (دکن)

زبان اُردو کا نادر و نایاب ذخیرۂ کتب

علوم طبعیہ کی تاریخ ۔ علوم طبعیہ کی اُن تمام دریافتون اور ایجادون کی تشریح جو ساتوین صدی قبل مسیح سے لیکر انیسوین تک وقتاً فوقتاً عمل مین آتی رہی ہین۔ مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہو کہ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتون اور ایجادون مین کیا کیا حصہ لیا۔ نہایت مفید اور ضخیم کتاب ہو مضامین کی وضاحت کے لیے صدہا تصویرین دی گئی ہین۔ قیمت ہر دو جلد عہ مجلد عہ

عجیب و غریب صدی ۔ مسٹر الفرڈ رسل والس کی ونڈرفل سنچری ریڈر کا اُردو ترجمہ اس کتاب کو عجائبات روزگار کا میوزیم (عجائب گھر) کہنا چاہیے جس مین وہ تمام باتین بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہین جو انیسوین صدی مین حکمت نے ایجاد یا تحقیق نے ظاہر کی ہین۔ حرارت روشنی اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دنیا مین کیے ہین وہ عالمانہ طور پر اس کتاب مین مندرج ہین۔ علاوہ ازین آتش فشان پہاڑون اجرام فلکی علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائے گئے ہین۔ حجم ۲۰۰ صفحات قیمت ۹ر مجلد ۱۳ر

سورج چاند ستارے ۔ اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہو جسمین چاند سورج، ستارون، سیارون، دمدار تارون، ٹوٹنے والے تارون کی زمین سے دوری، ان کی وسعت، جسامت، باہمی تعلقات، گردش، کیفیت، اثرات، روشنی، حرارت، برودت وغیرہ معمولی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتین بیان کی گئی ہین جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہین۔ زمین پر رہ کر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائین۔ حجم ۲۰۰ صفحات قیمت صرف ۸ر مجلد ۱۲ر

حیات شمع ۔ جسمین شمع کی لو، روشنی، شمع کے لیے ہوا کی ضرورت، شمع کے جلنے سے کون کون اغیار پیدا ہوتی ہین، شمع کے جلنے اور عمل تنفس کی مشابہت، کوئلہ، کوئلہ کی گیس، کاربونک ایسڈ، ہیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص اور وزن وماہیت وغیرہ کے حالات درج ہین قیمت ۶ر

پھولون کی کہانی ۔ جسمین پھول کے اعضا، افعال و خواص، بناوٹ

اصطلاحی نام وجہ تسمیہ تولید شادی بیاہ کرنے، کھانے پینے رہنے سہنے وغیرہ کے مفصل اور باتصویر حالات درج ہین قیمت ۸ر

مشرق کی نابود شدہ تہذیب ۔ کتاب کیا ہو ایک عبرت کا دفتر ہو یا یون کہو کہ مشرق کی نابود شدہ تہذیب کا ہو بہو مرقع جسمین یہان کی نہایت قدیم قومون کے عروج و زوال کی تصویر صاف صاف نظر آتی ہو۔ نہایت قدیم اقوام مثلاً فنیکی، حتی، بابلی، خالدی، اسوری، عرب، ایرانی، مصری، یہودی وغیرہ کے وہ تمام دلچسپ اور تاریخی حالات قلمبند کیے گئے ہین جو تہذیب و شائستگی کا مسلمہ معیار سمجھے جاتے ہین قیمت ۶ر

اصول پالٹکس ۔ تعریف نام سے ظاہر ہو جو لوگ پالٹکس سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہین مناسب ہو کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھین۔ قیمت ۱۰ر مجلد عمر

فلسفۂ الوہیت ۔ یعنی سریمد بھاگوت گیتا مع ترجمہ و تشریح مؤلفہ لالہ بہادر پنڈت جانکی ناتھ صاحب مدن دہلوی حجم ۲۰۰ سے صفحات۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ دبیز، توضیح مطالب کے لیے متعدد رنگین نقشے بھی شامل کیے گئے ہین۔ طبع چہارم۔ مجلد قیمت عمر

اپنشدون کی تعلیم ۔ اس کتاب مین اپنشدون کا مذہب یعنی خدا، انسان، دنیا کی پیدائش، قائمی اور انتہا، انسان کی موجودہ اور آئندہ حالت اور بندھ اور موکش کا بیان ہو۔ قیمت عمر مجلد عمر

ویدون کی تعلیم ۔ انگریزی کی مشہور و معروف کتاب ٹیچنگ آف دی ویداز کا ترجمہ قیمت مجلد ۱۴ر

خدا کی ہستی ۔ انگلستان اور امریکہ کے مشہور عالمان علم الٰہی کی نادر اور مستند تصنیفات کا اتخاذ، عبارت نہایت سلیس اور عام فہم قیمت مجلد ۱۲ر

حدیقۃ الاخلاق ۔ اکانومی آف ہیومن لائف کا اُردو ترجمہ اس کتاب کی نصائح موتیون مین تولنے کے قابل ہین۔ تقریباً تمام مہذب زبانون مین اس کا ترجمہ ہوچکا ہو۔ ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہو۔ لڑکون اور لڑکیون کے لیے یہ ایک اچھا انعام ہو۔ قیمت ۱۲ر مجلد عمر

ہوائی کرہ کے عجائبات ۔ اس کتاب مین ہوا کی وہ پُر راز باتین جو مدت

دلچسپی کے ساتھ بیان کی گئی ہین جنکا جاننا نہایت ضروری ہی قیمت ۲ ر

تاریخ مذاہب۔ اس مین مذہب کی ابتدا و ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی اور اسوریہ مصر اور چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہی قیمت ۸ ر مجلد ۱۰ ر

قدمائی حکمت۔ لارڈ ایولین کی مشہور و معروف کتاب وزڈم آف دی انشنٹس کا ترجمہ۔ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ ہی قیمت ۸ ر

مشاہیر عالم۔ دنیا مین جو مشہور شخص گذرے ہین اس کتاب مین انھین کا تذکرہ درج ہی۔ یہ مجموعہ بیحد مفید اور تعلیم بخش ہی اس کے مطالعے سے نوجوانون مین ہمت اور نام کے کامون کی تحریک و تشویق پیدا ہوگی قیمت ۸ ر

طالبان حق۔ اس کتاب مین روم کے تین مشہور و معروف فلاسفرون یعنی (۱) سنیکا (۲) ایک ٹیٹس اور (۳) مارکس اوریلس کے حالات زندگی اور نصیحت آمیز اقوال درج ہین نہایت دلچسپ و سبق آموز کتاب ہی قیمت مجلد ۱۲ ر

جان ہلیفکس جنٹلمین۔ اس کتاب مین ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہین کہ کیونکر وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے باعث ترقی کرکے دولتمند ہوگیا۔ نوجوانون کے لیے نہایت مفید ہی قیمت ہر دو جلد عہ مجلد عمہ ر

مصر کی کایا پلٹ۔ سر آکلنڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ۔ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہی حجم ۴۰۰ صفحے قیمت مجلد عمہ ر

عطر سخن یا جذبات مسلم۔ دور جدید کے مشہور شعرا یعنی مولانا حالی۔ ڈاکٹر اقبال مولانا شبلی، مولوی ظفر علی خان وغیرہ کی قومی اور مذہبی نظمون کا نہایت دلکش و دلپسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتب خانہ مین رہنا ضروری ہی۔ اگر یہ نظمین بچون کو حفظ کرا دی جائین تو اُن کے دلون مین قومیت کے جذبات خوب راسخ ہوجائین گے قیمت عہ ر

حیات داغ۔ حضور نظام دکن کے اُستاد ملک الشعرا حضرت مرزا داغ فصیح الملک کے مصور حالات اور کلام کا انتخاب قیمت ۶ ر

اکسیر سخن۔ مہاکوی کالیداس کی موسمی نظمون (رتو سنگار) کا اردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع مین ملک کے مشہور افسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہی جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی۔ مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر بالقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کیگئی ہی اور آپکی تصویر بھی شامل ہی نیز ان نظمون کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی تصویر بھی کتاب کے شروع مین لگائی گئی ہی یہ کتاب اس قابل ہی کہ ہاتھون ہاتھ خریدی جائے بہت کم نسخے اب باقی ہین قیمت ۶ ر

قاسم و زہرہ۔ منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہین شروع سے آخر تک زبان کی سلاست خیالات کی پاکیزگی طرز ادا انتہا کا دلآویز۔ شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہی فقرے چست لطیفے برجستہ باینہمہ کلیۃً حکیمانہ مذاق سے خالی نہین معاشرت کے سین بلکل فطرت کے نقشے ہین نیچرل کیفیات و جذبات مین سراپا ڈراما ڈوبا ہوا ہی قیمت ۸ ر

عالم خیال۔ حضرت شوق قدوائی کی ایک بے اضافت و بے مثل اردو نظم جو پبلک سے خلعت قبول حاصل کرچکی ہی۔ چار رنگون کے ساتھ چھاپا عالمانہ ریویو بھی شامل ہین۔ نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہی شروع مین ایک محو خیال عورت کی نادر تصویر چسپان کیگئی ہی جو اسی کے لیے ایک چابکدست مصور نے بنائی ہی قیمت ۱۰ ر

برکات سلطانی یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف۔ شروع مین سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چسپان کی گئی ہی۔ لڑکیون اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہی قیمت ۶ ر

کلام محروم۔ یعنی منشی تلوک چند صاحب محروم کی اخلاقی ادبی اور نیچرل نظمون کا قابل قدر مجموعہ۔ شاعرانہ تخیل کی رنگینی انداز بیان کی شیرینی مناظر قدرت اور واقعات عالم مین نگاہ نتائج جو کی باریک بینی ہر جگہ قابل داد و تحسین ہی۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس کتاب کی اشاعت پر دو سو روپے انعام مصنف کو عطا فرمایا ہی اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دو سو نسخے خرید فرمائے ہین۔ آپ بھی ایک نسخہ منگا کر ملاحظہ فرمائین۔ قیمت ۱۲ ر مجلد عمہ ر

کفایت شعاری۔ ڈاکٹر اسمائلز کی پاکیزہ اور قیمتی تصنیف تھرفٹ کا سلیس اردو ترجمہ جسمین کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا گیا ہی اور محققانہ بحث کیگئی ہی۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب۔ آپ کے کتب خانہ مین اگر اس کتاب کی کمی ہی تو فوراً طلب فرمائیے قیمت ۸ ر



اعلیٰ حضرت سکندر شوکت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی رستم دوران افلاطون زمان
سپہ سالار مظفر الممالک فتح جنگ حضور پرنور
ہز ہائنس نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ
جی-سی-ایس-آئی سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

العصر

ہندسہ کی تاریخ

علوم وفنون قدیم مین شاید ہندسہ سب سے پرانا علم ہے۔ یہ لینا نہایت دشوار ہے کہ اسکی ابتدا کس زمانہ مین، کس ملک مین، اور کس آدمی کے وسیلہ سے ہوئی تھی۔ کسی قسم کے معتبر تاریخی کوائف موجود نہین ہین، جن سے اسکی ابتدائی تاریخ پر روشنی پڑے۔ صاحب فکر اس امر کو تسلیم کرین گے کہ عقل انسانی کی ابتدائی مصروفیتون اور کوششون کا پتہ لگانا ناممکن کے قریب قریب ہے۔ جس وقت انسان صفحۂ ہستی پر نمودار ہوا، اور اُس نے موجودات ارضی وسماوی پر پہلے پہل نگاہ ڈالی، تو اُس کے دل مین کیسے کیسے خیالات، کیسے کیسے ولولے، اور کیسی کیسی اُمنگین پیدا ہوئی تھیں! اور اُنھیں اُس نے کس طرح ظاہر کیا تھا؟ آیا حروف میں بند کیا تھا، یا صرف زبانی تحسین اور واہ واہ پر اکتفا کی تھی؟ ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش بالکل بے سود ثابت ہوگی؛ البتہ تصور سے کام لیا جاسکتا ہے۔ جب ہم کسی ایسی شے کو دیکھتے ہین جو ہمارے مشاہدہ مین پہلے کبھی نہ آئی ہو، اور نہ اُسکا کبھی ذکر سُنا ہو، اُس وقت جو خیالات ہمارے دل مین اُٹھتے ہین، وہی ابتدائی انسان کے ذہن مین بھی نزول پذیر ہوے ہون گے۔

قدامت ہندسہ کی بابت تاریخی شہادت آثار قدامت سے جو ایشیاے کوچک، ایران، مصر، میکسیکو وغیرہ ملکون کے پُرانے شہرون کے کھنڈرون سے برآمد ہوے ہین، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم بعید مین کئی قومون نے تمدّن مین معتدبہ ترقی کی تھی۔ چاہے اُن کی ترقی بیسوین صدی کی ترقیون کے مقابلہ مین پاسنگ بھی نہ ہو، مگر اُن قومون نے اپنی اپنی ہمت کے مطابق علوم وفنون کو ترقی دینے کی کوشش کی تھی؛ اور وہ اُسکے نشان اور ثبوت پیچھے چھوڑ گئے ہین جو آثار قدیمہ کے محققون کی کوششون سے بہم پہنچ رہے ہین۔

اہل مصر ہم صرف تاریخی کوائف کی شہادت پر علم ہندسہ کی ابتدا

اور اسکی ترقی ایک خاص قوم سے منسوب کرینگے، جس سے بعد ازان اور قومون نے سیکھا اور اُن کی دماغی کوششون سے اسے نشو و نما حاصل ہوئی۔

ہندوؤن کے تمدن کی قدامت ہنوز ثابت نہین ہوئی ہے جو کچھ ثابت ہوا ہے اُسکی بنا پر ہم اپنے تئین زمانہ قدیم کی قدیم ترین قوم نہین قرار دے سکتے۔ مگر مصر و بابل کے پُرانے تاریخی کوائف اور قدیم زمانہ کی یادگارین اُن قومون کے نہایت پُرانے تمدن پر معقول روشنی ڈالتی اور معتبر شہادتین پیش کرتی ہین۔ اس لیے اگر اہل مصر سے علم ہندسہ کی ابتدا منسوب کی جائے، تو غیر مناسب نہوگا منتھو قدیم زمانے کا ایک نہایت ہی مشہور مصنف تھا جو مسیح سے تقریباً تین سو سال پیشتر ہو گزرا ہے۔ ہینی طس کے سورج دیوتا کے مندر کا پجاری اور مصری برہمنون کے جماعتون کا پردھان تھا۔ یونانی زبان اور دیگر علوم و فنون کا جو اس زمانہ مین مصر یا اُسکے قرب و جوار کے ممالک مین رائج تھے ماہر تھا۔ اُس نے طالمی فلاڈلفس ثانی کے حسب فرمائش "تاریخ مصر" قدیم زمانہ سے لے کر اس بادشاہ کے عہد تک مرتب کی تھی۔ اس مین اُس نے اکتیس (۳۱) شاہی خاندانون اور تین سو ستر (۳۷۰) بادشاہون کے حالات قلمبند کیے تھے۔ اسکے بیان کی رو سے پہلا مصری بادشاہ جس کا نام مینس تھا سنہ ۵۰۰۰ ق م مین تخت نشین ہوا تھا۔ اُس نے بالائی اور نشیبی حصص مصر کو متحد کر کے حکومت کی تھی۔ اسی مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہرام مصر یہ چوتھے خاندان کے ایک بادشاہ نے تعمیر کیے تھے، جس کی تصدیق نیول صاحب کی دریافتون سے ہوگئی ہے۔ یہ چار ہزار سال قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ پروفیسر فلنڈرز پیٹری نے جو انگلستان کے ایک مشہور محقق ہین اور مصری یادگارون اور آثارون کے بھی بڑے ماہر سمجھے جاتے ہین، شاہی مقبرون کو کھودا ہے، اور وہان سے کئی عجیب چیزین نکالی ہین جن کی بنا پر وہ کہتے ہین کہ مصر کے پہلے بادشاہ نے تقریباً سنہ ۵۵۰۰ ق م مین حکومت کی۔ گیارھوین شاہی خاندان کے بادشاہون کا زمانہ حرفتی ترقیون کے سبب سے بہت ہی مشہور سمجھا جاتا ہے۔ اسکے تیسرے رکن امینم ہات ثالث نے کئی عجیب عمارتین تعمیر کرائی تھین۔ اُس نے صحرا مین ایک مصنوعی جھیل بھی بنوائی تھی جس مین نیل سے کاٹ کر نہرین ڈالی گئی تھین۔ اسکے کنارے پر ایک مربع نہایت عالیشان عمارت بنوائی تھی جو بھول بھلیون کا محل تھا۔ پتھر کا تھا۔ قرن الحجر جدید اور قرن الحجر قدیم کی کئی چیزین قاہرہ کے مشرق سے نکلی ہین۔ مثلاً پروفیسر ہینز نے چند برس ہوئے قاہرہ کے قرب مین ایک پُرانا کارخانہ دریافت کیا تھا جہان قدیم زمانہ مین چقماق وغیرہ کے سنگین اوزار اور ظروف بنتے تھے۔ جبل السلسلہ متصل طیبہ مین جنرل پٹ ریورس اور پروفیسر ہینز نے زمین کے چند فٹ اندر سے پتھر کی بنی ہوئی اشیا دوران تحقیقات مین نکالی تھین۔ ان کی نسبت کیمبل صاحب جو جنرل پٹ ریورس کے ہمراہ تھے لکھتے ہین "یہ چیزین مصری مندرون اور یادگارون سے بھی پُرانی ہین۔" یہ آثار و علامات تمدن مصری کی قدامت پر دلالت کرتے ہین جو عالمان آثار قدیمہ کی رائے مین چھ اور بارہ ہزار سال کے مابین ہے۔

اہل بابل | براسوس شہر بابل مین تقریباً پونے تین سو سال قبل از مسیح، بلیس یا بیل دیوتا کے مندر کا پجاری تھا۔ یہ شخص بڑا مشہور فاضل تھا۔ کئی زبانون کا ماہر تھا بابل، اکاد، اسود اور قرب و جوار کے ملکون کی تاریخ اور علوم سے بھی واقف تھا۔

---

۱ بحوالہ سیموئل لینگ "ابتدا حال انسان" ۵۲ تیموری وری جنز صفحہ ۷، مصنفہ ایس لینگ۔

اُس نے ڈھائی سو سال قبل مسیح مین ایک تاریخی کتاب مرتب کرکے انطیاکس اول کے نذر کی تھی جس کا نام "چلدکہ" یعنے "ملک کلدیہ" تھا۔ اس مین اُس نے بابل اور نینوہ کی نہایت قدیم زمانہ کی تاریخ بیان کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن دونون ملکون مین ایک بہت قدیم زمانہ مین علوم وفنون کا چرچا تھا اور اُن مین بہت ترقی ہوئی تھی۔ جیسے منطو کے بیانات قدیم زمانہ کی مصری یادگارون اور کتبون اور نیز یونانی مورخون مثلاً ہرداطوس اور دیودرس سے ہوتی ہے، اسی طرح بیراسوس کے بیانات کی خط میخی کے کتبون اور خشتی کتابون کے بیانات سے جو بابل اور نینوہ کے کھنڈرون سے برآمد ہوئی ہین، اور نیز قدیمی یادگارون سے، پوری تائید ہو گئی ہے۔

اس بحث سے یہ دکھانا منظور ہے کہ مصر اور کلدیہ و اسوریہ کے کتبون اور یادگارون اور دیگر تاریخی کوائف سے بہت قوی شہادت اس قیاس کو تقویت دینے کے لیے موجود ہے کہ وہان ایک نہایت قدیم زمانہ مین علوم وفنون کو بہت رونق حاصل ہوئی تھی، اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا محال نہین ہو سکتا کہ علم ہندسہ کی مصر مین ابتدا ہوئی تھی۔

کلدانی ہندسہ — بعض عالمون کا یہ خیال ہے کہ ابتداءً ین جو قوم دریاے دجلہ اور فرات کے کنارون پر آباد تھی اُس نے حساب اور ہیئت مین سب سے پہلے ترقی کی تھی۔ اسوریہ اور بابل کی قدیم یادگارون کی بناوٹ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہان علم ہندسہ کا کچھ رواج تھا کیونکہ وہ اسکے وسیلہ سے آنے والے واقعات کی پیشین گوئی کیا کرتے تھے۔ وہان کے باشندے رمل کے بڑے شائق تھے۔ وہ زمین پر شکلین بنا کر زائچے وغیرہ تیار کرتے تھے جس سے رفتہ رفتہ خطوط متوازی، مثلث، اور مستطیل بنانے کی طرف مائل ہوئے۔ بعدازان اُنھون نے زاویہ قائمہ اور دوائر بنائے جن کے محیط چھ حصون مین منقسم کیے اور پھر اسے تین سو ساٹھ مین بانٹا جس سے اُن کی غرض محیط دائرہ اور قطر کے درمیان تناسب قائم کرنا تھا۔

اہل مصر کا ہندسہ — لیکن سب سے زیادہ ضروری اور قابل غور ترقی اُس قوم کی ہے جو دریاے نیل کے کنارون پر آباد تھی۔ یونانیون نے جو یورپ مین علوم وفنون کے اُستاد سمجھے جاتے ہین، علانیہ اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اُنھون نے علم ہندسہ مصر والون سے سیکھا تھا اور جسے اُنھون نے بعدازان بہت ترقی دی تھی۔ ہرداطوس تقریباً ساڑھے چار سو سال قبل مسیح مین سیاحت مصر کو گیا تھا۔ اُس نے اپنے سیاحت نامہ مین لکھا ہے کہ علم ہندسہ کی مصر مین اُس وقت ابتدا ہوئی تھی جب سی سوس طرس نے اپنی سلطنت کی قابل کاشت اراضی اپنی رعایا کے درمیان مساوی حصون مین بانٹنے کا حکم دیا تھا۔ اس بادشاہ کے تاریخی وجود کی نسبت طرح طرح کے شکوک ظاہر کیے جاتے ہین۔ ہرداطوس اور دیودرس وغیرہ پرانے زمانہ کے مورخ کہتے ہین کہ یہ چکرورتی راجہ تھا۔ اُس زمانہ کی معلوم دنیا اس کے زیرنگین تھی۔ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد اسکی سلطنت سے ملی ہوئی تھی۔ بارھوین شاہی خاندان کا ایک حکمران سنوسرت نامی بھی تھا جس سے یہ بڑے بڑے کارہاے نمایان منسوب کیے جاتے ہین۔ ہرداطوس یہ بھی کہتا ہے کہ ہر سال دریاے نیل اور اسکے معاونون مین سخت طغیانیان آتی تھین جن سے ملک کا بڑا حصہ زیرآب ہونے کے علاوہ مٹی اور ریت سے ڈھک جاتا تھا۔ دیہات، قصبہ جات، پرگنہ جات اور اضلاع کے حدود مٹ جاتے تھے۔ اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے

سلہ بحوالہ "دریڈ مالنسٹ" مطبوعہ اکتوبر ۱۹۰۲ء

اہلِ مصر نے علم ہندسہ کا مطالعہ شروع کیا - یہ خیال معقول معلوم ہوتا ہے - نیل کے سالانہ سیلابون سے جو حدود برباد ہو جاتے تھے اُن سے رہائی حاصل کرنے کے لیے مصریون نے جو بڑے ذہین اور سمجھ والے تھے ضرور کوئی ترکیب نکالی ہوگی اور شاید یہ ترکیب علم ہندسہ کی ہو -

إساقرطیس نے سنہ ۳۹۳ ق م مین اپنی ایک کتاب مین لکھا تھا کہ ہندسہ کا مطالعہ ہر ایک مصری نوجوان کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے - اسیطرح افلاطون، ارسطالیس، دیودرس، سقولس، ہران (متوطن سکندریہ)، مشہور عالم جغرافیہ (سترابو) دماقرطوس بھی اپنی کتابون مین لکھتے ہین - آخر الذکر یونانیون کے درمیان علم ہندسہ کی مہارت مین خاص شہرت رکھتا تھا -

طالیس یا تالیس ملطی جو تقریباً پونے پانچ سو برس قبل مسیح مین گذرا ہے، سیاحت کرتا ہوا مصر مین بھی گیا تھا - دیوجانس لائرس اسکی سوانحعمری مین لکھتا ہے کہ اُس نے مصر کے مشہور مندر ہلیوپولس مین مصری پروہتون سے علم ہندسہ سیکھا تھا، اور وہان چند ماہ تک رہا تھا، جسکے دوران مین اُس نے کئی مصری فنون سے واقفیت حاصل کی تھی -

ہیرداطوس کہتا ہے کہ مصریون نے عملی مقاصد سے یہ علم نکالا تھا اور اسکا یہ خیال درست ہے - آجکل مصر کے پُرانے شہرون کے کھنڈرون کے نیچے سے کئی بڑی عالیشان عمارتون کے آثار نکلے ہیں اور بعض جگہ مصنوعی جھیلین اور بند وغیرہ کے نشانات دیکھے گئے ہین جن سے ظاہر ہے کہ انھون نے خاص عملی مقصد سے یہ علم نکالا تھا - آئسن مور (جرمن محقق آثار قدیمہ) نے سنہ ۱۸۷۷ء مین اپنی ایک کتاب مین جس مین اُس نے مصریوں کے ریاضیات پر بحث کی ہے، یہ لکھا تھا کہ ایک مصری مسمی احمس نے ایک چھوٹی کتاب الموسوم بہ "رہنمائے تخمینہ جات" سترہ یا بیس صدی قبل مسیح مین تیار کی تھی، جو پٹیلہ گھاس پر لکھی ہوئی کھنڈرون کے نیچے سے برآمد ہوئی ہے - اسمین تخمینہ جات اور حساب کی بابت بہت سی باتین ہین - مگر ہندسہ کی نسبت بہت کم اطلاع ملتی ہے کیونکہ احمس نے اس علم کو ریاضیات کی ایک شاخ نہین قرار دیا ہے بلکہ حساب کا ایک قاعدہ مانا ہے جو تخمینون مین کام آتا تھا - اس کتاب سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اہلِ مصر مربع کا رقبہ نکالنا جانتے تھے مگر انہین یہ طریقہ معلوم نہ تھا کہ مستطیل، مثلث اور ذو اربعۃ الاضلاع کا رقبہ کس طرح دریافت کیا جاتا ہے - سرزمین فراعنہ کے باشندے مربع کے برابر دائرے بنایا کرتے تھے جس کا ایک ضلع قطر کا $\frac{8}{9}$ ہوتا تھا - جو $(\frac{16}{9})^2$ یا ۳٫۱۶۰۴ کے مساوی ہوتا ہے، اور ان کا یہ قاعدہ تقریباً درست تھا - یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ وہ کھمبون کا حجم کس قاعدہ سے دریافت کرتے تھے مگر اُنھون نے ایک خاص طریقۂ حساب[۱] سے مخروطی منارون کے حجم کا مسئلہ حل کیا تھا جو ہمارے آجکل کے زاویہ کے خط مماس اور جیب مستوی کے قاعدہ سے مشابہ ہوگا -

اس سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ اہلِ مصر کے ہندسہ کی بابت کوئی معتبر کتاب اور کتبہ نہین ہے جس سے اسکی ماہیت واضح ہو - شاید محققون کی کوششون سے پُرانے کھنڈرون اور یادگارون سے ایسی تحریرین دستیاب ہو جائین جن کی بدولت یہ معلوم ہو کہ مصریوں نے کس حد تک اس علم مین ترقی کی تھی - جو کچھ دریافت ہو سکتا ہے وہ صرف عمارتون اور انجنیری کامون، بندون کی طرز ساخت اور یادگارون اور کتبون سے معلوم ہوا ہے جسے علم بالواسطہ کہنا بجا ہوگا -

---

[۱] جی ورپیاز "رمانسٹ" ترجمہ ڈاکٹر ہاشد صفحہ ۸۳ - اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء

تاریخی کوائف کے اعتبار پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

اہل یونان نے بابل اور مصر والون سے علم ہندسہ اور دیگر علوم و فنون حاصل کیے تھے جو ان ممالک کے ترقی کرنے والے باشندون نے اختراع کیے اور انھین فروغ دیا تھا۔ مگر شاگردون نے اپنی استعدادِ طباعی اور عقلی کوششون سے اُستاد کو نیچا دکھایا۔ یہ بخوبی ظاہر ہے کہ یونانیون نے اسلاف سے علوم حاصل کیے۔ اور ان مین اتنی ترقی کی کہ اُن کی خارجی اصلیت کو بالکل ملیامیٹ کرکے اُنھین خاص اپنی اختراع بنا لیا۔

یونان کی سائنس کا مبدا اور پیشوائے اعظم طالیس باشندہ ملطیہ تھا۔ یورپ مین پہلے پہل اسی نے علوم و فنون کو جنکا مجموعی نام سائنس ہے رواج دیا تھا۔ اس حکیم اور اسکے شاگردون نے ریاضیات کو بہت تھوڑی ترقی دی تھی مگر اُس نے اور اُسکے مقلدون نے طبیعیات اور حقائق الاشیا اور مظاہر طبعی کی دریافت کا ایک نیا طریقہ رائج کیا تھا، اور اپنی توجہ کو اسی تک محدود رکھا۔ اگر طالیس اور اسکے مکتب کو یونانی حکما و علما کی ریاضی ترقیون کا مشعل بردار قرار دیا جائے تو غیر انسب نہ ہوگا۔

طالیس کے بعد فیثاغورث کا زمانہ آیا جو اطالی مکتب کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اُسی نے ابتدا مین علم ہندسہ کی تحقیقات اور ترقی کی طرف اپنی تمام تر توجہ مائل کی تھی۔ اُس نے ہندسہ مین استعمال ہونے والے آلات بنائے تھے، تناسب کا قاعدہ نکالا تھا، رقبہ معلوم کرنے کا ڈھنگ وضع کیا تھا وغیرہ۔

اسکے بعد اسکے دو نامی شاگردون نے ہندسہ کی تحقیقات کا کام جاری رکھا۔ ایک کا نام بقراط (متوطن خیاس) اور دوسرے کا ارخی طاس (باشندہ ترن توم) تھا اسکے بعد یونان مین جو فلاسفر اور اُنکے طبقے قائم ہوئے اُنھون نے اس علم سے بے پروائی نہین برتی بلکہ ان مین سے بعض ایسے تھے جو اس کی ترقی کی طرف خصوصیت سے متوجہ رہے۔ تھیودوا قرطس، انکسا غورث، اور ہیپیاس، افلاطون، ارسطو اور کئی حکیم ہندسہ کی طرف متوجہ تھے۔

بہت سے حکیمون اور محققون کی مساعی متفقہ سے ہندسہ کی عمارت کی بنیاد مستحکم ہوگئی اور اسکی تعمیر مین اتنی ترقی ہوگئی کہ بعض نے خیال کیا کہ اسے ایک علم منضبط کی صورت دی جائے اسکے علاوہ تین مشہور زمانہ مسائل کے غور و خوض کی طرف بھی ان کا خیال رجوع رہا۔ ان مین ایک تو ربع دائرہ، دوم تکثیر، سوم تثلیث زاویہ تھا جنکے وسیلے سے ارخی طاس وغیرہ نے خطوط مسطح اور منحنی دریافت کیے تھے۔ پھر خطوط منحنی کے خواص اور استعمالات معلوم ہوئے جن کا تعلق ارس طیوس کلان سے خاص ہے ہوتے ہوتے ان یونانی عالمون اور محققون نے ریاضیات مین غیر متناہی تسلیم کرلیا جسے ہوتے ہوتے غیر معمولی اہمیت نصیب ہوگئی۔ اسکے ساتھ حقائق ہندسہ کی تفتیش اور تشریح کے طریق بھی مبحث مطالعہ رہے۔ بقراط نے طریقۂ استخراج وضع کیا۔ افلاطون نے طریقۂ تفریق و تشریح نکالا۔ اسی زمانہ مین منطق مین بھی بڑی ترقی ہوئی کیونکہ اسے ریاضیات سے بہت گہرا علاقہ ہے۔ ایک طرف تو سوفسٹ حکما کا گروہ تھا جو عقل سے سب چیزون کے وجود کو ثابت کرنے کی کوشش مین طرح طرح کے مغالطات اور محالات مین پھنس گئے۔ علم مناظرہ سے بھی اُسے بہت تقویت پہنچی تھی اور سب سے زیادہ سقراط کی تعلیم سے منطق کو فروغ حاصل ہوا تھا۔ ہوتے ہوتے ارسطاطالیس نے اسے خاص صورت دی۔ اسکے اصول و قوانین پر فلسفیانہ بحث کی جس سے ایک معرکۃ الآرا

کتاب تیار ہوگئی جو صدیون تک منطق کے امور مین سند تصور ہوتی ہی۔

علم ہندسہ اسوقت کمال پر پہنچا جب سکندریہ کے ہندسہ یونانیون کے ساتھ مل کر اُسے ترقی دینے لگے۔ اور یہ یونانی ہندسہ کا عہد طلا سمجھا جاتا ہی۔ اس زمانہ کے عالمان و محققان ہندسہ کا مجمل حال لکھنا محال ہی صرف اتنا کہدینا کافی ہی کہ سقراط، افلاطون اور ارسطو کے زمانہ مین فلسفہ یونان کو جو شہرت اور عروج نصیب ہوا تھا وہی ہندسہ کو اقلیدس، ارشمیدس اور اپالیانوس کے عہد مین فروغ حاصل ہوا تھا۔ ان ھندسون کی کوششون سے ہندسہ نے ایک نہایت عمدہ اور منضبط علم کی صورت اختیار کی۔ اسکے اصول علوم متعارفہ کے قواعد تصور ہونے لگے اور وہ مہذب دنیا مین سند سمجھے جانے لگے۔ جس کتاب مین حکیم اقلیدس نے اصول ہندسہ کو واضح کیا تھا اُسکے نام سے آج تک مشہور چلی جاتی ہی۔ یہ شخص سکندریہ کا متوطن مگر یونانی الاصل اور طالمی اول کے زمانہ مین تین سو برس قبل از مسیح گذرا ہی۔ اسکی کتاب جو یونانیون مین "استارخیا" یعنے "عناصر" یا "اصول ہندسہ" کے نام سے مشہور تھی خلفاے ہارون الرشید اور المامون کے زمانہ مین زبان عربی مین ترجمہ ہوئی تھی۔ اسکے بعد ارشمیدس آیا جو اطالی ھندسون کے طبقہ کا بانی سمجھا جاتا ہی۔ اُس نے ہندسہ کی باریکیون پر خوب بحث کی اور اُن مسائل کو حل کرنیکی کوشش کی جو آجکل کیل کلس یعنی شمار ادق کے متعلق سمجھے جاتے ہین یہ شخص اس علم کا اُستاد یکتا سمجھا جاتا ہی ۲۸۷ ق م مین پیدا ہوا اور ۲۱۲ ق م مین انتقال کیا بعض عالمون کی راے مین ارشمیدس زمانۂ قدیم کا سب سے بڑا ریاضی دان تھا مگر بہت سے فاضل اس کے ہمعصر اپالیانوس کو اسٹائنر جرمن ماہر ریاضیات سے پیشتر تمام دنیا مین سب سے بڑا ھندس مانتے ہین اس مین کلام نہین ہی کہ اسٹائنر کے ایجاد کردہ مسائل ہندسہ بہت ہی نادر اور نہایت ادق سمجھے جاتے ہین بلکہ اس اعتبار سے وہ ارشمیدس سے بھی فائق نظر آتا ہی۔

ان تینون ھندسون، ان کے ہمعصرون اور مقلدون کی کوششون سے علم ہندسہ زمانۂ قدیم مین ترقی کی انتہا کو پہنچا۔ انکے جانشینون مین قابل ذکر جبس قلیس، نیوقلیس، نکام دس، برسیوس اور زینودرس ہین۔ سکندریہ مین ہرآن اور کلادیوس طالمی دو اور نہایت نامور ھندس اور ریاضی دان گذرے ہین جنھون نے ہندسہ کے ذخیرۂ حقائق مین اضافہ کرنے مین اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔ اول الذکر نے پیمائش نظری کے مسائل پر علمی اصول سے بحث کی تھی اور ثانی الذکر نے اُسکے ہیئتی پہلو کو لیا تھا۔ ہرآن سب سے پُرانا یونانی ھندس ہی جس نے پیمائش نظری کے فن پر کتاب لکھی اور اپنی تحقیقات کے نتائج مین آمس مصری ھندس کے ساتھ گہرا تعلق ظاہر کیا تھا مگر اس کی کتاب کا مسودہ بہت خراب ہوگیا تھا اس لیے صحت کے ساتھ یہ کہنا دشوار ہی کہ اسکی تفتیش کا میلان کس جانب تھا۔ مگر طالمی کا نسخہ عمدہ حالت مین ہی جو اہل عرب نے برسون تک حفاظت سے رکھ چھوڑا اور اب تک موجود ہی۔ اس نے علم مثلث کو ترقی دینے کی کوشش کی اور اس سے اجرام فلکی کے بعد کی پیمائش مین کام لینے کی بھی سعی کی تھی۔

اسکے بعد کئی اور ھندس اور ریاضی دان بھی پیدا ہوئے مگر اُنھون نے اپنی تمام کوشش اپنے پیشرو اُستادون کی تصنیفات کی تشریح اور ترتیب تک محدود رکھی۔ ان مین سے کئی سکندریہ کے رہنے والے تھے، اور یہ سب یونانی نسل تھے، کیونکہ اس علاقہ مین اُن کی ایک بڑی اور شاداب نوآبادی تھی جیسے

ایشیائے کوچک بحیرۂ روم وغیرہ مین انکی کئی بستیان تھین۔

رومیون کا ہندسہ

اہل روم نے جو لڑائی بھڑائی کے بڑے شائق اور ملک گیری کے فن مین بڑے طاق تھے تمام علوم فنون یونانیون سے حاصل کیے تھے۔ اُنھون نے انھین ترقی دینے کی کوشش نہین کی بلکہ روزانہ کاروبار چلانے کے لیے ضروری امور مین معقول دسترس پیدا کرلی۔ ان کا ادبیات اور ان کی نظم و نثر یونانی لٹریچر کا سانچہ یا ٹھپہ سمجھنا چاہیے۔ فن سنگتراشی مین بھی یونانی اُستادون کی تقلید کی۔ موسیقی، مصوری، اور دیگر علوم تمدن یونان سے لیے، مگر روم مین جا کر ان کی صورت ہی بگڑ گئی۔ علم ہندسہ اور ریاضیات بھی رومیون نے یونان سے سیکھا۔ اسے ترقی دینا تو درکنار اُلٹا اسے خراب کردیا۔ فلسفہ سے رومیون کو کوئی مس نہ تھا کیونکہ وہ فن سپہ گری اور علم سیاست کا حصول اپنی زندگی کا بڑا مقصد سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے اُنھون نے سائنس کی تحقیقات کی پروا نہیں کی۔ البتہ قانون مین اُنھون نے اپنے اُستاد یونان کو مات دی۔ انکے اصول قوانین آج تک یورپ اور امریکہ کے تمدنی آئین کی بنیاد ہین۔ اُنھون نے ہندسہ اور ریاضیات صرف ضرورت کے مطابق حاصل کیا تھا اور اس سے روزانہ کاروبار زندگی مین کام لیتے تھے۔ اگر قیصر آگسٹس اپنی سلطنت کے تمام رقبہ کو ناپنے اور نقشہ تیار کرنے کی ہدایت نہ کرتا تو ہندسہ سپرد نسیان ہوجاتا۔ جولیس قیصر بھی اپنے زمانہ مین جو مسیح سے پچاس ساٹھ برس پیشتر گذرا سلطنت روما کی پیمائش کرانے کا خواہشمند تھا۔ علاوہ ازین انھین آئے دن قلعہ بندیون اور مورچہ بنانے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ ان وجوہ سے ہندسہ اور ریاضیات کا مطالعہ صرف عملی مقاصد سے جاری رہا۔

زمانۂ حال کا ہندسہ

قرون وسطی مین ہندسہ کے مطالعہ سے سخت لاپروائی برتی گئی جیسے اور علوم و فنون سے غفلت کا برتاؤ کیا گیا تھا۔ ۱۰۰۳ء مین گربرٹ اور اسکے بعد پوپ سلوسٹر ثانی کو ہندسہ کے مطالعہ کا شوق ہوا، مگر اُنھون نے کوئی نیا مسئلہ نہین نکالا بلکہ متقدمین کی تحقیقات کے نتائج پر غور کرتے رہے۔ جب یورپ قرون وسطی مین عقلی رعشہ مین گرفتار تھا اُس وقت عربون کی بیداری کا زمانہ تھا اُنھون نے یونانیون کے تمام علوم کو اپنی زبان مین ترجمہ کیا جس سے بعد ازان اہل یورپ نے حاصل کیا۔ عربون نے ہندسہ کے مطالعہ مین بڑی مستعدی ظاہر کی تھی۔ اس غفلت اور لاپروائی کے زمانہ کا خاتمہ ۱۲۰۰ء مین ہوا، اور پیسرہ واقع اٹلی سے ایک مشہور مہندس اور ریاضی دان نکلا جس نے کئی نئے مسائل دریافت کیے۔ یہ شخص الجبرا مین بھی طاق تھا، بلکہ یورپ مین الجبرا کو اسی شخص کے وسیلہ سے رواج حاصل ہوا تھا۔ تقریبًا دو سو برس تک اہل اٹلی ہندسہ اور ریاضیات کے اُستاد سمجھے جاتے رہے۔ مہندس پیسرہ کا نام لیونارڈ فبوناسی تھا جو ۱۱۸۰ء اور ۱۲۵۰ء کے درمیان گذرا۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد (۱۴۴۵ء-۱۵۱۴ء) لکہ پاشیولو پیدا ہوا۔ اسکے ساتھ ہی اہل اٹلی کی علمی ترقیون اور عقلی مصروفیتون کے زمانہ کا آغاز ہوا۔ تارتاگلیا (۱۵۰۰ء-۱۵۵۷ء) کارڈن (۱۵۰۱ء-۱۵۷۶ء) اور لاڈوویکو فریری (۱۵۲۲ء-۱۵۶۵ء) نے علم ہندسہ مین بہت اضافہ کیا۔ انھون نے بعض بہت مشکل اور اہم مسائل ہندسہ دریافت کیے تھے۔ اسکے بعد اہل فرانس نے ہندسہ کے مطالعہ کی طرف توجہ کی۔ دی ایٹ نے الجبرا اور ہندسہ مین کمال حاصل کیا تھا۔ یہ شخص ۱۵۴۰ء اور ۱۶۰۳ء کے درمیان گذرا ہے۔ اُس نے ایک دو نئے مسئلے دریافت کیے تھے۔ اسکے بعد ماورتی (۱۵۰۵ء-۱۵۷۶ء) پاسکل (۱۶۲۳ء-۱۶۶۲ء) دزارگ (۱۵۹۲ء-۱۶۶۲ء) وغیرہ پیدا ہوئے جنھون زمانۂ جدید کے ہندسہ کے اصول موضوعہ قائم کیے اور نئے طریقے سے اسکے

مسائل کو سلجھایا - یہ سب اپنے اپنے ڈھنگ کے مہندس یا ریاضی دان تھے - انھون نے پہلے پہل علم تراش ہاے مخروطی یا علم اشکال مخروطی کے مطالعہ کی طرف توجہ کی، اور اسکے اصول وضع کیے - انھون نے ظرف کے عدم انتہا کا تصور معقولیت کے ساتھ ظاہر کیا اور اس سے خواص مکانی کی تفتیش مین کام لینے پر زور دیا -

جب فرانس ہندسہ مین ترقی کر رہا تھا، اسوقت انگلستان اور جرمنی مین بھی اسکی طرف توجہ ہو رہی تھی - ہنری سیول (۱۵۴۹ - ۱٦۲۲ء) نے آکسفورڈ مین اس علم پر لکچرون کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا - جان کیپلر (۱۵۷۱ - ۱٦۳۰ء) نے ہندسہ مین ترقی کی - خط مستقیم کی انتہا کا خیال اسی سے منسوب کیا جاتا ہے - اٹھارھوین اور انیسوین صدی مین جو ترقی ہوئی ہے اُسکے بیان کی چندان ضرورت نہین، کیونکہ یہ زمانہ حال سے متعلق ہے، اور اس سے وہ لوگ جو اسکولون اور کالجون کی تعلیم سے مستفید ہوتے ہین کم و بیش واقف ہین -

(ماخوذ)

مملکت آصفیہ کے فرمانروا خاندان

۸ - سلطنت عماد شاہی

۱۴۸۹ء/۸۹۵ — ۱۵۷۵ء/۹۸۳

دار الحکومت برار

عماد شاہی سلطنت کا بانی فتح اللہ عماد الملک قوم کا برہمن تھا - بیجانگر کی لڑائی مین گرفتار ہوکر دربار بہمنی مین آیا اور اسلام قبول کرکے مقربان شاہی مین شامل ہوگیا - بعد ازان اس نے بہت سے مہمات ملکی انجام دیے جس کے صلہ مین خواجہ محمود گاوان نے عماد الملک کا خطاب دلاکر برار کی صوبہ داری تفویض کی - محمود شاہ بہمنی کے زمانہ مین جب سلطنت بہمنیہ کو انحطاط شروع ہوا تو اس نے سب سے پہلے علم بغاوت بلند کیا، اور ۱۴۸۹ء/۸۹۵ مین اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر آزادانہ حکومت کرنے لگا - اسکے بیٹے علاء الدین نے احمد نگر والون سے بہت سا ملک لے لیا - پھر اسکے پوتے برہان عماد شاہ کو اُسکے وزیر تفال خان نے معزول کرکے خود سلطنت پر قبضہ کر لیا - لیکن بیجاپور اور احمد نگر والون نے اتفاق کرکے برار پر یورش کی جس مین تفال خان مارا گیا اور ملک پر نظام شاہی قبضہ ہوگیا -

شاہان عماد شاہی کی فہرست حسب ذیل ہے:

۱	فتح اللہ عماد الملک	۱۴۸۹ء/۸۹۵	۱۵۰۴ء/۹۱۰
۲	علاء الدین بن فتح اللہ	۱۵۰۴ء/۹۱۰	۱۵۲۹ء/۹۳٦
۳	دریا عماد شاہ بن علاء الدین	۱۵۲۹ء/۹۳٦	۱۵٦۰ء/۹٦۸
۴	برہان عماد شاہ بن دریا عماد شاہ	۱۵٦۰ء/۹٦۸	۱۵۷۴ء/۹۸۲
۵	تفال خان (غاصب)	۱۵۷۴ء/۹۸۲	۱۵۷۵ء/۹۸۳

۹ - سلطنت برید شاہی

۱۴۸۷ء/۸۹۳ — ۱٦۲۴ء/۱۰۳۴

دار الحکومت محمد آباد بیدر

اس خاندان کا بانی قاسم برید علاقہ گرجستان کا باشندہ تھا خواجہ شہاب الدین یزدی کے ہمراہ ولایت سے آیا، اور محمد شاہ بہمنی کے غلامون مین شامل ہوگیا - خواجہ محمود گاوان کے بعد وزیر سلطنت مقرر ہوا، اور محمود شاہ کے عہد مین اسطرح دخیل سلطنت ہوا کہ بہمنی بادشاہ برائے نام بادشاہ رہگئے اس نے بحیثیت

وزیر ہونے کے شاہان بیجاپور و برار سے کئی بار لڑائیاں کین سنہ ۱۵۰۴ء/۹۱۰ھ میں جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس کے بیٹے امیر برید نے نہ صرف سلطنت پر قبضہ کرلیا بلکہ شاہی لقب بھی اختیار کرکے خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ امیر برید کے بعد اس خاندان مین سات بادشاہ برسر حکومت ہوئے امیر برید ثانی کے زمانہ مین جو اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا شاہ بیجاپور نے بیدر پر قبضہ کرلیا۔ سنہ ۱۶۲۴ء/۱۰۳۳ھ مین ملک عنبر کے نظام شاہی لشکر نے اس شہر کو تاخت و تاراج کرکے اس خاندان کا استیصال کردیا

شاہان بریدشاہی کی فہرست حسب ذیل ہے

۱	قاسم برید	سنہ ۱۴۸۷ء/۸۹۲ھ	سنہ ۱۵۰۴ء/۹۱۰ھ
۲	امیر برید اول	۱۵۰۴ء/۹۱۰ھ	۱۵۴۲ء/۹۴۹ھ
۳	علی برید اول	۱۵۴۲ء/۹۴۹ھ	۱۵۷۹ء/۹۸۷ھ
۴	ابراہیم برید	۱۵۷۹ء/۹۸۷ھ	۱۵۸۶ء/۹۹۵ھ
۵	قاسم برید ثانی	۱۵۸۶ء/۹۹۵ھ	۱۵۸۹ء/۹۹۸ھ
۶	علی برید ثانی	۱۵۸۹ء/۹۹۸ھ	۱۶۰۱ء/۱۰۱۰ھ
۷	امیر برید ثانی	۱۶۰۱ء/۱۰۱۰ھ	۱۶۲۴ء/۱۰۳۴ھ

۱۰ سلطنت نظام شاہی

سنہ ۱۴۹۰ء/۸۹۶ھ — سنہ ۱۶۳۲ء/۱۰۴۲ھ

دار الحکومت احمد نگر

اس خاندان کا مورث اعلی نظام الملک حسن بحری قوم کا برہمن اور پاتری کا باشندہ تھا۔ بیجانگر کی لڑائی میں گرفتار ہوکر آیا تو محمد شاہ بہمنی نے اسے مسلمان کرکے اپنے غلامون مین شریک کرلیا۔ حسن بحری چونکہ لائق و ذہین تھا اس لیے بہت جلد منظور نظر ہوگیا۔ عہدہ پر عہدہ منصب پر منصب ملنے لگے۔ یہان تک ترقی کی کہ علاقہ مرہٹواری کا ناظم مقرر ہوگیا۔ ۔۔ قوت بہم پہنچا کر خود سری اختیار کی قرب و جوار کے علاقون پر

حملے شروع کیے سنہ ۱۴۸۶ء/۸۹۱ھ مین بیدر کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد بہمنی لشکر کے ساتھ ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی جس مین اس کا کام تمام ہوگیا۔ اس کا بیٹا ملک احمد اس وقت جنیر مین تھا۔ جب اس کو باپ کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو نظام الملک کا خطاب اپنے نام کے ساتھ شامل کرکے کوکن کا علاقہ فتح کرلیا۔ پھر احمد نگر آکر اپنی مستقل حکومت کا سنگ بنیاد رکھا۔ سنہ ۱۴۹۹ء/۹۰۴ھ مین قلعہ دولت آباد فتح کرلیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے متعدد بادشاہ برسر حکومت ہوئے۔ مرتضے نظام شاہ کی بیجا سختیون سے سلطنت کو انحطاط ہونے لگا امرا مین نااتفاقی پھیل گئی۔ اسی زمانہ مین مغلون نے احمد نگر پر حملہ کیا اس وقت کمسن میران حسین برسر حکومت تھا۔ احمد نگر والون نے جب شاہزادہ مراد کا مقابلہ کرنا چاہا تو چاند بی بی کو جو سلطان حسین نظام شاہ کی دختر تھی سلطنت کے تمام کاروبار حوالہ کیے۔ اس لائق و ہوشیار عورت نے بحیثیت نائب السلطنت ہونے کے سارے معاملات بحسن و خوبی انجام دیے، اور اس جرأت و دلیری سے مغلون کا مقابلہ کیا کہ حملہ آورون کو پسپا ہونا پڑا۔ اسی اثنا مین بعض نااہل امرا نے سازش کرکے چاند بی بی کو قتل کرڈالا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر خود شہنشاہ اکبر نے احمد نگر پر چڑھائی کردی۔ تھوڑی سی مدت مین شہر فتح ہوگیا اور کم عمر بادشاہ قید کرلیا گیا لیکن اس فتح سے نظام شاہی سلطنت کا استیصال نہو سکا۔ ایک حبشی غلام ملک عنبر نے جو چاند بی بی کے زمانہ مین بہت سے اعلے عہدون پر ممتاز رہ چکا تھا پرینڈہ مین آکر بقیہ ملک کے سنبھالنے کی کوشش کی اور مرتضی نظام شاہ دوم کو بادشاہ بناکر مغلون کے ساتھ مدت تک معرکہ آرائی کرتا رہا اس نے جہانگیر کے لشکر کو متعدد بار شکست دی لیکن جب اس کا انتقال ہوگیا تو سنہ ۱۶۳۲ء/۱۰۴۲ھ مین شاہ جہان بادشاہ نے بقیہ ملک پر قبضہ کرلیا۔

ان بادشاہوں کی فہرست حسب ذیل ہے

۱	احمد نظام الملک	۱۴۹۰ء / ۸۹۶ھ	۱۵۱۰ء / ۹۰۴ھ
۲	برہان نظام شاہ	۱۵۱۰ء / ۹۱۴ھ	۱۵۵۴ء / ۹۶۱ھ
۳	حسین نظام شاہ	۱۵۵۴ء / ۹۶۱ھ	۱۵۶۵ء / ۹۷۲ھ
۴	مرتضیٰ نظام شاہ	۱۵۶۵ء / ۹۷۲ھ	۱۵۸۸ء / ۹۹۵ھ
۵	میران حسین نظام شاہ	۱۵۸۸ء / ۹۹۵ھ	۱۵۸۹ء / ۹۹۸ھ
۶	اسمٰعیل نظام شاہ	۱۵۸۹ء / ۹۹۸ھ	۱۵۹۰ء / ۹۹۹ھ
۷	برہان نظام شاہ دوم	۱۵۹۰ء / ۹۹۹ھ	۱۵۹۴ء / ۱۰۰۳ھ
۸	ابراہیم نظام شاہ	۱۵۹۴ء / ۱۰۰۳ھ	۱۵۹۵ء / ۱۰۰۴ھ
۹	احمد نظام شاہ	۱۵۹۵ء / ۱۰۰۴ھ	سنہ
۱۰	بہادر نظام شاہ	۱۵۹۵ء / ۱۰۰۴ھ	۱۶۰۰ء / ۱۰۰۹ھ
۱۱	مرتضیٰ نظام شاہ دوم	۱۶۰۰ء / ۱۰۰۹ھ	۱۶۲۵ء / ۱۰۳۵ھ
۱۲	برہان نظام شاہ سوم	۱۶۲۵ء / ۱۰۳۵ھ	۱۶۳۰ء / ۱۰۴۰ھ
۱۳	حسین نظام شاہ سوم	۱۶۳۰ء / ۱۰۴۰ھ	۱۶۳۳ء / ۱۰۴۳ھ

۱۱ سلطنت عادل شاہی

۱۴۸۹ء / ۸۹۵ھ — ۱۶۸۶ء / ۱۰۹۷ھ

دار الحکومت بیجاپور

اس سلطنت کا بانی یوسف عادل شاہ روم کے سلاطین عثمانیہ کی اولاد سے تھا۔ بیجاپور کی مشہور و مستند تاریخ بساتین السلاطین میں لکھا ہے کہ سلطان مراد کے دو بیٹے تھے۔ محمد خان و یوسف خان باپ کے مرنے پر ۱۴۵۱ء / ۸۵۵ھ میں جب بڑا لڑکا محمد خان فاتح قسطنطنیہ تخت نشین ہوا تو چھوٹے بھائی کے قتل کا حکم دیدیا لیکن ماں نے شاہی افسروں کو کچھ رشوت دے دلا کر لڑکے کی جان بچائی اور خواجہ علاء الدین گرجستانی کے حوالہ کیا تاکہ اسے لے کر کہیں بھاگ جائے۔ علاء الدین یوسف خان کو لیکر ترکی دار الحکومت سے نکلا اور ساوہ میں آکر پناہ گزین ہوا۔ یہاں سے تجارت کے لیے ہندوستان آیا۔ محمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں بیدر پہنچا اور خواجہ محمود گاوان سے یوسف خان کا سارا حال کہہ کر درخواست کی کہ اُسے شاہی غلاموں میں شامل کرے۔ چنانچہ خواجہ محمود گاوان نے یوسف خان کا نام شاہی غلاموں میں شریک کر دیا۔ یوسف خان چونکہ پڑھا لکھا اور ہوشیار لڑکا تھا اس لیے بہت جلد منظور نظر ہوگیا ۱۴۷۸ء / ۸۸۳ھ میں جنیر کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اس کے بعد بیجاپور کا لشکر قرار پایا۔ محمود شاہ بہمنی کے زمانہ میں جب سلطنت بہمنیہ تباہی کے قریب آ پہنچی تو احمد نظام الملک کی تحریک سے اس نے بھی اپنی مستقل حکومت قائم کرلی اور ۱۴۸۹ء / ۸۹۵ھ میں بیجاپور کی جامع مسجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔

یوسف عادل شاہ کے بعد اس کے خاندان میں یکے بعد دیگرے نو بادشاہ برسر حکومت ہوئے۔ منجملہ ان کے ابراہیم اول علی عادل شاہ اور اس کا بیٹا ابراہیم ثانی بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت کے بادشاہ ہوئے ہیں۔ دور طوائف الملوکی میں عادل شاہی سلطنت کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ اسکی عملداری یوں تو پہلے ہی سے بڑھی ہوئی تھی مگر علی عادل شاہ کے زمانہ میں جب سلطنت بیجانگر تباہ و تاراج ہوگئی تو اس کو اور بھی وسعت حاصل ہوگئی۔ اور اس کے حدود شمال میں دریائے کرشنا سے لیکر جنوب میں آبنائے منار تک پھیل گئے اور اسمیں بہار اسٹر کرناٹک میسور و ملیبار کا تمام ملک شامل ہوگیا۔ ابراہیم ثانی شہنشاہ اکبر کا معاصر تھا۔ اُس کی بیٹی شاہزادہ دانیال سے منسوب ہوئی تھی اور اُسی لڑکی کے ہمراہ مشہور مورخ محمد قاسم فرشتہ دربار مغلیہ میں گیا تھا۔ اس بادشاہ کو علمی معاملات سے بے حد دلچسپی تھی اسکی فیاضی اور قدردانی نے بیجاپور کو مرکز علم و فن بنادیا تھا تھوڑی

اور ملا ملک قمی جو فارسی کے مشہور و معروف شاعر ہیں اسی کے دربار سے وابستہ تھے۔ اس کا جانشین محمد عادل شاہ بادشاہی طمطراق میں اپنے باپ سے کسی طرح کم نہ تھا۔ شاہ جہان بادشاہ اپنی خط و کتابت میں اسکو ہمیشہ سلطان لکھا کرتا تھا۔ اس نے اپنے لیے جو مقبرہ بنایا ہے وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ روئے زمین کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ اسکی بلندی ۲۰۶ فیٹ اور رقبہ ۱۸۳۳۰ مربع فیٹ ہے۔ ایسا بلند اور وسیع گنبد تمام دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔

سیواجی بھوسلہ جو سلطنت مرہٹہ کا بانی ہے، ابتداءً محمد عادل شاہ کی فوج میں ملازم تھا۔ ترقی کرتا ہوا سپہ سالاری کے درجہ پر پہنچا۔ علی عادل شاہ ثانی کے زمانہ میں جب عادل شاہی سلطنت میں ضعف آنے لگا تو کوکن اور کرناٹک کے بعض علاقے اس نے داب لیے جس کو اسکے جانشینوں نے جدید فتوحات سے اور بھی وسعت دیدی۔ سکندر عادل شاہ بیجاپور کا اخیر بادشاہ ہے۔ اس کے زمانہ میں اورنگ زیب نے بیجاپور پر حملہ کیا اگرچہ سکندر نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا لیکن کچھ بن نہ آیا۔ سنہ 1686 / 1097ء میں اورنگ زیب نے ملک پر قبضہ کرلیا اور اسکو نظر بند کرکے اس کے لیے ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کردیا۔

سلاطین عادل شاہی کی فہرست حسب ذیل ہے:-

۱	یوسف عادل شاہ	1489 / 895	1510 / 916
۲	اسمعیل عادل شاہ	1510 / 916	1534 / 941
۳	ملو عادل شاہ	1534 / 941	1534 / 941
۴	ابراہیم عادل شاہ اول	1534 / 941	1557 / 965
۵	علی عادل شاہ اول	1557 / 965	1580 / 988
۶	ابراہیم عادل شاہ ثانی	1580 / 988	1629 / 1038
۷	محمد عادل شاہ	1628 / 1038	1656 / 1067
۸	علی عادل شاہ ثانی	1656 / 1067	1672 / 1083
۹	سکندر عادل شاہ	1672 / 1083	1686 / 1098

۱۲ سلطنت قطب شاہی

سنہ 1512 / 918ء — سنہ 1687 / 1099ء

دار الحکومت گولکنڈہ

اس خاندان کا بانی سلطان قلی ترکوں کے قبیلہ قراقویونلی سے ہے۔ اولاد چنگیز خان کے تنزل پر آذربائیجان میں اس قبیلہ نے ایک چھوٹی سی حکومت قائم کرلی تھی۔ مگر وہ بہت جلد ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اسی قبیلہ کے مختلف سرداروں میں تقسیم ہوگئی۔ اس سیاسی انقلاب میں کچھ علاقہ پیر قلی کے ہاتھ آگیا جس پر اسکا بیٹا اویس قلی بھی کچھ عرصہ کے لیے حکمران رہا۔ اسی اثنا میں ایک اور ترکی قوم آق قویونلی نے دیار بکر میں نشو و نما پانا شروع کیا اور انھیں امیر یعقوب بیگ کے زمانہ میں خوب عروج حاصل ہوگیا۔ یعقوب بیگ نے اپنے بھائی قراقویونلیوں پر سب سے پہلے ہاتھ صاف کیا اور اس قوم کے بہت سے سردار جو مختلف علاقوں میں حکمران تھے پکڑ کر قتل کر ڈالے۔ اس طوفان بے تمیزی سے بچانے کے لیے اویس قلی نے اپنے لڑکے سلطان قلی کو دکن روانہ کردیا، اور وہ اپنے چچا اللہ قلی کے ہمراہ عراق عرب اور خلیج فارس سے ہوتا ہوا بیدر چلا آیا۔ سلطان محمود شاہ بہمنی نے اسکے ساتھ بہت سی مراعات کیں اور سلطانی چیلوں میں شامل کرکے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دلائی، اور جب سن رشد کو پہنچا تو مختلف خدمات ملکی تفویض کیے یہاں تک کہ سنہ 1495 / 901ء میں قطب الملک کا خطاب دے کر تلنگانہ کا صوبہ دار بنایا۔ قطب الملک سولہ سال تک سلطنت بہمنی کا مطیع و فرمانبردار رہا۔ لیکن سنہ 1510 / 916ء میں جب محمود شاہ کا انتقال ہوگیا تو دوسرے سرداروں کی طرح اس نے بھی اطاعت سے انحراف کردیا، اور گولکنڈہ کو مستقر حکومت

قرار دے کر قطب شاہی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا۔

قطب الملک نے راجگان ورنگل و بیجانگر سے متعدد لڑائیاں کین اور اپنی حکومت کو جنوب مشرق مین دریائے گوداوری کے کنارے کنارے بڑی دور تک وسعت دی۔ اسکے بعد بہمنی شاہیون پر حملہ کرکے قلعہ میدک و کولاس وغیرہ بھی لے لیا۔ اسکے بعد جمشید قلی سبحان قلی ابراہیم قلی پے در پے تخت نشین ہوئے۔ ابراہیم کے زمانہ مین جب سلطنت بیجانگر تباہ ہوئی تو قطب شاہی علاقہ خوب وسیع ہوگیا، اور دریائے پنار کے اتصال سے جنوب تک اسکے حدود پھیل گئے۔ ابراہیم کے جانشین محمد قلی اور محمد قطب شاہ بڑی شان و شوکت کے بادشاہ ہوئے ہین۔ محمد قلی نے دکن مین اس کثرت سے عمارتین تعمیر کرائی ہین کہ کسی دوسرے بادشاہ نے کبھی نہین بنوائین اور اسی وجہ سے تاریخ مین یہ دکن کی عمارات کا باوا آدم کہلاتا ہے۔ عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ سے سلطنت کو انحطاط ہونے لگا۔ اورنگ زیب نے گولکنڈہ پر کئی مرتبہ حملے کیے ۱۶۸۷ء / ۱۰۹۹ مین چھ مہینے کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح ہوگیا اور سلطان ابوالحسن تاناشاہ کو جو اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا قلعہ دولت آباد مین قید کردیا۔

سلاطین قطب شاہی کی فہرست حسب ذیل ہے:-

۱	قطب الملک سلطان قلی	سنہ ۱۵۱۲ء / ۹۱۸	سنہ ۱۵۴۳ء / ۹۵۰
۲	جمشید قلی	سنہ ۱۵۴۳ء / ۹۵۰	سنہ ۱۵۵۰ء / ۹۵۷
۳	سبحان قلی	سنہ ۱۵۵۰ء / ۹۵۷	سنہ ء
۴	ابوالمظفر ابراہیم قطب شاہ	سنہ ۱۵۵۰ء / ۹۵۷	سنہ ۱۵۸۰ء / ۹۸۷
۵	ابوالمظفر محمد قلی	سنہ ۱۵۸۰ء / ۹۸۷	سنہ ۱۶۱۲ء / ۱۰۲۱
۶	سلطان محمد قطب شاہ	سنہ ۱۶۱۲ء / ۱۰۲۱	سنہ ۱۶۲۶ء / ۱۰۳۶
۷	عبداللہ قطب شاہ	سنہ ۱۶۲۶ء / ۱۰۳۶	سنہ ۱۶۷۲ء / ۱۰۸۳
۸	ابوالحسن تاناشاہ	سنہ ۱۶۷۲ء / ۱۰۸۳	سنہ ۱۶۸۷ء / ۱۰۹۹

۱۳- دکن پر مغلون کا تسلط

شہنشاہ اکبر نے پہلے پہل سنہ ۱۵۹۵ء / ۱۰۰۴ھ مین دکن پر حملہ کیا۔ نظام شاہیون سے مدت تک لڑائی ہوتی رہی اور احمدنگر فتح ہوگیا مگر اس سے سلطنتِ نظام شاہی کا استیصال نہ ہوسکا۔ اسکے بعد سلاطین دکن نے باہم اتفاق کرکے مغلون کا مقابلہ کیا جسکی وجہ سے مغلون کو شکست اٹھا کر واپس ہونا پڑا۔ لیکن اسی زمانہ مین دکن مین خانہ جنگیان شروع ہوگئی تھین جن سے مغلون نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا اور ملک پر بتدریج تسلط حاصل کرلیا۔

شاہجہان نے دکن کے فتح کرنے مین بڑی کوشش کی اور دس برس کی جنگ و جدل کے بعد نظام شاہیون کا خاتمہ ہوا۔ اسی اثنا مین عادل شاہیون سے ایک لڑائی ہوئی جسمین بیجاپور والے بڑی ہمت اور دلیری سے لڑتے رہے لیکن مغلوب ہوکر انھین صلح کرنی پڑی۔ شاہجہان بادشاہ نے اورنگ زیب کو سنہ ۱۶۳۲ء / ۱۰۴۲ مین تسخیر دکن پر مامور کیا۔ اس نے سب سے پہلے گولکنڈہ پر چڑھائی کی لیکن ایک سخت لڑائی کے بعد عبداللہ قطب شاہ نے مصالحت کرلی۔ اورنگ زیب جب واپس ہونے لگا تو بیدر کو فتح کرتا ہوا بیجاپور کی جانب روانہ ہوا۔ اثنائے راہ مین شاہجہان کے بیمار ہونے کی خبر سنی تو اس مہم کو ادھورا چھوڑ کر دارالسلطنت کو واپس چلا آیا۔

اس وقت اہل دکن بڑی تباہی مین مبتلا تھے۔ شاہان دکن نے اپنے ملک کو اس غرض سے ویران کردیا تھا کہ غنیم کو آب و دانہ تک میسر نہ آئے، اور جو کچھ باقی تھا اُسے مغلون نے لوٹ لیا تھا۔ اتفاق سے کئی سال تک بارش بھی نہین ہوئی جسکی وجہ سے ایسا تکلیف دہ قحط پڑا کہ لاکھون جانین بھوک

پیاس کے نذر ہوگئین۔

اورنگ زیب نے اپنے ایام حکومت مین تسخیر دکن کے لیے بہت کچھ جدوجہد کی چنانچہ بیجاپور اور گولکنڈہ کے میدانون مین اسکی فوج پچیس سال تک لڑتی رہی لیکن کامیابی نہین ہوئی پینسٹھ سال کی عمر مین خود دہلی سے نکلا۔ کئی سال دکن مین رہ کر لڑائی جھگڑے کرتا رہا۔ سنہ ۱۶۸۶ء / ۱۰۹۷ھ مین بیجاپور فتح ہوا۔ اسکے ایک سال بعد اہل گولکنڈہ نے شکست پائی، اور دونون بادشاہ مغلون کے ہاتھ گرفتار ہوگئے۔

ان جدید فتوحات سے سلطنت مغلیہ کو ایسی وسعت حاصل ہوئی کہ اس سے بیشتر کبھی نہین ہوئی تھی۔ مغلون نے بیجاپور اور گولکنڈہ کے علاقون کو ملا کر ایک صوبہ بنا لیا اور اُسکے انتظام کے لیے دہلی سے صوبہ دار مقرر ہو کر آنے لگے۔ سنہ ۱۷۱۳ء / ۱۱۲۵ھ مین یہ عہدہ نواب نظام الملک آصف جاہ کو ملا جو اُن کی اولاد مین اب تک وراثتاً چلا آتا ہے۔

سلاطین مغلیہ

(۱)	ظہیر الدین بابر شاہ	سنہ ۱۵۲۶ء / ۹۳۲ھ	سنہ ۱۵۳۰ء / ۹۳۷ھ
(۲)	نصیر الدین ہمایون	سنہ ۱۵۳۰ء / ۹۳۷ھ	سنہ ۱۵۵۶ء / ۹۶۳ھ
(۳)	جلال الدین اکبر	سنہ ۱۵۵۶ء / ۹۶۳ھ	سنہ ۱۶۰۵ء / ۱۰۱۴ھ
(۴)	نور الدین جہانگیر	سنہ ۱۶۰۵ء / ۱۰۱۴ھ	سنہ ۱۶۲۸ء / ۱۰۳۸ھ
(۵)	شہاب الدین شاہجہان	سنہ ۱۶۲۸ء / ۱۰۳۷ھ	سنہ ۱۶۵۸ء / ۱۰۶۸ھ
(۶)	محی الدین اورنگ زیب عالمگیر	سنہ ۱۶۵۸ء / ۱۰۶۸ھ	سنہ ۱۷۰۷ء / ۱۱۱۹ھ
(۷)	قطب الدین شاہ عالم بہادر شاہ	سنہ ۱۷۰۷ء / ۱۱۱۸ھ	سنہ ۱۷۱۲ء / ۱۱۲۴ھ
(۸)	معز الدین جہاندار شاہ	سنہ ۱۷۱۲ء / ۱۱۲۴ھ	سنہ ء
(۹)	فرخ سیر	سنہ ۱۷۱۲ء / ۱۱۲۴ھ	سنہ ۱۷۱۹ء / ۱۱۳۱ھ
(۱۰)	شمس الدین رفیع الدرجات	سنہ ۱۷۱۹ء / ۱۱۳۱ھ	سنہ ء
(۱۱)	رفیع الدولہ شاہجہان ثانی	سنہ ۱۷۱۹ء / ۱۱۳۱ھ	سنہ ۱۷۲۰ء / ۱۱۳۲ھ
(۱۲)	نصیر الدین محمد شاہ	سنہ ۱۷۲۰ء / ۱۱۳۲ھ	سنہ ۱۷۴۸ء / ۱۱۶۱ھ
(۱۳)	احمد شاہ	سنہ ۱۷۴۸ء / ۱۱۶۱ھ	سنہ ۱۷۵۴ء / ۱۱۶۷ھ
(۱۴)	عزیز الدین عالمگیر ثانی	سنہ ۱۷۵۴ء / ۱۱۶۷ھ	سنہ ۱۷۵۹ء / ۱۱۷۳ھ
(۱۵)	شاہ عالم ثانی	سنہ ۱۷۵۹ء / ۱۱۷۳ھ	سنہ ۱۸۰۶ء / ۱۲۲۱ھ
(۱۶)	معین الدین محمد اکبر ثانی	سنہ ۱۸۰۶ء / ۱۲۲۱ھ	سنہ ۱۸۳۷ء / ۱۲۵۳ھ
(۱۷)	سراج الدین بہادر شاہ	سنہ ۱۸۳۷ء / ۱۲۵۳ھ	سنہ ۱۸۵۷ء / ۱۲۷۵ھ

۱۴- شاہان آصفیہ

سنہ ۱۷۲۴ء / ۱۱۳۷ھ --- تا حال

دار الحکومت حیدرآباد

نواب نظام الملک آصف جاہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہین۔ ان کے آباو اجداد ماوراءالنہر کے رہنے والے تھے سنہ ۱۶۵۴ء / ۱۰۶۵ھ مین خواجہ عابد خان سمرقند سے آکر شاہجہان بادشاہ کے ملازم ہوگئے ماہانہ پانچ ہزاری منصب مقرر ہوا۔ ان کے فرزند نواب غازی الدین خان فیروز جنگ اورنگ زیب کے وزیر اعظم تھے۔ انھون نے نواب سعد اللہ خان علامی وزیر شاہجہان بادشاہ کی دختر سے عقد کیا جن کے بطن سے نواب آصف جاہ بہادر تولد ہوئے۔ نواب آصف جاہ اورنگ زیب کے زمانہ مین بیجاپور کے عملدار مقرر ہوئے تھے۔ بعدہٗ شاہ عالم بہادر نے اودھ کا ناظم مقرر کیا۔ پھر فرخ سیر نے دکن کی صوبہ داری عنایت کی۔ محمد شاہ کی بادشاہت مین مالوہ کے صوبہ دار پھر سلطنت مغلیہ کے وزیر اعظم قرار پائے۔ محمد شاہ رنگین مزاج اور عیش پسند بادشاہ تھا۔ امور جہانداری سے اسکو مطلق دلچسپی نہ تھی جسکی وجہ سے سلطنت کو روز بروز تنزل ہونے لگا۔ آصف جاہ نے اس حالت کو دیکھ کر آئین شاہی مقرر کیا، اور بادشاہ کو انتظام سلطنت کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن جب یہ باتین بادشاہ کو وبال جان ہوگئین تو آصف جاہ نے بر داشتہ خاطر ہو کر دکن کی صوبہ داری کو وزارت عظمیٰ پر ترجیح دی

فرمان شاہی حاصل کر کے حیدرآباد چلے آئے ان دنون نواب
رز خان حیدرآباد کا صوبہ دار تھا - اس نے جائزہ دینے سے
ار کیا - فریقین مین بالاگھاٹ کے نیچے لڑائی ہوئی مبارزخان
اُسکے دونون بیٹے مارے گئے - دکن کا تمام صوبہ آصف جاہ
قبضہ مین آگیا -

آصف جاہ کے بعد نواب ناصر جنگ برسر حکومت ہوئے
ن دوسرے بھائیون نے تخت کے لیے شورش برپا کردی -
دنون دکن مین یورپ کی دو زبردست قومین قوت آزمائی
ہی تھین - انگریز ناصر جنگ کے اور فرانسیسی مظفر جنگ کے
ف دار تھے - فرانسیسیون کی سازش سے ناصر جنگ نے شہادت
لی - مظفر جنگ بادشاہ بنائے گئے لیکن چند مہینون کے بعد
ض فوجی افسرون نے انہین بھی قتل کر ڈالا - ان کے بعد
لابت جنگ تخت نشین ہوئے جنھین نواب نظام علی خان
قید کر کے زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لے لی -

اس زمانہ مین دکن کی سیاسی حالت بڑی پُرآشوب تھی -
درمین ٹیپو سلطان، شمال مغرب مین مرہٹے روز بروز اپنی
ت و اقتدار کو بڑھا رہے تھے - کرناٹک مین انگریزون اور
یسیون نے قسمت آزمائی شروع کردی تھی اور ہر چہار طرف
ل و خونریزی کا بازار گرم تھا - نظام علی خان کو اپنے چوالیس سالہ
ہد حکومت مین مرہٹون اور ٹیپو سلطان کے ساتھ کئی مرتبہ معرکہ آرائی
اتفاق ہوا جس کا حال خاندان آصفیہ کی تاریخون مین
فصیل کے ساتھ مذکور ہے -

شاہان آصفیہ

(۱) نواب میر قمرالدین خان بہادر الملقب
بہ نظام الملک آصف جاہ ۱۷۲۴ء (۱۱۳۷ھ) ۱۷۴۸ء (۱۱۶۱ھ)

(۲) نواب میر احمد علیخان ناصر جنگ بہادر ۱۷۴۸ء (۱۱۶۱ھ) ۱۷۵۰ء (۱۱۶۳ھ)

(۳) نواب مظفر جنگ بہادر ۱۷۵۰ء (۱۱۶۴ھ) ۱۷۵۱ء (۱۱۶۵ھ)

(۴) نواب میر محمد علیخان صلابت جنگ بہادر ۱۷۵۱ء (۱۱۶۵ھ) ۱۷۶۲ء

(۵) نواب میر نظام علیخان بہادر
نظام الملک آصف جاہ ثانی ۱۷۶۲ء (۱۱۷۶ھ) ۱۸۰۳ء (۱۲۱۸ھ)

(۶) نواب میر اکبر علیخان بہادر سکندر جاہ
آصف جاہ ثالث ۱۸۰۳ء (۱۲۱۸ھ) ۱۸۲۹ء (۱۲۴۵ھ)

(۷) نواب میر فرخندہ علیخان ناصر الدولہ بہادر ۱۸۲۹ء (۱۲۴۴ھ) ۱۸۵۷ء (۱۲۷۴ھ)

(۸) نواب میر تہنیت علیخان افضل الدولہ بہادر ۱۸۵۷ء (۱۲۷۴ھ) ۱۸۶۹ء (۱۲۸۶ھ)

(۹) نواب میر محبوب علی خان بہادر ۱۸۶۹ء (۱۲۸۶ھ) ۱۹۱۱ء (۱۳۲۹ھ)

(۱۰) نواب میر عثمان علی خان بہادر ۱۹۱۱ء (۱۳۲۹ھ) موجود

۱۵ - والیان کرناٹک

۱۶۹۲ء (۱۱۰۴ھ) — ۱۸۰۱ء (۱۲۱۶ھ)

دار الحکومت - ویلور و آرکاٹ

گولکنڈہ کی فتح کے بعد کرناٹک بھی مغلیہ عملداری مین شامل ہوگیا اور انتظام مملکت کے لیے دربار مغلیہ سے صوبہ دار مقرر ہونے لگے - بہادر شاہ اول کے زمانہ مین یہ خدمت سعادت خان کو ملی جس نے کوشش کر کے اسکو اپنے خاندان مین موروثی کر لیا - ویلور اس کا دار الحکومت تھا نظام الملک آصف جاہ نے جب دکن مین استقلال حاصل کر لیا تو کرناٹک بھی ان کا باج گزار صوبہ بن گیا لیکن سعادت خان کے جانشینون نے اطاعت سے انحراف کرنا چاہا جسکی بنا پر آصف جاہ نے اُن پر چڑھائی کی اور اس ملک کو فتح کر کے اپنے ایک تجربہ کار سردار محمد انورالدین خان کو یہان کا گورنر مقرر کر دیا - آصف جاہ کی وفات کے بعد انورالدین خان نے بیحد قوت حاصل کر لی اور جب مرنے لگا تو اپنے اختیار سے اپنے فرزند محمد علیخان کو اپنا جانشین قرار دیا -

کرناٹک مین مدت سے فرانسیسی اور انگریز قوت آزمائی کر رہے تھے والیانِ کرناٹک کو مرہٹون اور ٹیپو سلطان کی لڑائیون مین ان سے مجبوراً مدد لینا پڑی جسکی وجہ سے ان کو اس علاقہ مین بیحد اقتدار حاصل ہوگیا۔ ۱۷۶۳ء/۱۱۷۶ھ مین انگریزون نے کوشش کرکے فرانسیسون کو کرناٹک سے بیدخل کردیا اور والیان کرناٹک انگریزون کے ماتحت ہوگئے۔ ۱۸۰۱ء مین محمد علی خان کے بیٹے عمدۃ الامرا نے تمام ملک انگریزون کے حوالہ کردیا اور اپنی پرورش کے لیے پنشن منظور کرلی جو اُس کی اولاد مین ابتک جاری ہے۔

والیان کرناٹک

(۱)	ذوالفقار علی خان	۱۶۹۲ء/۱۱۰۴ھ	۱۷۰۳ء/۱۱۱۵ھ
(۲)	داود علیخان	۱۷۰۳ء/۱۱۱۵ھ	۱۷۱۰ء/۱۱۲۲ھ
(۳)	سعادت خان	۱۷۱۰ء/۱۱۲۲ھ	۱۷۳۲ء/۱۱۴۵ھ
(۴)	باقر علی خان	۱۷۳۲ء/۱۱۴۵ھ	ــــ
(۵)	علی دوست خان	۱۷۳۲ء/۱۱۴۵ھ	۱۷۴۰ء/۱۱۵۳ھ
(۶)	صفدر علی خان	۱۷۴۰ء/۱۱۵۳ھ	۱۷۴۲ء/۱۱۵۵ھ
(۷)	محمد سعید سعادت اللہ خان	۱۷۴۲ء/۱۱۵۵ھ	۱۷۴۴ء/۱۱۵۷ھ
(۸)	محمد انور الدین خان شجاع الدولہ	۱۷۴۴ء/۱۱۵۷ھ	۱۷۴۹ء/۱۱۶۲ھ
(۹)	محمد علی خان	۱۷۴۹ء/۱۱۶۲ھ	۱۷۹۵ء
(۱۰)	عمدۃ الامراء (جسنے ملک انگریزون کے حوالہ کردیا)	۱۷۹۵ء/۱۲۱۰ھ	۱۸۰۱ء/۱۲۱۶ھ

شاہزادگان کرناٹک

جو پرنس آف ارکاٹ کے لقب سے مشہور رہین اور گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے رہے ہیں۔

(۱)	عظیم الامراء	۱۸۰۱ء/۱۲۱۶ھ	۱۸۱۹ء/۱۲۳۴ھ
(۲)	عظیم جاہ	۱۸۱۹ء/۱۲۳۵ھ	۱۸۲۵ء/۱۲۴۱ھ
(۳)	عظیم جاہ	۱۸۲۵ء/۱۲۴۱ھ	۱۸۴۲ء/۱۲۵۸ھ
(۴)	محمد غلام غوث خان الاعظم الامراء	۱۸۴۲ء/۱۲۵۸ھ	۱۸۵۵ء/۱۲۷۲ھ
	عظیم جاہ (کر بحیثیت پرنس آف ارکاٹ)	۱۸۶۷ء/۱۲۸۴ھ	۱۸۷۴ء/۱۲۹۱ھ
(۵)	ظہیر الدولہ	۱۸۷۴ء/۱۲۹۱ھ	۱۸۷۹ء/۱۲۹۶ھ
(۶)	انتظام الملک	۱۸۷۹ء/۱۲۹۶ھ	سنہ
(۷)	عمدۃ الامراء	۱۸۷۹ء/۱۲۹۶ھ	۱۸۸۱ء/۱۲۹۹ھ

مملکت آصفیہ کے مشہور واقعات

دکن پر رام نے یورش کی	سنہ [illegible] ق م
راجہ اشوک برسر حکومت ہوا	سنہ ۲۶۰ ق م
اندھرا خاندان کا عروج (تلنگانہ مین)	سنہ ۲۲۰ ق م
اندھرا قوم نے کمڑھ پر حملہ کیا	سنہ ۶۰ ق م
پلاوا خاندان کرناٹک مین برسر حکومت ہوا	سنہ ۳۰۰ء
چلوکیا خاندان (مغربی شاخ) برسر حکومت ہوا	سنہ ۵۵۰ء
چلوکیا خاندان (مشرقی شاخ) برسر حکومت ہوا	سنہ ۶۱۵ء
اندھرا قوم کو پلاوا خاندان نے تباہ کیا	سنہ ۶۲۲ء
راشٹرکوٹا قوم نے چلوکیا خاندان کی مغربی شاخ پر غلبہ حاصل کیا۔	۷۴۷ء/۱۳۰ھ
چلوکیا خاندان کی مغربی شاخ پھر بحال ہوئی	۹۷۳ء/۳۶۲ھ
چلوکیا خاندان کی مشرقی شاخ کو چولا قوم نے تباہ کیا	۱۰۲۲ء/۴۱۳ھ
بادو خاندان برسر حکومت ہوا	۱۱۰۰ء/۴۹۴ھ
کاکتی خاندان جسکو کاکتیا خاندان بھی کہتے ہین ورنگل مین برسر حکومت ہوا	۱۱۰۰ء
بہلا نے دیوگیری بسایا اور بادو خاندان کو خود مختار بنایا	۱۱۸۷ء/۵۸۳ھ
چلوکیا خاندان کی مغربی شاخ کو بادو قوم نے تباہ کیا	۱۱۸۹ء/۵۸۵ھ
خاندان خلجی برسر حکومت ہوا	۱۲۹۰ء/۶۸۹ھ
دکن پر مسلمانون نے پہلی مرتبہ حملہ کیا	۱۲۹۴ء/۶۹۴ھ

دکن پر ملک کافور نے حملہ کیا	سنہ ۱۲۹۷ء / ۶۹۷	ہمنی نام کے بادشاہوں کا خاتمہ ہوا	سنہ ۱۵۲۷ء / ۹۳۴
دیوگڈھ کو مسلمانوں نے فتح کیا	سنہ ۱۳۰۷ء / ۷۰۷	تالیکوٹہ کی عظیم الشان لڑائی جسمین سلطنت بیجانگر کا خاتمہ ہوا	سنہ ۱۵۶۵ء / ۹۷۲
ورنگل کو مسلمانوں نے فتح کیا	سنہ ۱۳۰۹ء / ۷۰۹	عماد شاہی سلطنت کو نظام شاہیون نے تباہ کیا	سنہ ۱۵۷۵ء / ۹۸۳
کرناٹک کو مسلمانوں نے فتح کیا۔	سنہ ۱۳۱۰ء / ۷۱۰	شہنشاہ اکبر نے دکن پر حملہ کیا	سنہ ۱۵۸۶ء / ۹۹۵
یادوا خاندان تباہ ہوا	سنہ ۱۳۱۹ء / ۷۱۹	محمد قلی نے شہر حیدرآباد کی بنیاد ڈالی	سنہ ۱۵۸۹ء / ۹۹۸
خلجی خاندان تباہ ہوا۔	سنہ ۱۳۲۰ء / ۷۲۰	مغلون نے احمدنگر فتح کرلیا	سنہ ۱۶۰۰ء / ۱۰۰۹
خاندان تغلق برسرحکومت ہوا	سنہ ۱۳۲۱ء / ۷۲۱	اہل بیجانگر کا چندراگری مین آباد ہونا	سنہ ۱۶۱۴ء / ۱۰۲۳
سلطان محمد بن تغلق برسرحکومت ہوا	سنہ ۱۳۲۶ء / ۷۲۷	ملک عنبر نے بریدشاہی سلطنت کو تباہ کیا	سنہ ۱۶۲۴ء / ۱۰۳۴
سلطنت بیجانگر قائم ہوئی اور شہر بیجانگر آباد ہوا	سنہ ۱۳۳۶ء / ۷۳۷	چندراگری کے راجہ نے انگریزون کو مدراس کا علاقہ دیا	سنہ ۱۶۳۹ء / ۱۰۴۹
امرائے دکن نے بغاوت کی	سنہ ۱۳۴۷ء / ۷۴۸	شاہجہان نے نظام شاہی سلطنت پر قبضہ کیا	سنہ ۱۶۳۳ء / ۱۰۴۳
سلطنت بہمنیہ قائم ہوئی	سنہ ۱۳۴۸ء / ۷۴۹	اورنگ زیب نے بیجاپور فتح کیا	سنہ ۱۶۸۶ء / ۱۰۹۷
بہمنیون نے گولکنڈہ کو فتح کیا۔	سنہ ۱۳۶۴ء / ۷۶۴	اورنگ زیب نے گولکنڈہ کو فتح کیا	سنہ ۱۶۸۷ء / ۱۰۹۹
خاندان تغلق تباہ ہوا	سنہ ۱۳۹۹ء / ۸۰۲	سعادت اللہ خان والی کرناٹک مقرر ہوا	سنہ ۱۷۱۰ء / ۱۱۲۲
عماد شاہی سلطنت قائم ہوئی	سنہ ۱۴۸۵ء / ۸۹۰	نواب آصف جاہ دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے	سنہ ۱۷۱۳ء / ۱۱۲۵
عادل شاہی سلطنت قائم ہوئی	سنہ ۱۴۸۹ء / ۸۹۵	نواب آصف جاہ نے کرناٹک فتح کیا	سنہ ۱۷۴۴ء / ۱۱۵۷
نظام شاہی سلطنت قائم ہوئی	سنہ ۱۴۹۰ء / ۸۹۶	انورالدین خان والی کرناٹک مقرر ہوا	سنہ ۱۷۴۴ء / ۱۱۵۷
بریدشاہی سلطنت قائم ہوئی	سنہ ۱۴۹۱ء / ۸۹۷	انگریزون نے فرانسیسیون کو کرناٹک سے بیدخل کردیا	سنہ ۱۷۶۰ء / ۱۱۷۴
دکن میں پرتگیز آئے	سنہ ۱۴۹۸ء / ۹۰۴	عمدۃ الامراء نے کرناٹک انگریزون کے حوالہ کیا	سنہ ۱۸۰۱ء / ۱۲۱۶
قطب شاہی سلطنت قائم ہوئی	سنہ ۱۵۱۲ء / ۹۱۸		

حکیم سید شمس اللہ قادری

نیوایرا (NEW ERA) لکھنؤ سے اس نام کا ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار راجہ غلام حسین صاحب بی ۔اے نے جاری کیا ہے۔ اخباری دنیا مین آپ کا نام کافی شہرت رکھتا ہے۔ کامریڈ اور انڈین ڈیلی ٹیلیگراف مین آپ مدتون کام کرچکے ہین اور کچھ شک نہین کہ جس محنت اور قابلیت سے آپ "نیوایرا" کو نکال رہے ہین وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ کاش اردو مین بھی اس پایہ کے اخبارات شائع ہوتے۔ "نیوایرا" اپنی باطنی خوبیون کے علاوہ کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے بھی قابل رشک پرچہ ہے۔ قیمت سالانہ مع محصول عـــہ روپیہ انگریزی خوان حضرات کو ضرور اس کی خریداری فرما کر راجہ غلام حسین صاحب کی قومی اور ملکی خدمات میں اُن کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ ہم اپنے ہمعصر کی کامیابی کے دل سے خواستگار رہین - (ایڈیٹر)



ہز ہائنس مہاراجہ سر گنگا سنگھ بہادر اندال
جی سی-آئی ای' کے-سی-ایس آئی' والی ریاست بیکانیر' راجپوتانہ

سحر

علوم قدیمہ مین علم سحر کو دنیا مین شمس تہذیب کی شعاعین پھیلنے سے پہلے بہت زیادہ عظمت و اقتدار حاصل رہا ہی۔ کتب الٰہیہ توراۃ، انجیل اور قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اک زمانہ مین سحر کی اہمیت و عظمت دنیا مین اسقدر رہی ہی کہ دنیا کا کوئی کام اُسکے اثر سے خالی نہ تھا۔ مذہب تھا تو اسی پر مبنی تھا اور انسانی زندگی کے امور ضروریہ تھے تو اسی سے وابستہ۔ یہان تک کہ اُس زمانہ کے لوگ دنیا کا قیام و نظام اسی پہ منحصر سمجھتے تھے، لیکن تہذیب و تمدن اور علوم الٰہیہ کے نشو و نما پانے سے سحر و طلسمات مین تنزل پیدا ہوا اور مذہب نے تو اسکے اثر اور خیالات کے خلاف ایک ایسی زبردست جنگ کی کہ دنیا سے اُسکا اثر تقریباً مٹ ہی گیا۔ مذاہب مین سب سے زیادہ مذہب اسلام نے سحر اور اسی قسم کے دوسرے اُن ظنی علوم کی قوت توڑنے کی کوشش کی جو قدرت و کمالات الٰہی اور شان خداوندی مین ایک حد تک مداخلت کرنے والے تھے۔

اسلام نے اس قسم کے علوم حاصل کرنے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کو حکم الٰہی کے خلاف قرار دیا اور آخر ان کوششون کا نتیجہ یہ نکلا کہ پیروان اسلام نے علم سحر کو مذہب الٰہی کے خلاف سمجھ کر چھوڑ دیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا اثر کم ہوتے ہوتے تقریباً بالکل ہی جاتا رہا۔ لیکن تعجب ہی کہ مذہب اسلام کی ان سختیون کے باوجود آج سحر کے متعلق جسقدر معلومات ہمارے پاس ہین اور جتنی کتابین اس علم مین ملتی ہین، اُن مین سے زیادہ حصہ مسلمان محققین کی تحقیقات اور زور قلم کا نتیجہ ہی۔

ہمارا یہ تو دعویٰ نہین ہی کہ متقدمین کی تصنیفات مین سے علوم سحر کے متعلق کوئی کتاب اس وقت دنیا مین موجود نہین ہی۔ البتہ یہ ضرور ہی کہ حال کی تحقیقات مین علم سحر کے متعلق جسقدر لکھا گیا ہی وہ عموماً مسلمانون کی تالیفات اور تراجم کی مدد سے، اور ہمارا یہ مضمون بھی مسلمان مورخین اور محققین کی تحقیقات کا نتیجہ ہی جو مختلف عربی تاریخون اور علمی کتابون سے ماخوذ ہی۔

علم سحر اپنے مختلف شعبون کے لحاظ سے بہت سی اقسام پر مشتمل ہی جنمین سے بعض اعمال و اسرار ہین، بعض روحانی اور جسمانی ریاضتین اور بعض ایسے حسابات، ترتیب الفاظ، حروف اور نقوش جن سے ایک خاص صورت و ہیئت حصول ظن کے لیے پیدا ہو جاتی ہی اور ان سب سے مقصود امور غیب اور اسرار و حالات مخفی پر اطلاع حاصل کرنا یا کسی شے اور شخص پہ اثر ڈال کر فوق العادت کام لینا وغیرہ ہی۔

سب سے پہلے علم سحر سے بابلیون اور کلدانیون نے کام لیا۔ اُس زمانہ مین اس کا رواج بڑھتے بڑھتے اسقدر ترقی پہ پہنچ گیا تھا کہ ایک حد تک جزو مذہب بن گیا۔ انھین سے یہ علم دوسرے ملکون اور شہرون مین پہنچا اور آج بھی جسقدر پایا جاتا ہی انھین کی یادگار ہی۔ بابلیوں کے علاوہ فارس اور مصر مین بھی عرصہ تک علم سحر کا اعتقاد رہا اور ہر زمانہ مین معتقدین سحر اِس مین بہت سی عجیب غریب اور نئی باتین پیدا کرتے رہے۔

مورخین کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہی کہ بابلیون پارسیون اور مصریون نے علم سحر مین جو ترقی حاصل کی اور جس ریاضت و قوت اور تعجب انگیز عقیدت سے اُسکو حاصل کیا اور اعتقاداً اُسپر عمل کیا دنیا مین اس وقت تک کسی قوم اور ملک کو یہ بات نصیب نہین ہوئی چنانچہ بابل و نینوا اور مصر کی پرانی عمارتین کھنڈرات زمین دوز راستے اور معابد اور جدید دریافت شدہ آثار قدیمہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہی کہ بابل و مصر وغیرہ کسی زمانہ مین سحر و طلسمات کا مرکز و معدن ہونگے۔

عرب مین اسلام سے پہلے سحر کی ایک خاص قسم کہانت کا رواج تھا

جس مین عربون نے بہت دیر ہی باتین اضافہ کین اور سحر کی اس خاص نوع کو درجۂ کمال پر پہنچا دیا۔

ظہور اسلام سے پہلے عرب مین کہانت کا اسقدر چرچا تھا کہ کوئی کام کاہن کے مشورہ بغیر نہین کیا جاتا تھا لیکن اسلام کے بعد اس کا اثر جاتا رہا اور سحر کی دوسری اقسام کا اہل عرب نے فارس وغیرہ سے حاصل کرکے یا دوسری زبانون کی کتب سے ترجمہ کرکے رواج دیا اور بہت سے رسائل اور ضخیم کتابین سحر وغیرہ علوم پر تالیف و تصنیف کین لیکن اسلام کے اہل عرب نے علوم سحر مین جو کچھ لکھا اُن کا اکثر حصہ محض علمی خدمت پر مبنی تھا اور بہت کم اعتقاد کے خیال سے ترتیب دیا گیا تھا۔

جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہین علم سحر کی بہت سی اقسام ہین جنکا احاطہ اس مختصر مضمون مین دشوار ہی اس لیے ہم ذیل مین صرف اُن اقسام کا ذکر کرتے ہین جو بہت زیادہ مشہور ہین۔

(۱) سحر و طلسمات

محققین علم سحر کا خیال ہی کہ علوم سحر اُن آثار یا قوت خیال و وہم پر مبنی ہین جو انسانی نفوس مین پائے جاتے ہین یعنی انسان ان آثار اور قوتون سے عالم عناصر مین تاثیر پیدا کرنے یا اُن کو اپنے اثر سے متاثر کرنے کی قوت رکھتا ہی۔

اس کا ثبوت اُن کے الفاظ مین یہ ہی کہ انسانی نفس مین حالتِ طبعی اور اسبابِ جسمانی کے خلاف کچھ آثار پائے جاتے ہین، جو کبھی روح کی ایک خاص کیفیت سے پیدا ہوتے ہین، جیسے کہ فرحت و سرور مین جسم کا خود بخود گرم ہوجانا اور کبھی نفسانی تصورات سے، جیسے غلبۂ وہم سے، امر موہومہ کا وقوع پذیر ہونا۔ اسکی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ مثال کافی ہی کہ کوئی شخص مثلاً پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ رہا ہو اور اُسکا وہم یا خیال اسپر قائم ہوجائے کہ وہ اس چوٹی سے گرنے والا ہی تو یقیناً وہ چوٹی سے گر جائے گا۔ اسی طرح جو شخص اپنے خیال کو قائم کرکے کسی ایسی چیز کی مشق حاصل کرے جو بظاہر مشکل اور فوق العادت ہو اور وہم دور ہوجائے جیسے بلند پہاڑ کی ترچھی چٹان پر چڑھنا، تو وہ آسانی سے چٹان پر چڑھ جائے گا اور ہرگز نہ گرے گا۔

یہ دونون صورتین ایسی ہین کہ اس علم کے جاننے والے اس سے بہت کام لیتے ہین۔ بہت دفعہ دیکھنے مین آیا ہی کہ ساحر جسم کو سادہ کر اور قوت خیال و وہم کو قائم کرکے لوہے یا تانبے کے باریک تار پر بے تکلف چلتے ہین، یہان تک کہ سائیکل تک کو خاصی رفتار سے تار پر لیجاتے ہین، اور گرتے نہین۔

ان دلائل سے یہ معلوم ہوجاتا ہی کہ اس قسم کی قوتین نفس انسانی مین موجود تو ہین لیکن حالت طبعی یا اسباب جسمانی سے اُنھین کسی نوع کا تعلق نہین بلکہ یہ تمام امور یا قوتین عارضی ہوتی ہین جو مختلف طریقون سے حاصل کی جاتی ہین اور بعض وقت خود بخود پیدا ہوجاتی ہین لو جب بدن انسانی مین اس قسم کی قوتون کا وجود تسلیم ہی تو بدن انسانی کے سوا بھی یہ قوتین دوسرے ابدان و اجسام مین بھی موجود ہونی چاہئین۔ کیونکہ ان کا تعلق جب بدن انسانی مین طبیعت اور اجسام کے اسباب سے نہین ہی، بلکہ اسکے خلاف آثار و قوی ہین تو دوسرے اجسام و ابدان مین بھی اسی نوعیت سے ضرور پائی جانی چاہئین۔ اسلیے یہ کُلیہ صحیح ہی کہ سحر و طلسمات کی قوت تمام اجسام مین پائی جاتی ہی اور وہ یا تو خود یا کسی دوسری قوت کی اعانت سے اُس سے کام لیتے ہین۔

اُن جانورون پر نظر ڈالو جنکے افعال و حرکات فوق العادت نظر آتے ہین، اور جن سے بازیگر، مداری، بھان متی یا ساحر عجیب و غریب کام لیتے ہین۔ ہرچند کہ جانور خود اس قسم کی قوت حاصل کرنے یا اُس سے کام لینے کی عقل نہین رکھتے کیونکہ اُن کو قدرت نے

جزئیات کا ادراک دیا ہی کلیات کا نہیں، اسلیے انسان اُن سے اُن کی طبیعت اور اسباب جسمانی کے خلاف کام لیتے اور اُنکو مجری طبعی کے خلاف امور کا خوگر بنا دیتے ہین، اور پھر یہ قوت ان مین مدت العمر باقی رہتی ہی۔

علم سحر کی یہ صنف نہایت جامع اور وسیع ہی اور ضرورت تھی کہ ہم اسکو ذرا وضاحت سے لکھتے لیکن طوالت کے خیال سے ہم نے اسیقدر پر اکتفا مناسب سمجھا۔

سحر اور طلسمات اپنے آثار اور قوتون کے لحاظ سے بظاہر ایک ہی چیز ہین۔ فرق صرف اتنا ہی کہ ساحر اپنے فوق العادت امور پیش کرنے اور حیرت انگیز کام دکھانے مین کسی خارجی چیز کا محتاج نہین ہوتا بلکہ جو کچھ کرتا ہی اپنی ذاتی قوت اور مشق و خیال سے، اور طلسمات البتہ خارجی امانت کا محتاج ہی۔ ماورا اے ازین سحر کے خلاف طلسمات مین اسرار اعداد، روحانیات کواکب، خواص موجودات اور اوضاع افلاک سے بھی مدد لی جاتی ہی، جو صاحب طلسمات کے نزدیک عالم عناصر مین موثر ہین بعض کا خیال ہی کہ سحر ایک روح کا دوسری روح سے متحد ہونے کا نام ہی اور طلسمات مین روح کا اتحاد جسم سے ہوتا ہی جسکی توضیح اُن کے خیال کے موجب یہ ہی کہ طبائع علویہ سماویہ کا طبائع سفلیہ کے ساتھ متحد و مربوط ہونا طلسمات کا اصل اصول ہی اور اسی وجہ سے صاحب طلسمات اپنے کامون مین ستارون کی گردش اور اُن کی ارواح سے کام لیتا اور اُن کے آثار و طبائع سے اپنے کامون کا نتیجہ حاصل کرتا ہی۔

چونکہ سحر کے افعال و حرکات انسانی نفس کی قوت غیرطبیعیہ سے وجود پذیر ہوتے ہین، اور فطرت نوعی اس قسم کی تاثیرات کے خلاف نہین ہوتین، اس لیے وہ افعال اور امور فوق العادت جو خاصان خدا سے ظہور پذیر ہوتے ہین سحر مین داخل نہین ہین۔ کیونکہ ان امور کا تعلق نہ فطرت نوعی سے ہوتا ہی اور نہ نفس انسانی کی قوت غیرطبیعیہ بلکہ ان کا وجود پذیر ہونا قوت الہیہ پر موقوف ہی، جو بزرگان مذہب اور منزل من اللہ لوگون مین خدا کی طرف سے پیدا ہوتی ہی، اور جس کے ذریعہ سے دنیا کو فوق العادت امور دکھا کر اپنے دعوے کا ثبوت پیش کیا جاتا ہی۔ اس قسم کے امور کو جو قوت الہیہ کی تائید سے ظہور پذیر ہون معجزہ کہتے ہین اور جو امور فطرت نوعی یا نفس انسانی کی قوت غیرطبیعیہ کا نتیجہ ہون اُن کو سحر۔

بعض دفعہ معجزہ اور سحر مین ایک غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہی اور بمشکل سے پتہ چلتا ہی کہ یہ معجزہ ہی یا سحر اور یہ صورت اُس وقت پیش آتی ہی جبکہ ساحر اپنے ملکۂ خاص یا تعلق روحانیات سے کواکب یا شیاطین یا ارواح خبیثہ سے امداد حاصل کرنے کی قوت حاصل کرلیتا ہی اور اُن کے ذریعہ سے بعض ایسے فوق العادت امور پیش کرتا ہی جو نفس انسانی کی قوت فطری سے بہت کچھ بلند و برتر ہوتے ہین۔ اسکی شناخت اس طور پر ممکن ہی کہ قوت الہیہ کی مدد سے جو معجزہ ظہور پذیر ہوگا وہ عین حقیقت اور واقعہ نفس الامری ہوگا اور سحر اس کے خلاف۔

ابن خلدون مشہور مورخ لکھتا ہی کہ سحر و طلسمات کے تاثیرات نفسانی ہی کے اصناف مین سے ایک اور قسم آنکھ کے ذریعہ سے کسی پر اثر ڈالنا ہی، اور یہ ایک خاص مشق و ملکہ ہی جو ساحر حاصل کرتے ہین اور اس قوت یا ملکہ سے معمول پر حیرت انگیز اثر ڈال کر اُس سے عجیب و غریب کام لیتے ہین بعض لوگون کی آنکھون مین فطری طور پر بھی اس قسم کی قوت ہوتی ہی کہ اُن کی نگاہ مقابل یا مخالف یا معمول پر بہت سے فوق العادت اثرات پیدا کرتی ہی۔ فرق صرف اتنا ہی کہ فطری قوت بے اختیار اثر کرتی ہی اور غیرفطری یا کسبی اختیاری ہوتی ہی،

(۲) سیمیا یا اسرار حروف

عاملان علم سحر کی اصطلاح مین سیمیا اُن تصرفات آلہیہ کا نام ہی

جو مخصوص حروف اسمائے حسنیٰ اور کلمات الٰہیہ کے ماتحت عالم طبیعت میں رہتے ہیں یعنی قدرت نے اسمائے حسنیٰ اور کلمات مخصوصہ میں کچھ ایسے اسرار و اثرات و دلیعت رکھے ہیں کہ عالم کون یا طبیعت پر اُن کا اثر ہوتا ہے اور وہ حروف جو اسرار ربانی اپنے اندر رکھتے ہیں عالم طبیعت میں تصرف کرتے ہیں۔

حروف و کلمات اور اسمائے حسنیٰ کے تصرفات میں محققین کا اختلاف ہے بعض لوگ حروف کے مزاج کو فعل تصرف کی حقیقت قرار دیتے ہیں اُن کے نزدیک حروف عناصر کی طرح طبیعت رکھتے اور حسب ذیل اقسام پر منقسم ہیں: آتشی۔ بادی۔ آبی۔ خاکی۔

ان چاروں طبیعتوں کے مخصوص حروف ہیں جو بہ قاعدہ ابجد اسطرح منقسم ہیں کہ ابجد کے مسلسل کلمات میں سے پہلا حرف آتشی دوسرا بادی تیسرا آبی اور چوتھا خاکی ہے۔ اسی طرح تمام حروف مسلسل آتشی بادی آبی اور خاکی ہیں۔ اس اعتبار سے آتشی حروف سات ہیں یعنی ابجد کے مسلسل کلمات میں سات حرف آتشی ہیں یعنی ا۔ ہ۔ ط۔ م۔ ف۔ ش۔ ذ۔ اور سات بادی یعنی ب۔ و۔ ی۔ ن۔ ص۔ ت۔ ظ۔ اور سات آبی یعنی ج۔ ز۔ ک۔ س۔ ق۔ ث۔ غ۔ اور سات خاکی یعنی د۔ ح۔ ل۔ ع۔ ر۔ خ۔ س۔

اہل سیمیا کے نزدیک حروف اپنے مذکورۂ بالا امزجہ کے لحاظ سے موجودات پر مختلف اثر ڈالتے ہیں۔ مثلاً آتشی حروف سرد امراض کے دفع کرنے اور قوت حرارت زیادہ کرنے میں خاص طور پر موثر ہیں آتشی حروف میں قوت حرارت بڑھانے میں مختلف حالتیں ہیں بعض اشیاء میں ان کی قوت حسی اعتبار سے اثر کرتی ہے اور بعض چیزوں میں حرارت حسی پیدا نہیں کرتی بلکہ حرارت کا مفہوم یا حکم پیدا کرتی ہے۔ غیر حسی حرارت کی مثال ستارۂ مریخ کا اثر ہے یعنی جس حرف سے مریخ کو نسبت طبعی ہوگی اُس کا اثر یہ ہوگا کہ جنگی کاموں اور قتل و غارت گری میں اُس سے مدد ملے گی، اسی طرح آبی حروف گرم امراض (بخار وغیرہ) کے دفع کرنے اور سرد قوتوں کو تقویت دینے میں خاص طور پر اثر رکھتے ہیں

بعض کے نزدیک حروف کے تصرفات عددی نسبت کے اعتبار سے ہیں یعنی حروف کے اعداد احاد عشرات اور مآت وغیرہ میں اگر باہم ایک قسم کی نسبت ہو تو اُن کا اثر قوی ہوگا اور اگر حروف کے اعداد کی نسبت باہم مختلف ہو تو اثر کمزور۔ مثلاً حرف ب کے عدد دو ہیں اور کاف کے ۲۰ اور راء کے ۲۰۰ یہ تینوں حرف احاد عشرات اور مآت میں باہم دو کی نسبت رکھتے ہیں۔ اسی طرح مذکورۂ بالا حروف اور دال میم اور تاء میں (کہ باہم چار کی نسبت رکھتے ہیں) نصف اور ضعف یعنی آدھے اور دوگنے کی نسبت ہے۔

حروف کے امزجہ، طبائع، نسبت عددی اور حروف کے ذاتی خصائص و آثار چونکہ بظاہر عسیر الفہم ہیں اور کسی خاص فن یا علم سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ذوق و کشف پر مبنی ہیں اس لیے اُن کے متعلق کوئی خاص قاعدہ وضع نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ حاملان علم سحر وغیرہ نے اپنی تحقیقات اور ذوق و کشف سے جو جزئیات پیدا کی اور اُنکے متعلق مخصوص قواعد ضبط کیے ہیں اُنھیں پر قیاس کرکے نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

(۳) سوالات کے جوابات نکالنا

سحر کی یہ نوع سیمیا کی ایک فرع ہے جسکو اصطلاح سحر میں زائچہ کہتے ہیں۔ اس سے مجاہدہ طاعت عبادت محبت اور تعشق وغیرہ امور متعلق ہیں اور حروف کے ذریعہ سے سوالات ضمیر و خبیرہ بتائے جاتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمۂ تاریخ میں اسکے متعلق ایک طویل بحث کی ہے اور اُسکے قواعد و اصول کو مشرح بیان کیا ہے جس کو طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

(۴) رمل

سحر کی اقسام مین رمل کو ہر زمانہ مین عظمت و اقتدار حاصل رہا ہی اسکی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہی کہ ابتداءً رمل یعنی ریت پر نقوش و خطوط انگلی سے کھینچ کر زائچہ بنایا جاتا تھا۔ لیکن علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ یہ قاعدہ ترک کرنا پڑا اور پتون کاغذون وغیرہ پر خطوط و نقوش بنا کر اشکال حاصل کی گئین اور اب تو اس نے اتنی ترقی حاصل کی ہی کہ پانسہ یا قرعہ پھینک کر اشکال قائم کر لیتے ہین۔

سب سے پہلے اس سے اس طرح کام لیا گیا کہ ایک سانس مین نقطون کی چار سطرین بغیر شمار کے قائم کی گئین اور انکو دو پر تقسیم کرنے کے بعد اگر کچھ نہ بچا تو خط زوج (--) اور اگر ایک نقطہ باقی رہا تو خط فرد (-) قائم کیا گیا۔ اسی دستور پر چارون سطرون سے ایک شکل چار خطوط کی بنائی گئی۔ اسی طرح نقطون کی سولہ سطرون سے چار شکلین بنائی جاتی ہین اور پھر ان چار شکلون سے چار شکلین اور پھر آٹھون کے امتزاج سے چار اور اسی طرح سولہ شکلین حاصل کی جاتی ہین۔ ان سولہ شکلون مین ان کے خیال کے مطابق بارہ شکلین بارہ بروج کے مطابق اور چار اوتاد فلک کے لحاظ سے ہین کل سولہ شکلون سے نتیجہ سوال حاصل کیا جاتا ہی جنکی طبیعت مرتب باہمی نسبت اور تعلق بروج و ستارگان سے عالم عناصر و موجودات پر احکام لگائے جاتے ہین۔

علم نجوم رمل ہی کے قاعدون سے مستنبط ہوا ہی۔ فرق دونون مین صرف اسقدر ہی کہ نجوم اوضاع طبیعت سے منسوب ہی اور رمل اتفاقات سے متعلق ہی۔

بعض لوگون کا خیال ہی کہ رمل اسرار نبوت قدیمہ سے ہی جس کو حضرت ادریس اور حضرت دانیال علیہم السلام نے ایجاد کیا یا اس سے زیادہ تر کام لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہی کہ یہ نسبت کسی معتبر تاریخی ثبوت اور شہادت سے بالکل خالی اور دلائل عقل سے معرا ہی اسلیے کہ نبوت اس قسم کے علوم سے کام لینے کی محتاج نہین ہی بلکہ نبی قوت الٰہیہ کے ذریعہ سے امور عجیب اور اسرار خفیہ کا اظہار کرتا اور معجزہ پیش کرتا ہی۔

رمل اور نجوم کے ذریعہ سے امور غیب اور ضمائر انسانی وغیرہ کا حال معلوم کیا جاتا اور مخفی چیزون کا پتہ بتایا جاتا ہی اور کبھی ان سے بہت سے کام لیے جاتے ہین۔ یہان تک کہ اطبائے متقدمین و متاخرین نے تو امراض کی تشخیص اور ادویات کی تجویز مین بھی ان سے مدد لی ہی۔

(۵) حساب نیم

ارسطو نے اپنی کتاب سیاست مین اس علم کا نہایت تفصیل سے تذکرہ کیا ہی اور اسکو علوم سحر کی اصناف مین قرار دیا ہی۔ اس سے غالب و مغلوب کا حال معلوم کیا جاتا ہی۔ یہ علم نہ روحانیات سے تعلق رکھتا ہی اور نہ تاثیرات نجوم سے اور نہ ظن و تخمینہ سے اسے کسی خاص قسم کی نسبت ہی بلکہ یہ صرف ایک حساب ہی جس سے بادشاہون اور دشمنون کے باہم غالب و مغلوب ہونے کا پتہ چلتا ہی۔ اس سے کام لینے کا قاعدہ یہ ہی کہ بقاعدہ جمل حریفین کے نام کے حروف کے اعداد علیحدہ علیحدہ جمع کیے جائین اور انکو علیحدہ علیحدہ نو پر تقسیم کر دیا جائے۔ تقسیم کرنے کے بعد اگر دونون نام کے بقیہ اعداد کم و بیش ہین اور دونون بحیثیت زوج یا فرد متحد ہین تو جس کے نام کے اعداد کم ہین وہ غالب رہے گا اور اگر ایک کے بقیہ اعداد زوج ہین اور دوسرے کے فرد تو جس کے اعداد زیادہ ہین وہ غالب ہی اور اگر تقسیم کے بعد دونون عدد برابر ہین اور زوج ہین تو مطلوب غالب اور اگر دونون فرد ہین تو طالب غالب۔

مذکورۂ بالا قاعدہ تقسیم کے علاوہ اور بھی کچھ شرائط و اقسام ہین جن کا بیشتر حصہ عموماً انھین اقسام مین اضافہ کر لینے کے بعد حاصل ہوا ہی۔

یون تو سحر کے جاننے والے اور اس علم کے عالم کامل ہر زمانہ اور ہر ملک مین سب ہین لیکن عرب مین اسلام سے پہلے سحر کا بہت زور تھا یہان تک کہ بعض کامل الفن ساحرون نے اپنی قوت سحر کے بھروسہ پر نبوت تک کا دعویٰ کیا ہے جنمین سے افعی کاہن، ہدیۃ الابرعی، ابن الصیاد، سواد بن قارب، سوجنسی عامر بن عبداللہ مسیلمہ کذاب سجاح، طلحہ اسدی وغیرہ بہت مشہور ہین۔ ان مین سے بعضے ظہور اسلام کے بعد بھی موجود تھے۔

سلمانون مین علم سحر اور کیمیا کے عالمون مین جابر بن حیان بہت بڑا شخص گذرا ہے۔ اس کے بعد مسیلمہ بن احمد مجریطی، امام بونی، ابن عربی، احمد بن ملی، ابو معشر فلکی، ابوالعباس غمری، صلاح الدین صفدی، بسطامی اور جویری وغیرہ ساتوین صدی ہجری کے بہترین عالمان سحر تھے۔

علوم سحر کی قدیم کتب کا ذخیرہ اب بہت کم ملتا ہے۔ البتہ نایاب قلمی کتاب کا ایک قابلِ قدر ذخیرہ مصر کے مشہور خدیوی کتبخانہ مین اس وقت تک موجود ہے۔

آغا رفیق (بلندشہری)

(قدیم ہندوؤن کا نظریۂ جراثیم)

ہندوؤن کی تمام معلومات اور اُن کے علمی حقائق اس درجہ مذہب کے رنگ مین رنگے ہوے ہین کہ بہت کم لوگ جو ان کی مذہبی کتابون سے واقفیت تام نہین رکھتے اس بات کا یقین کر سکتے ہین کہ انھون نے سوائے فلسفہ اور روحانیات کے کسی اور شعبۂ علم مین کمال حاصل کیا تھا باوجود اس کے یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کی کتب مقدسہ مین اکثر ایسی باتون کا ذکر اشارۃً یا کنایۃً موجود ہے جنھین لوگ بالعموم زمانۂ حال کی دریافت قرار دیتے ہین اور جن کی ایجاد کا اہل مغرب کو فخر حاصل ہے علی طور پر اس ایجاد کی صدہا مثالین موجود ہین مثلاً آلات پروازیا ہوائی جہاز جن کو ایک تازہ ایجاد سمجھا جاتا ہے "بوان" کی صورت مین نہایت قدیم زمانہ مین ہندوستان مین موجود تھے۔ جراحی کے صدہا نکات جن پر آج مغربی طب کو فخر و ناز ہے آیورویدکا بزو بن چکے تھے۔ اسکنڈنیویا *Scandinavia* (اسکندنبھیکا) آئرلینڈ (آریہ نندم) فلسطین (پالستان) وغیرہ ملکون کے نامون کی ترکیب ظاہر کرتی ہے کہ قدیم آریہ ہندوؤن کی جغرافیائی معلومات منتہائے کمال کو پہنچ چکی تھین اور ریاضی اور علم ہندسہ تو اُن کی اپنی ایجاد تھی۔ لیکن یہ اور اسی قسم کی اور دریافتین اپنے نیم مذہبی رنگ مین اسقدر چھپی ہوئی ہین کہ اکثر ناواقف لوگ انھین فرضی روایات سمجھ کر ہنسی مین اُڑا دیتے ہین۔

بیکٹریالوجی یا علم جراثیم کی نسبت زمانۂ موجودہ کے واقفِ حال لوگون کا عام خیال یہ ہے کہ وہ علمائے فرنگ کی ایک دریافت ہے اور اُنھین نے گذشتہ صدی مین اس کی نسبت تحقیقات کی ہے۔ یہ دعوے اس حد تک تو بالکل صحیح ہے کہ یورپ کے سائنسدانون نے اپنے تجربات اور تحقیقات کی بدولت اسے علم طب کی ایک اہم شاخ بنا دیا ہے۔ مگر یہ بیان کہ اس علم کی ابتدا مغرب مین ہوئی سراسر واقعات کے خلاف ہے۔ کیونکہ حقیقت مین علم جراثیم آج سے صدیون پیشتر ہمارے اسلاف مین موجود تھا اور ویدون مین جا بجا اشارۃً اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

یجر وید مین ایک جگہ آیا ہے" یہ جاندار خوراک اور پانی کے رستہ بدن مین داخل ہو کر امراض پیدا کرتے ہین"۔ یہ دریافت وہی ہے جس پر محققان فرنگ کو ناز ہے مگر حقیقت مین وہ صدیون پہلے ہمارے اسلاف مین

موجود تھی۔

اسی طرح اتھروید میں آیا ہے۔ ہم اسکو اور ویدہور قسم کے جراثیم کو جو معدہ، سر اور دوست میں پائے جاتے ہیں تلف کرتے ہیں"

کیا ان منتروں سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ قدیم آریہ ہندو جراثیم کے وجود سے بے خبر نہ تھے؟۔ فی الحقیقت ان میں مختلف قسم کے جراثیم کے لیے مختلف نام موجود تھے جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔

سطور بالا میں ایک قسم کے جراثیم کا نام "ویدہور" لکھا گیا ہے سنسکرت ترکیب سے اس لفظ کے معنی یوں ہو سکتے ہیں۔

ویدہور = وی + ادھور

وی = مخالف

ادھور = یگیہ

یعنی وہ جو یگیہ کا مخالف ہو۔ یہ لفظ اس قسم کے جراثیم کے لیے مخصوص تھا جو ان مقامات میں پیدا ہوتے تھے جہاں یگیہ نہ ہوتا ہو کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ یگیہ کی بدولت صدہا قسم کے مہلک جراثیم تلف ہوجاتے ہیں۔ ایک اور معنی اس لفظ کے یہ بھی ہو سکتے ہیں۔

وی = مخالف

ا = حرف انکاری

دھور = مارنا

گویا مراد ان جراثیم سے لی جاتی تھی جو ان مقامات میں نہ پائے جاتے ہوں جہاں مارنے کا عمل نہ ہوتا ہو۔ یا یوں سمجھنا چاہیے کہ وہ ان کا وجود صرف قدیم سے مخصوص تھا اور وہ شہری میں موجود نہ تے تھے۔

اتھروید میں بعض اور جراثیم کا ذکر ان لفظوں میں موجود ہے "نظر آنے اور نظر نہ آنے والے "کرورو" "الگنڈو" اور "شتن" جراثیم تلف کیے جا سکتے ہیں"

ان کے علاوہ ایک اور قسم "اور" کے نام سے بیان کی گئی ہے جنکی نسبت ایک شلوک میں مذکور ہے کہ وہ زمین پر کرۂ ہوائی میں اور آسمان پر رہتے ہیں۔ ہوا ان کی خوراک ہے اور بارش ان کے تیر ہیں" مدعا یہ ہے کہ وہ ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔

ایک منتر میں لکھا گیا ہے "نیل گریو اور شت کنٹھ شرد قسم کے جراثیم وسیع سمندروں میں رہتے ہیں اور کرۂ ہوائی میں اور زمین پر بھی پائے جاتے ہیں۔ اور آکاش پر اور درختوں میں ملتے ہیں۔

اُن کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں ایک وہ جن کی گردن نیلی ہو اور ایک جگہ گردن سفید ہو۔ اصطلاح میں ان کے نام نیل کنٹھ اور شت کنٹھ مشہور ہیں۔

شرد سے مراد مارنے والے سے ہے۔ شرد قسم کے جراثیم وہ سمجھے جاتے تھے جو حیوانات کو مارنے والے ہوں۔ ذیل میں مختلف جراثیم کے نام مع اُن کی تشریحی کیفیت کے درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) رودر — جس کی بدولت آنسو بہنے لگیں۔
(۲) شرد — مارنے والا۔
(۳) دکھشینک — کمزوری پیدا کرنے والا
(۴) بھیم — خوفناک
(۵) پربھو — بہت جلد بڑھنے والا
(۶) کھیچر — آسمان میں رہنے والا
(۷) گوچر — زمین پر رہنے والا
(۸) نکتنچر — رات کو گھومنے والا
(۹) گھور — خوف پیدا کرنے والا
(۱۰) یگیہ دہن — جو یگیہ سے مارے جا سکیں
(۱۱) ویدھر — جو یگیہ کے مخالف ہوں
(۱۲) کام ناشک — قوت مردانہ کو ضائع کرنے والے
(۱۳) بل دھن — طاقت کم کرنے والے

(۱۴) حنی چاری = زمین پر گھومنے والے
(۱۵) نشاچر = رات کو گھومنے والے
(۱۶) انواد = ہذیان پیدا کرنے والے
(۱۷) کال
(۱۸) ننتیا
(۱۹) بیہ
(۲۰) نرجیو
} جانوروں کے لیے مہلک

ان کو تلف کرنے کا بہترین طریقہ قدیم ہندوؤں کے نزدیک یگیہ کرنا تھا اور یہی باعث ہے کہ ان کی مذہبی کتابوں میں جابجا یگیہ کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ چنانچہ اتھروید ۱۰: ۱۶۱ میں مذکور ہے۔

"اے مریض میں تیرے امراض معلومہ و غیر معلومہ یگیہ کے ذریعہ سے دور کرتا ہوں اگر مرض دیرینہ ہو تو وہ اندر اور اگنی کے ذریعہ سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر مہلک ہو تو کم دردناک اور کم تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ جان کے اندر ہو تو سوار یگیہ کرنے سے دور ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص لب مرگ بھی ہو تو اسکا علاج اندر (برق) اگنی۔ سورج وغیرہ کی مدد سے کیا جا سکتا ہے۔"

اسی طرح ایک اور جگہ مذکور ہے۔

سورج اپنے طلوع و غروب کی کرنوں سے چھوٹے چھوٹے جانداروں کو تلف کرتا ہے۔ یہ جاندار زمین اور آسمان پر رہتے ہیں اور مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض کی چار آنکھیں ہوتی ہیں بعض سفید ہوتے ہیں بعض سرخ و علیٰ ہذا القیاس۔ میں ان سب کو تلف کرتا ہوں۔ بعض کی دو شاخیں ہوتی ہیں جن سے وہ حیوانات کو کاٹتے ہیں۔ بعض میں زہر کی ایک تھیلی ہوتی ہے۔

اس منتر میں بیان کیا گیا ہے کہ امراض پیدا کرنے والے جاندار سورج کی شعاعوں سے تلف ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے سورج اور اگنی کی تاثیر یکساں ہے۔ ویدوں میں جراثیم کو تلف کرنے والی طاقتیں تین قرار دی گئی ہیں۔

(۱) زمین پر اگنی (آگ)
(۲) کرۂ ہوائی میں ودیتو (برق)
(۳) اکاش پر سورج۔

کم و بیش یہی خیال موجودہ یورپین سائنس دانوں کا ہے۔

ویدوں میں اور بہت سے منتر اس قسم کے موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نہایت قدیم زمانہ کے ہندو جراثیم کی ہستی سے بے خبر نہ تھے۔ لیکن ان سب پر بحث کرنا کسی ایسے شخص کا کام ہے جو علم جراثیم کا ماہر ہونے کے علاوہ ویدوں کا بھی فاضل ہو۔

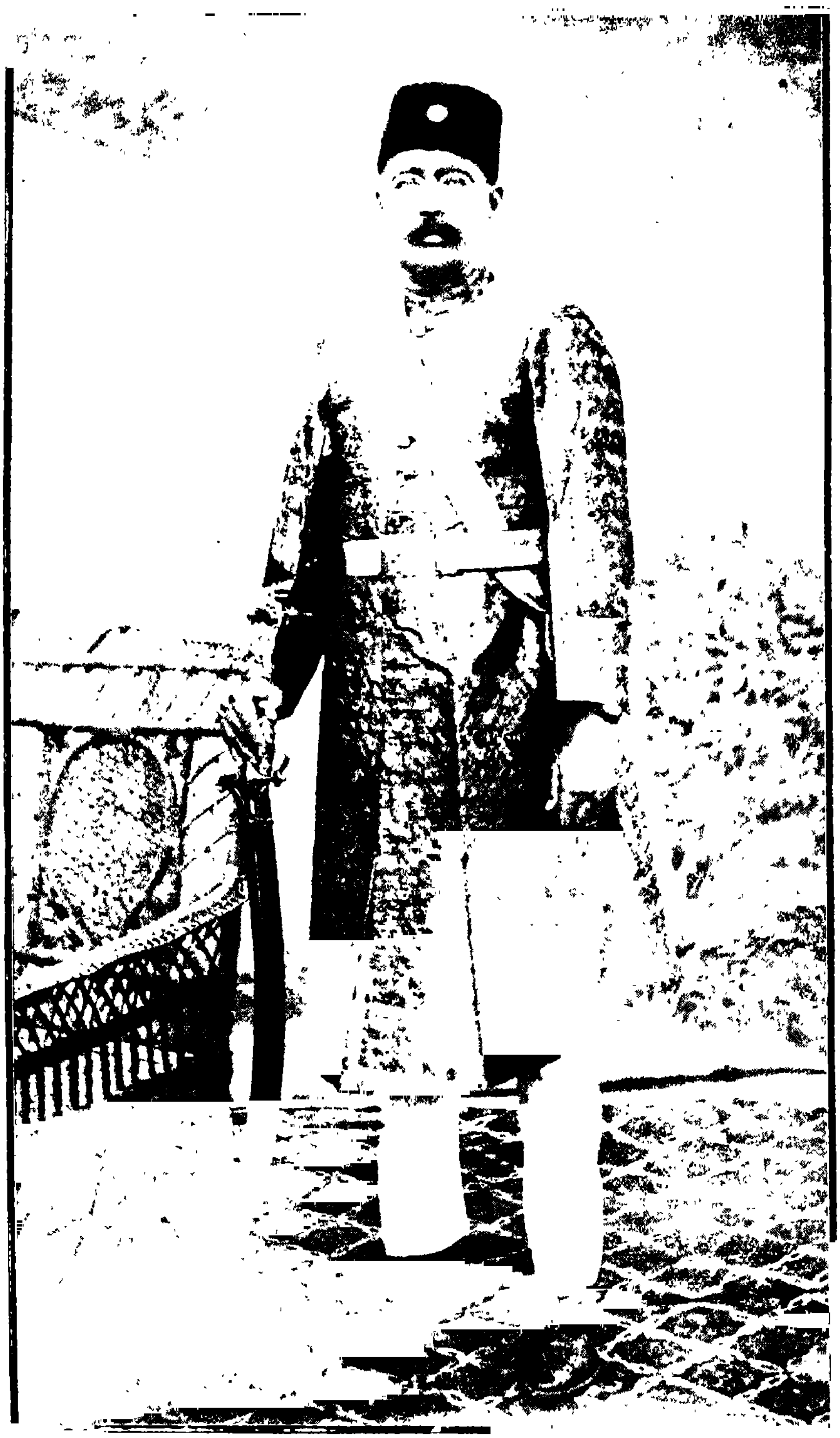
تیرتھ رام

روح انسانی

(حسب فلاسفہ و حکمائے فرنگ)

قدیم الایام میں خیال کیا جاتا تھا کہ انسان کی روح ایک قسم کا لطیف مادہ ہے۔ جو تعلق ہوا کو ٹھوس مادہ کے ساتھ ہے اسی طور کا تعلق روح کو ہوا کے ساتھ ہے۔ یہ سیال اور لطیف مادہ جسم کے کل اعضا میں ساری ہے اور گو جسم میں ہر جگہ موجود ہے پھر بھی ایک جداہستی ہے۔ ممکن ہے کہ موت کے بعد یہ سیال مادہ بھاپ کی شکل میں دکھائی دے، بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ عین حیات بھی، بوقت خواب یا بیہوشی، ہو سکتا ہے کہ یہ بخاری روح جسم سے عارضی طور پر جدا ہو اور مختلف مقامات پر لوگوں کو نظر آئے۔

افلاطون نے جس کو اعظم الفلاسفۂ یونانِ قدیم کہنا بیجا نہ ہوگا،



افتخارالشعرا خان بہادر اعتبارالملک مولوی سید افتخار حسین صاحب مختار اقتدار جنگ

اس بنا پر روح کے تصوّر کی تردید کی۔ اُس نے بیان کیا کہ روح اشیاے مادّی سے بالکل متغایر ہی البتہ عقل اُسکے ادراک پر قادر ہی۔ جسم کی پیدائش سے بھی پیشتر روح کا وجود پایا جاتا ہی اور موت کے بعد موجود رہے گی۔

ارسطاطالیس، ارشد تلامذۂ افلاطون نے "روح" کے عنوان سے ایک مستقل کتاب لکھی جس کو بالعموم علم النفس کا سنگ بنیاد سمجھا جاتا ہی۔ اُس نے مروّجہ تصوراتِ روح کو باطل کرکے دعویٰ کیا کہ روح افعالِ اعضاے رئیسہ کا مجموعہ ہی۔ اُسکی توجہ اُن خصائص کی جانب مرکوز ہوئی جو حیوانات کو اشیاءِ غیر متحرک سے تفریق کرتی ہیں چنانچہ اُسکے نزدیک کسی موجود میں روح کا وجود سمجھنا بالکل یہی ہی کہ اُس موجود میں اُن خصائص میں سے بعض یا کُل کا اظہار پایا جائے۔ اُس نے کہا کہ میں اس امر میں کوئی مستقل راے نہیں دے سکتا کہ ان افعالِ اعضاے رئیسہ کی علتِ فاعلی کسی ایسے متمائز وجود کو قرار دینا چاہیے یا نہیں جو بعد موت بھی باقی رہے گا۔

ازمنۂ وُسطےٰ کے درمیان، حکما کے مابین، روح اور اُسکے افعال میں بحث جاری رہی جس راے نے اُس وقت سب سے زیادہ مرتبۂ قبول پایا وہ افلاطون اور ارسطاطالیس کے ظنّیات کا مجموعہ تھی۔ اس راے کے بموجب روحِ انسانی غیر مادّی ہی اور جسمانی موت کے بعد اُسکا وجود مع افعال کے ممکن ہی۔ اس راے کے رواج کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ روح کے افعالِ عقلی کی جانب بالعموم توجہ ہوئی اور افعالِ روحی متعلق بجسم کا بہت خیال نہیں کیا گیا، جن پر ارسطو نے زیادہ زور دیا تھا اور جن کو اُس نے وجودِ روح کے اظہار کا خاص ذریعہ سمجھا تھا کیونکہ افعال مؤخر الذکر کے وجود سے گویا روح اور جسم کا اختلاط لازم آتا تھا۔ راے مذکورہ کو سترھوین صدی عیسوی مین، فرانسیسی فلسفی ڈیکارٹ نے حدِّ کمال کو پہنچا دیا۔ اُس نے دعویٰ کیا کہ حیوانون بلکہ خود انسانون کے اجسام اور دیگر اشیاے مادّی مین، بلحاظ جسمیت، کوئی خاص فرق نہین بجز اسکے کہ یہ اجسام بمقابل دیگر اشیا کے اپنی ساخت مین زیادہ پیچیدہ ہین۔ پس اُن کے افعال کی تشریح مثل دیگر پیچیدہ کلون کے اصولِ حرکیہ[1] سے کی جا سکتی ہی۔ ان کُل اجسام کے درمیان صرف انسانی جسم مین روح کا وجود پایا جاتا ہی، اور قوت ارادی و قوت خیال ہی کے افعال بالخصوص اس روح کے زیرِ حکم ہین۔

چونکہ اس زمانہ مین علوم تجربیہ کی معلومات مین بہت سے عجیب عجیب اضافے ہوئے لہذا اس علم الحرکات والے ظنیہ کی جانب لوگون کا رجحان زیادہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ وہ خیال کرنے لگے کہ جب حیوانات کلون سے اسقدر مشابہ ہین تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان کو بھی محض ایک پیچیدہ کل نہ سمجھا جائے، روح داخلِ موہومات ہی جسکے وجود پر پادری صاحبان صرف اس لیے اصرار کرتے ہین کہ عوام کو عذابِ آخرت کے تصوّر سے ڈرا کر اپنے قبضہ مین رکھ سکین۔ اس قسم کے خیالات پر ڈیکارٹ کا فلسفہ ع سمند ناز پہ اک اور تازیانہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سترھوین اور اٹھارھوین صدی مین مادّیت عام طور پر پھیل گئی۔ اکثر وہ حکما جو وجودِ روح کے قائل تھے، مثل جان لاک، الہام کا سہارا پکڑتے تھے، اور بعض مثل برکلے کی طرح جملہ اشیا کی مادّیت سے انکار کرتے تھے، اور تمام چیزون کو فقط احساسات کا مجموعہ خیال کرکے اُن کے وجود کو روح کے وجود پر منحصر جانتے تھے۔ ان سب سے الگ اسکاٹلینڈ کے مشکک ڈیوڈ ہیوم کا مذہب تھا۔ اُسکا دعویٰ یہی ہی کہ روح کا وجود نہ کبھی ثابت ہوا اور نہ ہو سکتا ہی، یہ محض ایک روایت ہی جسکو لوگون نے بغیر سوچے سمجھے تسلیم کر لیا ہی۔ اس شخص نے برکلے اور دیگر متالہین کے مسائل پر نہایت بیباکی سے اعتراض

[1] Mechanical principles علم الحرکات یا علم الآلات کے اصول۔

وارد کیے اور اپنے عندیہ مین وجود روح وغیرہ کے تصور کا قطعاً استیصال کر دیا۔

پس اٹھارہوین صدی کے اواخر مین دو ہی صورتین تھین، یا تو آدمی مادیین کا ہمزبان ہو اور یا متشکک بن جائے یعنی یا تو روح و روحانیات کو محض افسانہ جانے اور یا ہمت ہار کر اقرار کرے کہ عالم سراسر ایک معما ہے جسکے حل پر عقل انسانی کچھ قدرت نہین رکھتی۔ اس وقت عمانوئیل کینٹ خاک جرمن سے اٹھا اور کوشان ہوا کہ اہل عالم کو مذکورۂ بالا ہر دو شقون سے آزاد کرے، چنانچہ اُس نے ایک تیسرا مذہب جاری کیا اشیاء مادیہ کے احساس مین ہم کو فقط صُوَر کا علم ہوتا ہے اور ہمارے تمام تصورات عالم جسمانی پر خود ہمارے ذہن کا اثر پڑتا ہے جس کو ہم عالم قدرت یا عالم اجسام کہتے ہین وہ کسی حقیقت کی صرف ایک صورت ہے جو ہم کو محسوس ہوتی ہے اور اُس حقیقت تک ہماری عقلون کو رسائی حاصل نہین ہوتی کیونکہ ان صُوَر یا محسوسات پر ہمارے ذہنون کی ساخت کا اثر پڑتا ہے۔ قوانین جسمانیات مثل قانون علت و معلول وقانون عمل حرکات، جن کو ہم سمجھتے ہین کہ ہم نے اُن کو دنیا کے اندر دریافت کیا، وہ فی الحقیقت ہمارے ذہنون کی کیفیت کے مظہر ہین نہ کہ اُس ماہیت کے جو ہم کو بشکل عالم مادی محسوس ہوتی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر اُس نے بیان کیا کہ ہم پر اپنے ذہنون کی ماہیت بھی مجہول رہتی ہے کیونکہ وہ ہمارے مشاہدہ سے خارج ہے، براہ راست ہم کو فقط کیفیات ذہنی کا علم ہوتا ہے۔ اگرچہ طرق علوم تجربیہ سے ہم روح کے وجود کو ثابت نہ کر سکین یا اُس کی ماہیت کے بیان مین قاصر رہین، لیکن اگر ہم اپنی اخلاقی فطرت مین غور کرین تو ہم کو غیر مشتبہ یقین ہو جائے گا کہ روح انسانی ایک وجود غیر فانی ہے جو ہمارے حواس سے محسوس نہین ہو سکتی۔

حکماء مابعد نے بیشتر کینٹ کے اس اہم مسئلہ کو تسلیم کر لیا کہ ہم کو عالم اجسام کی نقط صُوَر ہی کا علم ہوتا ہے، لیکن اُسکے استدلال سے اُن کو وجود روح کا تیقن نہ ہوا۔ روح کے وجود اور اُس کی فطرت کی تشریح مین بعد کو مختلف فلسفیون نے سعی بلیغ کی لیکن اُن کے مسائل نطقیات نے علماء کے درمیان قبول و فروغ نہ پایا۔

الیس۔ ڈبلیو۔ بٹلر

اعتبارالملک جناب مضطر (خیرآبادی)

ایشیائی شاعری کی دنیا مین جناب مضطر کا نام کسی تعارف کا محتاج نہین۔ آپ کے مختلف عاشقانہ اشعار لوگون کو یاد ہین۔ آپ کی طبیعت کی روانی اور پُرگوئی بھی حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ کلام مین عاشقانہ رنگ کے ساتھ تصوف کی جھلک بھی موجود ہے، اور یہ متصوفانہ مذاق خاندانی ہے۔ اول تو آپ سید رضوی ہین۔ دوسرے یہ کہ آپ کے آباو اجداد عارف اور صوفی گذرے ہین۔ زہد و ریاضت مین ساری عمرین گذاردی ہین اور درویشانہ کمالات، و خرق عادات کا ظہور ہوا کیا ہے۔ آپ کے پردادا حضرت سید مشتوق علی صاحب قدس سرہ عارف کامل تھے۔ ان کے زہد و عرفان کی روایات مشہور ہین۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا حافظ سید احمد حسین ہے اور رسوا تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے دادا کا نام مولانا سید تفضل حسین خان صاحب ہے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا حافظ سید محمد حسین صاحب بسمل تھے۔ حضرت بسمل کی شاعری کا ہر سخن شناس معترف و مداح تھا۔ حضرت بسمل نواب صاحب بہادر ٹونک کے اُستاد تھے۔ حضرت مضطر کا قیام ٹونک مین حضرت بسمل ہی کے زمانہ سے تھا اور موجودہ خطاب (افتخار الشعراء اعتبارالملک خان بہادر اقتدار جنگ) بھی دربار ٹونک ہی سے ملا ہے اور وہی درجہ جو آپ کے برادر معظم حضرت بسمل کو دربار مین تھا آپ کو حاصل ہوا۔

مشہور زمانہ شمس العلماء مولانا محمد عبدالحق صاحب (خیرآبادی) آپکے

ماہر تھے آپ کی والدہ ماجدہ محض فارغ التحصیل فاضلہ ہی نہ تھیں بلکہ شاعرہ بے بدل بھی تھین۔

جناب مضطر کی ولادت ۱۲۸۵ھ مین ہوئی اور عربی فارسی کی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے پائی۔ مرحومہ بڑی دیندار تھین اور عربی فارسی قصاید اُن کی تصنیفات مین موجود ہین۔ جناب مضطر نے شاعری مین اپنی والدہ ماجدہ ہی سے اصلاح لی۔ اُنھون نے گیارہ برس کے سن مین جو پہلی غزل لکھی اُس کا مطلع حسب ذیل ہے ؎

ڈھونڈھتے ہم کیون دوائے دردِ دل تم اگر ہوتے بجائے دردِ دل

اس مطلع کی اصلاح آپ کی والدہ نے اس طرح فرمائی ؎

ڈھونڈھتے ہم کیون دوائے دردِ دل کاش تم ہوتے بجائے دردِ دل

پھر آپ نے اپنی ایک غزل حضرت امیر مینائی کے پاس بغرض اصلاح بھیجی۔ اس غزل کا مطلع تھا ؎

داغ ہین سیکڑون نہان دل مین طرفہ پھولا ہے گلستان دل مین

حضرت امیر نے مصرعۂ اول کو یون بنایا

سیکڑون داغ ہین نہان دل مین

جناب مضطر نے پھر ایک اور غزل بھیجی جناب امیر نے غزل واپس بھیجکر ارقام فرمایا کہ "آپ کے کلام کو اصلاح کی حاجت نہیں اور جو کچھ دخل دیا گیا وہ استحساناً۔ تم فقیر امیر کا نام روشن کروگے"

ریاست ٹونک سے جناب مضطر کا تعلق بہت قدیم ہے۔ آپ کے دادا سفیر ریاست تھے۔ نواب صاحب بہادر ٹونک نے ۱۸۹۳ء مین جناب مضطر کو اودیپور میواڑ کا وکیل مقرر فرمایا۔ اسکے بعد صدر پولٹکل ایجنٹ رہے پھر منصب اُستادی نواب صاحب پر فائز ہوے۔ یہ اعزاز حضرت بسمل کی وفات کے بعد حاصل ہوا۔ جناب مضطر نے نظامت نمیاہیڑہ کی خدمت بھی بہت خوبی سے ادا کی اور آپ کے نظم و نسق کا اعتراف کیا گیا۔ ریاست کے عہدۂ سول ججی پر بھی مامور رہے۔ پھر بعض وجوہ سے آپ کا تعلق ریاست گوالیار سے ہو گیا اور وہان بھی معزز عہدہ پر فائز ہوئے۔ بغرض ہر قسم کا اعزاز آپ کو حاصل ہوا اور آپکی اسناد بھی منجانب ریاست ملیین۔

آپ کے سوانحی حالات طویل کو بالاختصار بیان کرنے کے بعد اب آپکی شاعری کا مختصر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

رنگ تغزل مین جناب مضطر کی بعض غزلین بہت مشہور ہو چکی ہین بعض اشعار مین داغ کا رنگ پایا جاتا ہے مثلاً ذیل کے اشعار مین داغ ہی کے کلام کا لطف حاصل ہوتا ہے ؎

علاج دردِ دل تم سے مسیحا ہو نہین سکتا تم اچھا کر نہین سکتے بُرا اچھا ہو نہین سکتا

تمھین چاہون تمھارے چاہنے والون کو بھی چاہون مرا دل پھیر دو مجھسے یہ جھگڑا ہو نہین سکتا

دمِ آخر ری باین یہ مجمع ہے حسینون کا پھر آنا لے قضا اسوقت پردا ہو نہین سکتا

اُسنے یہ کہکے پسِ وصل پشیمان کیا واہ وا آپنے اچھا مجھے مہمان کیا

کیون خفا ہوتے ہو جاہو تو تلاشی لےلو دوسرا دل جو مرے پاس تو قربان کیا

ہے انکے سوا کون متاعِ دل و دین کا وہ آپ ہی مالک ہین تو سب کچھ ہے اُنھین کا

شبِ فرقت قضا ہی جاتی تو اچھا تھا کسی پر جان بھی قربان ہو جاتی تو اچھا تھا

لگا کر ٹھوکرین کہتے ہین وہ گورِ غریبان پر یہ بستی اور بھی ویران ہو جاتی تو اچھا تھا

ذیل کے شعر مین معشوق کے ترکِ ستم کو عجب خوبی سے ثابت کیا ہے معشوق کی ستم شعاری مین بھی ایک شان محبت وہ فا پیدا کی ہے یعنی ہم پر معشوق کو ستم کرنے مین ایسا لطف ملتا تھا کہ پھر ہمارے بعد کسی پر ظلم ہی نہین کیا یہ اس لیے کہ ایسا ستم دوست اسکو کوئی نہ ملا اور گویا ہم نے مٹ کے معشوق کو بارحم بنا دیا یعنے۔

ستم کی خو نہ رہی شیوۂ جفا نہ رہا مجھے مٹا کے اُنھین کوئی حوصلہ نہ رہا

ذیل کے شعر میں بعد مرگ حسرت وصال کو بہت ہی اثر انداز طریقہ سے بیان کیا ہے۔ مدفن و دامن کا قافیہ آپ کے حصہ کا ہے۔ باقی اشعار بھی بہت بامزہ ہیں۔

گند اسوقت ہوا ہے سر مدفن اُن کا   ابتو لے دست طلب چھوڑ نہ دامن اُنکا
یا الٰہی یہ تمنا ہے کہ روز محشر   لب پہ ہو نام ترا ہاتھ میں دامن اُنکا
کھل پڑا حال جو ہمارا تو اُٹھانے کے لیے   خاک پر لوٹ گیا گوشۂ دامن اُنکا

حق رسم محبت کا کچھ نہ ادا کرنا   رہ رہ کے ستم کرنا تھم تھم کے جفا کرنا
اے عمر نہ ہو جانا ختم اسکی جدائی میں   جبتک وہ جفا برتے تو مجھ سے وفا کرنا

ان دونوں اشعار میں آخری شعر اے عمر نہ ہو جانا الخ میں عشق جفاے یار کو کتنا عزیز ثابت کیا ہے اور کیسی اچھی خاتم کی ہے کہ جب تک وہ مجھ پر جفا کرے اے عمر تو مجھ سے وفا کرنا یعنی مجھ کو زندہ رکھنا۔ ؎

دعا سے کچھ نہوا التجا سے کچھ نہ ہوا   بتوں کے عشق میں یاد خدا سے کچھ نہوا

مذکورہ بالا شعر محض عاشقانہ ہی نہیں ہے بلکہ سچا واقعہ بیان کیا ہے یعنی ہم نے بتوں کے عشق میں جو یاد خدا کی وہ بالکل رائگاں گئی خدا کی یاد میں ترک ماسوا کامل طریقہ نہ ہو تو خلوص تو ضرور ہو ورنہ دعا اور التجا بیکار ہے۔ ؎

مُہریں لگی ہوئی ہیں خط سرنوشت پر   پیشانیوں پہ داغ تری آستاں کے ہیں

ذیل کے شعر کی شوخی ملاحظہ ہو۔ مصرعۂ ثانی میں اہل وفا کا خوف معشوق کی زبان سے کس طنزیہ لہجہ میں بیان کر گئے ہیں ؎

کون نکلا یہ مرے پاس سے کہکر مضطر   ان سے اللہ بچائے جو وفا کرتے ہیں

ذیل کا یہ شعر بھی خاص لطف رکھتا ہے۔ گو خود عشق یار میں گم ہوں مگر میرا تعلق دوست سے اسقدر گہرا اور مشہور عام ہے کہ معشوق کو دیکھکر فوراً ہی لوگ یہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ یہ (معشوق) مضطر کے ہیں۔ بہت اچھا رنگ تغزل اور حسن و عشق کے تعلقات کا اعلےٰ نمونہ ہے ؎

تمہارے نام سے سب لوگ مجھکو جان جاتے ہیں   میں وہ کھوئی ہوئی اک چیز ہوں جسکا پتا تم ہو

مرتے دم یاد بتاں جائے مری جان کے ساتھ   میرا اللہ اُٹھائے مجھے ایمان کے ساتھ

جناب مضطر کا ذیل کا شعر بھی قابل داد ہے۔ چارہ گر سے بدگمانی اور رقابت نئے رنگ سے ظاہر کی ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے معشوق کو دیکھکر میرے علاج کو آیا ہے یعنی اُسپر عاشق ہوچکا ہے اسلیے میں اُسکا علاج نہیں کرانا چاہتا مجھے خوف جان ہے ؎

دیا ہے اُنکو دیکھ کے میرے علاج کو   اب اور کچھ گمان مجھے چارہ گر سے ہے

ذیل کے دونوں شعروں میں دوسرا شعر حد درجہ لطف انگیز ہے۔ جدائی میں کثرت یاس یا ناامیدی وصل سے راحت و سکون پیدا ہونا جذبات فطرت میں داخل ہے۔ جب انسان کسی شے کے ملنے سے مایوس ہو جاتا ہے تو آخر کار صبر ہو جاتا ہے اور صبر باعث آرام ہے۔ ؎

حُسن نے قہر کیا شام نے آفت ڈھائی   آرزو مفت میں بدنام ہوئی جاتی ہے
ہے یہی یاس تو کچھ دن میں جدائی تری   سبب راحت و آرام ہوئی جاتی ہے

اپنے قول وفا کو بھول گئے   تم تو بالکل خدا کو بھول گئے
اُن سے دو دن بھی چاہ نبھ نہ سکی   مضطر بے نوا کو بھول گئے

دل میں رکھے تجھے اور جان کا نقصان کرے   ہائے ظالم تجھے کیسے کوئی مہمان کرے
مضطر سختی الفت نہیں جھیلی جاتی   میرا اللہ یہ مشکل مری آسان کرے

اب کون پھرے کوئے بت دشمن دیں سے   اللہ کے گھر کیوں نہ چلے جائیں یہیں سے

حال میں جناب مضطر کا ایک حمدیہ دیوان[*] بنام "نذر خدا" شائع ہوا ہے اور نعتیہ دیوان "دنیا مصطفےٰ" زیر طبع ہے۔ یہ حمدیہ دیوان اپنی سادگی بیان میں خاص انداز رکھتا ہے۔ کچھ انتخاب ملاحظہ ہو ؎

زندگی پاتے ہی انداز وفا کو دیکھا   آنکھ کھلتے ہی خدائی میں خدا کو دیکھا

---

* مجلد بقیمت عہ (علاوہ محصول) منروا پبلشنگ کمپنی لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔ ۱۲

حسن سے جلوۂ وحدت کا پتہ چلتا ہے — بیٹھے پردے میں خدائی کے خدا کو دیکھا
بس گئی دل میں محبت تو کھلے راز نہاں — اٹھ گیا آنکھ سے پردے تو خدا کو دیکھا

* * *

الٰہی تو ہی اپنی حکمت کو سمجھے — کہ درد وفا دردمندوں میں ڈالا

* * *

نگہ صنعتِ نقش تو ہی معنی تصویر میں ہے — کارپردازِ قضا پردۂ تقدیر میں ہے
دل میں آتا ہے تو ہی شوقِ شہادت پیدا — جان دینے کا مزہ خنجر و شمشیر میں ہے

* * *

اپنی غرض سے کیا غرض اسکی رضا سے کام ہے — فکرِ خودی میں کیوں پڑوں مجھکو خدا سے کام ہے
پردہ نشین ہے تیرا جلوہ چشمِ شوق ہے — دید سے کیا غرض مجھے تیری ادا سے کام ہے

* * *

دنیا کی گھر جہاں میں بنا لے کیا کوئی جس دن لگو گے کیا — یہ تو چند دن کا بسیرا ہے یہ تو چند دن کی بہار ہے

* * *

گریۂ عشق میں اسکو کمی کی پڑتی تھی — اسلیے پھوڑ دیا قلب کا چھالا میں نے

* * *

ترے سامنے دستِ حسرت پسارے — چلے خالی ہاتھوں یہ سامان والے

* * *

سیکڑوں بزمِ خرابات کے جھگڑے توڑے — تو نے خود جنکو بھرا تھا وہی شیشے توڑے
پھول گلشن کے چنے شاخ کے پتے توڑے — تو نے کھلنے بھی نہ پائے تھے وہ غنچے توڑے

* * *

سچ ہے قدرت تری نرالی ہے — تو نے مٹی میں جان ڈالی ہے
جب میں آیا تو ہاتھ خالی تھا — جب میں اٹھا تو ہاتھ خالی ہے

* * *

صحرا میں غریبوں کا نگہبان وہی ہے — مشکل جو کڑی وقت پہ آسان وہی ہے
رحمت کا غم دو جہاں میں سامان وہی ہے — یہ جان ہے کیا چیز مری جان وہی ہے

* * *

دارو ہے دردِ دلِ بیمار تیرے ہاتھ ہے — تو ہی ہے اک چارۂ آزار تیرے ہاتھ ہے
غنچۂ دلکو خداوندا کھلائیگا تو ہی — خوبیِ رنگِ گلِ گلزار تیرے ہاتھ ہے
کون پوچھیگا بھلا میدانِ محشر میں مجھے — میری عزت داورِ داور تیرے ہاتھ ہے

* * *

یادِ معبود میں ہر دم رہے آزار نہ سوچ — عشق میں پڑ کے دوائے دلِ بیمار نہ سوچ
اسکی رحمت کے بھروسے پہ بسر کر اپنی — کیسی گذریگی قیامت میں دلِ زار نہ سوچ

* * *

باغِ عالم میں نکھرنے کا بھروسہ کیا ہو — بوئے گل ہم نے تو دیکھی ہے ہوا کی پابند

تری مدح جاری ہے سب کی زبان پر — پکارا گیا تو زمین آسمان پر

* * *

تصدق ہے تیری خدائی تجھی پر — ہے زیبا تری کبریائی تجھی پر

* * *

تیرا ہی نور ہے گلوں کو یہ ہے شان جلّ جلالہ — اسی کا جلوہ ہے چار سو یہ ہے شان جلّ جلالہ
وہی چارہ گر دمِ یاس ہے وہی دردمندوں کی آس ہے — وہی غمزدوں کا کریم ہے یہ ہے شان جلّ جلالہ

* * *

الٰہی دکھا دے دیارِ مدینہ — بنا مجھکو گرد و غبارِ مدینہ
بنا مسکنِ ذاتِ محبوبِ خالق — زہے عزت و افتخارِ مدینہ
گدا کر دے ایسا کہ حاصل ہو مجھکو — غلامِ شہنشہ کا مکارِ مدینہ
الٰہی بنا دے مری خاک کو تو — غبارِ سرِ رہ گذارِ مدینہ

* * *

حسرتِ دیدار کی چھپنے میں کچھ نہیں مزا — میں بھی تو تجھکو دیکھ لوں تو بند نقاب کھولدے

* * *

نہیں دل دکھانا گوارا تجھے — سنی اسکی جس نے پکارا تجھے

اُسکا جلوہ ہے شمع بزم جہان | اُسکی رحمت بہار عالم ہے

مرے دل کی تو آرزو جانتا ہے | یہ تونے ہی دی ہے اسکو تو جانتا ہے
مین اسکو چارہ گر دارو دے درد پنہان | نہ مین جانتا ہون نہ تو جانتا ہے

تکبر ما کا توڑا ہے تو نے | گلا نخوتیون کا مروڑا ہے تونے

مخلوق کا سرمایۂ آرام تو ہی ہے | عاشق کا معاون سحر و شام تو ہی ہے

غرض دیوان (ہدیہ نذر خدا) مین جناب مضطر نے اپنی مشاقی اور پرگوئی کو ثابت کر دیا اور خاصکر اپنے رنگ مین یہ پہلا دیوان ہے جسمین صدہا غزلین حمد ہی مین ہین۔ اساتذہ نے صرف تبرکاً و تیمناً اپنے دیوانون مین کچھ اشعار لکھے ہین یا کوئی نظم مسلسل لکھی ہے مگر جناب مضطر نے پورا دیوان لکھا ہے نقادان سخن کو بعض تراکیب اور محاورات فصحاے اُردو کے خلاف اس دیوان مین مل سکین گے لیکن جذبات کے خلوص کو ایک ہی طرز خاص مین مختلف طور سے ادا کرنا اہم کام ہے اس لیے نذر خدا قابل قدر شے ہے۔ ہر منصف سخن فہم حضرت مضطر کی طباعی کی داد دے گا۔

"ناظر"

اُردو یونیورسٹی حیدرآباد (دکن)

برین مژدہ گر جان فشانم رواست | کہ این مژدہ آسایش جان ماست

یہ خبر موجب صد مسرت و ابتہاج ہے کہ ہندوستان کی سب سے بڑی دیسی ریاست کے روشن خیال و بیدار مغز فرمانروا اس خونریزی و تباہی کے ایام مین ایک ایسے دار العلوم کے اجرا کا انتظام فرما رہے ہین جو نہ صرف اُنکی ڈیڑھ کروڑ رعایا کو باسانی قدیم و جدید علوم و فنون کی تحصیل کا موقع بہم پہنچائے گی۔ بلکہ برٹش انڈیا کے کروڑون باشندون اور خاصکر مسلمانون کے لیے اُنکی علمی و مادری زبان مین اپنے نصاب سے سائنس و آرٹس کی تمام شاخون کا قابل قدر لٹریچر مہیا کرے گی۔ گویا تعلیم کا ایک مہر درخشان سرزمین دکن پر طالع ہوگا جسکی روشنی و حرارت کا پورا فائدہ تو باشندگان حیدرآباد اُٹھائین گے لیکن اُسکی شعاعین ہندوستان ہی نہین بلکہ ایک طرف آبنائے کی بستیون اور دوسری جانب خلیج فارس و بحیرۂ عرب کے ساحلی علاقون، تیسری سمت فجی و ماریشس وغیرہ بحر ہند کے دور افتادہ جزیرون اور چوتھے رُخ مشرقی و جنوبی و غربی افریقہ کے ان مختلف ملکون تک پہنچکر جنمین ہندوستانی تارکان وطن اپنی ملکی زبان کو ساتھ لیگئے ہین جہالت کی تاریکی کو دور کرنے مین مدد دین گی اور بالواسطہ ہندوستان کی مشترکہ زبان اُردو کا نصیبہ بھی اسی طرح چمکائین گی جسطرح اسکی پیشرو زبان فارسی کا اختر قسمت سلطان بادشاہون کی قدردانی سے ہندوستان مین چمکا تھا!

سرکار آصفیہ اسوقت ہندوستان مین شاہان مغلیہ کی گذشتہ عظمت و شوکت کی ایک شاندار یادگار ہے اور اسکے رشحات کرم کی آبیاری سے اسوقت ہر حصۂ ملک مین سیکڑون تعلیم گاہین اور دوسرے مفید خلائق انسٹیٹیوشن سیراب و سرسبز ہو رہے ہین اور وقتاً فوقتاً بہت سے قابل اشخاص دربار دکن کی قدردانی سے ریاست حیدرآباد کی خدمت مین اپنے اعلیٰ اوصاف ذہن و دماغ کو اُنکی قدرتی قابلیتون کے موافق کامل نشو و نما دینے کا موقع پاکر ناموری و فارغ البالی کا وہ سامان اپنے لیے بہم پہنچاتے رہے ہین جسکے بغیر کوئی شخص خواہ کیسا ہی لائق و مستعد کیون نہو مگر کافی اطمینان و سرگرمی سے ملک و قوم کی خدمت انجام نہین دے سکتا۔ اس پہلو سے یہ کہنا غلط نہین ہے کہ سرسید مغفور کے ساتھ اور اُنکے بعد جتنے بزرگون کی شاندار خدمات سے مسلمانان ہند نے

دیتی تعلیمی، تمدنی، سیاسی و لٹریری لائنون مین فائدہ اُٹھایا ہی ان مین سے اگر تمام نہین تو اکثر اصحاب صرف نظام گورنمنٹ کی قدردانی سے ان خدمات کو سرانجام دینے کے قابل ہو سکے ہین اور اسطرح عموماً باشندگان ہند اور خصوصاً اہل اسلام اپنی موجودہ اصلاح و ترقی مین اُنکی بہلودرش سے بلحاظ مستقیم یا بواسطہ خود زیر بار آصفیہ کا مرہون احسان و منت پذیر پائے ہین۔ لیکن جو احسانات بیکران اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی خلد اللہ ملکہ نے بذریعہ اُردو یونیورسٹی کے قیام سے اب نہ صرف اپنی رعایا بلکہ اہل ہند پر فرمائے ہین وہ اپنے حلقۂ اثر کی وسعت مین ان کے اجداد و امجاد کے تمام احسانات سے بڑھا ہوا ہی اور آئندہ تمام فرزندان آبادی کو اس سے ایسے گرانقدر فوائد پہنچنے والے ہین کہ کوئی سوچنے والا دماغ انکی حدود کے تعین نہین کر سکتا اور باشندگان ہندوستان پشتون تک اسکے شکریہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ رعایائے دکن بڑی خوش نصیب ہی کہ اپنے بیدار مغز و مصلحت اندیش حکمران کی فیاضی و علم دوستی سے وہ جامعہ علمیہ عنقریب اُنکو ملنے والی ہی جسکی برٹش انڈیا کے ساکنین عرصۂ دراز سے تمنا رکھتے ہین اور اپنی قومی یونیورسٹیون مین بھی اسکی ہمرسانی کا توقع نہین پا سکے ہین۔ قبل ازین بڑودہ، میسور، ٹراونکور، اندور، بھوپال وغیرہ متعدد ریاستون نے مختلف اصلاحات کے اجرا کا اپنے ہان انتظام کیا ہی اور پرائمری تعلیم کو مفت و لازمی کر دینے مین بھی وہ برٹش انڈیا پر سبقت لیگئی ہین لیکن حیدر آباد کی مجوزہ "اُردو یونیورسٹی" ان تمام اصلاحات پر فوقیت رکھتی ہی اور نہ صرف تعلیم کو اپنی ریاست مین عام کرنے بلکہ عوام کے لیے فی الحقیقت مفید بنانے کی ابتدائی عملی کوشش سے تعبیر ہو سکتی ہی جسکی برٹش انڈیا مین بھی جلد سے جلد تقلید کی جانی لازم ہی!

زبان اُردو اگرچہ دارالسلطنت دہلی مین پیدا ہوئی اور بعدازان لکھنو نے بھی اسکی پرورش و تربیت مین بڑا حصہ لیا، نیز حکومت انگلشیہ نے قدیم فورٹ ولیم کالج کلکتہ کی قابل قدر تصانیف و تراجم کے ذریعے اسکو تقویت پہنچائی اور آخر مین بریاست فارسی کے سرکاری دفترون اور عدالتون مین رائج کر دی گئی لیکن سرزمین دکن سے بھی اُردو کا ایک خاص تعلق ہی اور یہ کیسی عجیب بات ہی! اسکے مدارج ترقی کی وہین سے ابتدا ہوئی ہی چنانچہ اُردو کا پہلا صاحب دیوان مرد شاعر ولی دکن ہی مین پیدا ہوا گرچہ اُسکے دل کو دہلی نے چھین لیا اور اُس نے زبان خلق کے ذریعہ سے اس بت مُردہ کی فریاد مسیحا تک پہنچائی۔ اسی طرح پہلی صاحب دیوان اُردو شاعرہ چندہ نے بھی دکن ہی مین جنم لیا اور مذہبی تاریخی واقعات کی پہلی اُردو مثنوی "دہ مجلس" جو یک حد تک کتاب کی حیثیت رکھتی ہی دکن ہی مین لکھی گئی اور ابتدا سے اُردو شعرا و ادبا کی قدردانی دربار دکن کی طرف سے ہوتی رہی چنانچہ نواب فصیح الملک حضرت داغ مرحوم کا سابق حضور نظام مرحوم نے بعد شاعری و اُستادی بتقرر عطایا و انعامات کے علاوہ پونے دو ہزار روپیہ ماہوار مستقل تنخواہ و منصب مقرر فرمایا جسکی مثال دربار شاہی مین بھی نہین ملتی۔ اسوقت بھی جناب جلیل کو اسی حیثیت ایک ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ ملتی ہی جو بفضل خدا ہندوستانی ریاستون ہی سے نہین بلکہ یوروپ کی بڑی بڑی سلطنتون کے درباری شعرا کی تنخواہون سے زیادہ ہی۔ اسیطرح اب اُردو کی پہلی یونیورسٹی بھی دکن مین قائم ہوتی ہی جو مشترکہ ملکی زبان کی سرپرستی کے بارہ مین نظام گورنمنٹ کا ایک لاثانی و قابل شکریہ حق ہندوستان کی تعلیمی تاریخ مین ثبت کرتی ہی اور اُردو کو دنیا کی علمی زبانون کی مجلس مین جگہ پانے کے قابل بناتی ہی۔ اب گویا سرزمین حیدرآباد نے ثابت کر دکھایا ہی کہ شاہ نصیر، حضرت داغ و جناب امیر مرحومین کو اس نے کس استحقاق سے اپنے ہان رکھ چھوڑا ہی اور زبان اُردو کے جس نخل تمنا کو یہ بزرگ مدۃ العمر اپنے خون جگر سے سینچتے رہے وہ انکی خاک سے انکے جوہر کمال کی غذا جذب کر کے آئندہ کیسا پھولنے پھلنے والا ہی۔

ہمارا دل اسکے متعلق بیشمار خوشگوار امیدون سے معمور ہی اور ہم بہت جلد ملک کی اس پہلی حقیقی یونیورسٹی کے قوت سے فعل مین آنے کی دعا مانگتے ہین۔

کلامِ شفق

جناب سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق (عماد پوری) کے چھوٹے چھوٹے چھ رسالے میری نظر سے گذرے۔ ان رسالوں میں زبان اردو مردہ نظر آتی ہے۔ جو زبان داں اہلِ کمال ہیں وہ شفق کا کلام دیکھکر یہی کہیں گے کہ وہ اردو نہیں جانتے۔ میں نے انکی تخیل پر اس مضمون میں کوئی بحث نہیں کی ہے فقط زبان کی غلطیاں پیش کی ہیں:-

(۱) تحقیق سخن ص۷۹ سے

جو بات اصل میں ہے کہاں نقل کو نصیب　　ہوتے نہیں ہیں شاخ میں پیدا ہوئے پھول
بدتر ہیں گل بھی وادیٔ غربت کے خار سے　　تھے مجھ غریب کے لیے کانٹے وطن کے پھول

شاخ ہرنی میں مونث ہے لیکن شاعر نے مذکر باندھا ہے۔ دوسرا عیب یہ ہے کہ شاخ والے مصرع میں تعقید ہے۔ ایک شعر اور جو میں نے درج کر دیا ہے اُس سے میرا مطلب یہ ہے کہ ردیف کا حسن ظاہر ہو یعنی "کے" کیا سے مہمل ست ہے۔

(۲) تحقیق سخن ص۶۵ سے

یہ کیا کہ طائرِ رنگ تھا کہ ہم کریں پرنبد　　یہ کیا کہ موے کمر نے نکالیں بال کی کھال

بال کی کھال نکالنا محاورہ نہیں ہے۔ موشگافی اور دقت پسندی کے معنوں میں بال کی کھال کھینچنا بولتے ہیں۔

(۳) حدیقۂ آخرت ص۱۱ سے

دامن میں لیے نکہتِ گل بادِ بہاری　　کہتی ہے کہ اے بانیٔ خیمہ تربت واری

یہ وہ مسدس ہے جس میں شفق نے میر انیس کا رنگ اڑایا ہے لیکن چراغِ مردہ کجا شمعِ آفتاب کجا۔ شفق ایک پوربی ہیں وہ اگر زبان اردو جانتے تو مصرعۂ ثانی میں "واری" نہ لکھتے۔ زہرِ عشق، بہارِ عشق اور طلسمِ الفت وغیرہ میں واری کا لفظ عورتوں کی زبان سے ادا کیا گیا ہے۔

---

(۴) حدیقۂ آخرت ص۳۱ سے

شک تھا نظرِ بد کا جو دلبندِ حسین پر　　سپند کیا تل کو بھی شعلے سی جبین پر

اسپند تو اُس کالے دانے کو کہتے ہیں جسکو نظرِ بد کے دور ہونے کے لیے جلاتے ہیں اور اردو میں اسپند کرنا سپند جلانے کے معنی میں مستعمل ہے۔ پھر یہ تل کا لفظ کیا معنی رکھتا ہے میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ تل اسپند کرنا غلط ہے۔

(۵) حدیقۂ آخرت ص۴۲ سے

مرتے دم ہو روضۂ خیر الورا پیشِ نظر　　روح خوش ہو جائے جنت کی فضا کو دیکھکر
انتہائے آرزو یہ ہے دمِ آخر شفق　　دم نکل جائے جمالِ مصطفیٰ کو دیکھکر

ان دونوں مصرعوں کی ردیف میں "کو" خلافِ فصاحت ہے۔

(۶) حدیقۂ آخرت ص[illegible] سے

کعبہ ہے سیہ پوش غمِ قبلۂ دین میں　　خورشید نہاں ہوتا ہے آغوشِ زمین میں

آغوشِ قبر کی جگہ آغوشِ زمین کہنا غلط ہے اور یہ ایجادِ بندہ ہے۔ اس کی سند دیجیے۔

(۷) آئینۂ تحیر ص۹ سے

ہو گیا رمزِ خفی ہیم دہن سے اظہار　　پیالا پارہ۔ یہ ہوا اور دلکو بھی کروشما۔

رمز مونث ہے لیکن شفق نے مذکر کہا ہے صبا کا شعر ہے سے

نوطی کھلوائی ہیں کیا رمز تری ای بحرِ حسن　　تھا وہ اک بات کی وہ پھر ملتی نہیں

(۸) تحفۂ یازدہم ص۱۹ سے

تمنا ہے در جنت پہ جب پہنچوں کہے رضوان　　کہ آنے دو یہ ہے بھیجا جنابِ غوثِ اعظم کا

مصرعۂ ثانی میں بھیجا کی فصاحت قابلِ دید ہے۔ اس مغز سخن کی داد وہی دیں گے جو دماغ رکھتے ہیں۔

(۹) تحفۂ یازدہم ص۲۷ سے

وہاں کی پاسبانی تو ولایت کی نشانی ہے　　سنا ہم نے یہی اکثر فرشتوں کی زبانی ہے

مصرعۂ ثانی مین تعقید ہی۔

(۱۰) تحفۂ پانزدہم ص ۲۹ ؎

بحر مواج سوادِ چشمِ تر ہار ہا رہتا ہی ڈگمگاتی ہوئی کشتی مری منجدھار مین ہی

مصرعۂ ثانی سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ شفق یہ نہین جانتے کہ ڈگمگانا کے کیا معنے ہین اور فصحا کس محل پر بولتے ہین۔ مجھ سے سُنیئے۔ جب ضعف و ناتوانی کے باعث پانون مین زمین پر قیام کرنے کی طاقت نہین رہتی یا خوف و دہشت سے جب پانون کو لغزش ہوتی ہی تو کہتے ہین کہ پانون ڈگمگاتے ہین۔ اور کبھی شخص ضعیف و ناتوان کی نسبت بھی بولتے ہین میر انیس کے دو شعر مثال مین پیش کرتا ہون ؎

ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے سرکشون کے پانون ماہی پہ ڈگمگا گئے گاو زمین کے پانون ؎

حسینِ امام تو گھوڑے پہ ڈگمگانے لگے قریب آ کے عدو برچھیان لگانے لگے

ڈگمگانا پانون اور شخص ضعیف و ناتوان کے ساتھ مستعمل ہی۔ اگر میر داغ اور جلال وغیرہ نے لکھا ہو تو اُن کے وہ اشعار سند مین پیش کیجیے۔

اب ریاض شفق مین جو غلطیان ہین اُنکو بہ باب کمال ملاحظہ فرمائین رسالہ ریاض شفق سنہ ۱۹۱۴ء مین طبع ہوا ہی شفق کی یہ سب سے عمدہ تصنیف بتائی جاتی ہی اور چھوٹی کی نظمین اسمین مندرج ہین۔

(۱۱) ص ۷ ؎

اُٹھائے اُٹھ نہین سکتا مٹائے مٹ نہین سکتا نوشتہ ہی خطِ تقدیر کا تحریر پتھر کی

پتھر کی لکیر تو زبانون پر ہی۔ پتھر کی تحریر شاید اسکا ترجمہ ہی۔ اس طرح کے اختراع و تصرف کا تو غالب کو بھی اختیار نہ تھا۔ لیکن افسوس کہ ایک پوربی نے ایسا تصرف کیا۔ جرأت نے کس خوبی سے اس محاورے کو قلمبند کیا ہی سُنیئے ؎

مت جیے راہِ عشق مین پر مُنھ نہ موڑیے پتھر کی سی لکیر ہی یہ کوہکن کی بات

(۱۲) ص ۹ ؎

چاندنی رات ہو وہ بالینِ مجھ خوابِ ناز چھانون مین تارون کے وہ بکھرے ہوئے گیسو دست

اس شعر سے ظاہر ہوتا ہی کہ شفق تارون کی چھانون کے معنی نہین جانتے۔ تارون کی چھانون آخری شب و صبح کاذب کو کہتے ہین۔ سحر کہتے ہین ؎

ہر ایک داغ سینے مین ہی کوکبِ سحر تارون کی چھانون جان نکل چلی

اکثر قافلے تارون کی چھانون مین کوچ کرتے ہین۔ میر انیس ؎

مہندی ابھی ملا الال ملے ہاتھ پانون مین دولھا دولھن کو بیاہ کے لائے ہین چھانون مین

دولھن کی رخصتی بھی تارون کی چھانون مین ہوتی ہی یعنی پچھلے کو بس یہ عورتون کی زبان ہی کبھی کبھی مرد بھی بول جاتے ہین۔

(۱۳) ص ۱۲ ؎

درد دل کس سے کہون کسکا ہون بیمار شفق جب کہ عیسیٰ بھی طبیب قلبی کہتے ہین

قلب کا لام باتفاق ساکن ہی۔ خدا جانے کس قاعدے سے شاعر نے قلبی کی لام کو متحرک لکھا ہی۔ عربی اور فارسی کے جس لفظ کا حرف دوم مفتوح ہوتا ہی اسمین یائے نسبتی لگا کر متحرک بولتے ہین جیسے حسن۔ حسنی قلبی ساکن لام ہی۔ میر انیس کہتے ہین ؎

یہ کہکے جھک گیا جو قدم پر وہ ذی وقار بس ہو گئین حرکتِ قلبی سے بیقرار

(۱۴) ص ۱۷ ع۔

وہ پائنی کا بنا تخت گاہ قبل مسیح

تخت گاہ مونث ہی۔

(۱۵) ص ۲۲ ؎

سُنتا تھا یہ کہ ہنس ہی پڑا کھلکھلا کے وہ برسے دہن سے اُس بتِ غنچہ دہن کے پھول

دہن سے پھول برسنے کی تشبیہ غلط ہی معشوق کے تبسم کو کلیون کے کھلنے سے تشبیہ دی جاتی ہی۔ پھول برسنا کوئی محاورہ اُردو مین نہین ہی۔ فصاحت اور خوش کلامی کی تعریف مین بولتے ہین کہ وہ جب باتین کرتے ہین تو مُنھ سے پھول جھڑتے ہین۔

(۱۶) ص ۱۳ ؎

اے صبا کھلی یہ اسی پہ کیسی آنچل اوڑھنی کہ جو اُٹھ جاتا ہی جوانان چمن کی بل

ہلچل دھوم دھام، چہل پہل، شور و ہنگام اور اوج موج کے معنون مین مستعمل نہین ہے۔ یہ لفظ بالاتفاق فوج کی بھاگڑ، ریل پیل، چل چلاؤ، روا روی اور اضطراب، تردد، فساد، ہنگامہ، شورش، بیقراری اور خوف کے معنون مین مستعمل ہے، جیسا مین سنیے۔ انیس سے ؎

ہلچل مین خاک اڑ کے جو سوئے فلک گئی ۔ مقتل مین غل ہوا کہ زمین بھی سرک گئی

(۲) بحر سے ؎

برگشتہ نصیبون کو کہین چین نہین بحر ۔ پردیس مین ہلچل ہے تو زلزل ہے وطن مین

(۱۷) صفحہ ۲۴ ع

ریلین خشکی مین سمندر مین جہازین جاری

جہاز مذکر ہے، اور جہاز جاری ہونا بھی نہین بولتے۔

(۱۸) صفحہ ۲۵ ؎

مرقع حسرتون کا ہے کھنچا گور غریبان مین ۔ ہزارین مرثیے نکلی ہے تصویرین مین عبرت کی

مزار مذکر ہے۔

(۱۹) صفحہ ۲۵ ؎

افشائے راز عشق نے رسوا کیا شفق ۔ اور وہ کے اور دیدۂ تر کی ہنسی ہوئی

ہنسی ہونا محاورہ نہین ہے، ہنسی اڑنا بولتے ہین۔

(۲۰) صفحہ ۳۷ ؎

بیڑیان پاؤن پڑین ہتھکڑیان چوم لین ہاتھ ۔ تب کہین ملتے ہین دیکھے ہوئے زندان والے

ہتھکڑیان کی ہائے ثقیلہ ظاہر نہین ہے کسی کا مشہور مصرع ہے ع

تیرے دیوانونکی ہتھکڑیان بھی نالان ہوگئین

(۲۱) صفحہ ۳۹ ؎

منفعل دونون ہوئے اک سخت جانی سے مری ۔ مڑ گئی تلوار بھی شرما گیا جلاد بھی

باڑھ مڑ جانا محاورہ ہے، تلوار نہین مڑتی۔ اسیر کہتے ہین ؎

پٹ پڑی شمشیر قاتل مڑ گئی خنجر کی باڑھ ۔ پھر گئے بخت اپنے برگشتہ مقدر ہو گیا

(۲۱) صفحہ ۴۰ ؎

ہم تمہین دل دیکے ٹھہرے بیوفا اچھی کہی ۔ خوش رہو لے میرے اچھے دلربا اچھی کہی

اچھی اماں، اچھی باجی، اچھی آپا، اچھے بابا عورتون کی زبان ہے۔ ریختہ کی زبان نہین ہے۔ میر انیس حضرت سکینہؑ کی زبانی کہتے ہین ؎

روتی تھی مین سنی بھی نہ تم نے مری صدا ۔ بس اب کہین نہ جائیو اچھے مرے چچا

(۲۴) صفحہ ۴۶ ع

نیا سرود نرالا ترنگ ہو ساقی

ترنگ مونث ہے۔

(۲۵) صفحہ ۴۹ ؎

خیر خم کی تیرے مولا مرا پیالا بھر دے ۔ بھر دے بھر دی ہے جو کشکول گدا آج بھرے

پیالہ کی یائے فصحا کے نزدیک متحرک ہے ساکن نہین ہے۔ مین اس دعوے کی دلیل مین چند شعر پیش کرتا ہون۔

(حافظ شیرازی رح) سے ؎

جریدہ رو کہ گذرگاہ عافیت تنگ است ۔ پیالہ گیر کہ عمر عزیز بے بدل است

(صائب) سے ؎

ساقی بیار پیالہ کہ وقت سحر رسانند ۔ ما را ازین جہان بجہان دگر رسانند

(متین) سے ؎

از جنبش نسیم سحرگاہ لالہ ہا ۔ بر یکدگر زنند بہ بوستان پیالہ ہا

غالب دہلوی سے ع

پیالہ گر نہین دیتا نہ دے شراب تو دے

(۲۶) صفحہ ۵۰ ؎

شفق یہ دھن تھی ترانہ کوئی مراد سنے ۔ کوئی یہ نغمہ کوئی لحن خوشنوا نہ سنے

شاعر کہتا ہے کہ مجھے اس نظم کے صلے مین ایک قدردان نے نقرئی تمغہ دیا ہے۔ مین یہ پوچھتا ہون کہ یہ لحن خوشنوا کیا بلا ہے؟ لحن اور نوا کے تو ایک ہی معنے ہین اسکے علاوہ لفظ خوشنوا جاندار کی نسبت بولتے ہین۔ جیسے

مطرب خوشنوا بگو تازہ بتازہ نو بنو

(۲۷) صفحہ ۶ سے

کعبہ و بتخانہ دونوں آگئے قابو میں ترے   رہ گیا جدو بسجدہ شانہ میں محراب ابرو میں ترے

محراب مؤنث ہے۔

(۲۸) حدیقۂ آخرت صفحہ ۳۴ سے

پا کر پیشانی نے پائی ہے تحریر نگاہ کو   کہتے ہیں کہ کرلے نور نظر تو ہی کہ مسحر کو

مصرع ثانی کی ردیف خلاف فصاحت ہے۔

(۲۹) حدیقۂ آخرت صفحہ ۳۲ سے

چلاتی تھی اے گیسوؤں والے ہے کدھر تو   ہے ہے مرے آغوش کے پالے ہے کدھر تو

شاعر کہتا ہے کہ جب رسول اللہ حضرت حلیمہؓ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو بی بی حلیمہؓ نے بیقرار ہو کر یہ کلمات زبان سے نکالے۔ میں کہتا ہوں کہ کسی اہل سنت نے نعت شریف میں لکھنؤ کی بیگمات کی زبان نہیں لکھی ہے ہند اور عرب کی عورتوں کی طرز معاشرت میں بڑا تفاوت ہے۔ باور نہیں آتا کہ اُس خاتون نے یہ باتیں زبان سے نکالی ہوں۔

(۳۰) حدیقۂ آخرت صفحہ ۵۶ سے

دعوئے حسن خط اہل رقم توڑ دیے   خوشنویس ازلی نے بھی قلم توڑ دیے

شفق قلم توڑ دینے کے معنی نہیں جانتے۔ سنیئے۔ جب کوئی ناظم یا ناثر کوئی لاجواب نظم یا نثر لکھتا ہے تو کہتے ہیں کہ قلم توڑ دیا ہے۔ میر وحید لکھنوی کہتے ہیں ؎

ہم ہی آل نبیؐ کی مدحت سخنورانیا قلم توڑ دیا   یہ گلدستہ بدیع جب گل باغ ارم توڑ دیا

(۳۱) تحریر کیا دن کے ساتھ قطعہ شہر آشوب کی شفق نے جو تاریخ طبع لکھی ہے اُسکا پہلا شعر یہ ہے ؎

قطعہ لکھا ہے شہر آشوب کیا خوب   ذرہ نے زور طبع نکتہ دان سے

قطعہ جس وزن پر نظم ہوا ہے غلط ہے۔ قطعہ بروزن شمع و قلعہ ہے۔ مثالیں سنیئے۔ صائب ؎

پردہ نیاد خون برچشم گلرنگش ببین   گر ندیدی قطعۂ ابر سیہ با لالہ زار

داغ ؎

نعمہ امہ جو لکھا داغ نے بیکار نہیں   وقت کا قطعہ ہے یہ وقت پہ کام آئیگا

(۳۲) حدیقۂ آخرت صفحہ ۳۶ سے

جس سمت گذر ہو گیا اس شاہ امم کا   سایہ سر اقدس پہ رہا ابر کرم کا

جناب رسول اللہ صلعم کے فرق مطہر پر ابر کا سایہ تو بیشک رہتا تھا لیکن سوال یہ ہے کہ لفظ کرم سے شاعر کیا مراد ہے۔ "کرم" داخل حشو ہے اور شاعر زبان کی کمزوری کی وجہ سے اصل مطلب کا اظہار نہ کرسکا۔

آسد (دہلوی)

(کتاب الاغانی)

عرب قدیم کے متعلق اسلامی مورخین کے لیے اشعار و امثال عرب ایک بہت بڑا ذریعہ معلومات کا ہوئے۔ چنانچہ اسلامی مورخین یعقوبی، طبری، مسعودی، ابن اثیر، ابو الفداء، ابن خلدون وغیرہ نے علاوہ دیگر ذرائع معلومات کے زیادہ تر اسی ذریعہ سے عرب قدیم کا حال لکھا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اشعار عرب سے ایام عرب، ان کی لڑائیاں، اور اخلاق و عادات کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ اشعار ایک مدت زبانی روایت ہوتے چلے آئے اس بنا پر ان کا اکثر حصہ برباد ہو گیا، اگرچہ اسلام میں ابو عبیدہ اور اصمعی اشعار عرب کے سب سے بڑے راوی خیال کیے جاتے ہیں لیکن ان لوگوں نے بھی جو سرمایہ جمع کیا تھا اس کا اکثر و بیشتر حصہ ضائع ہو گیا تاہم عرب قدیم کے لوگوں کی تاریخ، انکے عادات و اطوار کے متعلق لٹریری حیثیت سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ ابتک "کتاب الاغانی" میں محفوظ ہے، جسکو سب سے پہلے گورنمنٹ

مصر نے ۱۸۶۸ء میں مطبع بولاق میں طبع کرا کر شائع کیا۔

کتاب مذکورہ ۲۱ جلدوں میں ہے جن میں سو قسم کی ان مختلف راگنیوں کے بیان پر مبنی ہے جنکا مغنیوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں انتخاب کیا تھا لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے، جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، کہ مصنف نے صرف اسی موضوع پر اکتفا کیا ہے بلکہ اخبار و اشعار و انساب و ایام عرب کے علاوہ ان تمام مغنیوں اور شعرا کے حالات پر بھی کافی روشنی ڈالی ہے جنکا کلام اس کتاب میں شامل ہے، اور بعض جگہ تاریخ اور سائنس سے بھی بحث کی ہے۵۱

بلا شبہ عربی لٹریچر میں یہ ایک نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے، مورخ ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

بے شبہ یہ کتاب دیوان العرب (عربوں کا دفتر یا رجسٹر) ہے اور ان تمام اصناف شعر، تاریخ، اور موسیقی وغیرہ پر ایک جامع کتاب ہے، جو کہ عربوں نے زمانۂ قدیم میں حاصل کیے تھے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے کوئی کتاب اس فن میں اسکی برابری نہیں کر سکتی۔ ایک ادیب کے لیے یہ نہایت کافی ہے، جسکو دیکھ لینے کے بعد اسکو کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۵۲

ابن خلکان کی روایت مندرجہ ذیل سے اس کتاب کی اہمیت بخوبی ثابت ہوتی ہے:-

کہا جاتا ہے کہ صاحب بن عباد۵۵ تیس اونٹ کتابوں کا بوجھ سفر میں ہر وقت مطالعہ کرنے کے لیے ساتھ رکھا کرتا تھا، لیکن جب کتاب الاغانی موصول ہوئی تو اسنے صرف اس ایک کتاب کے ساتھ رکھنے پر اکتفا کیا۵۶

اس لحاظ سے یہ نہ صرف موسیقی عرب کی ایک ڈکشنری ہے بلکہ اہل عرب کی شاعری، انکی تاریخ، اور ادب کی ایک جامع و مانع انسائیکلوپیڈیا ہے۔

اس مشہور نام کتاب کا مصنف قاضی علی بن حسین بن محمد بن احمد بن ہیثم المروی مشہور بہ ابو الفرج اصفہانی ہے۔ وہ ۲۸۴ھ مطابق ۸۹۷ء میں اصفہان میں پیدا ہوا۔ وہ عرب مرابار قریش کی خاص نسل سے اور سلاطین امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد کے خاندان سے تھا۵۷ علاوہ دیگر تصانیف متعددہ کے وہ ملقب باصفہانی اور صاحب کتاب الاغانی کے نام سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ انکا خاندان اگرچہ اصفہان میں مقیم تھا لیکن اسکا عنفوان شباب زیادہ تر بغداد ہی میں گذرا جہاں وہ بطور ایک عالم اور مصنف کے مشہور تھا۔ کتاب الاغانی کی تصنیف میں اس نے اپنی عمر کا ایک مقتدبہ حصہ یعنی پچاس برس صرف کر دیے اور اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ سیف الدولہ حاکم شام کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے ایکہزار دینار عطا کیے اور ساتھ ہی ساتھ ایسی زبردست کتاب کی تصنیف پر اتنی قلیل رقم دینے پر ندامت کے ساتھ معذرت خواہی کی۵۸ لیکن اسکے وزیر نے اس رقم کو دوچند کر دیا۵۹ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ عضد الدولہ نے اس کتاب کا ایک مسودہ چار ہزار درم کو خرید لیا اور سفر و حضر میں کسی وقت اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا تھا۶۰

اسکے زمانہ میں اندلس میں حکم (ثانی) ابن ناصر جسکی وفات ۳۶۶ھ میں ہوئی، بہت بڑا علم دوست اور کتابوں کا جمع کرنے والا تھا۔ اسکو یہ شوق تھا کہ عباسی خلفا کے کتبخانہ سے میرا کتبخانہ بڑھ جائے، اس کوشش میں وہ بہت

۵۱ لٹریری ہسٹری آف دی عربس از مسٹر نکلسن - دیباچہ صفحہ ۳۴
۵۲ مقدمہ ابن خلدون طبع بیروت صفحہ ۵۱۵
۵۳ ہسٹری آف دی ساراسینز از سید امیر علی صفحہ ۴۶۹
۵۴ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۵۱۵
۵۵ یہ بہت بڑا فاضل اور ادیب شخص مؤید الدولہ اور فخر الدولہ کا وزیر تھا۔
۵۶ وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان لابن خلکان جلد اول صفحہ ۳۳۴۔

۵۷ ابن خلکان ۵۸ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ ابو الفرج کو عربوں کے اشعار اور گیت کثرت سے حفظ تھے اسکے علاوہ فن تاریخ، علم حدیث، لغت، نحو، طب، نجوم، بیطاری وغیرہ میں اسکو بدرجۂ کمال مہارت تھی اسکی تصانیف حسب ذیل ہیں:-
(۱) کتاب القیان (۲) کتاب الاماء الشواعر (۳) کتاب الدیارات (۴) کتاب دعوة الاطبا (۵) کتاب مجرد الاغانی (۶) اخبار جحظة البرمکی (۷) مقاتل الطالبین (۸) کتاب الحانات (۹) آداب الغرباء (۱۰) کتاب نسب بنی عبد شمس (۱۱) کتاب ایام العرب (۱۲) کتاب التعدیل والانتصاف (۱۳) جمهرة النسب (۱۴) کتاب نسب بنی شیبان (۱۵) نسب المہالبة (۱۶) کتاب نسب بنی تغلب و بنی کلاب (۱۷) کتاب غلمان المغنین وغیرہ۔
۵۹ ابن خلکان ص ۳۳۴ کشف الظنون جزو اول صفحہ ۱۲۶ ۶۰ اورینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری از ولیم بیل صفحہ ۲۲ ۶۱ کشف الظنون جزو اول صفحہ ۱۲۶۔

کچھ مال و دولت صرف کیا کرتا تھا جب اسکو یہ خبر معلوم ہوئی کہ ابوالفرج کتاب الاغانی تصنیف کر چکا ہے تو اس سے درخواست کی کہ قبل اسکے کہ تم اپنی کتاب کی نقل عباسی خلفاء کو دو مجھے دیدو اور اسکے عوض میں ایک ہزار اشرفیاں بھیجیں۔

ابوالفرج نے چہار شنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۳۵۶ھ مطابق ۹۶۷ء میں بغداد میں وفات پائی۔ مرنے سے کچھ دنوں قبل اسکے حواس معطل ہو گئے تھے۔

کتاب الاغانی یورپ میں عام طور پر متداول ہے اور بڑے بڑے فاضل نہیں جو عرب کی تاریخ لکھنے بیٹھتے ہیں تو سب سے پہلے اسی سے رجوع کرتے ہیں۔ اہل یورپ کے نزدیک عربی شاعری کی تاریخ میں اس سے بڑھکر کوئی مستند کتاب نہیں۔ یورپ میں سب سے اول جب مصر پر فرانس سے جنگ ہوئی اسوقت یہ کتاب موسیو [illegible] کو دستیاب ہوئی جسکا قلمی نسخہ اتک پیرس کی کل لائبریری (شاہی کتبخانہ) میں رکھا ہوا ہے غالباً اس کتاب کا ترجمہ انگریزی میں تو شایع ہوا لیکن جرمنی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

اختر جونا گڈھی

[illegible]

(عثمانیہ یونیورسٹی کا فرمان)

ہم اس مژدۂ جانفزا پر اپنی دلی مسرت و امتنان کا اظہار کر چکے ہیں کہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے اپنی سالگرہ کی تقریب مسعود پر مملکت آصفیہ میں ایک یونیورسٹی قائم کرنے کا حکم دیا ہے جسمیں ذریعۂ تعلیم اُردو زبان ہوگی۔ اور انگریزی بطور ایک لازمی مضمون کے تمام درجوں میں پڑھائی جائیگی بیشک ہم انگریزی کی ضرورت سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ لیکن تعلیم کی عام اشاعت صرف ملکی و مادری زبان ہی کے ذریعہ ممکن ہے اور اُردو یونیورسٹی ہی تعلیم کی حقیقی اغراض کو پورا کر سکتی ہے جس کا سلسلہ شروع کرنے پر حضور نظام مد ظلہم کا اسم گرامی یقیناً ملک و قوم کے محسنین اعظم کی فہرست میں بہ حروف زرین لکھا جائے گا۔ اور اہل ہند کی موجودہ و آئندہ نسلیں اپنے قلوب کو اُن کی شکر گذاری سے معمور پائینگی۔ اُردو یونیورسٹی کا اجرا چونکہ ایک عظیم الشان تاریخی حیثیت رکھتا ہے اس لیے ہم معزز معاصر صحیفہ حیدرآباد سے وہ فرمان نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو معتمد امور عامہ و کوتوالی امور عامہ و متعلق تعلیمات کی اس عرضداشت پر کہ "حیدرآباد کے خاص حالات کے لحاظ سے یہاں ایک یونیورسٹی قایم کرنی ضروری ہے" بہ پیشگاہ حضور نظام شرف صدور پایا ہے۔ وہو ہذا:-

ایک ایسی یونیورسٹی قایم کی جائے جسمیں جدید و قدیم مشرقی و مغربی علوم و فنون کا امتزاج اس طور پر کیا جائے کہ موجودہ نظام تعلیم کے نقایص دور ہو کر جسمی و دماغی اور روحانی تعلیم کی قدیم و جدید طریقوں کی خوبیوں سے پورا فائدہ حاصل ہو سکے اور جمیع علوم پھیلانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک طرف طلبا کے اخلاق کی درستی کی نگرانی اور دوسری طرف تمام علمی شعبوں میں اعلیٰ درجہ کی تحقیق کا کام بھی جاری رہے۔ اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہیے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اُردو کو قرار دیا جائے۔ مگر انگریزی زبان کی تعلیم بھی بحیثیت ایک زبان کے طالب علم پر لازم گردانی جائے۔ لہذا میں بہت خوشی کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ میری تخت نشینی کی یادگار میں حسب مذکورہ اصول مجوزہ عرضداشت کے موافق ممالک محروسہ کیلیے حیدرآباد میں یونیورسٹی قایم کرنے کی کارروائی شروع کیجائے اور اس یونیورسٹی کا نام عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ہو۔

مملکت آصفیہ کی اُردو یونیورسٹی کے لیے "عثمانیہ یونیورسٹی" ایک نہایت ہی موزون نام ہے۔ اور ہم ہمہ تن شوق ہو کر اسکے قیام کے انتظامات کی راہ دیکھ رہے ہیں اس امر کا اجرائے یونیورسٹی پر حضور نظام کا خیال سر رشتۂ تعلیم ریاست حیدرآباد کی عرضداشت سے رجوع ہوا ہے ظاہر ہے کہ مسٹر راس مسعود کے دکن میں وارد ہو کر تشریف لیجانے سے جو خوشگوار امیدیں باندھی گئی تھیں وہ پوری ہونے لگی ہیں۔

(شکر یا شکایت)

باندھا تھا عہد میں نے اُن سے اگر وفا کا　　نادان تھا یہ کہ شکوہ ہوتا نہ کچھ جفا کا
لیکن میں آدمی ہوں کیونکر نہ صبر چھوٹے　　تھا مانگنا ہی میں نے دامن تب ابتدا کا
جب اُن کے جور مجھ پر جیسے گذر گئے ہیں　　اب چشم تر پہ ہر دم ہی ابتدا انجام کا

جب دیکھتا ہوں اُن کا میں جلوہ مہانی　　آتا ہے میں ہوں ہر بت کے آگے خرمن ناکا
آفت میں پڑ لیا ہوں میں کرکے جبر ہمت　　اُن اثر ہوا ہے شاید مری دعا کا
انسان کی جزا بھی ہوتی کا اک ترحم　　قائل ہوا ہوں دل سے میں انکی سزا کا
ہر فعل کا نتیجہ ہر کام کی جزا ہے　　یہ انتظام ہستی قانون ہے خدا کا
صورت کا ہر پہلو ہی بندہ دار معنی　　ہر اتہام کر تھم لو یا ہو ابتدا کا
سیل گنہ نے آخر کشتی ڈبو کے چھوڑی　　چھوڑا ہے ہر اندھا کو قائل ہوں انتہا کا

بنا کہ عاشقی کا ہر دم ہے یہ تقاضا　　محبوب کی جفائیں یاد ہیں مزا وفا کا
کمزوریوں سے لیکن ہوتا ہوں دل شکستہ　　کہتا ہوں درد غم میں منھ دیکھ کر بلا کا

زان یار دلنوازم شکریست با شکایت
گر نکتہ دان عشقی خوش بشنو این حکایت
(حافظ)

ہوتی ہے درد دل سے جب میری آنکھ پرنم　　پاتا ہوں ملک جان کی بزم نشاط درہم
جب جی ہوا پریشان رخصت ہوئی مسرت　　ہر ایک صدا ہنسی کی بنتی ہے شور ماتم
رہ رہ کے بیخودی میں لاکھوں نفس گذارے　　ذوق وصال نے بھی کر کر دیا ہے بیدم
سچ ہے کہ بیکسی میں کوئی نہیں کسی کا　　دل سے رفیق کوئی پاتا نہیں نہ ہمدم
معلوم تو یہ سب ہے زیبا نہیں ہیں شکوے　　دعوی ہے عشق کا اب کیسی شکایت غم
لیکن ہے سخت مشکل خو ہی کو بھول جانا　　کہتے ہیں گرچہ دانا اس کو جہاد اعظم
اشرف ہوں گرچہ فطرت ضعیف بھی ہو　　احساس دل کا میرے ترتیب جدا ہے عالم
ہر حال میں ہا ہوں ہر غم فدائے جانان　　دیر و حرم میں میں نے برسوں کیا ہے سر خم
لیکن یہ تپ پانی میں ما نتی مرادیں　　کیونکر کروں نہ میں پھر یہ شکوہ ہے پیہم

بے مزد بود و منت ہر خدمتے کہ کردم
یا رب مباد کس را مخدوم بے عنایت
(حافظ)

سنتے نہیں بتاتا معبود اپنے نوحیں　　ذکر خدا سے واحد کرتا ہے ورد تو وادریں
سیکھا نہیں ہے اس نے یاں سے ہی جینا　　ہوتا نہیں پریشان گر یاد ہو وہ مشکیں
مشکل کو اس نے مشکل سمجھا نہیں جہاں میں　　آزادی ملیگا یوں ہوا گر جیسے ہیں

اس کی سخاوتوں نے مفلس کیا ہے اسکو　　لیکن کبھی بتایا دنیا کو اس نے جزرس
سارے جہان کی اس نے کی تھی کبھی درستی　　چمٹے ہوئے ہیں اس کو گو آج خار و خس
بزم حرم کا اب بھی وہ زندہ رہا ہے　　پامال کر رہے ہیں لیکن کسوں کو ناکس
جس کو یہاں ملا یا آب حیات اُس نے　　نادان سمجھ کے اسکو ہنستے ہیں آپ جو کس

زان تشنہ لب را آبے نمیدہد کس
گویا ولی شناسان رفتند زین ولایت
(حافظ)

(رباعیات صفی)

تو سوئے چراغ صبح گاہی نہ لگا　　دل جز بطرف یاد الٰہی نہ لگا
پیری کو خضاب سے نئے رنگ خضاب　　اے شیخ اسفیدی میں سیاہی نہ لگا

تا حد نظر جلوہ گہ یار ہے سب　　اک پرتو آئینہ رخسار ہے سب
جو کچھ ہے سوا اُس کے دکھائی دیتا　　صورت گری وہم غلط کار ہے سب

جبتک کہ بدن میں ہے روان آب حیات　　ہر موج نفس ہے فیضیاب حرکات
کر تشنہ لبوں سے کیوں کنارہ اے دوست　　بہتا ہوا دریا ہے ابھی دھو لے ہات

دنیائے دنی ہے اک سراسر آفات　　کیوں فکر میں مبتلا ہے آ کی دن رات
جس کو غم دنیا سے نہیں آزادی　　زندان بلا ہے اُس کو خود قید حیات

عالمِ شئے ہے تو فنا ہی سہی ضرور … بے بہرہ عمرِ جاوداں ہے ضرور
ہر شئے میں ہے انقلاب پایا جاتا … حادث ہے لیکن یہ نشانی ہے ضرور

(وارداتِ عشق)

وہ جدا ہو گئے دن ڈوب گیا رات آئی … پھر وہی ہم ہیں وہی غم ہے وہی تنہائی
کبھی ہے قصد کہ بس ترکِ تعلق کیجے … کب تک آخر یہ ملامت کشی و رسوائی
کبھی آتا ہے خیال اُس کو بھی سوچا کیجے … کہ ہمیں بھی وہ ذرا یاد کرے ہرجائی
کبھی یہ وہم کہ شاید وہ ہمارا بنجائے … چھوڑ دے اب وہ سبھی رسمِ خود آرائی
کبھی آتا ہے خیال اُس سے بھی احسانوں کا … کہ کیا لطف بھی پایا ہے بہ بے پروائی
سرکشی ہی سے سہی ہم سے وہ ملتا تو رہا … بے رخی ہی سے سہی شکل نظر تو آئی
کو بغاوت رہا پھر بھی ہم آغوش رہا … قابلِ قدر ہے او شوخ تری رعنائی
تیرے وصل میں آرام نہ فرقت میں چین … یہ بلا کس سے کہیں جو تجھے طبیعت آئی
ہاں نہ کرنی تھی محبت مگر افسوس کہ کی … ہاں نہ آئی تھی طبیعت مگر اپنی آئی
ہاں خطا اپنی ہے جو ایسا ہے تقصیر اپنی … جو کیا ہم نے سزا اُس سے بھی اپنی پائی
اپنے نزدیک ذلیل اور دنگی نظروں میں حقیر … ساتھ ذلت کے محبت میں ہوئی رسوائی
سنتے آتے ہیں محبت میں ہے رسوائی بھی … اس سے کچھ پاتا ہے تسکین دلِ شیدائی
طعن و تشنیع کے اندیشے تو سب جاتے ہیں … یعنی بدگویوں سے ہوتی ہے پذیرائی
ہمت کر کے چلے منزلِ دشوار گذار … دلشکن طعنوں سے اب ہوتی ہے دل افزائی
حوصلے عشق کے ہوتے ہیں بلند اور رسوا … عہد پیری میں بھی آجاتی ہے پھر برنائی
ضد سے وہ کرتے ہیں جس کا نہ کبھی بیان آئے … جانتے ہیں کہ یاں رنگ محبت لائی
سبب نفرت کا نتیجہ ہے کہ جانیں اُسکو … اور جانیں بھی تو اسطرح کہ بدی چھائی
دیکھ کر جاہ کا غلبہ اُسے ہوتا ہے غرور … سُبکیں دو ستی میں زیبائی نازیبائی
پا جاتا ہے کبھی عادلِ بھی آتی ہے کبھی … کہ دل آنے ہی سے پہلے ہمیں موت آئی
آہ بے صدقہ روحانی و غیرت سوزی … تا کجا منت و تا چند جبین فرسائی
نہ محبت نہ مروت ہے نہ آداب اخلاق … بات وہ بات ہے جو اُسکی سمجھ میں آئی
آہ نے بیدرد یا تری کس سے شکایت کیجے … کہ ہے بیکار یہاں دادگری دارائی
خدمتِ عاشقِ سلطانی کی تہی اوجھی … اور فریاد و فغاں کی نہ ہوئی شنوائی
عاجزی ہے جو توجہ نہ خوشامد پہ نظر … نام کیا عجب و تکبر کا ہے دل آرائی
کیا نہیں آتے ہمیں پیار سے طرح کے تماشے ہمیں … ہم بھی کر سکتے ہیں اسطرح سے بے پروائی
اک زمانہ تھا جو نہ تھی عاشق و معشوق کی ادا … پائی ہے ہم نے بھی کچھ اسکے سوا دانائی
لیکن اپنا یہ طریقہ ہے نہ شیوہ و شعار … بندۂ عشق کو زیبا نہیں خود آرائی
دونوں عشق بھی پھر ان کی حکومت کیا خوب … یہ غلط بھی ہے کہتے ہیں یا سے بڑائی
اے وہ معشوق ہے آپ کا یا فرما بردار … حضرتِ دل بھی عجب طرح کے ہیں سودائی
اُس کا جی چاہا ملا اور نہ چاہا نہ ملا … اٹھ گیا اُسکی طبیعت جو ذرا گھبرائی
وہ کیا جانے وہ دن ڈھل گیا ڈوب گئے … غم کی کیا بات ہے آنے دو اگر شام آئی
دن جو ڈوبا ہے تو پھر نکلے گا انشاء اللہ … سو رہو اب کہ بڑی رات گئی نیند آئی
جانے والے نے پھر آنے کا لیا ہے وعدہ … بس یہی کافی ہے دل سوزِ شبِ تنہائی
یہ تو سب کہنے کی باتیں ہیں غلط ہوں کہ صحیح … تا اس دل کو کروں کیا کہ ہے یہ سودائی
نہیں سنتا کوئی برہان نہ حجت نہ دلیل … اس کو کوئی بھی کوہ کو کہدے رائی
کبھی یہ زور کہ اب سے نہ ملیں گے اُن سے … کبھی یہ شوق کہ بے اُن کے کہاں تنہائی
کبھی یہ تخیل کہ دل اس سے خفا اور سے ملے … کبھی جان اپنی فدا کرنے میں حاتم طائی

ہے عجب طرح کی یہ کشمکش یاس و امید
کیفیت کیا ہے یہ اب تک نہ سمجھ میں آئی

[illegible]

(رباعیات حضرت کوثر خیرآبادی)

شاہی و گدا سب ہیں زار و زبوں سب … تیرے ولے دل سے معذور ہیں سب
ہے لعفل ما یشاء اِیسا ان کو تو … مختار وہی ہے اور مجبور ہیں سب

بیماروں کو صحت و شفا دیتا ہے … دکھ درد و مصیبت سے چھڑا دیتا ہے
اپنے فضل و کرم سے کچھ بہتر ہیں … بگڑے ہوئے سب کام بنا دیتا ہے

ہے عشق جہانسوز کی اُفتاد وہی … اور حسنِ دل افروز کی بنیاد وہی

نیرنگیِ قدرت عیاں ہے کو بشر
شیرین بھی وہی ہے اور فرہاد بھی

یہ زیاں ہے یہی زدوں پہ مرنا کیا
وہ کرکے دل جان سے نذر آ گیا
جس نے دل سے دعا دیا ہو کو بشر
جب یاد اس نے ... کو آ بنا گیا

ہر دم ہوس کا دلمیں تبصرا ابتک
اللہ کے گھر میں ہے اندھیرا ابتک
کعبہ میں گئے تھے بت شکن بننے کو
تو زرد بت پندار نہ ٹوٹا ابتک

ہو اور زنوں کا لب پہ چرچا ابتک
سرزدہ پری زادوں کا سایا ابتک
ہو دلمیں خیال زاہد عابس کو نہ
انعام کا کعبہ میں ہے تبدا ابتک

(مضطر خیرآبادی)

شاعروں میں ترا انکار رہے گا کو مضطر
تو سلامت رہے مشہور زمانہ مضطر
کچھ بھلا کس ہے بھی تو ہے دیری بدولت یہ
تو سخنہ انوں کی قسمت کا ہے اختر مضطر
افتخار آج ترے دم سے ہے اردو کو یہاں
راہ حیرت سخن تجھسے ہے لشکر مضطر
صاف ستھرے ترے اشعار مزا دیتے ہیں
تو فصاحت کی ہے تصویر سراسر مضطر
بزم تیغِ زباں ہے تری واقف جو نہیں
اصفہان والوں سے پوچھے ترے جوہر مضطر
شعلہ ارہی ہے ترے نام سے پیدا پھر بھی
ہر زباں پر ہے یہی شور کہ مضطر مضطر
شاہ تک اسکی رسائی ہوئی تیرے منھ سے
تیرا احسان یہ کیا کم ہے سخن پر مضطر
تو وہ مضطر ہے کہ ہر جان کو تجھسے راحت
تو وہ مضطر ہے کہ دل لوٹ ہے تجھپر مضطر
دلمیں ہے حسرت و ارمان و تمنا کا ہجوم
دیکھ تو ہے یہ نئی وضع کا اشتر مضطر
دیدہ شوق بچھانے کو میں رہتا ہوں کھلے
اس سے بہتر نہ ملے گا کوئی بستر مضطر
چین و آرام سے اللہ رکھے تجھ کو مدام
خواب میں بھی ہو نہ تو اے مرے مضطر مضطر

خوش کیا تیری ملاقات نے اسکو از حد
تو بھی بشاش ہوا رشک سے مل کر مضطر

رشک (جاوری)

سیر کہسار

ہے اب دیدنی منظر کوہسار
درختانِ خودرو کی ہر سو قطار
پرندوں کی شاخوں پہ وہ بولیاں
وہ گلہائے رنگیں سے پر جھولیاں
ہوا سے وہ پتے کھڑکتے ہوے
وہ دل طائروں کے پھڑکتے ہوے
وہ بہتی ہوئی نہر آغوش میں
دل مضطرب لہر آغوش میں
ہوا سے منقش ہوئی سطح آب
کیا انگڑائی لے جیسے مست خراب
محرک خرام نسیم چمن
پڑی جاتی ہے پیرہن میں شکن
گھٹاؤں سے بڑھی ہے عجب شان کوہ
کہ پھولوں کی ڈالی ہے دامان کوہ
کھلا گل ادھر لطف دیتا ہوا
تو سنبل ادھر بل کی لیتا ہوا
ہیں گلہائے قدرت کی ہر سو بہار
حسینوں کی چوٹی میں پھولوں کا ہار
شگفتہ ہر اک سہرتوں کی ہے بوٹ
صبا خود ہے اپنی اداؤں پہ لوٹ
تحیر نما دل پہ لالہ کے داغ
تہ دامن صبح روشن چراغ
زہے حسن آئینہ ہے سطح آب
کہ منھ اپنا ہے دیکھتا آفتاب
زمرد نما ہے لب جوئبار
کہ ہے لہلہاتا ہوا سبزہ زار
محرک نظر کو ہیں حیرت کے پھول
کھلے ہیں گلستان قدرت کے پھول
دعائیں صبا سب کو دیتی ہوئی
بلائیں ہیں پھولوں کی لیتی ہوئی
سہانی سحر ہے سہانا سماں
کھلی حمد پر طائروں کی زباں
گل و برگ و اشجار صحن چمن
یہ سب گا رہے ہیں اسی کا بھجن
ہوا دامن کوہ جنت نشاں
کہ انوار رحمت ہے ہر سو عیاں
رواں آج سر سے ہے خود آبشار
صدا دے رہا ہے کہ تجھ پر نثار
جھکی ہے ہر اک شاخ بہر رکوع
ہوائیں صدا لے خضوع و خشوع
اطاعت کا خود دشت سے ہے نمود
ہر اک ذرۂ خاک سر بر سجود
زہے شوق رحمت سے راز و نیاز
ادا عشق کی ہو رہی ہے نماز

یہ منظر سبق لینے کا ہے سلام
مرقع محبت کا ہے لا کلام

[illegible]

قدرشناسان العصر کی خدمت مین

اپیل

معزز معاونین العصر کی خدمت مین ہم ادب سے التماس کرتے ہین کہ اگر آپ فی الحقیقت اس عمدہ اور پاکیزہ رسالے کی قدر کرتے ہین اور اس کو ملک اور قوم کے حق مین مفید تصور فرماتے ہین، تو آپ کا یہ ملکی اور قومی فرض ہے کہ اس کی توسیع اشاعت مین دل سے کوشش فرمائیے کیونکہ اس کی مالی حالت جب خطرے مین نہین رہیگی، تو ہم اس کو مفید ترین اور اعلیٰ ترین درجے پر پہنچانے کی کوشش باسانی کرسکین گے۔ ہم اپنے معزز خریدارون کو اس سے زیادہ تکلیف دینی نہین چاہتے کہ ہر خریدار اسکو اپنا فرض جان لے کہ وہ العصر کے لیے دو خریدار اور پیدا کریگا، اور جبتک یہ جدید خریدار پیدا نہو جائین اس فرض سے اپنے تئین سبکدوش خیال نکرے۔ ہم امید کرتے ہین کہ العصر کے معزز قدرشناس ہماری اس ناچیز درخواست پر تہ دل سے توجہ مبذول فرمالین گے۔

ان گولیون کو غیبی امداد سمجھیے

ہماری آتنگ سنگرہ گولیان اُن مریضون کے حق مین جو جسمانی اور دماغی اور اعصابی قوت کو کھوکر زندگی سے مایوس ہوگئے ہون غیبی امداد ہین ہر قسم کے ضعف کو دور کرکے از سر نو نوجوان بنا دیتا ان گولیون کا ادنی کرشمہ ہی۔ قیمت فی ڈبیہ ۳۲ گولیان عسمہ علاوہ محصول ڈاک۔

ہر انسان اپنی زندگی کو تندرستی و آرام کے ساتھ گذارنا چاہتا ہی۔ اگر تندرستی حاصل نہین تو ایسی زندگی سے مرجانا بہتر ہی بس اگر آپ تندرستی کے بھیدون سے واقف ہونا اور ہمیشہ طاقتور نوجوان بنے رہنا چاہتے ہین تو ہماری کتاب کام شاستر ہمسے بلا قیمت منگا کر مطالعہ کیجئے جو گجراتی، ناگری، تامل، مرہٹی، تلنگی، بنگالی، انگریزی وغیرہ مختلف زبانون مین موجود ہی۔

پتہ۔ وید شاستری منی شنکر گوند جی شہر جام نگر (کاٹھیاوار)

روزنامہ ہمدم لکھنؤ

جو ظاہری شان اور باطنی خوبیون دونون کے اعتبار سے اُردو زبان کے بہترین "روزانہ" کا لقب حاصل کر چکا ہی جنگ کی خبرین تمام اردو معاصرین سے پہلے پہنچانا اس کی ممتاز خصوصیت ہی کم از کم نمونہ ضرور منگائیے

منیجر

روزنامہ ہمدم نمبر ۲ لاٹوش روڈ لکھنؤ،

دیوان غالب اُردو

اُردو دیوان غالب کا یہ خاص ایڈیشن نہایت اہتمام سے چھاپا گیا ہی۔ شروع مین ایک پرلطف دیباچہ اور مرزا غالب کی مختصر سوانح عمری درج ہی نیز مرزا غالب کی عکسی تصویر بھی شامل ہی۔ کلام غالب کے دلدادگان اس نسخہ کو ضرور منگائین قیمت عسمہ مجلد عسمہ

شرح دیوان غالب مع مقدمہ مشتمل بر حالات و تنقید کلام غالب از سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی، بی اے قیمت عسمہ مجلد عسمہ

المشتہر منروا پبلشنگ کمپنی، منروا پریس، لکھنؤ (اودھ)

العصر جلد چہارم و پنجم بابت سنہ ۱۹۱۶ء

العصر کی پہلی، دوسری اور تیسری جلد کا کوئی پرچہ اب دفتر مین نہین رہا بہت مشکل سے چوتھی اور پانچوین جلد کے چند سیٹ مرتب کیے گئے ہین جن کو ضرورت ہو فوراً طلب فرمالین ورنہ پھر یہ علمی ذخیرہ کسی قیمت پر نہ مل سکیگا جلد چہارم مین ۵۸ مضامین نظم و نثر اور بیس رنگین و سادہ ہاف ٹون تصویرین ہین جلد پنجم مین تقریباً سو مضامین نظم و نثر اور اٹھارہ ہاف ٹون عکسی تصویرین ہین قیمت علاوہ محصول ڈاک جلد چہارم عمہ جلد پنجم عسکہ گو دونون جلدین ایکساتھ خریدنے کیصورت مین عسمہ للعہ قیمت ہوگی محصول ذمہ خریدار ہوگا

المشتہر۔ منیجر رسالہ العصر، نولکشور پریس، لکھنؤ

کم خرچ بالا نشین اسکو کہتے ہین

اُردو لٹریچر کی دلچسپیون کا ہموار مجموعہ رسالہ تاج ضرور ملاحظہ فرمائیے جو جنوری سنہ ۱۹۱۶ء سے جاری ہوا ہی۔ آپ یقیناً اسکو دیکھ کر خوش ہونگے بعد حیدر آباد کے رسالہ کی سالانہ قیمت صرف عسمہ ہی وہ بھی مع محصول۔ نمونہ کیلیے دو آنہ کے ٹکٹ ارسال کیجیے مفت ہرگز نہ ملیگا۔

المشتہر۔ منیجر رسالہ تاج۔ کالی کمان۔ حیدر آباد (دکن)

نظارہ

یہی وہ نظارہ ہی جس کی تاب حضرت موسیٰ نہ لاسکے!

یہی وہ نظارہ ہی جسکے پردے مین قدرت کی تجلیان مخفی ہین دنیائے علم کے تماشائی کہان ہین آنکھین کھولین اور اس جام جہان نما کی سیر کرین اخلاقی تمدنی ادبی معاشرتی مناظر کا نظارہ نظارے ہی کے صفحات سے ہوتا ہی جو ہر مہینے آفتاب عالمتاب کی طرح میرٹھ سے نکلتا ہی اور دنیا مین ایک نئی روشنی پھیلاتا ہی اہل نظر نظارے کو آئینہ کی طرح سامنے رکھین اور علم کی جیتی جاگتی تصویرون کا جن کو ملک کے مشہور اہل قلم مختلف رنگون مین نظارے کے اوراق پر کھینچتے ہین تماشا دیکھین قیمت بھی کچھ نہین صرف تین روپے بھیجنے پر نظارہ کی سیر کیسال تک گھر بیٹھے ہو سکتی ہی۔ نمونہ ۳ کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہی۔

منیجر رسالہ نظارہ میرٹھ



نہ جادو نہ طلسم بلکہ بیسوین صدی کی حیرت انگیز ایجاد ہی جسکا نام مارننگ اسٹار ہیر ڈائی ہے یعنے

صبح کا ستارہ "جاپانی خضاب لاجواب ہی۔ جس کو ایک جاپانی بصیر کیمیادی نے پچاس برس کے تجربہ کے بعد تیار کیا ہی اور جس نادر خضاب کی مختصر تعریف یہ ہی کہ چند منٹ مین سن سے سفید بالون کو سیاہ بھونرا بنا دیتا ہی اور چمکدار بنا دیتا ہی جسے لگا کر کوئی تمیز نہین کر سکتا ہی کہ خضاب لگایا گیا ہی بلقدرتی ہین علاوہ بالون کے دماغ کو قوت و فرحت بخشتا ہی جلد پر کسی قسم کا داغ یا دھبہ نہین آتا ہی تیز مہلک اور مضر رسان اجزا سے پاک ہی جس کی تصدیق بڑے بڑے ماہرین مسلم کیمیا اور اعلی حکیمون و ڈاکٹرون نے کی ہی چنانچہ اپنی خوبیون کی وجہ سے صبح کے ستارہ کی شہرت اور کامیابی صرف ہندوستان و جاپان ہی تک محدود نہین بلکہ **افریقہ و ایران** تک دھوم مچ گئی ہی البتہ صبح کے ستارہ کے شائقین کے لیے **ایک خطرۂ عظیم** پیدا ہو گیا ہی اور وہ یہ ہی کہ اس کی روز افزون ترقی اور ہر دلعزیزی کو دیکھکر اکثر لوگون نے مختلف اقسام کے نقلی جاپانی خضاب بنانے شروع کئے ہین لہٰذا صبح کے ستارہ کے وقت ٹریڈ مارک کو ضرور پہچان کر خرید کیا کا **ضروری اطلاع** صوفی کمپنی سے جو کہ ایجنسی نکال لی گئی ہی اسلیے ہمارے خضاب کے متعلق ان سے خط و کتابت کرنا فضول ہی۔ یہ خضاب ہر شہر میں ہمارے ایجنٹون سے دستیاب ہو سکتا ہی اور کلکتہ مین ہمارے سب ایجنٹ یہ ہین: محمد ابراہیم خدا بخش نمبر ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ ایس۔ اے۔ بی بخش کمپنی کوٹھی نمبر (۷) کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ

مشتہر جیون بخش اینڈ کمپنی کولوٹولہ اسٹریٹ، کلکتہ

ناول و افسانے

الماس یعنی ہیرون کا بادشاہ۔ وٹیس رسیپی کے دلچسپ ناول کنگ آف دی ڈائمنڈس کا اردو ترجمہ بہت دلچسپ ناول ہی قیمت عہ

آخر نقاب الٹ گیا۔ بیڈن ہل کے ناول آن ماسکڈ ایٹ لاسٹ کا اردو ترجمہ۔ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ تڑپا دینے والا ہی قیمت عہ

افسانۂ بنگال سر ابندرا ناتھ ٹیگور، بابو پربھات کمار مکرجی وغیرہ مشہور بنگالی مصنفین کی آٹھ چیدہ اور پسندیدہ کہانیون کا اردو ترجمہ۔ یہ کتاب بہترین دماغون کے بہترین خیالات کا نچوڑ ہی قیمت ۸ر

دنیا یعنی بگلا بھگت اور اس کی بچی۔ یہ ایک دلچسپ ناول ہی جسمین بے پردگی کے برے نتائج دکھائے گئے ہین قیمت ۶ر

کایا پلٹ۔ آنے والے زمانے کا ایک اچھوتا ناول قیمت ۱۰ر

ناول و قہاے تاری۔ دہلی کے مشہور و معروف سیاح جاپان و انگلستان قاری سرفراز حسین صاحب عزمی کے تین مقبول عام اور نہایت دلچسپ اور دلکش ناولون کا مجموعہ۔ قیمت عہ مجلد عیہ

ایک شاعر کا انجام۔ نیاز فتحپوری کا مشہور اور مقبول عام ناول قیمت ۱۲ر

شباب لکھنؤ۔ اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہین تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیے۔ ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ مین قلمبند کیے ہین۔ مترجمہ منشی محمد احمد علی صاحب بی اے قیمت عیہ

مسدس حالی۔ مولانا حالی کی مشہور و معروف اور بہترین تصنیف جسمین آپ نے بانداز ہاتف غیب مسلمانون کی مردہ و غفلت شعار قوم مین بیداری پیدا کرنے کی غرض سے قوم کی حالت زار کا نقشہ نہایت دردانگیز پیرایہ مین کھینچا ہے۔ مع ضمیمہ و حواشی وغیرہ قیمت غیر مجلد مجلد ۱۲ر

رباعیات حالی۔ جیبی تقطیع پر نہایت نفاست و خوشنمائی کے ساتھ جلی قلم سے نہایت خوشخط لکھوا کر طبع کرائی گئی ہین قیمت صرف ۳ر

منیجر بلشنگ کمپنی، منشی نولکشور پریس، لکھنؤ (اودھ)

منشی پیارے لال صاحب ٹھاکر ڈپٹی مالک ایڈیٹر کے لیے بابو منوہر لال صاحب بھارگو بی اے نے نولکشور پریس لکھنؤ مین چھاپکر شائع کیا